فقیہ الاسلام نمبر
اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ
مظاہر علوم (وقف) کا علمی، دینی، دعوتی ترجمان
ماہنامہ
آئینہ مظاہر علوم
ولی کامل، محدث دوراں، فقیہ الاسلام حضرت شاہ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ
کی علمی و عرفانی خدمات اور دینی و روحانی اوصاف و کمالات کا حسین و دل آویز مجموعہ
زیر سرپرستی
حضرت مولانا محمد سعیدی حفظہ اللہ
دفتر آئینہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

فقیہ الاسلام نمبر
مظاہر علوم (وقف) کا علمی، دینی، دعوتی ترجمان
ماہنامہ
آئینہ مظاہر علوم سہارنپور
زیر سرپرستی
حضرت مولانا محمد سعیدی حفظہ اللہ
ناظم ومتولی
مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور
فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کی علمی و عرفانی خدمات اور دینی و روحانی اوصاف و کمالات کا حسین و دل آویز مجموعہ
مدیر
محمد ریاض الحسن
معاون مدیر
ناصر الدین مظاہری
دفتر آئینہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور (یوپی)
OFFICE:
AAINA-E-MAZAHIR ULOOM
MONTHLY
MAZAHIR ULOOM (WAQF) SAHARANPUR (U.P) 247001 PH. 0132-2653018

جلد ۱۳

فقیہ الاسلام نمبر

رجب ۱۴۲۴ھ تا جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ۔ اگست ۲۰۰۳ء تا جولائی ۲۰۰۴ء

زیر سرپرستی:- حضرت مولانا محمد سعیدی حفظہ اللہ 9837676742

طابع، ناشر، مدیر:- محمد ریاض الحسن 9837551035

معاون مدیر:- ناصر الدین مظاہری 9837327419

کمپوزنگ:- محمد عارف مظاہری 9837097743

بارِ اوّل جمادی الثانی ۱۴۲۵ھ مطابق جولائی ۲۰۰۴ء

مطبع:- فاروقی پریس دہلی

عام قیمت:- 100 روپے ● اعزازی قیمت 500 روپے

فہرست مضامین فقیہ الاسلام نمبر

اعتراف عظمت

اوصاف وکمالات

اوصاف و کمالات

بسم الله الرحمن الرحيم

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والإكرام

تشکر و امتنان

حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہ

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی طبیعت میں تواضع وانکساری، فنائیت وعبدیت اور شہرت وناموری سے دوری جیسی صفات نمایاں تھیں، آپ کی رحلت کے بعد آپؒ کے مریدین ومعتقدین اور مسترشدین ومتعلقین نے آپ کی اہم صفات اور کمالات کو عوام وخواص تک پہنچانے کے لئے میدان تصنیف وتالیف میں باحسن وجوہ اقدام فرمایا، چنانچہ ایک طرف تو ملک وبیرون ملک کے اخبارات وجرائد نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات گرامی کو ملت اسلامیہ کا متاع بے بہا اور گرانمایہ سرمایہ قرار دیکر منظوم ومنثور خراج عقیدت پیش کیا اور ملک کے بہت سے اخبارات ورسائل نے مضامین ومقالات شائع کئے، النور، باندی پورہ کشمیر، صوت القرآن گجرات، نشیمن بنگلور، اخبار مشرق دہلی وکلکتہ، راشٹریہ سہارا اردو وہندی (دہلی، لکھنؤ، گورکھپور) بدری وشال سہارنپور، دینک جاگرن، امر اجالا، شاہ ٹائمس، پنجاب کیسری، ہند سماچار، نئی دنیا، ندائے شاہی، الکاشف بریلی، ارمغان شاہ ولی اللہ پھلت، الاحرار لدھیانہ، الرائد، البعث الاسلامی اور تعمیر حیات لکھنؤ، ترجمان دیوبند، طلسماتی دنیا دیوبند، اردو ٹائمز بمبئی، الصیانہ کراچی، ریاض العلوم جون پور، یادگار اسلاف اجراڑہ، دعوت وعزیمت دہلی، مفتاح العلوم، جلال آباد اور ملک کے مایۂ ناز ادیبوں اور مدیران جرائد نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی شخصیت پر احساسات وخیالات کا اظہار کرکے آپؒ کے حادثۂ وفات کو ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔

تعزیتی خطوط ومراسلات کے ذریعہ رنج وغم کا اظہار کرنے والوں کی تعداد بھی کثیر ہے جبکہ بہت سے ارباب دانش وبینش نے فون وفیکس کے ذریعہ اظہار تعزیت کیا نیز بعض مخلصین اور متعلقین سفری صعوبتیں برداشت کرکے بنفس نفیس یہاں تشریف لائے اور پسماندگان کی تسلی فرمائی فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اس کے علاوہ دوسرے طریقوں سے حضرات اہل اسلام نے اظہار تعلق فرمایا مثلاً اپنے مدارس ومکاتب اور جامعات میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا، ملک وبیرون ملک کے اہم حلقوں میں تعزیتی میٹنگوں اور نشستوں میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ہمہ جہت شخصیت پر متعلقین ومبصرین نے گرانقدر اظہار خیال کیا چنانچہ حرمین شریفین کے علاوہ دہلی، بمبئی، بنگلور، چترا، قنوج، اعظم گڑھ، ہریانہ، پنجاب، رام پور، تمل ناڈ، حیدرآباد، کلکتہ، لکھنؤ، کانپور، بجنور، مرادآباد، مظفر نگر میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، ہریدوار، الہ آباد، گورکھ پور، بلند شہر، اٹاوہ نیز برطانیہ، کناڈا، برما، سعودی عرب، مسقط، بنگلہ دیش، پاکستان اور دیگر قصبات، شہروں اور ملکوں میں تعزیتی نشستیں منعقد ہوئیں جس میں اس حادثہ کو صدی کا عظیم سانحہ قرار دیا گیا۔

سینکڑوں حضرات نے اپنے احساسات وخیالات سے بھرپور مضامین ومقالات اور منظوم کلام بھی ادارہ

کو ارسال فرمائے جس کیلئے ادارہ ان سبھی حضرات کا ممنون وشکر گذار ہے، جن کے قلمی وعلمی تعاون سے یہ علمی، تاریخی، دعوتی اور ''اصلاحی دستاویز'' اشاعت پذیر ہوسکی۔

حضرت فقیہ الاسلام کی حیات وخدمات پر مشتمل بعض ہمہ گیر اور مختصر وجامع کتابیں بھی وجود میں آئیں مثلاً حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری مدظلہ العالی نے ذکر فقیہ الاسلام (اشکہائے غم) کے نام سے منظوم کتابچہ مرتب فرما کر اپنے مکتبہ سے شائع کیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل صادق صاحب استاذ مدرسہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور، ضلع مظفر نگر نے نہایت قلیل عرصہ میں اہم معلومات اور تاریخی دستاویزات کی شکل میں ''تذکرہ فقیہ الاسلام'' کے نام سے کتاب شائع کی جس میں حضرت علیہ الرحمہ کے حالات وکمالات، اوصاف وخصوصیات اور مختلف خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسی طرح عزیزی مولوی زُبیر احمد سلمہٗ نے ''ذکر مظفر'' کے نام سے مختصر مگر دلچسپ سوانح حیات شائع کی، اس میں بھی حضرت فقیہ الاسلامؒ کی حیاتِ طیبہ کے بعض اہم گوشے آگئے ہیں۔

''بشاراتِ رحمت'' کے نام سے حضرت فقیہ الاسلام کے متعلق خوابات ومنامات اور بعض اہم مبشرات وکرامات پر مشتمل مجموعہ عزیزی مولوی خلیل اطہر سلمہٗ نے ترتیب دیا جس کو مکتبہ سعیدیہ سہارنپور نے شائع کیا ہے۔

اسی طرح ایک اور کتاب ''فقیہ الاسلام شعراء کی نظر میں'' شائع ہورہی ہے جس میں حضرت فقیہ الاسلام کی شخصیت پر منظوم کلام کو جمع کیا گیا ہے، یہ کتاب تقریباً ۲۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

''فقیہ الاسلام نمبر'' بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک عظیم الشان کوشش ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

مذکورہ بالا کتب ورسائل کے علاوہ حضرت فقیہ الاسلام کی شخصیت پر مستقل ''سوانح حیات'' کا کام جاری ہے جو ان شاء اللہ مہد سے لحد تک کے اہم حالات، اوصاف وخصوصیات، تصنیفات وتالیفات، مظاہر علوم کی ہمہ گیر خدمات، داعیانہ صفات اور فقیہانہ کمالات، دعوتی سرگرمیوں اور ملی دلچسپیوں پر مشتمل ہوگی۔

اس سلسلہ میں ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے جس کے بغیر یہ کام کماحقہ پورا نہیں ہوسکتا، اسلئے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے متعلق اہم معلومات، واقعات، دستاویزات، مواعظ وملفوظات، اصلاحی خطوط، اجازت حدیث، اجازت بیعت وتلقین اور اَورَاد وظائف سے متعلق تحریرات نیز حضرت فقیہ الاسلامؒ نے جن مدرسوں، مسجدوں، اداروں اور رفاہی عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھا ہو اس سلسلہ میں اگر تحقیق شدہ معلومات آپ کے پاس موجود ہوں تو از راہِ کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں اس کے علاوہ کوئی ایسی یادداشت جو سوانح کے سلسلہ میں کارآمد ہوسکتی ہو یا اس کی اشاعت سے ملت اسلامیہ کا عمومی نفع وابستہ ہو، ضرور ارسال فرمائیں، شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت کیا جائے گا۔

محمد سعیدی عفا اللہ عنہ

ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

اداریہ

محمد ریاض الحسن

”فقیہ الاسلام نمبر“

فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عہد ساز شخصیت تھے، ان کا وصال عہد نو کی تعمیر واستحکام میں سرگرم عمل رجال کار کیلئے ایک سرپرست، مربی، مرشد اور امام ورہبر سے محروم ہونیکا سانحہ ہے۔

حضرت والا بلند مرتبہ عالم، مفسر، محدث، فقیہ اور تزکیہ وتصوف کے روشن چراغ، عالی ظرف، وسیع النظر وصاحب فراست ہستی تھے، آپ کے تلامذہ ومریدین دنیا کے بیشتر خطوں میں پائے جاتے ہیں اور آپ کے خلفاء کی ایک بڑی تعداد تعلیم وتزکیہ اور تبلیغ دین میں مصروف ہے۔ آپ تقریباً ۵۲/سال تک مظاہر علوم کی تدریس سے وابستہ رہے، جس میں تقریباً چالیس سال انتظامی امور سے وابستگی کے ہیں۔

اسلئے ضروری تھا کہ آئینہ مظاہر علوم جس کا مقصد دینی معلومات کی ترویج واشاعت ہے جو مظاہر علوم (وقف) کا ترجمان ہے، حضرت والاؒ پر اس کا خصوصی شمارہ شائع کیا جائے جو حضرت کی سوانح پر کام کرنیوالوں کیلئے سنگ میل ہو، دینی جذبہ رکھنے والے طالبان حق وصداقت، حامیان صدق وصفاء وجویان نقوش علم وتقویٰ کیلئے مشعل راہ ہو، متعلقین منتسبین کیلئے سامان راحت، علمی استفادہ کرنے والوں کیلئے سرمایۂ سعادت اور مظاہر علوم کیلئے ادائے فرض کفایہ ہو۔

چنانچہ جانشین فقیہ الاسلام حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب زید مجدہ السامی ناظم ومتولی مدرسہ نے طے فرمایا کہ جلد از جلد حضرت والا پر آئینہ مظاہر علوم کا خصوصی شمارہ شائع کیا جائے۔

حضرت ناظم صاحب نے تیاری کے لئے تین ماہ کا مناسب وقت تجویز فرمایا تھا لیکن حضرت والاؒ کی ہمہ گیر شخصیت کے گوناگوں پہلوؤں کا احاطہ کرنا مشکل ترین مرحلہ تھا، ادھر بہت سے ایسے مایہ ناز ارباب علم وقلم کے مضامین تاخیر سے پہونچ پائے، جن کے بغیر یہ شمارہ نامکمل رہ جاتا، اس لئے غیر معمولی تاخیر ہوتی چلی گئی۔ تاہم دیر آید درست آید کے بمصداق ایک قیمتی دستاویزی مجلہ ہمارے ہاتھوں میں ہے جو ان شاء اللہ تعلیم وتربیت کے میدان میں کام کرنے والے حضرات اور ارباب مدارس وراہ نمایان قوم وملت کی فکری استقامت کیلئے ایک روشن مینار کی حیثیت سے ضوء فشانی کرتا رہے گا ان شاء اللہ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قارئین کرام واقف ہوں گے کہ مدرسہ مظاہر علوم اپنی سواصدی سے زائد عرصہ پر محیط روشن تاریخ میں دو مرتبہ سخت بحرانی حالات سے دوچار ہوا۔ ایک اسٹرائک (جس کو بجا طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ نے ''لعنت'' اور ''منحوس'' لفظ سے تعبیر فرمایا ہے) کے وہ احوال جو ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ میں مدرسہ شاخ خلیلیہ کے کواڑ بند ہونے سے شروع ہوئے اور یہ وبا مدرسہ تک پھیل گئی جس میں حضرت شیخؒ کے حسن ظن کے برخلاف چند طلبہ کے علاوہ دورۂ حدیث شریف کے طلبہ بھی پیش پیش تھے، جس کے نتیجہ میں چودہ طلباء پھر چھ طلباء کا اخراج ہوا یہاں تک کہ اخراج شدہ طلبہ کی تعداد ساٹھ تک پہونچ گئی۔

اس میں کچھ افراد نے در پردہ طلبہ کو مدرسہ کے انتظام اور اساتذۂ کرام کے خلاف بغاوت پر اکسایا تھا، جمعیۃ الطلبہ قائم کرائی تھی۔ ایسی ہی نامبارک صورت حال ۸۹۔۱۹۸۸ء مطابق ۹۔۱۴۰۸ھ میں پیش آئی جب کچھ لوگوں نے طلبۂ عزیز کو نظام مدرسہ کے خلاف آلۂ کار بنایا، جمعیۃ الطلبہ قائم کرائی اور نوبت کچھ شری طلباء کے اخراج تک پہونچی، اور اس خلفشار کے نتیجہ میں ملک وبیرون ملک دارالعلوم دیوبند کے بعد مظاہر علوم کی رسوائی ہوئی، لیکن اس بار ایک خاص بات جو قضیہ مظاہر علوم سے نمایاں ہوئی وہ تھی سوسائٹی ایکٹ کے تحت مدارس اسلامیہ کے رجسٹریشن کی۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اس مسئلہ کا جب ماہرین قانون کے ساتھ گہرائی سے جائزہ لیا تو آپ اس نتیجہ پر پہونچے کہ اس طرح کا رجسٹریشن دینی مدارس ومذہبی اداروں کے وجود وتشخص، مزاج وکردار اور روح وروایات سے متصادم ہے، اس سے مدارس کی مذہبی اور وقفی حیثیت کو ناقابل تلافی نقصان پہونچتا ہے، مدارس کی آزادی وخود مختاری پر حرف آتا ہے، اس لئے یہ مسئلہ جو قضیہ دارالعلوم سے روشنی میں آیا تھا وہ حضرت والاؒ کی فکری استقامت کی برکت سے قضیہ مظاہر علوم کے دوران پوری طرح منقح ہوگیا۔

بلاشبہ اس موضوع پر مثبت اور تعمیری فکر کے ساتھ غور کریں تو یہ حضرت والاؒ کی حیات مبارکہ کا روشن کارنامہ نظر آتا ہے۔

اس قضیہ میں حضرت والاؒ کی مخالفت میں بعض شاگردوں بلکہ شاگردوں کے شاگردوں نے مسلسل جو کچھ لکھا اس میں تمام اخلاقی حدود کو پائمال کرتے ہوئے سب وشتم کا کوئی طریقہ فروگذاشت نہیں رکھا گیا، اس لئے طبعی طور پر ہمارے بعض مضمون نگاروں کے یہاں بھی اس قضیہ کا تذکرہ آگیا ہے، البتہ انداز بیان میں وہ رکاکت اور ناشائستگی نہیں جو فریق مخالف کے خود ساختہ ترجمان کی مطبوعہ تحریروں میں بالعموم پائی جاتی ہے۔

مسئلہ کی نزاکت واہمیت اور ارباب قلم کے جذبات کی رعایت میں ایسے مضامین کو فی الجملہ برقرار رکھا گیا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اس موضوع کا واقعیت پسندانہ تجزیہ کریں اور اس مسئلہ کو نظریاتی طور پر سمجھنے کی کوشش فرمائیں نیز اس موضوع پر اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے بحرانی حالات کے باعث تمام ہمدردان گرامی وابناء قدیم کو تشویش تھی کہ حضرت کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو مدرسہ کا کیا ہوگا؟ لیکن اہل بصیرت مطمئن تھے کہ اللہ کی طرف سے اس عظیم دینی امانت کی حفاظت کے لئے غیبی طور پر کوئی عمدہ انتظام ہو چکا ہے، جس کا اظہار اپنے وقت پر ہو جائے گا۔

بعض احباب نے حضرت والا کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے کہ جب اس سلسلہ میں آپ سے زیادہ استفسار کیا گیا تو آپ نے اظہار اطمینان کے ساتھ خلافت صدیقی کی مثال پیش کی کہ حضور اکرم ﷺ کا جنازہ اٹھنے سے پہلے بخیر وخوبی نئے سربراہ کا انتخاب عمل میں آ گیا تھا۔

الحمد للہ حضرت والا کی کرامت کا پوری دنیا نے مشاہدہ کیا کہ ادھر حضرت کا جنازہ دہلی سے سہارنپور پہنچا، مہمان خانہ مظاہر علوم وقف میں غسل دیا گیا اور جنازہ اٹھا بھی نہ تھا کہ چند فکر مند احباب کے دل میں القاء ہوا اورانہوں نے باہمی مشورہ سے حضرت مولانا محمد سعیدی (بارك الله فی علمه وعمله وعمره) کی مستقل نظامت کا نمازِ جنازہ کے انتظار میں صف بستہ لاکھوں لوگوں کے مجمع میں اعلان کردیا جس کی ہر طرف سے خوش دلی وخندہ پیشانی سے پرجوش وپرزور تائید ہوئی۔

مدرسہ سے قبرستان حاجی شاہ کمال الدین تک جنازہ کا مختصر سفر کثرت ازدحام کی وجہ سے تقریباً پونے تین گھنٹے میں طے ہوسکا اس دوران وہاں اعلان نظامت اوراس کی خصوصی وعمومی تائیدات کے اہم کام سے فراغت ہوگئی۔ اللہ کے فضل سے مدرسہ کا نظام نہایت باوقار طریقہ سے چل رہاہے، تعلیم وتعمیر اورانتظام میں حسن وعمدگی جلوہ گرہے جو تمام متعلقین واہل ایمان کے لئے باعث راحت ومسرت ہے۔

موجودہ نظامت کا مزید تذکرہ بھی آئندہ صفحات میں شامل اشاعت ہے۔

الغرض یہ شمارہ نہ تو حضرت والاؒ کے شایان شان ہے اورنہ ان کے تمام نقوش حیات کو محیط، تاہم بحیثیت مجموعی یہ قیمتی اثاثہ آئندہ کام کرنے والے حضرات کے لئے ایک اساس اورراہ نما کی حیثیت رکھتاہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو بہت جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس کی ترتیب میں کسی بھی طرح کا تعاون مرحمت فرمایا بالخصوص شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا اطہر حسین صاحب دامت برکاتہم کو جنہوں نے قدم قدم پر اپنی سرپرستی، رہنمائی، معلومات کی فراہمی اورمضامین کی اصلاح ونظر ثانی کے ذریعہ شفقتوں سے نوازا اورحضرت ناظم صاحب زید مجدہ کو جنہوں نے بیشتر مضامین کو بالاستیعاب دیکھا اوراس دستاویزی مجلّہ کا خاکہ مرتب کرنے کی کلفت اٹھائی اور ہمارے ساتھی مولوی ناصر الدین مظاہری وکمپیوٹر آپریٹر مولوی محمد عارف ندوی کو جنہوں نے اس شمارہ کو منظر عام پر لانے میں قابل قدر محنت وجانفشانی سے کام کیا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

☆☆☆☆☆

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا
(غالب)

سوانح مفتی مظفرحسین

۲۰۰۳ء

......................ناصرالدین مظاہری

آسمان تصوف کے درخشندہ آفتاب، تواضع ومسکنت اورخلوص وللّٰہیت کے عدیم المثال، فقہ وفتاویٰ، تفسیر وحدیث، بدیع وبیان، صرف ونحو، ہیئت واقلیدس، فصاحت وبلاغت اور اصول وفروع کے امام حضرت الحاج الحافظ القاری المفتی مظفرحسین المظاہری اجراڑویؒ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے، آپ ہرفن کے امام، ہرفن میں یدطولیٰ، اکابرواسلاف کی زریں روایات کے محافظ، مقدس ترین برگزیدہ شخصیات کی دعانیم شبی اورنالۂ سحرگاہی کا ثمرہ، سلوک وطریقت اور چشمۂ معرفت کا سیل رواں تھے آپ کے چشمۂ فیض سے ہرسعید روح سیرابی وفیضیابی کی خواہاں اورمتمنی رہتی تھی، آپ کے حضور فیض گنجور میں بیٹھ کر ہرقسم کے آلام ومصائب سے چھٹکارا ملتا اورسکون قلبی میسرآتا تھا، جہاں وقاروسکینت کا نزول اور خلوص وللّٰہیت کا ابرباراں برستا تھا انہیں دیکھ کر ہرشخص کے دل کی آواز یہ ہوتی ؎

خدایادآئے جن کو دیکھ کروہ نور کے پتلے نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کوفضیلت ہے عبادت پر ان ہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

مادرعلمی مظاہرعلوم! رجال سازی کا ایسا کارخانہ ہے جہاں سے دینیات اوراسلامیات کے وفاداروں اورعالم اسلام کے فکرمند جیالوں کی ہردور میں کھیپ تیارہوکراطراف عالم میں اپنی خدمات کالوہامنواچکی ہے۔

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحبؒ اسی مظاہرعلوم کے قابل فخرسپوت تھے جوعلم وحکمت سےمعموراورسلوک وتصوف کی شراب معرفت سےمخمورشخصیات کے پروردہ تھے جن میں سے ہرشخص اپنی ذات میں انجمن اورہرشخصیت رازیؔ وغزالیؔ کی یادگارتھی جن کودنیا شیخ الاسلام حضرت مولاناسید عبداللطیف پورقاضویؒ، حضرت مولاناعبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ، زبدۃ المحدثین حضرت مولانامحمد زکریاکاندھلویؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانامحمد اسعداللہ رام پوریؒ، حضرت مولانامنظوراحمد خان سہارنپوریؒ، حضرت مولانامفتی سعید احمد

اجراڑویؒ، حضرت مولانا ظہور الحق صاحبؒ، سید القراء حضرت مولانا قاری سید محمد سلیمان صاحب دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ، امیر العلماء حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ اور فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے اسماء گرامی سے یاد کرتی ہے اور جن میں سے ہر ایک کی ذات گرامی سے تلمذ، عقیدت، محبت اور تعلق کو دنیا اپنے لئے باعث صد افتخار تصور کرتی ہے ۔

اولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع

۱۳۹۹ھ میں اپنے مرشد اور استاذ گرامی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ کے انتقال پر ملال پر فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے درج ذیل سطور تحریر فرمائی تھیں

''میں اگر حضرت کا تعارف کرانا چاہوں تو یہ کہوں گا کہ وہ بیک وقت صرف، نحو، اشتقاق، لغت، بلاغت، فصاحت، معانی، بیان، بدیع، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسماء رجال، فن شاعری، عروض و منطق، فلسفہ، اقلیدس، حساب وغیرہ جملہ علوم وفنون کے ماہر ونکتہ داں اور اردو، فارسی وعربی کے مسلّم ادیب، اریب واستاذ.................. ہر طبقۂ خیال میں مقبول ایسی دلوں میں اتر جانے والی نادرۂ روزگار شخصیت رکھتے تھے کہ ہر متعلق فرد کو یہ گمان ہوتا تھا کہ ان کو میرے ساتھ سب سے زیادہ تعلق ومحبت ہے، تربیت کا ایسا انداز تھا کہ ہزاروں گمراہوں کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیا اور ان لوگوں کو کوئی دشواری وتلخی محسوس نہ ہوئی، تدریس کی جامعیت اور خانقاہ تھانوی کے فیوض وبرکات کی اشاعت ان کا طرۂ امتیاز تھا اور پھر خوبی یہ کہ تلامذہ ومتعلقین ومنتسبین اگر عقیدت مند ہوں تو تعجب نہیں لیکن وہاں تو دوسرے مکاتب خیال کے افراد بھی دل وجان سے آپ پر گرویدہ تھے اس سے بڑھ کر شیعہ حضرات بلکہ غیر مسلم اشخاص بھی آپ سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے''

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ کی ذات گرامی سے متعلق مندرجہ بلند وبالا کلمات کا جو اظہار حضرت فقیہ الاسلام نے اپنے قلم حقیقت رقم سے فرمایا ہے وہ لفظ بلفظ اور حرف بہ حرف خود حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات منبع فیوض وبرکات پر صادق آتا ہے۔

آپ کی ذات منبع فیوض وبرکات ان تمام صفات وخصوصیات کی جامع تھی، ذکاوت وفراست، وسعت مطالعہ، عبادت وریاضت، ضبط واتقان، فراست ایمانی، تقریر وخطابت، تدریس ونظامت، دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت، پند وموعظت، مجاہدہ وشب بیداری، تقویٰ وتقدس، عفو ودرگذر، زہد وقناعت، رفق ونرمی، تحمل وبردباری، غیرت

وخودداری، عمیق النظری، علمی شوق، فقہی مزاج، قوت حفظ، سوز وگداز، دردمندی، استحضار علوم، فقہ وفتاویٰ میں ید طولیٰ، درس نظامی پر کامل دسترس، جرأت مندی، بلندیٔ نگاہ، خوداعتمادی، حوصلہ مندی، وسعت قلبی، وسعت نظری، چشم پوشی، مستقل مزاجی، مستقبل شناسی، فراخدلی، راست روی، کم گوئی، نکتہ آفرینی، حق گوئی، حق جوئی، حق نیوشی، عزم راسخ، گہرائی وگیرائی، بیعت وتلقین، خلافت وارشاد غرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو جملہ صفات حسنہ اور کمالات محمودہ سے نوازا تھا۔

درس نظامی کی ہر کتاب آپ کے لئے ہاتھ کی چھڑی اور جیب کی گھڑی کی حیثیت رکھتی تھی اور آپؒ اپنے استاذ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے اس شعر کا مصداق تھے ۔

میں وہ ہوں عقل ونقل کا دریا کہیں جسے
ہر فن میں صاحب ید طولیٰ کہیں جسے

ولادت اور خاندان ثنائی

حضرت فقیہ الاسلام کا جدی وطن ہاپوڑ ضلع غازی آباد سے قریب موضع ٹیالہ ہے وہاں سے اس خاندان کے مورث اعلیٰ خواجہ علی احمد صاحب کے فرزند جناب لعل محمد خان صاحب کے پوتے جناب ثناء اللہ خان صاحب نے منتقل ہوکر قصبہ اجراڑہ ضلع میرٹھ کو اپنا وطن بنالیا اور یہیں ان کی اولاد رہنے لگی اس طرح خاندان ثنائی کا وطن اجراڑہ ہوگیا۔

حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ کا سلسلۂ نسب آپ کے جدامجد جناب ثناء اللہ خان صاحب سے ہوتا ہوا خاندان کے مورث اعلیٰ جناب نادر علی وزیراعظم شاہی کے برادر جناب خواجہ علی مرحوم سے مل جاتا ہے مختصر سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بن حضرت اقدس مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحب ابن جناب منشی نور محمد صاحب بن جناب نصیب اللہ صاحب بن جناب ثناء اللہ صاحب رحمہم اللہ اجمعین۔

وطن مالوف اور والد ماجد

مغربی اتر پردیش جہاں تجارتی، صنعتی، سیاسی اور تکنالوجی کے میدان میں فوقیت رکھتا ہے وہیں علمی، دینی روحانی اور عصری تعلیم کا اہم ترین مرکز بھی ہے، یہاں سے علوم وفنون کی جوخدمات اور ملک وقوم کے لئے جو قربانیاں پیش کی گئیں ہیں ان سے تاریخ داں طبقہ بخوبی واقف ہے، اسی مغربی یوپی کے مشہور صنعتی ضلع میرٹھ کے معروف قصبہ اجراڑہ کو اس وجہ سے بہت ہی اہمیت حاصل ہے کہ یہاں سے بھی دینیات واسلامیات اور

روحانیات کی عظیم خدمات انجام دی گئی ہیں۔

حضرت اقدس حافظ محمد حسین صاحبؒ اجراڑوی جنھوں نے امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے خصوصی ربط وتعلق اور خمخانۂ رشیدی کے فیوض وبرکات سے سیرابی وفیضیابی حاصل فرمائی، موصوف ہی کے تلمیذ رشید حضرت مولانا الحاج القاری المفتی سعید احمد صاحبؒ اجراڑوی جنھوں نے محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ محدث سہارنپوری کے چشمۂ سلوک ومعرفت سے مکمل سیرابی حاصل کی، مذکورہ ہر دو شخصیات کے فیوض علم وعرفان سے دنیا فیض یاب وسیراب ہوئی، اول الذکر حضرت حافظ محمد حسین صاحبؒ کی علمی یادگار ''جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ'' الحمدللہ آج بھی علوم وفنون کی تابانیوں اور سلوک وطریقت کی ضیا پاشیوں میں مصروف ہے۔

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ رقم طراز ہیں

''مفتی سعید احمد اجراڑویؒ مفتی مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اور نہ جانے کتنے علماء وفضلاء ہیں جو اس درسگاہ سے کامل بنکر نکلے اور دین کی خدمت میں ہمہ دم مشغول رہے، ان بزرگوں کے علم وفضل اور ان کے تقویٰ وورع سے جو استفادہ ملت اسلامیہ نے کیا وہ اپنی جگہ نا قابل فراموش ہے'' (احوال وکوائف ص ۴۳ جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ)

حضرت قاضی صاحب موصوفؒ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں

''یہ اجراڑہ دور دراز کا ایک قصبہ ہے لیکن درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، مجھے یاد ہے کہ میں نے استفادہ کیا حضرت مفتی سعید احمد صاحب کی کتاب سے میں نہیں جانتا تھا کہ ان کا تعلق اجراڑہ سے ہے میں جانتا تھا کہ مظاہر علوم کے ایک مفتی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے حج کے لٹریچر پر عربی اور اردو کی بہت ساری کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی میں کہہ سکتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب کی ''معلم الحجاج'' اب بھی حرف آخر ہے معلوم ہوا کہ وہ بھی یہیں پیدا ہوئے تھے اور جو موجودہ وقت کے بہت سے علماء اور بزرگ ہیں وہ بھی یہیں سے نکلے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو قبولیت تامہ عطا فرمائی۔

(یادگار اسلاف ص۔۴۲ ماہ مئی ۲۰۰۲ء)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ تحصیل علوم کی غرض سے ۱۳۳۶ھ میں مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور مختلف سنین میں مختلف درجات کی کتب پڑھ کر ۱۳۴۲ھ میں فراغت پائی عمدہ لیاقت اور قابل رشک صلاحیت نیز فقہی مہارت وحذاقت کے باعث یہیں ۱۳۴۳ھ میں تقرر ہو گیا اور تاحیات تجوید وقرأت اور علوم وفنون کی مختلف کتب کے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ، فقہ وفتاویٰ اور مظاہر علوم کی مسند صدارت

اوراس کے نظم ونسق میں مشغول رہ کر۲صفر المظفر ۷۷ ۱۳ھ م ۲۹ اگست ۱۹۵۷ء جمعرات کے دن دست اجل نے آپ کی حیات مستعار کا ورق پلٹ دیا اور مفتی سعید احمد صاحبؒ مولائے حقیقی سے جا ملے۔

یہ کیا دست اجل کو کام سونپا ہے مشیت نے　　چمن سے توڑنا گل اور ویرانے میں رکھ دینا

گذشتہ اوراق میں احقر تحریر کر چکا ہے کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کا فراغت کے بعد اسی مظاہر علوم میں درس وتدریس کیلئے تقرر ہو گیا تھا اسی لئے حضرت مفتی سعید احمدؒ کے جھی جگر پاروں کی جائے تولد سہارنپور میں واقع جناب حاجی عرفان احمد صاحب عرف حاجی منی کا وہ مکان ہے جس میں حضرت مفتی سعید احمدؒ کرایہ پر قیام فرماتھے۔

۱۱ر ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۲۹ء جمعرات کو حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے اس جہان رنگ وبو میں آنکھیں کھولیں۔گھر کا چپہ چپہ علم وعرفان کی نورانیت اور والد ماجد حضرت مفتی سعید احمدؒ کی فرشتہ صفت شخصیت کی وجہ سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا، خالص دینی ماحول، ہر وقت ذکر اللہ کی آوازیں، نماز وتلاوت میں مشغولیت اور کتابوں میں انہماک اور بقول جناب شہناز پروین صاحبہ۔

''درحقیقت یہ پورا گھرانہ ہی بہت سی خوبیوں کا مالک ہے میں نے اس چھوٹے سے گھر میں ایک ہی وقت مدرسہ دیکھا جہاں لڑکیاں تعلیم وتربیت پارہی ہیں، دوسری جانب خانقاہ دیکھی جہاں تزکیہ نفس ہورہا ہے، ایں خانہ ہمہ آفتاب است اگر کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ (غم کے آنسو ص ۱۱۰)

ظاہر ہے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ایسے روح پرور نورانی وروحانی ماحول میں پرورش وتربیت پائی، اس لئے ماحول میں رنگنا ایک فطری بات ہے۔

آغوش مادر اور پارۂ عم کا پاؤ پارہ حفظ

ایک مفتیٔ اعظم اور فقیہ دوراں کی رفیقۂ حیات، خالص علمی وتعلیمی مزاج اور دینی ذوق رکھنے والی، اپنے نور نظر کی تعلیم وتربیت پر کس قدر محنت کر سکتی ہے اس کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی عمر جب تقریباً ڈھائی برس کی تھی اور ابھی والدہ ماجدہ کی آغوش سے جدا نہیں ہوئے تھے یعنی فروری ۱۹۳۱ء تک عم کا پاؤ پارہ حفظ ہو گیا تھا اور بہشتی زیور سے مختلف نیک بیبیوں کے قصے اپنی والدہ ماجدہ سے سن کر انہوں نے زبانی یاد کر لئے تھے، اس واقعہ سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذہنی پختگی یادداشت کی عمدگی، قوت حفظ نیز آپ کے روشن مستقبل کا پتہ چلتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ آپ کی والدہ

ماجدہ کی دینداری علم دین سے لگاؤ اور خصوصی دلچسپی، قرآن کریم کی تلاوت، عبادت وریاضت پر مداومت اور ذکر الٰہی سے انس کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

تعلیم وتربیت

۱۳۳۲ھ میں جب آپ کی عمر چوتھے سال میں داخل ہوئی تو آپ کو علم دین کی دوسری درسگاہ مظاہر علوم کے ''مکتب خصوصی'' میں بٹھادیا گیا، چار سال کی عمر، سنجیدہ، پروقار اور تجربہ کار اساتذہ، گھریلو علمی ماحول، کتابوں سے فطری لگاؤ، مقدس اساتذۂ کرام کی محنت، مظاہر علوم کے مکتب خصوصی پر انتظامیہ کی خصوصی نگاہ، حضرت والد ماجد علیہ الرحمہکی قابلِ رشک تربیت اور والدہ ماجدہ کی کوششوں کے ساتھ نیک تمنائیں اور خصوصی دعائیں، مظاہر علوم اور اکابر مظاہر علوم کا خانقاہی، روحانی اور نورانی وعرفانی ماحول ان جملہ خصوصیات کی وجہ سے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے مختلف اساتذہ سے صرف گیارہ سال کی عمر میں ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں ابتدائی دینی تعلیم کی تکمیل فرمائی اور حضرت حافظ عبدالکریم صاحب مرزاپوریؒ کے پاس حفظ قرآن مکمل کرلیا۔

درس نظامی کی تعلیم

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی تعلیم وتربیت میں آپ کے گرامی قدر اساتذہ کے ساتھ ساتھ آپؒ کے والد ماجد کی سخت نگرانی، نگہداشت، اسباق سے متعلق باربار کی بازپرس اور وقتاً فوقتاً (خود حضرت فقیہ الاسلامؒ کے بقول) مناسب گوشمالی اور سزا کی وجہ سے حضرت فقیہ الاسلامؒ بہت ہی انہماک سے درس گاہ میں شریک ہوتے، پابندی کا خیال رکھتے اور تکرار ومطالعہ اور عربی کتب بینی میں مصروف رہتے چنانچہ خود اپنی ذاتی محنت، اساتذۂ گرامی کی خدمت اور مقدس والدین کی دعاؤں اور کوششوں کی وجہ سے آپ ہمیشہ امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے۔

مظاہر علوم کے مکتب خصوصی میں حفظ وناظرہ، املاء وحساب اور اردو وغیرہ کی تعلیم مکمل کرکے اعلیٰ تعلیم کیلئے یکم محرم الحرام ۱۳۶۱ھ کو جامعہ مظاہر علوم میں باقاعدہ داخلہ لیا اور حفظ اور فارسی میں کریما، مفتاح القواعد، املاء، حساب وغیرہ پڑھنے کے بعد ۱۳۶۲ھ میں میزان الصرف اور منشعب، بوستاں، انشاء خلیفہ مالابدمنہ، ، احسن القواعد، گلستاں باب ہشتم، وغیرہ پڑھیں۔

۱۳۶۳ھ میں صرف میر، پنج گنج، علم الصیغہ، نحومیر، شرح مائۃ عامل، فصول اکبری، تیسیر المنطق، انشاء دلکشا، رقعاتِ عالم گیری، رقعات امان اللہ حسینی اور پند نامہ وغیرہ۔

۱۳۶۴ھ میں ہدایۃ النحو، مراح الارواح، ایساغوجی، مرقات، کافیہ، نورالایضاح، مفید الطالبین، تہذیب اور شرح تہذیب۔

۱۳۶۵ھ میں شرح جامی بحث فعل، المختصر القدوری، تصدیقات، نفحۃ الیمن، الفیہ ابن مالک، ترجمہ قرآن کریم اور میر قطبی پڑھیں۔

۱۳۶۶ھ میں اصول الشاشی، خلاصۃ البیان، تلخیص المفتاح، ہدیہ سعیدیہ، مقدمہ جزری، کنز الدقائق، شرح جامی بحث اسم اور سلم العلوم پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

۱۳۶۷ھ میں سبعہ معلقہ، رشیدیہ، شاطبی، نور الانوار، مقامات حریری، شرح وقایہ اور مختصر القدوری۔

۱۳۶۸ھ میں علم فرائض کی مشہور کتاب سراجی، مقدمۂ مشکوٰۃ، شرح نخبۃ الفکر، ہدایہ اولین، مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف پڑھیں۔

۱۳۶۹ھ میں بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، نسائی شریف، طحاوی شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام مالکؒ اور مؤطا امام محمدؒ پڑھ کر اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل فرمائی۔

آپؒ نے بخاری شریف ابتداء سے کتاب العلم تک اور بخاری شریف کی جلد ثانی استاذ الکل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف پورقاضویؒ سے بخاری شریف کتاب الوضوء سے جلد اول ختم تک اور ابوداؤد شریف مکمل حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے، طحاوی شریف اور نسائی شریف حضرت محمد اسعد اللہ صاحبؒ سے، ترمذی شریف اپنے والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد صاحب سے اور مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

آپ کے درجہ تکمیل علوم کے خصوصی رفقاء میں مولانا محمد یعقوب رنگونی، مولانا عبد الغنی احمد آباد، مولانا عبد الغنی رنگونی، مولانا حافظ فضل الرحمٰن کلیانوی، مولانا محمد ظفر نیرانوی، مولانا خیر الرحمٰن احمد آبادی، مولانا محمد یونس رنگونی اور مولانا عبد الصمد چاٹ گامی لائق ذکر ہیں۔

درس نظامی سے فراغت کے بعد حضرت فقیہ الاسلامؒ نے مظاہر علوم کی اصطلاح میں درجہ فنون اور عام اصطلاح میں درجہ تکمیل علوم میں ۱۳۷۰ھ میں داخلہ لیا اور ہدایہ ثالث، تفسیر مدارک التنزیل، ملا جلال، عروض المفتاح، مقدمہ تقریب، الاتقان فی علوم القرآن، مقدمہ قاموس، درمختار، میبذی، رسم المفتی، ملاحسن اور بیضاوی شریف پڑھ کر امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔

بیضاوی شریف کے استاذ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی گنگوہیؒ تھے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے استاذ الکل حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پورقاضویؒ سے مندرجہ بالا کتب کے علاوہ مقدمۃ التقریب، مقدمۃ القاموس، درمختار للحصکفی کا کچھ حصہ اور علامہ سیوطیؒ کی الاتقان پڑھنے کا شرف بھی حاصل کیا تھا۔

تجوید وقرأت

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے والد ماجد مفتئ اعظم حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ جہاں ایک طرف گونا گوں علمی وعرفانی صفات کے حامل تھے وہیں قرآن کریم کی خوش الحانی وتجوید کے ساتھ تلاوت کے ساتھ عادی وماہر تھے اور فن تجوید وقرأت میں مہارت تامہ اور ملکہ راسخہ رکھتے تھے چنانچہ ایک بار قارئ حرم جناب قاری حسن شاعر سیوطیؒ نے آپؒ کی قرأت سنی تو آپؒ کی ادائیگی حروف اور خصوصاً ضاد کو اس کے مخرج سے صحیح پڑھنے پر آپ کی تصویب وتحسین فرمائی۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ مظاہر علوم میں اولاً تجوید وقرأت ہی کے مدرس تجویز ہوئے اور بڑے انہماک وخلوص اور لگن سے تجوید کی تعلیم میں دس برس تک مصروف رہے۔ فیض العزیز، فوائد مدنیہ حاشیہ فوائد مکیہ، القلائد الجوہریہ، شرح خلاصۃ البیان، شرح شاطبیہ (عربی) آپکی اسی زمانے کی لازوال وبے مثال تصنیفات ہیں۔

ظاہر ہے بیٹا اپنے باپ کا پرتو اور عکس ہوا کرتا ہے اور الولد سر لابیہ کا مقولہ مشہور ومتعارف ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے اندر بھی مختلف دینی علوم کے حصول کی دلچسپیاں موجزن تھیں چنانچہ دوران تعلیم درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید وقرأت پر بھی خصوصی دھیان دیکر اس فن میں بھی مکمل مہارت حاصل کی۔

سید القراء حضرت مولانا قاری سید محمد سلیمان صاحب دیوبندیؒ اس زمانہ میں تجوید وقرأت کے امام ومقبول انام تھے، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے بھی قاری صاحبؒ موصوف کے دربار گہر بار میں پہنچ کر زانوئے تلمذ طے کیا اور وہاں سے تجوید وقرأت میں ایسی مہارت حاصل کی کہ اکابر واصاغر میں قاری کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

۱۳۶۶ھ میں شرح جامی کے سال شاطبیہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب سے پڑھی تھی۔

مجھے استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مظاہری زید فضلہٗ کی وہ بات یاد ہے جو انہوں نے مشکوٰۃ شریف کے دوران درس ۱۹۹۳ء میں ارشاد فرمائی تھی کہ

> ''اگر کسی کو یہ دیکھنا ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس انداز میں تلاوت فرماتے تھے تو اس کا نمونہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ کی قرأت میں دیکھ سکتا ہے''

جناب مرزا بسم اللہ بیگ نے تذکرہ قاریان ہند کے صفحہ ۶۷ جلد ۳ پر آپ کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے۔

> ''خوش الحان اور ادائیگی حروف پر قادر ہیں، طبعاً شریف صالح عابد وملنسار ہیں مدرسہ مظاہر علوم کے مدرس اور متعلقہ مسجد کی امامت کا کام بھی انجام دیتے ہیں آپ سے ملا ہوں، بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے اپنی قرأت بھی سنائی''

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی بہن نے ''غم کے آنسو'' میں آپکی تجوید وقرأت پر مہارت سے متعلق درج ذیل گواہی دی ہے۔

''تجوید وقرأت میں آپ کو خصوصی امتیاز اور مقام حاصل ہے، ادائیگی حروف پر بخوبی قادر ہیں، آواز بھی اچھی ہے''

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ایک بار خود فرمایا کہ

''میں نے تجوید حفظ کرتے ہوئے ہی پڑھ لی تھی اور اسی وقت الحمدللہ قرآن پڑھنا اچھا آگیا تھا''

(تذکرہ فقیہ الاسلام ص۔۳۵)

حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ نے نفح المشموم میں لکھا ہے کہ۔

"واخذ التجويد والقرأة عن المجود الكبير السيد سليمان الديوبندى ونال منه امتيازاً خاصاً ومكانة رفيعة فى هذاالفن "

آپؒ نے تجوید وقرآت کی تعلیم حضرت مولانا قاری سید سلیمان دیوبندیؒ سے حاصل کی اور اس فن میں آپ کو خصوصی امتیاز اور بلند مرتبہ حاصل ہوا۔

مشق افتاء

آپ کے باکمال والد گرامی حضرت مفتی سعید احمدؒ کو فقہ وفتاویٰ کی کلیات وجزئیات پر جو درک ورسوخ حاصل تھا، حضرت فقیہ الاسلام نے اسکو بہت قریب سے دیکھا تھا، آپکے والد ماجد کے تفقہ پر اکابر علماء کو اعتماد تھا اور وہ آپ کے فقہی تبحر اور تفقہ کے دل کی گہرائیوں سے معترف تھے، حضرت حکیم الامت تھانویؒ بھی آپ کی فقاہت وثقاہت پہ نہ صرف بھرپور اعتماد رکھتے تھے بلکہ بعض اہم مسائل میں مفتی صاحبؒ سے رجوع بھی کرتے تھے اور مفتی صاحبؒ کی بعض آراء وتحریرات کی بنیاد پر حضرت تھانویؒ نے اپنی رائے سے رجوع بھی کیا تھا، مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ آپ کے تفقہ پر مکمل اعتماد رکھتے تھے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے فتاویٰ امداد المفتیین کو آپ کی خدمت میں اصلاحی نظر سے دیکھنے کے لئے بھیجا اور آپ نے جہاں جہاں ترمیمات کا مشورہ دیا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بخوشی قبول فرمایا تھا، ریحانۃ الہند حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی مشہور کتاب اوجز المسالک اور فضائل اعمال بھی آپ کی صلاحی نظروں سے گزر کر طبع ہوئیں تھیں۔

ظاہر بات ہے کہ ایسا باکمال عالم دین اپنے فرزند دلبند کو کس انداز واسلوب پر تربیت دے گا، کن خطوط ونقوش پر اس کی رہنمائی کریگا، بزرگوں کے کن اصولوں اور ان کی کن روایات پر انگلی پکڑ کر چلانیکی کوشش کریگا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے جن کتابوں کو اپنے اساتذہ سے پڑھا تھا ان میں سے فقہ وفتاویٰ کی کتابوں پر خصوصیت سے محنت کی تھی، فارغ اوقات میں اپنے مشفق والد محترم کی زیر نگرانی افتاء کی مشق کرتے رہے، آمدہ سوالات کے جوابات کیلئے عظیم الشان تاریخی کتب خانہ میں کتابوں کی ورق گردانی، ابحاث کی جستجو، مسئلہ کیلئے دلائل وبراہین کے تتبع اور مسلک احناف کے مطابق جوابات کی کوشش، پھر حضرت والد ماجدؒ کی مشفقانہ تربیت اور اپنی ذاتی محنت، لگن اور سچی تڑپ نے آپ کے اندر فقہی کمالات کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ دارالافتاء کے

مفتیان کرام کو آپ کی لیاقتوں پر اعتماد ہو گیا، اساتذہ گرامی کو اپنے شاگرد رشید کی ہمہ دانی پر مسرت ہوئی اور مقدس والدین کی تمنائیں مکمل ہوئیں۔

اس ساری محنت اور مشق افتاء کیلئے دیگر اسباب کے ساتھ ساتھ والد ماجدؒ کا بھرپور تعاون اور توجہ کارفرما رہی، حضرت فقیہ الاسلامؒ کبھی کبھی خود فرماتے تھے کہ

''فقہ وفتاویٰ کی مشق کے دوران بسا اوقات حضرت والد ماجدؒ نہ صرف سرزنش فرماتے رہے بلکہ کبھی کبھی مناسب سزا بھی دیتے رہے، جس کی وجہ سے میرا دھیان ہر وقت کتاب اور علمی ابحاث پر مرکوز رہتا تھا اور میں نے کبھی بھی کسی طرح کے کھیل کود میں حصہ نہیں لیا''

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں خود فرمایا

''جس وقت میں نے افتاء شروع کیا تو استفتاء کا جواب لکھنے کے بعد والد صاحب کو تصویب کے لئے دکھلاتا ان کا طریقہ تھا کہ وہ پورا جواب بغور پڑھتے اگر کہیں کوئی غلطی ہوتی تو نشاندہی نہ کرتے بلکہ پورا جواب قلم زد کرنے کے بعد کہتے کہ غور کرو غلطی کہاں ہوئی؟ میں اپنا جواب بار بار پڑھ کر اپنی غلطی خود نکالتا وہ غلطی دور کرنے کے بعد پھر تصویب فرماتے تھے''۔ (تذکرہ فقیہ الاسلامؒ ص۔۳۸)

مجھے یاد ہے ایک بار احقر نے پوچھا کہ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا تھا یا نہیں؟ میرے سوال پر فرمایا کہ

''دارالعلوم دیوبند میں کوئی سرخاب کے پر نہیں لگے ہوئے ہیں، محنتی طلبہ کے لئے ہر درس گاہ دارالعلوم ہے اور غیر محنتی کے لئے دارالعلوم اور مظاہر علوم سب برابر ہیں۔ میری تعلیم الف سے یاء تک اسی چہار دیواری کے اندر ہوئی ہے اور میں نے دارالعلوم کا کبھی رخ نہیں کیا۔ مدتوں پہلے صرف مدرسہ کے انتظامی سلسلہ میں دارالعلوم جانا ہوا تھا لیکن صدر دروازہ میں داخل ہوتے ہی دارالاہتمام ہے وہاں سے فرصت پاکر پھر واپس مظاہر علوم آ گیا۔ اس کے بعد بھی ایک بار دارالعلوم جانا ہوا لیکن دارالعلوم کی کسی عمارت اور احاطہ کو دیکھنے کی نوبت نہیں آئی''

چنانچہ ۲۰ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۹۶ء کو دارالعلوم کنتھاریہ (گجرات) میں حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ایک جلسۂ عام میں دوران تقریر فرمایا کہ

''میری طبیعت بچپن سے ہی کہیں آنے جانے کی نہیں ہے، آپ کو حیرت ہوگی کہ دنیاء اسلام کا بڑا ادارہ اورام المدارس دارالعلوم ہے، مجھے اس کو پورے طور پر دیکھنے کا آج تک اتفاق نہیں ہوا، حالانکہ قریب ہی ہے، اس لئے کہ ایک تو طبیعت ہی ایسی تھی اور کچھ تربیت اس انداز سے ہوئی، تربیت نے طبیعت کو مزید پختگی دیدی، دارالعلوم دیوبند کی زیارت بھی میں نے اس وقت کی ہے جب کہ میں نے دارالافتاء میں کام شروع کیا اور مجبوری میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ دارالعلوم میں غلہ اسکیم کا جلسہ ہے تجھے جانا ہے، انکار کرنا تو مشکل تھا میں ہی

جانتا ہوں طبعی طور پر مجھے کتنی کوفت محسوس ہوئی، دوسری مرتبہ پھر دارالعلوم حاضر ہوا حضرت مہتمم صاحب نوراللہ مرقدہٗ تشریف فرما تھے، دفتر اہتمام تک گیا اور واپس ہو گیا اس لئے کہ اور کوئی ضرورت بھی نہیں تھی اور کہیں جانے کے بعد کسی چیز کو دیکھنے کا طبیعت میں کوئی تقاضہ ہی نہیں ہوتا تھا'' (خطبات گجرات ص۔۷۱ج۔۲)

''غم کے آنسو'' میں آپ کی بہن نے آپؒ کے فقہی تبحر کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

''آپ کا تفقہ بھی والد صاحبؒ کی طرح مثالی اور معیاری ہے، فقہ حنفی پر آپ کی خصوصی نظر ہے، تعلیمی دور ہی سے آپ کو طبعی طور پر فقہ کا شوق تھا اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کی مدتوں مشق کی اور ان کی خصوصی عنایات اس سلسلہ میں آپ کے شامل حال رہیں، اسی لئے آپ کے فقہی درک وشعور کو مخصوص نوعیت کا استحکام حاصل ہے اب بھی مظاہر کے دارالافتاء سے جو فتاویٰ جاتے ہیں ان پر آپ کے بھی دستخط ثبت ہوتے ہیں آپ کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا بہت بڑا ذخیرہ جو فتاویٰ مظہریہ کی مختلف ضخیم جلدوں کی صورت میں مدرسہ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ نہ معلوم کتنے فتاوی زبانی اور تحریری آپ کے تبحر علمی کے مرہون منت ہوں گے، کوئی صحیح تعداد ان کی نہیں بتائی جاسکتی'' (غم کے آنسو ص۔۴۵)

بہر حال مشق افتاء کے دوران فقیہ الاسلامؒ نے جس محنت، لگن اور مسائل کے استخراج واستنباط اور دلائل وبراہین کے تتبع میں جو بے پناہ کوشش فرمائی اس کا اندازہ خود حضرت فقیہ الاسلام صاحبؒ کے اس قول سے ہوتا جو آپ نے کسی کے استفسار پر فرمایا تھا کہ

''میں نے درمختار کو دو سال میں پڑھا ہے اور ہر ماہ آموختہ کا امتحان ہوتا تھا اور ممتحن بھی تین حضرات ہوتے تھے، حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ اور والد ماجد حضرت مولانا مفتی سعید احمدؒ اور امتحان (حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے) کچے گھر میں ہوتا تھا۔ نگرانی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ فرمایا کرتے تھے اور ہر مرتبہ انعام بھی دیا کرتے تھے''

اس ارشاد گرامی سے حضرت فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کی مشق افتاء کیلئے محنت، آپ کے استاذ گرامی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید عبداللطیف صاحب پورقاضویؒ اور پیر ومرشد واستاذ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی اپنے تلمیذ کے مستقبل کو تابناک بنانے کے لئے دلچسپی، والد ماجد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کی لگن اور خصوصی تربیت نیز ریحانۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی ذاتی دلچسپی اور ہمت افزائی وحوصلہ مندی کا پتہ چلتا ہے۔

یارب وہ ہستیاں کس دیس بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذہانت وفطانت بالخصوص فقہ وفتاویٰ میں مہارت ہی کا نتیجہ تھا کہ ملت اسلامیہ آپ کے فتاویٰ اور فیصلوں کو تسلیم کرتی تھی اور آپ کے دور میں اہم سے اہم مسائل کے سلسلہ میں معتبر علماء ومفتیان کرام آپ کی

تصویب پر مطمئن ہوتے تھے، آپ کے اساتذہ اور کاروان مظاہر کے سرخیل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف پورقاضویؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہؒ، حضرت اقدس مولانا منظور احمد خانؒ نیز قدوۃ العارفین حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی مہاجر مدنی جیسی بلند پایہ شخصیات کو آپ کے فتاویٰ اور فیصلوں پر مکمل اعتماد و یقین تھا اور آپ کی رائے گرامی حرف آخر سمجھی جاتی تھی، آپ کے استاذ و مرشد تو آخر عمر میں آپ کے فتویٰ اور فیصلے کے علاوہ کسی اور کے فقہی جوابات اور فیصلو ں سے مطمئن ہی نہیں ہوتے تھے۔

حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

''وھو عالم کبیر بارع فی العلوم لاسیما فی الفقہ والحدیث والتفسیر، ولہ مناسبۃ مخصوصۃ بالفقہ الحنفی منذ زمن تعلمہ وکان طبیعتہ مجبولۃ علی الشوق والرغبۃ الیہ، وقد تمرن علی الافتاء عندشیخ الاسلام مولانا عبد اللطیف البورقاضویؒ وعندوالدہ العلام المفتی الاکبر الشیخ سعیداحمد الاجراروی ثم السھارنفوری، وکتب الفتاوی زمانا تحت اشرافہ الی آخر حیاتہ حتی حصل لہ رسوخ تام فی الفقہ، ودرک خاص فی الافتاء، وقداعتمد علی فتاواہ علماء عصرہ وکبار اساتذتہ کالشیخ العلامۃ محمداسعداللہ الرامفوری والشیخ الکبیر منظور احمد السھارنفوری وریحانۃ عصرہ الشیخ محمدزکریاالکاندھلوی صاحب الاوجز ولذا توجد علی فتاواہ توقیعاتھم السامیۃ وھی ادل دلیل علی صحتھا واعتبارھا وقبولھا، وکان الشیخ محمداسعداللّٰہ الرامفوری لایستفتی فی آخر حیاتہ احداً غیرہ ولایطمئن قلبہ الابفتواہ، وکان یحبہ حباً شدیداً ویثنی علیہ کثیراً حتی یقول "ان ابنی محمداللّٰہ ولدی جسمانی وانت یامظفر لی ولدروحانیؒ "

آپ بہت سے علوم وفنون میں ماہر وحاذق تھے، فقہ وحدیث وتفسیر آپ کا خاص موضوع تھا۔ طالب علمی ہی کے زمانہ سے فقہ حنفی سے خصوصی مناسبت تھی، فقہ وافتاء سے قلبی لگاؤ تھا، طبعی طور پر آپ فقہ حنفی کی طرف مائل تھے، گویا فقہ حنفی آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، تمرین افتاء حضرت مولانا عبداللطیف پورقاضویؒ کے علاوہ اپنے والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کی خدمت بابرکت میں رہ کر کی، ان کی زندگی میں ایک مدت مدید آپ فتاویٰ لکھتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فقہ وفتاویٰ میں حذاقت ومہارت عطا فرمادی، علماء عصر انکے فتاویٰ پر اعتماد فرمانے لگے، حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوریؒ، محدث کبیر مولانا منظور احمد خاں سہارنپوریؒ کے علاوہ صاحب اوجز محدث جلیل حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ بھی آپ کے فتاویٰ پر نہ صرف اعتماد فرماتے بلکہ ان کو وقیع نگاہ سے دیکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے بہت سے فتاویٰ پر ان حضرات کی توقیعات ثبت ہیں، یہ توقیعات ان فتاویٰ کے استناد واعتبار کی واضح دلیل ہیں، آپکے شیخ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب آپ کے علاوہ کسی سے استفتاء نہ فرماتے، انکا دل آپ کے فتوے کے علاوہ کسی کے فتوے سے مطمئن نہ ہوتا، وہ آپ سے بڑی محبت فرماتے، حضرت مفتی صاحب کہہ کر پکارتے، تعریف کرتے کبھی یہاں تک فرمادیتے'' کہ میرا بیٹا محمد اللہ میرا جسمانی لڑکا ہے مظفر تم میرے روحانی بیٹے ہو''

میرے مفتی کی کیا رائے ہے

حضرت مولانا نسیم احمد غازی رقمطراز ہیں

''ایک مرتبہ عید کے چاند سے متعلق سہارنپور میں سخت اختلاف ہوگیا، دیوبند میں عید تسلیم کرلی گئی، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی جو اس زمانہ میں دیوبند مقیم تھے وہ اور مولانا اسعد صاحب مدنی دفتر کی مسجد میں آگئے، مولانا اسعد صاحب مدنی پان کھائے ہوئے تھے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کا رجحان ان دونوں حضرات کے افطار کرلینے کی وجہ سے یہ تھا کہ عید کو تسلیم کرلیا جائے لیکن یہ دونوں حضرات رویت ہلال کے عینی شاہد نہ تھے اور نہ کوئی مضبوط ثبوت ان حضرات کے پاس تھا، حضرت والا (مولانا محمد اسعد اللہؒ) کے جانشین حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کو اس صورت حال کی وجہ سے عید تسلیم کرلینے میں سخت تردد تھا لیکن شدت انکار کے باوجود اس بات کا اندیشہ تھا کہ شاید حضرت شیخ الحدیث صاحب عید کے تسلیم کرلینے پر زور دیں، فوراً حضرت والا (حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہؒ) نے فرمایا کہ مفتی محمود حسن صاحب مظاہر علوم کے مفتی نہیں ہیں اور شہادت شرعی بھی موجود نہیں ہے لہٰذا عید کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ حضرت (مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ) کے اس محتاط فیصلہ پر روزہ پورا کیا گیا'' (حیات اسعد ص۔۳۵۲)

مذکورہ واقعہ کے عینی شاہدین اب بھی موجود ہیں اور الفاظ کے تغیر کے ساتھ حضرت مولانا محمد عبداللہ طارق صاحب دہلوی نے بھی اپنے مضمون میں اس واقعہ کو تحریر کیا ہے جس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ان دونوں حضرات کے افطار کی وجہ سے حضرتفقیہ الاسلام سے یہ بھی فرمایا کہ ''تم فتوی دیدو'' تو حضرت فقیہ الاسلامؒ نے حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت میں فتویٰ دیدوں گا لیکن '' بحکم حضرت شیخ الحدیث'' بھی لکھوں گا۔ حضرت شیخؒ اس ''بحکم'' پر رضامند نہیں ہوئے بالآخر حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے اس سارے معاملہ کو پرکھنے کے بعد اپنے شاگرد رشید حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے فیصلے کی تائید وتصویب فرمائی اور روزہ پورا کرنے کا حکم صادر فرمایا اور پھر قاضی ظفر صاحب قاضی شہر نے اسی پر فیصلہ فرمایا۔

مفتی مظفر صاحب سے مسئلہ معلوم کرکے آؤ

کسی مسئلہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے اپنے نور نظر حضرت مولانا محمد اللہ صاحبؒ کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس بھیجا اور مسئلہ کی بابت معلوم کرایا لیکن مولانا محمد اللہ صاحبؒ کو حضرت فقیہ الاسلامؒ نہیں ملے تو حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے مسئلہ معلوم کرکے حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کو بتادیا،

حضرت حجۃ الاسلامؒ نے استفسار فرمایا کہ کس سے معلوم کیا عرض کیا کہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ سے حضرت حجۃ الاسلام نے برہمی کے ساتھ فرمایا کہ میں نے تجھے مفتی مظفر صاحب کے پاس بھیجا تھا جاؤ اور دوبارہ معلوم کر کے آؤ'' مولانا محمد اللہ صاحبؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس پہنچے اور مسئلہ معلوم کر کے حضرت والد ماجدؒ کو بتلایا تب تشفی ہوئی۔

حضرت مولانا اسلام الحق اسعدی جو حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے باکمال شاگردوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں میں مظاہر علوم میں پڑھتا تھا اس وقت مظاہر علوم کا دارالافتاء کتب خانہ سے اوپر تیسری منزل پر واقع تھا، میں حضرت حجۃ الاسلامؒ کے پاس اکثر موجود رہتا تھا اور حضرت حجۃ الاسلامؒ دارالاہتمام کی مسند عالی پر تشریف فرماتے ہوتے تھے جب کہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ اوپر دارالافتاء میں تشریف رکھتے تھے، حضرت حجۃ الاسلام کے سامنے جب کبھی کوئی کتابی یا انتظامی اہم مسئلہ ہوتا تو فوراً مجھ سے فرماتے کہ ''مفتی مظفر'' کو بلالاؤ اور میں مفتی صاحب سے جا کر عرض کر دیتا۔ حضرت مفتی صاحبؒ فوراً تیسری منزل سے نیچے تشریف لاتے اور حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ کر مسئلہ کی صحیح صورت حال عرض کر کے واپس دارالافتاء چلے جائے۔ اچانک پھر حضرت حجۃ الاسلامؒ کو کچھ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آتی تو پھر مجھے مفتی صاحب کو بلانے کا حکم دیتے اور میں مفتی صاحب کو بلالاتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے بعض بعض مرتبہ تو ایک دن میں کئی کئی بار حضرت ناظم صاحبؒ مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو بلاتے اور آپ حکم کی تعمیل میں دوڑے چلے آتے، نہ آپ کے چہرے پر کبیدگی ظاہر ہوتی نہ پیشانی پر سلوٹیں آتیں نہ دل سے معیوب سمجھتے بلکہ اس بار بار کے بلاوے پر آپ کی طبیعت کھل سی جاتی تھی اور چہرہ مزید ہشاش بشاش محسوس ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کا سچا جانشین اور مظاہر علوم کا امین بنایا تھا، آپ کے اندر اپنے والد حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ اور پیر و مرشد حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی بہت سی خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں۔

حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری مدظلہٗ نے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ان صفات کو منظوم فرمادیا ہے ؎

جانشین خاص ان کے ہیں مظفر باکمال — مفتیٔ اعظم محدث رہبر اسلامیاں
آئینہ دار جناب اسعد مرحوم ہیں — شہ مظفر تاجدار انتظام گلستاں
حق تعالیٰ نے عطا کی ان کو ہر اچھی صفت — ہیں عیاں تر ان کے اندر اسعدی تابانیاں
مرشد کامل کے ہیں اوصاف ان کی ذات میں — علم و حلم بے پناہ اور ورع و تقویٰ بے کراں

زہد و اخلاص و قناعت اور عشق مصطفیٰ — انکساری اور تواضع خاص ہیں ان کے نشاں
ناظم اعلیٰ گلستان مظاہر کے ہیں وہ — اسعدی مئے ان سے پیتا ہے جہان تشنگاں
میکدہ باقی رہے اور ساقئ مستانہ بھی — جام گردش میں رہے جب تک رہے باقی جہاں

تم تو خود ھی دلیل ھو

استاذ محترم حضرت مولانا رئیس الدین صاحب فرماتے ہیں

رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ کی ستائیسویں شب میں جب حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کی بیٹی زبیدہ کا انتقال ہوا اور مولانا باہر سفر پر تھے تو فجر کی نماز میں حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے نہایت رنج وغم اور کرب وقلق میں ڈوبی ہوئی آواز میں اعلان فرمایا کہ

''میری بیٹی، میری پوتی عزیزہ زبیدہ کا آج رات انتقال ہوگیا ہے اور افسوس کہ مولانا اطہر صاحب سفر پر ہیں''

دارالطلبہ جدید کی مسجد کے غربی جانب مرحومہ کا جسد خاکی رکھا گیا، حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ حسب معمول دارجدید کی مسجد میں اپنے دیگر معتقدین اور مریدین کے ساتھ معتکف تھے اور حضرت شیخ اوران کے رفقاء بھی نماز جنازہ میں شرکت کرنا چاہتے تھے، اسی خواہش کے احترام میں جنازہ مسجد کی پشت پر مسجد سے باہر رکھا گیا صفیں درست ہوئیں، حضرت حجۃ الاسلام مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت فقیہ الاسلامؒ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ اور علم وفضل کی دیگر اہم شخصیات کی موجودگی میں اچانک حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے سوال فرمایا کہ

''کیا مسجد میں نماز جنازہ درست ہوگی''

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے نہایت ادب اور وقار کے ساتھ عرض کیا کہ

''نماز ہوجائے گی، دلیل بعد میں عرض کردوں گا''

حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے مصلی پر تھے یہ سنتے ہی ارشاد فرمایا

''بیٹے جب آپ نے کہہ دیا بس ہوجائے گی آپ کے ہوتے ہوئے مجھے دلیل کی ضرورت نہیں۔

ھم میں سب سے افضل آپ ھیں

حضرت فقیہ الاسلامؒ اپنے والد ماجدؒ کے وصال کے بعد ایک مدت تک دفتر کی مسجد میں بلامعاوضہ امامت

کرتے رہے لیکن جمعہ اور عیدین کی نماز (اخیر کے چند سالوں کے علاوہ) شروع ہی سے دار الطلبہ قدیم کی مسجد کلثومیہ میں پڑھانے کا معمول تھا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبد القیوم صاحب مدظلہٗ، حضرت مولانا مفتی عبد العزیز صاحبؒ، حضرت مولانا محمد یونس اور مدرسہ کے دیگر اساتذہ کرام مقتدی ہوتے تھے، پنج وقتہ نمازوں کے امام حضرت مولانا رئیس الدین صاحب تھے جو اس وقت مدرسہ کے درجہ علیا کے طالب علم تھے، ایک دن ٹھیک خطبہ جمعہ کے وقت مؤذن جناب الحاج حافظ محمد ہاشم صاحب نے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے عرض کیا کہ وقت ہو چکا ہے؟ حضرت فقیہ الاسلامؒ نے فرمایا کہ پنج وقتہ نمازوں کا امام پڑھائے اور مولانا رئیس الدین صاحب کو خطبہ و نماز کا حکم دیا۔

ایک بڑے ادارے میں بالخصوص علوم وفنون اور سلوک وطریقت کے حاملین و ماہرین کی موجودگی میں ایک خالی الذہن طالب علم کو اچانک ایسا حکم دیدیا جائے تو اس طالب علم پر کیا بیتے گی، اس کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کو ایسا تجربہ ہوا ہو۔

مولانا رئیس الدین صاحب امتثال امر پر اضطراب، بے چینی، گھبراہٹ اور مرعوبیت کے ملے جلے احساسات وتاثرات کے ساتھ منبر پر پہنچے اور خطبہ دیا، خطبہ میں بہت ہی معمولی نحوی دو غلطیاں ہو گئیں۔ پھر نماز پڑھائی، دعاء کے بعد حضرت حجۃ الاسلامؒ نے اپنے باوقار لہجے میں فرمایا کہ ''مفتی مظفر اور مولانا محمد یونس ٹھہر جائیں'' ہر دو حضرات پر حیرت واستعجاب کی کیفیت طاری ہو گئی اور حضرت حجۃ الاسلامؒ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے فرمایا

''مفتی صاحب! ابھی ہم حیات ہیں، امامت کا حق آپ کو ہے، ہم میں سب سے افضل آپ ہیں''

(روایت حضرت مولانا رئیس الدین صاحب)

قاری مظفر صاحب کیا فرماتے ہیں

حضرت مولانا رئیس الدین صاحب نے احقر سے فرمایا کہ

''حضرت حجۃ الاسلامؒ مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو بھی حضرت فقیہ الاسلامؒ کی فقاہت پر پورا اعتماد تھا اور آپ کی رائے گرامی قطعی اور آخری سمجھتے تھے، کسی بھی مسئلہ کی بابت عموماً فرماتے تھے کہ اس سلسلہ میں ''قاری مظفر صاحب کیا فرماتے ہیں؟''

مولانا موصوف نے مزید فرمایا

''مظاہر علوم کے قضیہ نامرضیہ سے بہت عرصہ پہلے سے ہی حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات مرجع عوام وخواص تھی اور اساتذۂ مدرسہ میں آپ کا ایک نمایاں امتیازی مقام تھا، مدرسہ کے اساتذۂ حدیث اور کبار علماء کو بھی یہ حقیقت تسلیم تھی کہ کسی بھی مسئلہ میں مفتی مظفر حسین صاحب کا جواب، حرف آخر کا درجہ

رکھتا ہے' اس زمانے میں یہ بات تقریباً عام تھی کہ کسی استاذ کو جب کبھی کسی بھی کتاب کے کسی مسئلہ میں الجھن محسوس ہوتی یا مغلق اور پیچیدہ عبارت کے حل میں دشواری ہوتی تو مفتی صاحبؒ سے ہی مراجعت کرتے تھے۔

آپ محدث ھیں فقیہ نھیں

اخیر عمر میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی شدت احتیاط نے شک کی صورت اختیار کرلی تھی، نماز پڑھنے کے بعد شک ہونے پر حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو بلاتے اور پوری صورت حال بتا کر مسئلہ دریافت فرماتے اور جب حضرت مفتی صاحب جواب دیدیتے تب حضرت کو سکون ہوتا تھا، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ حضرت نے کسی مسئلہ کے سلسلہ میں مفتی صاحبؒ کو بلانے کیلئے قاصد بھیجا لیکن وہاں موجود حضرت مولانا......صاحب مدظلہٗ نے مسئلہ بتلادیا تو حضرت حجۃ الاسلام صاحبؒ فرماتے کہ

''آپ محدث ہیں فقیہ نہیں؟

رویت ھلال کاواقعه

شہر سہارنپور کے موجودہ قاضیٔ شہر کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کی فقاہت اور ثقاہت پر کس قدر اعتماد تھا اس کے ذکر سے پہلے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے والد ماجدؒ کے فقہی تبحر اور اس وقت کے قاضیٔ شہر جناب قاضی ظفر احمد کا آپ پر اعتماد کس قدر تھا اس کا ذکر ضروری ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی بہن ''غم کے آنسو'' میں لکھتی ہیں

''جناب قاضی ظفر صاحب قاضی شہر رویت ہلال کے بارے میں آپ کے ہی فیصلہ پر اعتماد فرماتے تھے''

ماضی متوسط میں جناب قاضی محمد امین صاحب مرحوم قاضیٔ شہر سہارنپور بھی اپنے نانا جناب قاضی ظفر احمد صاحبؒ کی طرح حضرت فقیہ الاسلامؒ کی فقاہت اور علمی تبحر کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم فرماتے تھے۔

اپنے خاندانی بزرگوں کی روایات کے مطابق موجودہ قاضی شہر جناب الحاج سلطان اختر صاحب بھی ہمیشہ اپنے نانا کی طرح حضرت مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کے اس جگر گوشہ کی فقاہت پر یقین واعتماد فرماتے رہے اور رویت ہلال کے سلسلہ میں ہمیشہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے فیصلے اور فتویٰ کے مطابق عمل فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے جس کا مشاہدہ ۱۹۹۳ء سے تو احقر خود بارہا کرتا رہا اور اس سے قبل سیکڑوں عینی شاہدین کے علاوہ خود قاضی صاحب موصوف کی ذات گرامی الحمدللہ ہمارے درمیان موجود ہے۔

فقیه الاسلام کا لقب

اس عنوان کے ختم ہوتے ہوتے ایک اہم تاریخی جزئیہ کی طرف بھی اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا ضروری تصور کرتا ہوں تا کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے بعد آپؒ کی حیات پر لکھنے والے مؤرخ حضرات قیاس آرائیوں سے

بچ سکیں اور یہ صداقت وحقیقت قصہ پارینہ بن کر صرف سینوں میں دفن ہوکر نہ رہ جائے۔

ایک مرتبہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے مریدین، متعلقین اور بعض اہم شخصیات کے درمیان اس بات پر تذکرہ چھڑ گیا کہ حضرت ناظم صاحب مدظلہ کو اپنے اپنے ظرف واعتقاد کی بناء پر بعض لوگ فقیہ الامت، شیخ طریقت ، محدث کبیر، فقیہ اعظم اور طرح طرح کے القاب لکھتے ہیں تو کیوں نہ آپ کیلئے کوئی ایسا لقب تجویز کرلیا جائے جو آپ کی شایان شان بھی ہو اور ایک گونہ امتیاز بھی رہے کسی نے مشورہ دیا کہ فقیہ الامت لکھا جایا کرے تو وہاں پر موجود بعض حضرات نے کہا کہ یہ لقب تو حضرت ناظم صاحبؒ کے ہدایہ کے استاذ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کیلئے استعمال ہوتا ہے وہاں پر شیخ الادب حضرت مولانا.......... صاحب مدظلہ' بھی موجود تھے۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ فقیہ الاسلام رکھ لیا جائے ،حضرت مولانا محمد انور صاحب استاذ حدیث اشرف العلوم گنگوہ اور مجلس میں موجود بعض دیگر اعیان علم نے اس لقب کو بہت پسند کیا اس لئے کہ یہ لقب ایک طرف تو حضرت فقیہ الاسلامؒ کی فقاہت اور فتاویٰ پر مہارت پر دال ہے وہیں ایک امتیاز اور اختصاص یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے کسی شخصیت کو اس لقب سے نہیں پکارا گیا اس لئے راقم کے اس مضمون میں جہاں کہیں فقیہ الاسلامؒ مرقوم ہو اس سے آپ ہی کی ذات گرامی مراد ہوگی۔

''حضرات بزرگان دین اور خدارسیدہ اہل اللہ کے حالات زندگی کا تذکرہ باعث خیر وبرکت ہے مشہور ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة۔

یہ حضرات عشق الٰہی اور اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فنائیت کے ایسے مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ ان کی سوانح پڑھنے سے دین ودنیا میں فلاح وسعادت کی راہیں کھلتی ہیں فکر آخرت پروان چڑھتی ہے اور انسان کو عملی جدوجہد کا درس ملتا ہے''۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ

حضرت فقیہ الاسلامؒ

کا دور طالب علمی

مفتی نذر توحید مظاہری مدرسہ رشید العلوم چترا

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ علمی تھا اسلئے آپ کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا شوق تھا آپ چار برس کی عمر میں مظاہر علوم کے مکتب خصوصی میں داخل ہوئے ،قاعدہ کا آغاز حضرت مولانا صدیق احمد مرزاپوریؒ سے فرمایا اور قاعدہ وقرآن حکیم کے اساتذہ کرام حضرت حافظ مقصود احمد سنسارپوریؒ وحضرت حافظ محمد یٰسینؒ (جامع مسجد) اور حضرت حافظ نظام الدین مرزاپوریؒ ہیں ،قرآن حکیم کے حفظ کی تکمیل ۱۳۵۸ھ میں جناب حضرت حافظ عبدالکریم صاحب سے فرمائی۔ تجوید وقرأت حضرت قاری محمد سلمان دیوبندیؒ شیخ القراء مظاہر علوم سے حاصل کی، اس کے بعد اپنے والد ماجد سے فارسی شروع فرمائی آمدنامہ سے پندنامہ تک انہیں سے تعلیم حاصل کی اور بقیہ کتب فارسی حضرت مولانا اکبر علیؒ سہارنپوری سے پڑھیں۔

۱۳۶۲ھ میں عربی کے اسباق شروع فرمائے ،میزان الصرف حضرت مولانا ظریف احمد نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی ،ابتدائی کتب عربی کا دیگر اساتذہ کرام کے یہاں سبق ہوتا تھا تاہم آپ کے والد ماجد بھی ان کتب کو پڑھایا کرتے تھے اپنے والد سے جو کتب پڑھیں وہ درج ذیل ہیں۔

میزان الصرف ،صرف میر ،پنج گنج ،نحو میر ،علم الصیغہ ،شرح مأۃ عامل ،ہدایۃ النحو ،تیسیر المنطق ،ایساغوجی، مرقات ،ترمذی شریف مکمل ،شمائل ترمذی ،درمختار ،جلد اول وثانی (در دو سال) اقلیدس کا بہت سارا حصہ حضرت مولانا اکبر علیؒ سے بقیہ کتب فارسی شرح وقایہ ،رشیدیہ۔

حضرت مولانا عتیق احمدؒ سے ایساغوجی ،مرقات ،تہذیب ،شرح تہذیب۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیلؒ صاحب محرر مطبخ سے مراح الارواح۔

حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ صدر المدرسین مظاہر علوم سے اصول الشاشی ،تلخیص المفتاح ،نفحۃ الیمن ،ترجمہ پارہ عم ،مقامات حریری ،سبعہ معلقہ ،دیوان متنبی ،دیوان حماسہ ،عروض المفتاح ،جلالین شریف ومشکوٰۃ شریف۔

حضرت مولانا ظہور الحقؒ سے صرف میر ،علم الصیغہ فصول اکبری۔

امام الفرائض حضرت مولانا منظور احمد خانؒ سے ہدایۃ النحو ،کافیہ ،شرح جامی بحث فعل ،الفیہ بن مالک ، شرح عقائد نسفی ،شرح عقائد خیالی ،رسالہ قطبیہ غلام یحیٰ ،امور عامہ ،مختصر المعانی ،مسلم شریف موطا امام محمدؒ۔

امام النحو حضرت مولانا صدیق احمد کشمیریؒ سے قدوری، شرح جامی بحث اسم، کنز الدقائق، میبذی، سلم العلوم، ملاحسن، ملا جلال، میر زاہد، ہدیہ سعیدیہ۔

حضرت مولانا زکریا قدوسیؒ سے پنج گنج (دوبارہ)، نحو میر، شرح مائۃ عامل، نور الایضاح، قطبی، ہدایہ ثالث، بیضاوی شریف، مدارک التنزیل۔

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ سے نور الانوار، سراجی، ہدایہ اولین۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ سے نور الانوار (اکثر حصہ) عروض المفتاح۔

حجۃ الاسلام، رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد اسعد اللہ رام پوریؒ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سے مفید الطالبین، اقلیدس، توضیح وتلویح، مسلم الثبوت، نسائی شریف، موطاء امام مالکؒ، ابن ماجہ، مسلسلات، طحاوی شریف، مقدمہ مسلم (مکرر) تصریح۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بخاری جلد اول تا کتاب الوضوء، ابوداؤد شریف اور مسلسلات۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف پورقاضویؒ سے بخاری شریف جلد اول از ابتدا تا کتاب الوضو، بخاری شریف جلد ثانی تمام، رسم المفتی، درمختار (کتاب الامۃ تک) اتقان جلد اول (مختلف فصول) مقدمہ قاموس اور مقدمہ تقریب کی تعلیم حاصل کی، مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۱۳۶۹ھ میں دورہ حدیث اور ۱۳۷۰ھ میں مختلف درجہ فنون کی تعلیم حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۱۳۷۰ھ ہی میں آپ معین مفتی کے منصب پر فائز ہوئے اور ۱۳۷۱ھ میں نائب مفتی مقرر فرمائے گئے اور ۱۳۷۷ھ میں آپ صدر مفتی کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔

۱۳۸۵ھ میں آپ نائب ناظم بنائے گئے اور ۱۳۹۹ھ میں حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ کے وصال کے بعد آپ قائم مقام ناظم پھر ناظم اعلیٰ کے منصب اعلیٰ پر فائز ہوئے اور اس منصب پر تا وصال ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ تک فائز رہے۔

مظاہر علوم کے جب معین مفتی مقرر ہوئے اسی زمانہ سے مختلف کتب کے اسباق آپ سے متعلق رہے۔ آپ کو میزان تا بخاری شریف درس دینے کا تجربہ تھا اور مظاہر علوم میں جملہ کتب کا درس دیا ہے ہر سبق کو انہماک اور پوری محنت کے ساتھ پڑھایا ہے، حضرت مولانا امیر احمد کاندھلوی کا سانحہ ارتحال ۱۳۸۴ھ میں پیش آیا اور اساتذہ دورۂ حدیث شریف حجاز تشریف لے گئے اس وقت فقیہ الاسلامؒ کے زیر درس جملہ اسباق دورہ علاوہ بخاری شریف وابوداؤد شریف رہے، ۱۴۰۹ھ میں مدرسہ میں خلفشار ہوا تو آپ نے تن تنہا دورہ حدیث کے تمام اسباق پڑھائے۔

حضرت "فقیہ الاسلام" جس طرح علمی رفعتوں اور عملی وسعتوں میں لاثانی تھے، اسی طرح زہد وعبادت، تقویٰ وطہارت اور سلوک ومعرفت کے اعلیٰ مقام پر بھی فائز تھے غرض وہ قدرت کی حسین نیرنگیوں کا شاہکار اور اکابر اہل اللہ کی دعائے سحر گاہی نمونہ تھے۔ جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ ☆☆

فقیہ الاسلامؒ نے حضرت مولانا شفیق احمد عرف پھول محمدؒ سے حمد باری اور فارسی کی کئی کتب پڑھی تھیں (روایت مولانا اطہر حسین ومولانا ریاض الحسن۔ ندرؔ

وہ مفتی مظفر جن کی دنیا بھر میں شہرت تھی
جہانِ علم وعرفاں میں انہوں نے پائی رفعت تھی
(مولانا نسیم احمد غازیؔ)

مظاہر علوم میں تقرر

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ۱۳۷۰ھ میں مظاہر علوم سے فراغت پائی آپ کی علمی استعداد، کتابوں پر دسترس، اعلیٰ صلاحیت، فقہ وافتا میں ید طولیٰ کے پیش نظر اس گرانمایہ سرمایہ کوارباب مظاہر علوم کیونکر ضائع کر سکتے تھے، جن کو آپ کے مکمل حالات وکیفیات کا علم تھا، جنہیں آپ کے تابناک حال اور روشن مستقبل کا ادراک واحساس تھا، وہ حضرات کسی بھی صورت میں ایسے در بے بہا کو کیوں کر ہاتھ سے جانے دیتے جن کی نظر کیمیا اثر صرف ظاہری خوبیوں اور کتابی صلاحیتوں تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ حضرات آپ کی ملکوتی صفات، روحانی خصوصیات اور عارفانہ بصیرت سے بھی واقف تھے اور اس قطرے کو مستقبل شناس نگاہوں سے گہر ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

معین مفتی

درس وتدریس کے ساتھ اپنے فقہی ذوق ومیلان طبع کے باعث فقہ وفتاویٰ کی خدمات بھی انجام دیتے رہے اور ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ کو معین مفتی کے عہدہ پر آپ کا تقرر ہوگیا (روداد۔۱۳۷۵ھ)

نائب مفتی

مظاہر علوم سہارنپور میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات گرامی بایں معنیٰ اپنی انفرادیت اور امتیازی شان رکھتی ہے کہ آپؒ نے کبھی بھی کسی طرح کے عہدہ، کتاب یا اضافہ تنخواہ سے متعلق کوئی درخواست نہیں دی لیکن جوہر شناس نظریں اورارباب مظاہر علوم آپ کی لیاقتوں کے پیش نظر سال بہ سال ترقی دیتے رہے چنانچہ ۱۳۷۵ھ میں آپ معین مفتی مقرر کئے گئے لیکن اگلے سال یکم ربیع الاول ۱۳۷۶ھ کو آپؒ نائب مفتی بنادئے گئے، اسی سال عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب مدظلہٗ جامعہ مظاہر علوم سے فارغ ہوئے جو آگے چل کر سلوک وطریقت اور شریعت وتصوف کے میدان میں اپنی مثال آپ ہوئے۔

برما کا پہلا سفر

حضرت فقیہ الاسلامؒ اپنے استاذ گرامی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پورقاضویؒ اور امیر العلماء حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ کے ہمراہ اہل برما کے اصرار پر دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، بیعت وتلقین اور مظاہر علوم کے پیغام کو پہنچانے کیلئے ۲۲ صفر المظفر ۱۳۲۷ھ کو برما تشریف لے گئے اور چند ماہ برما میں قیام کر کے جگہ جگہ وعظ وتقاریر کا بڑے پیمانے پر اہتمام کیا گیا اور حضرت شیخ الاسلامؒ کی ایمان افروز تقاریر

ہوئیں، جو وہاں کے اخبارات ورسائل میں شائع ہوتی رہیں۔ یہ طویل ترین سفر ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۷۲ھ کو سہارنپور پہنچنے پر اختتام پذیر ہوا۔ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی عمر اس سفر کے وقت تقریباً ۲۴ سال تھی جب کہ حضرت شیخ الاسلامؒ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

صدر مفتی

استاذ محترم حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہٗ لکھتے ہیں۔

وعين فى ١٣٧٧ھ رئيس هيئة الافتاء للجامعة مع الاشتغال باالتدريس بها فافتىٰ ودرس كتباً مختلفةً من العلوم المتداولة زماناً مثل كنز الدقائق وشرح الوقاية ومختصر المعانى للتفتازانى وغيرها، ودرس تفسير الجلالين سبع مرات والهداية للمرغينانى اربع مرات، وجُعل استاذ الحديث مع شغل الافتاء فى ١٣٨١ھ فدرس مشكوٰة المصابيح اول مرة ودرس النسائى وابن ماجة والمشكوة فى ١٣٨٣ھ

ودرس شرح معانى الآثار للطحاوى ومشكوٰة المصابيح والسنن للترمذى فى ١٣٨٤ھ، وبعد وفاة رئيس هيئة التدريس الشيخ امير احمد الكاندهلوى درس جميع كتب دورة الحديث الشريف غير الصحيح للبخارى والسنن لأبى داؤد، ثم اتفق لهٗ تدريسهما ايضاً، وكذٰلك درس جميع كتبها ١٤٠٩ھ غير المجلد الثانى من الصحيح للبخارى،

۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی بنائے گئے ساتھ ہی تدریسی مشاغل بھی حسب سابق جاری رہے، مدت دراز تک افتاء کیساتھ مختلف علوم وفنون کی خدمت کی، بہت سی کتابیں پڑھائیں، کنز الدقائق، شرح وقایہ، مختصر المعانی وغیرہ جیسی اہم کتابوں کا درس دیا، سات بار تفسیر جلالین پڑھائی، مرغینانی کی ہدایہ چار بار زیر درس رہی وہ اپنے درس میں بھی مظفر ومنصور رہے، تحتانی درجات کے ہر طالبعلم کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ جلد از جلد حضرت مفتی صاحب کے درس میں شریک ہو، حضرت کے درس سے لطف اندوز ہو جو شریک ہوتا مسخر ہو جاتا، گرویدگی کے عالم میں آپ پر جاں نثاری کے لئے تیار ہو جاتا، علم حدیث میں اللہ نے آپ کو غیر معمولی تفوق وامتیاز عطا فرمایا تھا جس کی بناء پر وہ اپنے معاصر اساتذہ میں سب پر بھر بھاری تھے، شعبہ افتاء کی مصروفیت کے ساتھ ۱۳۸۱ء میں استاذ حدیث بنائے گئے، اسی سال پہلی بار مشکوٰۃ شریف پڑھائی،

۱۳۸۳ھ میں مزید ترقی فرماتے ہوئے مشکوٰۃ کے علاوہ سنن نسائی ابن ماجہ پڑھائی۔ ۱۳۸۴ھ میں، طحاوی، سنن ترمذی پڑھائی۔ اور اس سال حسب سابق مشکوٰۃ بھی زیر درس رہی۔

حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی صدر مدرس مظاہر علوم کے انتقال پر ملال کے بعد بخاری وابوداؤد کے علاوہ دورۂ حدیث شریف کی ساری کتابیں پڑھائیں، بعد میں ان دونوں کتابوں کے پڑھانیکا بھی اتفاق ہوا، ۱۴۰۹ھ میں بھی صحیح بخاری جلد ثانی کے علاوہ پورا دورہ پڑھانے کا موقع ملا۔

وجميع مدة تدريسه في الجامعة الى الآن نحو اثنتين وخمسين سنة، ومدة تحديثه احدى واربعون سنة، وقدتيسر له بحمد الله تعالى تدريس السنن للترمذي ثلاثة وثلاثون مرة.

آپ کی کل مدت تدریس کم وبیش ۵۱ سال ہے جس میں تحدیث کا زمانہ اکتالیس برس ہے، ترمذی شریف تو آپ کی خاص کتاب تھی، جس کو آپ نے کم وبیش ۳۳ ربرس پڑھایا۔

۱۴۱۵ھ میں احقر نے مظاہر علوم وقف سے دورۂ حدیث شریف پڑھا تھا احقر کو یاد ہے حضرت فقیہ الاسلامؒ ترمذی شریف کے افتتاحی موقع پر تفصیل کے ساتھ ترمذی شریف کی خصوصیات، جامعیت، فقہ وفتاویٰ میں اس کا امتیاز اور دیگر کلیدی اور بنیادی امور پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

''ہر محدث کا فقیہ ہونا ضروری نہیں ہے جب کہ ہر فقیہ کا محدث ہونا ضروری ہے''

استاذحدیث

فقہ وفتاویٰ کی مشغولیت کیساتھ ساتھ ۱۳۸۱ھ میں مشکوٰۃ شریف کا درس متعلق ہوا پھر نسائی شریف، ابن ماجہ شریف اور مشکوٰۃ شریف ۱۳۸۳ھ میں پڑھایا پھر اگلے سال ۱۳۸۴ھ میں علامہ طحاویؒ کی شرح معانی الآثار، مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف کے اسباق متعلق ہوئے جن میں سے آخر الذکر کتاب سنن ترمذی اخیر کے چند سالوں کو چھوڑ کر تاحیات پڑھاتے رہے کل ۳۳ ربار ترمذی شریف پڑھانے کا آپ نے ریکارڈ قائم فرمایا ہے۔

۱۳۸۴ھ میں آپ کے استاذ حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ کے وصال کے بعد بخاری اور ابوداؤد شریف کے علاوہ دورۂ حدیث شریف کی تمام کتابیں نہایت تحقیق وجانفشانی سے پڑھائیں بعد میں بھی بخاری شریف اور ابوداؤد شریف بھی پڑھائیں۔

۹ر دسمبر ۱۹۸۸ء کی درمیانی شب میں جب بعض شرپسند عناصر نے مظاہر علوم کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا اور مدرسہ کے ایک وسیع احاطہ دار جدید پر پی اے سی کی مدد سے غاصبانہ قبضہ کرلیا اور دورۂ حدیث شریف کے بعض اساتذہ فریق مخالف کے ہمنوا ہوکر (گندے نالے کی طرف) چلے گئے تو حضرت فقیہ الاسلامؒ بخاری شریف جلد ثانی (جس کو حضرت علامہ رفیق احمدؒ پڑھاتے تھے) کے علاوہ تمام کتابیں نیز مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ اہتمام وانتظام کی مصروفیتوں اور ماحول کی ناخوش گواریوں کے باوجود نہایت وقار وسکینت اور اطمینان کے ساتھ پڑھاتے رہے اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہر کتاب کو اس کے نصاب تک پڑھا کر مظاہر علوم کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔

خود حضرت فقیہ الاسلامؒ فرماتے ہیں

''مظاہر علوم کے ہنگامہ کے وقت میں حدیث کے تمام اسباق پڑھاتا رہا، لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے رہے، میں نے یقین کرلیا تھا کہ جو اللہ چاہیں گے وہی ہوگا، تیرے فکر سے کچھ نہیں ہوگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں الحمد للہ سکون وعافیت سے رہا'' (آئینۂ مظاہر علوم ستمبر ۲۰۰۳ء ص ۲۷)

نائب ناظم

حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کو ضعف، پیرانہ سالی اور مختلف عوارض کی وجہ سے مظاہر علوم جیسے بڑے ادارے کے لئے ایک ایسے نائب کی ضرورت تھی جو مدرسہ مظاہر علوم کا خوشہ چین، یہاں کا پروردہ، یہاں کے اکابر واسلاف کے نقوش تابندہ کو دل وجان سے گلے لگانے کے علاوہ یہاں کے مزاج ومذاق کے عین مطابق، سیاست اور سیاسی افراد سے دور نیز حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے ایماء ومشوروں اور آپ کے مزاج کو سمجھنے اور کما حقہ مدرسہ کا نظام سنبھالنے کی قوت وصلاحیت رکھتا ہو اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کی مثال کاروان مظاہر میں اس وقت ایسی تھی گویا ع حلقے میں ستاروں کے قمر دیکھ رہے ہیں

اور پھر بزرگان دین، سلف صالحین اور اکابر مظاہر کی نظر کیمیا اثر آپ پر پڑی اور ہندوستان کے اس عظیم مرکزی ادارہ کا بار نظامت حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے کاندھوں پر ڈال ہی دیا۔

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ مدینہ منورہ سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں

> ''تمہارے لئے اور مدرسہ کے لئے بہت اہتمام سے دعا کرتا ہوں مدرسہ میرے حضرت (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹویؒ) کا باغ ہے اور جتنی مجھے اس کی فکر رہتی ہے اتنی موجودین میں سے کسی کو نہیں ہوگی اور تم اس باغ کے مالی ہو اللہ تعالیٰ تمہیں جملہ مکارہ سے محفوظ رکھے اور مدرسہ کو بھی''

ایک علمی شخص کے لئے کتابوں سے بڑھ کر کیا دولت ہو سکتی ہے چنانچہ آپؒ نے تاحیات درس وتدریس کو دل وجان سے لگائے رکھا، جو کتاب پڑھانے کو ملی، اس کا حق ادا کر دیا، درس وتدریس ہی کیا کم ذمہ داری تھی اس پر مستزاد یہ کہ عظیم الشان دارالافتاء کے عہدۂ صدارت کی ذمہ داری بھی آپؒ تاحیات نبھاتے رہے اور اہم ترین مسائل ادق وپیچیدہ اور مشکل ترین فقہی معاملات میں آپ نے اپنی دانائی، کہنہ مشقی، بالغ نظری، معاملہ فہمی، دوراندیشی اور کمال مہارت کے ساتھ جوابات دیتے رہے اس سلسلہ میں بعض تاریخی فتاویٰ اور اہم فیصلے فتاویٰ مظہریہ کی غیر مطبوعہ ضخیم جلدوں میں موجود ہیں۔

دارالافتاء کی صدارت اور تدریس میں مصروفیت کے باوجود اپنے پیر ومرشد اور محسن حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے ایماء اور اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ اور دیگر اعیان ملت کے مشوروں سے آپؒ نے اپنے مزاج ومذاق کے خلاف ہوتے ہوئے بھی کہ کہیں اساتذہ کے دل کو ٹھیس نہ پہنچے اس گرانبار عہدہ کو قبول فرمالیا۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری کہ آشیاں کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری دامت برکاتہم (خلیفہ حضرت فقیہ الاسلامؒ) تحریر فرماتے ہیں

''حضرت (مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ) کے اعذار وامراض، ضعف وپیری اور کمزوری کی بناء پر ۱۳۸۵ھ میں ارباب شوریٰ نے فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب زادمجدہ' (حال ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) کو نائب ناظم قرار دے کر حضرت والاؒ کا ان کو معین ومددگار اور شریک انتظام بنادیا۔ حضرت مفتی صاحب موصوف کا اس عہدہ نیابت پر تقرر یکم رمضان ۱۳۸۵ھ میں ہوا تھا حضرت والاؒ کی علالت ومعذوری کے زمانے میں حضرت والاؒ کی وفات تک حضرت مفتی صاحب موصوف نہایت مستعدی سے تمام انتظامی امور کو پورے طور پر باحسن وجوہ انجام دیتے رہے اور حضرت والاؒ کی وفات کے بعد آپؒ کو جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا باقاعدہ ناظم اعلیٰ بنادیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب نظامت وبیعت دونوں امور میں حجۃ الاسلام حضرت ناظم صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ کے لائق اور سچے جانشین ہیں۔ (حیات اسعد)

یکم رمضان ۱۳۸۵ھ میں آپ صدر مفتی کے عہدے پر فائز رہتے ہوئے نائب ناظم مقرر ہوئے اور ۱۶/روپے ترقی ماہانہ چار روپے کے ساتھ ۶/شوال ۱۳۸۵ھ سے اور ترقی گریڈ سالانہ چار روپے یکم ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ سے آپ کی تنخواہ میں اضافہ ہوا اور اگلے سال سالانہ ترقی گریڈ یکم رمضان ۱۳۸۶ھ سے چار روپے ماہوار خصوصی طور پر آپ کے مشاہرہ میں بڑھائے گئے (روداد مدرسہ ۱۳۸۵ھ و ۱۳۸۶ھ)

حضرت فقیہ الاسلام صاحبؒ ضابطہ میں نائب بنائے گئے تھے لیکن ہر وقت اپنے استاذ ومرشد کی راحت کا خیال، مدرسہ کے اہم ترین مسائل کو خود سلجھانے اور نمٹانے میں حضرت حجۃ الاسلامؒ کے مزاج کی رعایت، مدرسہ کے مکمل انتظامی ڈھانچہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ لے کر آگے بڑھنے، تعلیمات، مالیات، جائداد اور اندرونی وبیرونی ہر قسم کی ذمہ داریوں پر نظر اور مدرسہ کے معیار ووقار کو بلند تر کرنے کے عملی منصوبے بنانے میں اہم کردار ادا کرتے رہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نائب ناظم بننے سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحب بہت زیادہ مسرور، نازاں وشاداں تھے، صرف اسلئے کہ اس بار امانت کو اٹھانے اور سنبھالنے کی آپ میں مکمل اہلیت تھی۔ اور آپؒ نے بھی اپنے قول وعمل اور طور وطریق سے ثابت کردیا کہ اکابر امت کے فیصلے غلط نہیں ہوتے۔

آپؒ کے دور نیابت میں دور دراز سے آمدہ خطوط، مدرسہ کے معاملات میں بزرگوں اور اہم شخصیات کے مکتوبات مدرسہ سے متعلق کسی قسم کی مراسلت، طلبہ کی مشکلات سن کر اس کے ازالے کی فکر، اپنے ماتحتوں کی درخواستوں اور ان کی اپیلوں پر غور ساری ذمہ داریاں بحسن وخوبی نبھاتے رہے اور ایک دور ایسا آیا کہ مدرسہ سے متعلق خطوط ومراسلات اور بزرگوں کے مکتوبات تک آپؒ ہی کے نام سے آنے لگے حالانکہ حضرت حجۃ الاسلامؒ حیات تھے اور الحمدللہ آخر تک بہ ہوش وحواس رہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات گرامی پر بزرگوں، مدرسہ کے سرپرستوں اور خود آپ کے پیر ومرشد حضرت

مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کو کس قدر اعتماد تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی حیات ہی میں مدرسہ کی طرف سے شائع ہونے والی روداودں میں قائم مقام ناظم و مہتمم چھپنے لگا، چنانچہ ۱۳۹۶ھ و ۱۳۹۷ھ میں کی روئیدادوں کے ٹائٹل پر آپ کا اسم گرامی ان الفاظ میں درج ہے۔

حسب ایماء:۔ حضرت الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب
قائم مقام ناظم و مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ذیل میں حضرت مولانا معین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء کا ایک مکتوب اور عالم اسلام کے عظیم داعی مفکر اسلام حضرت مولانا سید علی میاں صاحب ندوی کے دو مکتوب گرامی جو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے دور نیابت کے ہیں، برکت کیلئے پیش ہیں۔

از ندوہ لکھنؤ

۷/ذی قعدہ ۹۰ھ

محترمی زید مجدہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مؤرخہ ۳/ذی قعدہ ۹۰ھ موصول ہوکر باعث اطمینان ہوا، جناب معطی کو آپ اجمالی شکریہ کا خط بھیج سکتے ہیں، غالباً آپ کے علم میں ہوگا کہ اس قسم کے معاملات نہایت احتیاط کے متقاضی ہوتے ہیں امید کہ اس کی تفصیلات مولانا عبدالمالک صاحب کو معلوم ہوں گی۔ یہاں بھی آپ اجمالی ہی رسید ارسال فرمانے کی زحمت فرمائیں نام کے بجائے ایک صاحب خیر بذریعہ معین اللہ آپ تحریر فرمائیں اور اگر اندراج ہو چکا ہو تو آئندہ لحاظ فرمایا جائے۔

احقر معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء

محترمی جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب زید مجدہٗ
نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

ابوالحسن علی الحسینی الندوی
ندوۃ العلماء، لکھنؤ، الہند

باسمہ سبحانہٗ

مکرمی و محترمی جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب زید لطفہٗ نائب ناظم مظاہر العلوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مولوی عبید اللہ سیوانی ندوی آرہے ہیں، امید کہ ان کے مطالعہ و استفادہ کے لئے آپ نے جو نظام

طے کیا ہے اس پر عمل کیلئے آپ ضروری مشورہ ورہنمائی کرتے رہیں گے اوران خصوصی توجہ رکھیں گے۔
باعث ممنونیت ہوگا۔والسلام

مخلص
ابوالحسن علی
ناظم ندوۃ العلماء
۹۳/۱۰/۲۴

مکرم ومحترم زیدلطفہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے دوعنایت نامے ملے،سیلاب کی پریشانیوں کی وجہ سےاورڈاک خانہ سے رابطہ منقطع ہونے کی بناء پر بروقت جواب نہ دیا جاسکا۔ذمہ داران مدرسہ نے اپنے دورافتادہ بھائیوں کے ساتھ جوعملی ہمدردی اورصحیح اعانت فرمائی اس کے شکریہ سے زبان قاصر ہے اللہ تعالیٰ ہی اپنے شایان شان اس کا صلہ آپ حضرات کو عطافرمائے اور ہمیشہ آپ سب کوکل آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رکھے میری اورتمام اہل مدرسہ کی طرف سے دلی شکریہ قبول فرمائیے۔
حضرت ناظم صاحب،مولانا اکرام الحسن صاحب،مولوی عبدالمالک صاحب کی خدمت میں سلام۔والسلام
مکرمی ومحترمی جناب مولانامفتی مظفرصاحب زیدلطفہٗ
نائب ناظم مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور

خاکسار
ابوالحسن علی
ناظم ندوۃ العلماء
۲۵؍رجب ۹۱ھ

حج بیت اللہ

عبادت وریاضت میں انہماک اورشوق ولگن کا ذکران شاءاللہ آئندہ صفحات میں آئے گا لیکن یہاں آپ کے سفرحج کا ذکرزیادہ مناسب سمجھتاہوں کیونکہ حج بیت اللہ کی سعادت اسی دور میں ہوئی تھی۔
۱۵؍ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی اس مقدس سفرمیں آپ کی والدہ ماجدہ بھی ساتھ تھیں،اس طرح حضر کے علاوہ سفرمیں بھی والدہ ماجدہ کی خدمت کاموقع ملا،حرمین شریفین میں حج وزیارت اورطواف کعبہ کے بعد ۲۵؍صفرالمظفر ۱۳۸۹ کو بخیروخوبی واپس سہارنپورتشریف لائے۔
مظاہرعلوم کی رُوداد بابت ۱۳۸۷ھ تا ۱۳۹۰ھ میں آپ کے سفرکی ان الفاظ میں اطلاع دی گئی۔
''۱۷؍ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۵؍فروری ۱۹۶۹ء کوحضرت الحاج مولانامفتی مظفرحسین صاحب حج

وزیارت حرمین شریفین کیلئے تشریف لے گئے اور ۲۵ر صفر ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۳ رمئی ۱۹۶۹ء کو رونق افروز سہارنپور ہوئے'' (روانگی حج کی تاریخ روداد مظاہر میں غلط درج ہوگئی ہے اصل ۲۵ ذی قعدہ ہے (ن۔م)

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے سفر حج پر جانے سے آپ کے ماتحتوں اور شاگردوں کے علاوہ آپ کے اساتذہ کو بھی بہت خوشی ہوئی تھی، آپ کے استاذ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا تھا جس میں مدرسہ اور ملک کے اجمالی حالات بھی تحریر فرمائے تھے جس سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے دور نیابت اور آپ کی حیثیت واہمیت کا بخوبی پتہ چلتا ہے، خط کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

''باسمہ سبحانہ

عزیزم الحاج قاری مفتی مظفر حسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون

سب سے پہلے تو حج کی مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور زیارت متحضر تنہایت سہولت وآسانی کے ساتھ میسر فرمائے اور باحسن وجوہ ملاقات میسر فرمائے، والدہ صاحبہ کی خدمت میں بھی سلام مسنون۔

اس کے بعد آج ۱۲ر ذی الحجہ کو تمہارا محبت نامہ تم نے جہاز پر سوار ہوتے وقت حاجی ریاض الدین صاحب جیسے معتمد آدمی کو دیا آج نظام الدین سے پہنچ گیا، حاجی ریاض الدین خود بھی ایک ہفتہ قبل آئے تھے اور تمہارے محبت نامے کا مژدہ بھی سنا گئے تھے کہ میں نے کسی کے ہاتھ نظام الدین بھیج دیا، مدرسہ میں بحمد اللہ خیریت ہے اور شہر میں بھی الحمد للہ قربانی کے ایام خیریت سے گذر گئے، عید الاضحیٰ کی نماز ۸ر بجے قاری نسیم نے پڑھائی، عزیزم مولوی وقار اپنی ہمشیرہ کی شادی کی وجہ سے عید کی تعطیل سے دو روز قبل چلے گئے تھے، لیکن حضرت ناظم صاحب کی وجہ سے میری درخواست پر عید کے روز شام ہی کو آگئے، آنا تو چاہئے تھا رات کو نو بجے مگر گاڑی لیٹ تھی رات کو ڈیڑھ بجے پہنچی، اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، بہت انہماک سے کام کررہے تھے۔

ہولی کا ہنگامہ ایک ہفتہ سے شروع ہورہا ہے اور روز افزوں ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی پورا کردے، والدہ صاحبہ کی خدمت میں اور ملا اللہ بندہ کی خدمت میں سلام مسنون اور دعاؤں کی درخواست اور سب سے مدینہ پاک حاضری پر روضۂ اقدس پر دست بستہ صلوۃ وسلام۔

حضرت شیخ بقلم شاہد غفرلہ

۱۳ر ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

از راقم سلام مسنون والتجائے دعا''(۱)

---

(۱) میں کبھی چمکا تھا جن آنکھوں میں گوہر بن کر آج کھٹکتا ہوں انہی آنکھوں میں پتھر بن کر

آپؒ کی حقیقی بہن کی مرتب کردہ کتاب ''غم کے آنسو'' میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے سفر حج کے لئے روانگی اور واپسی پر بہت سے شعراء کرام کی نظمیں اور قطعات تاریخ درج ہیں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے سفر حج پر جانے اور ایک عظیم فرض سے سبکدوش ہونے پر دیگر محبین، مخلصین اور متعلقین کے ساتھ آپ کے تلامذہ اور ماتحت افراد بھی نہایت خوشی محسوس کررہے تھے، چنانچہ بمبئی شہر سے دہرا دون ایکسپریس کے ذریعہ سہارنپور تشریف لائے، طلبہ و اساتذہ اور ملازمین مدرسہ کی بڑی تعداد نے سہارنپور ریلوے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا، مظاہر علوم کے طلبہ کی جانب سے دار الطلبہ جدید کی مسجد میں بعد نماز عصر ''مبارک باد'' کی پر وقار تقریب منعقد ہوئی جس میں طلبہ کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لئے دیگر علماء اعلام کے علاوہ خود حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی شریک ہوئے۔ اس جلسہ میں جناب مولانا محمد اخلاق صاحب نے شاعر اسلام جناب ضیاء بھاگلپوری کی ایک نظم بھی پڑھی۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ نے صرف ایک بار حج کیا ہے کیونکہ از روئے شریعت ہر صاحب استطاعت پر پوری عمر میں ایک بار حج فرض ہے اس کے بعد سارے حج نفلی شمار ہوتے ہیں۔

حضرت فقیہ الاسلام کی مالی پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ وہ بار بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو پاتے آپ کے عقیدتمندوں اور صاحب ثروت ارادتمندوں نے بارہا درخواست کی کہ حضرت آپ صرف رضامندی ظاہر فرمادیں سارے انتظامات انشاء اللہ ہم کریں گے لیکن حضرت کا ان سے یہی جواب ہوتا کہ ''بھائی فرض کی ادائیگی الحمدللہ ہو چکی ہے اب نفل کے لئے میں خود کو مقروض کرلوں یا کسی کے احسان تلے دبا رہوں یہ میری طبیعت نہیں ہے'' پھر حضرت اپنے مخاطب سے یہ بھی فرماتے کہ ''اگر خرچ کرنا ہی ہے تو مدرسہ پر خرچ کرو، [illegible] بار یہ میں خرچ کرو''۔

حضرت کا پہلا اور آخری سفر حج اس معنی کر نہایت اہمیت کا حامل اور تاریخی شمار کیا جائیگا کہ اس سفر میں حضرت شیخ عبد المعبود المعمرؒ سے شرف ملاقات و نیاز حاصل ہوا جو اس وقت ڈیڑھ سو برس کے تھے اور حضرت اقدس سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے مریدین میں سے تھے، اس کے علاوہ اسی سفر میں عالم عرب کے مشہور ادیب و شاعر حرم حضرت شیخ حسن سیوطیؒ کی بھی زیارت و ملاقات کا موقع ملا تھا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کا حرمین شریفین سے اپنے برادر اصغر حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ کے نام وہ تاریخی مکتوب ذیل میں درج کیا جارہا ہے جس میں مندرجہ بالا تاریخی ملاقات کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

مکتوب گرامی حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ بنام مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہٗ

عزیزی مولوی اطہر صاحب سلمہ اللہ وعافاہ ووقاہ الی ذروۃ الکمال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارے دو تین پرچے ملے مگر بہت ہی مجمل تھے، خیریت تو معلوم ہوگئی مگر کچھ تفصیل نہ تھی، میں اور والدہ صاحبہ الحمد للہ بالکل خیریت سے ہیں کسی قسم کا کوئی فکر نہ کرنا، آج حج سے الحمد للہ باحسن وجوہ فراغت ہوگئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اب مکہ میں مقیم ہیں، حرم محترم کے بالکل سامنے مکان ہے، پانچوں نمازیں بسہولت ادا کرنے کا موقع ملتا ہے امید ہے کہ سب گھر والے خوش وخرم ہوں گے، کسی نہ کسی وقت طبعی طور پر تم سب یاد آ ہی جاتے ہو، خصوصاً زبیدہ وحمیدہ، میں سب گھر والوں کیلئے دعا کرتا ہوں، چچا صاحب مدظلہٗ کے متعلق خیال رکھنا، کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو، زبیدہ کی نانی کو بھی نرمی سے سمجھا دینا، دادی صاحبہ بھی غالباً مقیم ہوں گی، ان کا بھی خیال رکھنا، سب گھر والوں کی خدمت میں سلام مسنون۔ بسم اللہ بھی ہمارے قریب ہی مقیم ہیں اکثر سہارنپوری حضرات قریب ہیں۔

کل مدرسہ صولتیہ میں مولوی عبدالمعبود صاحب صواتی جن کا اخبار میں تذکرہ آیا تھا تقریباً ڈیڑھ سو سال کی عمر ہے، دانت مضبوط ہیں، بلا سہارے چلتے پھرتے ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے مخصوصین میں سے ہیں، ملاقات ہوئی تھی، کسی نہ کسی وقت حجرہ کھول کر کتابوں کو ضرور دیکھ لینا، اپنی خیریت سے گاہے گاہے مطلع کرتے رہنا۔

والدہ صاحبہ کو بہت فکر رہتا ہے۔ الحمد للہ والدہ صاحبہ نے تمام ارکان بخیر وخوبی ادا کئے فالحمد للہ علی ذالک۔ بھائی شریف صاحب، بھائی علاؤالدین صاحب، مولوی بشیر احمد صاحب، مولوی عبدالحمید صاحب، ملا غلام مصطفیٰ، حاجی یعقوب، مولوی عبداللطیف، حاجی نثار احمد صاحب، محترم جناب چچا صاحب، دادی صاحبہ اور سب گھر والوں کی خدمت میں سلام مسنون۔ دعا کی درخواست فرمادیں، زبیدہ وحمیدہ کو بہت بہت دعا وپیار۔ والسلام

مظفر حسین المظاہری

(حاجی عرفان صاحب نے چونکہ محصول ڈاک ادا فرمایا ہے اس لئے ان کے نام پر خط ارسال کیا ہے مولوی انعام صاحب محلہ داؤ دسرائے والوں سے ملاقات ہو تو سلام مسنون فرمادیں)

قائم مقام ناظم

آپؒ کے پیر ومرشد اور استاذ گرامی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ ۱۵؍رجب المرجب ۱۳۹۹ھ دوشنبہ رات ایک بجے دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے، آپ کے پردہ فرمانے سے چمنستان مظاہر علوم مرجھا سا گیا، ہر فرد غمدیدہ ورنجیدہ اور ہر کسی کے چہرہ سے افسردگی وپژمردگی صاف عیاں تھی اور ہر شخص

اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق سمجھتا تھا حضرت فقیہ الاسلامؒ کے لئے بھی یہ اندوہناک حادثہ فاجعہ تھا لیکن الحمد للہ جس ثابت قدمی، اولوالعزمی اور صبر وسکوت کا آپ نے مظاہرہ فرمایا وہ یقیناً آپ کا خاصہ تھا، مظاہر علوم کی مسند نظامت خالی ہوگئی تھی دو چار مہینہ نہیں مکمل سترہ ماہ سے مظاہر علوم کا مسند اہتمام اپنے نو وارد کے لئے پلکیں بچھائے ہوئے تھا بالآخر ع کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

ارباب حل وعقد اور اکابر مظاہر نے اتفاق رائے سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو مدرسہ کا قائم مقام ناظم ومہتمم مقرر فرمایا اور یہ تجویز پاس کی گئی۔

''۱۵ر رجب کو حضرت الحاج الشاہ مولانا محمد اسعد اللہ صاحب مرحوم ناظم اعلیٰ مدرسہ کے انتقال کی وجہ سے جو جگہ خالی ہوئی ہے، اس کو سردست پر کرنے کے لئے قرار پایا کہ فی الحال حضرت مولانا الحاج الحافظ المفتی مظفر حسین صاحب جو اَب تک نائب ناظم ہیں وہ بحیثیت قائم مقام ناظم کام کریں اور جن کاغذات پر حضرت ناظم صاحب مرحوم کے دستخط ضروری تھے ان پر مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بحیثیت قائم مقام ناظم دستخط ثبت فرمائیں۔'' (روداد ۱۳۹۹ھ ص۔۴)

اسی سال سے آپ کے مشاہرہ میں بھی اضافہ کیا گیا اور روداد مظاہر علوم میں درج ذیل عبارت تحریر کی گئی

''حسب تجویز سرپرستان صاحبان قائم مقام ناظم اعلیٰ مدرسہ ہذا اور تین سالہ گریڈ کے تیس روپے از ماہ رمضان اضافہ ہوا (روداد مدرسہ ۱۳۹۹ھ)

عہدۂ نظامت

اپنے بزرگوں کے دئے ہوئے اس بار امانت کو حضرت فقیہ الاسلامؒ نے نہ صرف سنبھالے رکھا بلکہ جو خدمت بھی آپ کے سپرد کی گئی اس کا حق ادا فرمادیا چنانچہ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی مؤمنانہ فراست اور ایمانی بصیرت نے حضرت فقیہ الاسلامؒ ہی کو اس گرانبار امانت کا سب سے اچھا اور بہتر امین سمجھتے ہوئے آپ کیلئے عہدۂ انتظام کو بایں تحریر خاص کردیا۔

''حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ کے انتقال کو تقریباً ۱۷ر ماہ گذر چکے ہیں ان کی جگہ جناب مفتی مظفر حسین صاحب بطور قائم مقام نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ بعد غور وخوض قرار پایا کہ یہ عہدہ مستقل طور پر مفتی مظفر حسین صاحب کے سپرد کردیا جائے۔ نائب ناظم اور ناظم کی بنیادی تنخواہ کا جو ایک سو روپیہ کا فرق ہے وہ یکم محرم ۱۴۰۱ھ سے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کی موجودہ تنخواہ میں شامل کردیا جائے''

بہرحال بزرگوں کے اس حسن انتخاب کے بعد ۱۴۰۰ھ کی روداد میں آپ کے نام کے ساتھ قائم مقام

ناظم اعلیٰ اور ۱۴۰۱ھ سے ناظم مدرسہ لکھا جانے لگا۔

حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی نظامت کے تدریجی مراحل ترقیات، تدریسی وفقہی خدمات، آپ کے دور میں مظاہر علوم کے عروج وارتقاء، کتب خانہ اور طلبہ عزیز کی تعداد میں حیرت انگیز اضافے اور آپ کی اہم صفات کو نہایت اجمال کے ساتھ اپنی کتاب ''نفح المشموم'' میں بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔

''واختاره الشيخ محمدزكريا الكاندهلوى والشيخ محمداسعدالله الرامفورى واعضاء الجامعة نائبا للمدير فى رمضان ١٣٨٥هثم بعد زمان، عُرض عليه منصب الادارة فانكره اولاً ثم حضرت ١٤٠١ه بعد ما ألحَّ عليه بعض اعضاء الجامعة، فهو المدير الاعلى من ذلك الزمان الى الآن وقدمضى على ادارته مع شغل التدريس نحو عشرين سنة يشرف على شؤنها يسعىٰ فى ارتقائها وازدهارها، وتقدمت الجامعة فى زمنه تقدماً باهراً، بُنيت فيهاعدة بنايات فسيحة وازداد ايضاً قسم التخصص فى التفسير وقسم تدريب الافتاء حسب المنهاج الحالى . ونمت فروع شتى لتحفيظ القرآن الكريم مع تجويده، وظهرت زيادات فى شهريات المدرسين والعاملين، وتعديلات فى المنهاج الدراسى، وبلغ عدد الطلاب الى نحو الف وثمانمائة، وانتهت فى مكتبتها كتب العلوم المختلفة بين مطبوع ومخطوط الى نحو ثلث مائة والف."

رمضان ۱۳۸۵ھ میں حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری، مولانا محمد زکریا کاندھلوی محدث کے علاوہ دیگر اکابر ومشائخ کی جانب سے نیابت کے منصب پر فائز ہوئے پھر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے سانحۂ ارتحال کے بعد آپ ناظم اعلیٰ ہوگئے، گو آپ نے اس عہدہ سے انکار فرمایا مگر اکابر کے اصرار پیہم نے اس پر مجبور کیا، آپ اسی وقت سے آخر حیات تک اس عظیم ادارہ کی نظامت جلیلہ پر فائز رہے، آپ کے دور اہتمام میں مدرسہ نے غیر معمولی ترقی کی، بہت سی نئی عمارات وجود میں آئیں، طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا، کتابوں کی تعداد میں بڑھوتری ہوئی، طلبہ کے وظائف، مدرسین کے مشاہرے بڑھے، ملازمین کی تنخواہوں میں خاطرخواہ اضافہ ہوا، شعبہ تخصص فی التفسیر موجود ہ نہج پر، شعبہ تدریب افتاء بھی آپ کی یادگار ہے، لائبریری کی کتابیں آپ کے دور نظامت میں تین لاکھ تک پہنچ گئیں۔

جس وقت حضرت فقیہ الاسلامؒ مظاہر علوم کے قائم مقام ناظم تھے اس وقت کے سارے خطوط جو اہم شخصیات نے آپ کے نام ارسال فرمائے تھے انکا احاطہ مشکل ہے البتہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ محمد ابرارالحق صاحب مدظلہ مظاہری ہردوئی کا ایک مکتوب گرامی درج ذیل ہے۔

مکرم ومحترم زید مجدہ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ نے مشرف فرمایا، جواباً معروض ہے کہ میں نے جس طالب علم کو تحریر دی تھی اس کو سمجھا دیا تھا کہ اگر داخلہ کھلے تو یہ تحریر دے دینا ورنہ نہیں اور کسی دوسرے مدرسہ میں چلے جانا وہاں تحریر دے دینا انہوں نے وعدہ بھی کیا تھا اسی لئے اس میں کسی مدرسہ کا نام نہ تھا سال سابق میں مدرسہ کا نام بھی تحریر کیا گیا ہے۔

تعجب ہے کہ اس کے باوجود انہوں نے تحریر پیش کر دی جس سے بہت ہی افسوس ہوا، ان کی اس بے عنوانی پر میں اپنی سفارش واپس لیتا ہوں، اب داخلہ کھلنے پر بھی میری طرف سے کوئی سفارش نہیں ہے حسب مصالح معاملہ فرمایا جائے نیز معروض ہے کہ مدرسہ کھلنے کے باوجود اگر مصالح کی وجہ سے کسی کا داخلہ نہ کیا جاتا تو بھی بحمدہ تعالیٰ اس ناکارہ پر اس کا کوئی اثر نامناسب نہ ہوتا یہ اس لئے معروض ہے کہ آئندہ اگر ایسی صورت ہو تو کسی معذرت کی تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ناکارہ سفارش تحصیل اجر کے لئے کر دیتا ہے، آئندہ جیسا آپ حضرات کی مصالح کا تقاضہ ہو۔ والسلام ناکارہ خادم

ابرار الحق

مورخہ ۱۷ر شوال ۱۴۰۰ھ م ۲۹ر اگست ۱۹۸۰ء

مکرم ومحترم جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب زید مجدہ السامی

قائم مقام ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

عالم گیر وهمه گیر شخصیت

اخیر کے چند سالوں میں امراض واسقام کے تسلسل اور شب وروز اسفار وہجوم کار کے باعث تدریس کا باضابطہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور آپ کے زیر درس بخاری شریف حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنی صاحب مدظلہ کے پاس اور ترمذی شریف جناب مولانا رئیس الدین صاحب کے پاس منتقل ہو گئیں لیکن علوم وفنون کا استحضار، حدیث وتفسیر کی باریکیوں، نکتہ آفرینیوں اور اس کے ابحاث کی پیچیدگیوں سے مکمل طور پر آپ کو دلچسپی رہی۔ دماغی رگ کے پھٹنے، آپریشن کے سبب ضعف ونقاہت بڑھنے، کثرت سے اسفار میں رہنے اور طلبہ وعملہ، مریدین ومعتقدین اور مہمانوں کے ہجوم میں گھرے ہونے کے باوجود کتب بینی کا ذوق اور مطالعہ کا شوق اپنی جگہ بحال رہا، رات دو بجے تک عموماً مطالعہ فرماتے رہتے تھے، فقہ وفتاویٰ کے جزئیات ہوں یا اساتذۂ مدرسہ کے علمی اشکالات، ملک وبیرون ملک سے مختلف دینی، ملی اور اصلاحی خطوط کے جوابات، مدرسہ کے انتظام وانصرام پر مکمل توجہ اور اسلام کی حقانیت اور اس کی ترویج واشاعت کے لئے فکرمندی، دعوت وتبلیغ کا کام انجام دینے والوں

کے لئے دعائیں اور درس وتدریس کا فرض ادا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ،تصنیفات وتالیفات کی افادیت اور خلق خدا ان کتابوں سے بھرپور رہنمائی حاصل کرے اس کیلئے تقریظات ،مدرسہ میں زیر تعلیم طلبہ کے روشن مستقبل کے لئے جگرسوزی ،مدارس دینیہ کی تابناکی اور تنظیمات اسلامی کے بقاء واستحکام کے لئے خلق خدا سے ہر ممکن امداد واعانت کے لئے سیکڑوں اپیلیں غرض حضرت فقیہ الاسلامؒ ایمان ویقین اور ثبات وعزم کی ایسی قندیلیں روشن کر گئے ہیں جن کی ضوفشانیوں اور کرنوں سے انشاء اللہ صدیوں تک نوع انسانی رہنمائی حاصل کرتی رہے گی ،انہوں نے راہ ہدایت کے متوالوں کیلئے رشد وہدایت کے سوتے اور چشمے جاری کئے جوان شاء اللہ تا قیامت خشک نہیں ہوں گے انہوں نے شیدائیان علم دین کیلئے تاحیات درس وتدریس کے ذریعہ پھول برسائے ،انہوں نے صحیح راستوں اور سچی راہوں کے طالبوں کی انگلی پکڑ پکڑ کر رہنمائی اور رہبری کے فرائض انجام دئے وہ بنی نوع انسان کی تباہی وبربادی ملت اسلامیہ کی ڈگمگاتی کشتی ،عالم اسلام کی زبوں حالی ،اسلامی عبادت گاہوں کے تقدس کی پامالی ،مسلمانان عالم کی پست ہمتی بالخصوص عالم اسلام کی خاموشی اور مختلف اسلامی ممالک پر صہیونی حملوں ،صلیبی وتلبیسی سازشوں پر دل کی گہرائیوں سے افسردہ ورنجیدہ تھے اور ہر ممکن کوشش فرماتے تھے کہ اسلام کی عظمت رفتہ بحال ہوجائے ،مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا عالی مقام مل جائے اور مسلمان اپنی اجتماعیت سے فسطائیت کے پرخچے اڑا کر رکھ دیں ،اپنی تقریروں میں ،تحریروں میں ،اپنوں میں ،بیگانوں میں ہر جگہ اور ہر سطح کے لوگوں میں اپنے دل کی بات صحیح اور سچی بات چاہے کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو بلا کسی خوف لومۃ لائم کے کہنے میں دریغ نہیں فرماتے تھے ،حق کی خاطر سینہ سپر ،سر بکف ،سنجیدگی ومتانت کا پیکر دلنواز ،نہ تصنع اور تکلف ،نہ بناوٹ کی رمق ،سادگی پسند سادہ مزاج ،اپنوں سے پیار بیگانوں سے الفت ،خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر کے پیکر مجسم ،بات کریں تو پھول جھڑیں ،مسکرائیں تو کلیاں شرمائیں ،آواز میں نرمی ولطافت ،بولنے پر آئیں تو موج دریا اور آبشار ،خاموش ہوں تو فرشتہ صورت ،خوب صورت چہرہ ،کشادہ پیشانی ،گندم گوں ،متوسط القامت ،نہ کم سخن ،نہ بسیار گو ،حق گو ،حق جو ،چلنے میں تیزی جیسے کسی ڈھلان سے اتر رہے ہوں ،نیچی نظریں ،سلام میں پہل ،علوم وفنون کا ایسا استحضار کہ کسی بھی موضوع پر گفتگو کریں تو مکمل تعاون ملے گا حدیث وتفسیر کے باریک سے باریک اشکال کریں دلائل کا انبار ملے گا ،صرف ونحو کی باتیں چھیڑ دیں تو کشمیری وبلیاوی کا عکس محسوس ہوں ،فقہ وفتاویٰ کا کوئی مسئلہ یا ماخذ پوچھ بیٹھیں تو شامی وبزازیہ ،عالم گیری وتاتارخانیہ سے متعدد حوالہ جات پیش ہوں ،کسی حدیث کی بابت پوچھ لیں تو مختلف کتب احادیث کی تعیین ،کسی بزرگ کا صرف مقولہ معلوم ہو اور صاحب مقولہ کا اسم گرامی دستیاب نہ ہو تو مایوس نہ ہوں آپ کے دربار گہر بار میں پہنچ کر اپنی تشنگی بجھائیے۔

خوبیاں لاکھوں بھری ہیں آپ کی تصویر میں کون سی خوبی پہ جاں دوں کس ادا پر مر مٹوں

احقر کا بارہا کا تجربہ ہے جب کسی عنوان پر لکھنے کی نوبت آئی اور دلائل وبراہین کی تلاش وجستجو میں سرگرداں

ہونے کے باوجود خاطر خواہ کامیابی نہ ملنے پر حضرتؒ سے رجوع کیا، حضرتؒ ہمت وحوصلہ افزائی کیساتھ مختلف کتب کی تعیین فرماتے، احقر نے ایک سلسلۂ گفتگو میں جھینگا سے متعلق عرض کیا کہ مفتی شبیر احمد صاحب مرادآبادی نے اس کی حلت پر مقالہ تحریر فرمایا ہے، علماء مظاہر کا اس سلسلہ میں کیا مسلک ہے؟ حضرت نے فرمایا درست نہیں! پھر فرمایا کہ اس سلسلہ میں تم مضمون لکھو، چنانچہ حضرت ہی کی تعیین پر احقر نے مضمون تحریر کیا اور آئینۂ مظاہر علوم میں بالاقساط شائع ہوا۔

اکابر کی روایات کے سچے محافظ، ہر قدم امداد ورشید واشرف کے خطوط ونقوش پر، کسی کے خلاف کبھی بھی غیبت نہیں فرمائی، دشمنوں پر الطاف کریمانہ اغیار سے بھی مراحم خسروانہ، برادران وطن سے بھی خندہ پیشانی سے ملاقات والہانہ، نہ اپنوں کا گلہ نہ غیروں کا شکوہ، صبر وچشم پوشی، اخلاق وتواضع اور تدین وتقویٰ کم از کم میری نظروں نے آپ جیسا نہیں دیکھا۔

فقیہ باخبر ایسا کوئی یارو بتائے تو ہو جس کا علم اذعانی ہو جس کا حکم ایقانی
رخ زیبا ہو جس کا مظہر اوعیٰ من السامع محدث ایسا دیکھیں گے کہاں اے وائے حرمانی

میرے استاذ حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنی صاحب دامت برکاتہم نے احقر سے فرمایا

''میاں! میں نے علوم وفنون کے استحضار اور حدیث واصول کے باب میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ جیسا باکمال عالم نہیں دیکھا''

فیضان مغاں ھے عام یہاں

مظاہر علوم سہارنپور میں پچاس سالہ درس وتدریس کے طویل ترین دور میں درس نظامی کی اکثر کتب بلکہ ابتدائی جماعت کی چند کتابوں کو چھوڑ کر سبھی کتابوں کے درس کا آپ کی ذات گرامی کو امتیاز واختصاص حاصل ہے، تقریباً ۳۳ رسال تک سنن ترمذی شریف کا جو محدثانہ، مفکرانہ، فقیہانہ اور مدبرانہ درس دیا اور اس طویل دور میں جن گرانقدر شخصیات نے آپ سے شرف تلمذ اور اکتساب فیض کیا ان میں ہندستان اور ہندوستان سے باہر ملکوں کے علما کی بہت بڑی تعداد ہے جن میں سے بعض محدث کبیر ہیں تو بعض مفتیٔ اعظم، بعض داعی اسلام ہیں تو بعض عظیم اداروں اور تنظیموں کے روح ورواں غرض۔

فیضانِ مغاں ہے عام یہاں، شکوے کی یہاں پر بات نہیں
جس رند کا جتنا ظرف ہے بس اتنی ہی پلایا کرتے ہیں

یوں تو ہر کتاب آپ کے لئے جیب کی گھڑی اور ہاتھ کی چھڑی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی، حدیث وتفسیر اور خاص کر فقہ وفتاویٰ پر جو درک اور مہارت تامہ آپ کو حاصل تھی اس کی دنیا گواہ ہے، جب حدیث وتفسیر کی

باریکیوں پر بات شروع فرماتے تو گویا معلومات کا دہانہ کھل جاتا، دوران درس اکابر واسلاف کے فرامین، بزرگوں کے استنباطات، فقہی جزئیات، رواۃ کے حالات، جرح وتعدیل، آیات وروایات سے مسائل کا استخراج، طویل ترین حدیث کا مختصر دلچسپ اور پرمغز خلاصہ، نکتوں سے نکتہ نکالنے کا ملکہ، ایک ایک حدیث سے حنفی مسلک کے اثبات کیلئے قرآن وسنت، اجماع وقیاس کا بھرپور سہارا، مختصر ترین حدیث پر طویل ترین تقریر فرماتے تھے آپ کا کلام بناوٹ اور لایعنی باتوں سے پاک وصاف ہوتا تھا۔

احقر کو بخاری شریف جلد اول اور ترمذی شریف جلد اول آپؒ ہی سے پڑھنے کا موقع ملا، احقر کو یاد ہے کہ صرف باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر کئی دن تک محققانہ اور فقیہانہ تقریر فرماتے رہے، گھنٹہ کے ختم پر جہاں تک بات پہنچی تھی اگلا سبق اسی بات سے شروع فرماتے تھے۔ دو دو گھنٹے ایک ہی ہیئت اور ایک ہی نشست پر بیٹھ کر پڑھانا، حدیث نبوی کے احترام میں دوزانو بیٹھنا، تقریر میں لایعنی باتوں اور ادھر اُدھر کی لغویات سے مکمل احتراز آپ کا خاصہ تھا، جب آپ دوران سبق تقریر شروع فرماتے یا کسی اختلافی اور نزاعی مسئلہ پر گفتگو کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ گویا سمندر کی شدید لہروں اور تھپیڑوں میں خس وخاشاک بہتے جارہے ہیں، طلبہ آپ کی تقریر کے دوران ایسا محو ہوجاتے کہ انہیں اپنے آپ کا خیال تک نہ رہتا تھا، صرف لفظ غسل پر مسلسل تین دن تک کلام فرماتے رہے اور دوران سبق اپنے محدثانہ محققانہ اور فقیہانہ اسلوب وبانکپن سے آگے نہیں بڑھتے تھے، آپ کی ایک بہت ہی اچھی اور پیاری عادت یہ تھی کہ آپ دوران تقریر ''ایک بات اور سن لو'' ''ایک بات رہ گئی'' جیسے الفاظ بول کر کئی کئی گھنٹے تقریر فرمادیتے تھے اور مجمع ٹس سے مس نہیں ہوتا تھا۔

احقر اور احقر کے کئی ساتھیوں میں یہ بات پہلے ہی طے ہوجاتی کہ اس جگہ فلاں سلسلے میں تم پوچھنا اور فلاں مسئلے میں میں اعتراض کروں گا اور یہ سارے تانے بانے بن کر جب سبق میں پہنچتے، سبق شروع ہوتا اور کوئی طالب علم سوچتا کہ اب حضرت خاموش ہوں تو پہلے سے متعین کردہ فلاں اعتراض کروں گا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا ٹھیک اسی وقت حضرت علیہ الرحمہ اسی عنوان اور اسی موضوع ومسئلہ پر گفتگو فرمارہے ہوتے تھے، یہ اور اس کے علاوہ متعدد واقعات ایسے پیش آتے رہے جس سے خرقِ عادات، کشف وکرامات اور آپ کی ایمانی بصیرت ومومنانہ فراست کھل کر ظاہر ہوتی تھی۔

کہنے سے پہلے سمجھ لینا ہمیشہ دل کی بات
آخر اس کو کیا کہوں روشن ضمیری کے سوا

بسا اوقات آپؒ بالکل خالی الذہن ہوتے تھے کوئی ہمہ گیر موضوع ذہن میں نہ ہوتا تھا اور متعلقین تقریر کی فرمائش اور درخواست کرتے تو حضرت بطور نصیحت کچھ فرمانا شروع کرتے اور بات سے بات، عنوان سے عنوان

ملتا اور جڑتا چلا جاتا اور نوبت یہاں تک پہنچتی کہ آپ کی وہی مجلس کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل ہوتی تھی۔

وہ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر علماء کرام کی صف اول کے ممتاز فرد فرید تھے، لاکھوں عقیدت مندوں کی تمناؤں کے مرکز، صلحاء امت کی دعاؤں کا ثمرہ، مظاہر علوم کے اساتذہ کے مابین ایک مشفق ناظم ومتولی، طلبہ عزیز کے لئے ایک پر وقار بارعب اور سنجیدہ استاذ حدیث، سیکڑوں مریدین، معتقدین ومتوسلین اور خلفاء مجازین کے پیر ومرشد، بہت سے دینی اداروں کے سرپرست اور مختلف دینی امورانجام دینے والی اسلامی تنظیمات کے خاموش مگر فعال رہبر اور اپنے اہل خانہ کے لئے نہایت شفیق اور حلیم شخصیت سبحان اللہ۔

گرداب شب غم ٹوٹے گا

آپ کی مرنجامرنج ذات گرامی سے فائدہ ہر کسی کو پہنچا اور یہی ان کی طبیعت ثانیہ اور مزاج ومذاق تھا، مظاہر علوم سہارنپور کے طویل ترین دور نظامت میں متعدد بار ایسے موڑ اور ایسے مواقع پیدا ہوئے جنہوں نے مادر علمی کے درو بام کو لرزہ براندام کردیا، اس کی تعلیمی اور انتظامی پیش رفت میں رخنے ڈالے گئے، کچھ مفاد پرست اور ابن الوقت افراد کی طرف سے مسلسل ایذارسانی اور تکلیف دہی جاری رہی اور آپ ان مصائب وشدائد کو جھیلتے رہنے کے باوجود کبھی بھی آپے سے باہر نہیں ہوئے، مخالفین مدرسہ کے حق میں اپنے استاذ حضرت شیخ الحدیثؒ سے نسبت کی وجہ سے کبھی بھی بد دعا نہیں فرمائی، ہمیشہ احترام سے نام لیتے اور برابران کے حق میں دعاء خیر کرتے رہے اگر آپ چاہتے تو بہت کچھ ہوسکتا تھا تکلیف دینے والوں کو جواب دیا جاسکتا تھا، ان کی کمیوں اوران کے کالے کرتوتوں سے عوام الناس کو واقف کرایا جاسکتا تھا، اپنے اوپر لگائے جانے والے غبن اور خرد برد کے الزام کا مسکت جواب دے سکتے تھے لیکن آپ نے کبھی ان کے خلاف علم انتقام نہیں اٹھایا، خود بھی صبر کرتے رہے، مدرسہ کے متعلقین اور اپنے ماتحتوں کو صبر کی تلقین فرماتے رہے اور زبان حال سے کہتے رہے ؎

گرداب شب غم ٹوٹے گا یہ رات بھی ڈھلنے والی ہے کشتی بھی تو چلتی رہتی ہے طوفان بھی آیا کرتے ہیں

مخالفین مدرسہ نے مدرسہ مظاہر علوم کے مغصوبہ احاطہ دار جدید کا حکومت سے رجسٹریشن کرالیا، ایک شرعی اور فقہی مسئلہ کی وجہ سے آپ نے اس رجسٹریشن کی مخالفت فرمائی، مخالفین نے اس قدیم اور وقف علی اللہ مظاہر علوم کے چندے رکوانے کی ہزاروں ناپاک کوششیں کرلیں، اسے بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے الزامات عاید کئے، لغویات بکی گئیں، طعنے دئے گئے، گالیاں دی گئیں، آپ کی شان میں بیہودہ کتابیں اور پمفلٹ چھاپے گئے، ہمدردان مدرسہ کو مدرسہ اور آپ سے بدظن کرنے کے سوجتن کر لئے گئے، وقت کے بڑے بڑے بزرگوں اور خدارسیدہ شخصیتوں کو اپنی غلط بیانیوں اور تلبیسی تاویلوں سے اپنا ہمنوا بنالیا، مدرسہ کے بند اور مقفل ہونے کے افسانے گھڑے گئے ایسے پر آشوب دور میں ہر شخص کا فکر مند ہونا ایک ضروری اور لابدی امر تھا لیکن

آپ گویا ہمیشہ یہی کہتے رہے۔

سفینہ برگ گل بنالے گا قافلہ مور ناتواں کا ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

ابتلاء وآزمائش، امتحانی دور، آلام ومصائب پر صبر کے سلسلے میں آپ برابر فرماتے تھے کہ حزن وغم، مصائب اور ناگوار حالات پیش آنے اوران میں مبتلا ہونے سے انسان کو جتنی باطنی ترقی ہوتی ہے، برسوں کے مجاہدوں سے حاصل نہیں ہوتی، بشرطیکہ شکایت پیدا نہ ہو اور صبر کرتا رہے، ابتلاء بڑوں کو بھی پیش آتا ہے اور حسب مراتب چھوٹوں کو بھی ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل، سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہے پھر درجہ بدرجہ جیسے مراتب ودرجات ہوتے ہیں ویسے ہی ان کی آزمائش اور امتحان بھی ہوتا ہے۔

پریشان حال افراد کی خبر گیری، مصیبت زدوں کی دستگیری، آزمائش سے دوچار اور مصائب سے برسر پیکار حضرات کی دلداری آپ کا شیوہ اور طرہ امتیاز تھا، ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور سلسلہ مسترشدین میں شامل ہونے کے بعد اپنی پریشانیاں بتانے لگے اور اسی ضمن میں اپنے مخالفین کی مخالفت، معاندین کی معاندت اور حاسدین کے حسد اور ان کے ذریعہ لگائے گئے الزامات اور اتہامات بتانے کے بعد ان کے تدارک، علاج اور ان کے دفع شر کے نسخے معلوم کرنا چاہا، آپ نے واقعات ونظائر کی روشنی میں سرکار دوعالم ﷺ کا اسوہ ان کے سامنے رکھا اور صبر کی تلقین کی، انہوں نے آپ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر برجستہ ایک شعر پڑھا ۔

رگوں میں دوڑتی پھرتی حیات سی آئی
یہ ہاتھ ہاتھ میں آیا کہ زندگی آئی

آپؒ نے فرمایا کہ یہ تو آپ کی محبت کی بات ہے مزید فرمایا کہ اگر کوئی کچھ کہتا ہے تو اس کا خیال نہ کریں یہ وقتی چیز ہوتی ہے آخر کب تک کہیں گے آپ اپنی جانب سے کچھ نہ کہیں صبر کریں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جس وقت یہاں ہنگامہ ہو رہا تھا میرے متعلق کتنا اور کیا کیا کہا گیا، مودودیت کا الزام بھی لگایا مگر حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جتنا کچھ کہا گیا اس کا اثر منجانب اللہ اچھا ہوا۔ جب آپ حق پر ہیں تو کوئی کچھ بھی کہے فکر نہ کریں، ضبط سے کام لیں، جواب دہی کا خیال نہ کریں ایسے ہی غلط انتساب اور مخالفت کے موقعہ پر حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا تھا جب ان کو رفض کے ساتھ متہم کیا گیا تھا ۔

لو کان رفضاً حب آل محمد فلیشهد الثقلان انی رافضی

(ملفوظات فقیہ الاسلام ص ۱۴۹ تا ۱۵۳)

تجھ پہ جو آئے مصیبت صبر کر اور کر خیال سختیاں کیا کیا ہوئیں ہیں انبیاء کے واسطے

بہر حال اپنوں کی بے وفائیاں، بیگانوں کی دل آزاریاں، اپنے ناخلف شاگردوں کی الزام تراشیاں اور طرح طرح کی بیہودگیاں سہنے اور جھیلنے کے باوجود آپ کے پائے ثبات میں کبھی بھی لغزش نہ آئی، مدرسہ مظاہر علوم پر تقسیم اور وقف علی اللہ اور رجسٹریشن کے جھگڑے کے موقع پر مخالفین وقف چونکہ اپنی تلبیسی چالوں، عیاریوں، مکاریوں اور مگرمچھ جیسے آنسوؤں سے نیز اپنے خاندانی بزرگوں کی نسبتوں اور ان مرحومین کی ہڈیوں کے طفیل کاروان اکابر کی ایک بڑی تعداد کو اپنا ہمنوا بنالیا تو ایسے وقت میں حضرت کو بھی خیال گزرا کہ میرا وقف علی اللہ کا موقف غلط تو نہیں؟ جو بڑے بڑے بزرگان دین فریق مخالف کے حق میں ہیں (یعنی رجسٹریشن کی تائید میں) حضرت مولانا الشاہ مسیح اللہ خانصاحب خلیفۂ اجل حضرت تھانویؒ کی قبر نور سے پرنور ہو آپ کے کانوں تک حضرت مفتی صاحبؒ کا یہ فکر و تردد اور آپ کی الجھن پہنچی تو حضرت جلال آبادیؒ بے چین ہو گئے فوری طور پر اپنے نور نظر لخت جگر جناب مولانا صفی اللہ خانصاحب (بھائی جان) کو اپنی جیب خاص سے ایک ہزار روپے کی رقم دیکر سہارنپور حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے پاس بھیجا اور یہ پیغام بھی کہ

''کہ آپ کی ذات میرے لئے مفرح قلب اور مقوی قلب ہے، یہ ایک ہزار روپے مدرسہ کے لئے حاضر ہیں آپ کسی الجھن اور فکر سے دوچار نہ ہوں آپ ہی حق پر ہیں''

ظاہر ہے ایسی ذات ستودہ کی ڈھارس اور مدرسہ کے لئے صرف زبانی جمع خرچ نہیں ایک ہزار کی خطیر رقم اپنی جیب خاص سے بھجوائی اور جن بلند و بالا الفاظ سے آپ کے عزائم، ارادوں اور موقف کی کھل کر تائید و حمایت فرمائی اس سے بلاشبہ حضرت مفتی صاحبؒ کو بہت زیادہ قوت حاصل ہوئی اور حضرت شاہ جلال آبادیؒ نے اسی پر بس نہیں فرمایا وقف علی اللہ کی حمایت و اثبات اور رجسٹریشن کے قبائح و نقصانات پر ایک مبسوط کتاب ''شوریٰ و اہتمام'' لکھ کر مظاہر علوم کی گرانقدر خدمت انجام دی، اپنے بڑوں کے ان ہی حوصلہ افزا کلمات اور قدم قدم پر تعاون کی یقین دہانیوں سے حضرت مفتی صاحبؒ کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں ہوئی اور آپ ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہے کہ ۔

تری خاک میں ہے اگر شرر، تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر ہمت و حوصلہ اور جذبۂ و عزم کی جو گرانقدر خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں جس کی وجہ سے ہر شخص کو آپ سے بہت سی توقعات اور امیدیں وابستہ تھیں، آپ اس شعر کا مصداق تھے ۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دئے ہیں انداز خسروانہ

آپ نے مظاہر علوم کے بقاو تشخص کے لئے جو کمر ہمت باندھی تھی اور ۔

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

کا نعرہ مستانہ لگا کر اپنی مادر علمی کے بال و پر اور نوک و پلک کو سدھارنے اور اغیار کے ہاتھوں میں جانے سے روکنے میں جو گرانقدر رول اور کردار ادا کیا تھا وہ یقیناً آپ کا ایک تجدیدی کارنامہ شمار کیا جائے گا ۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جسکی حسرت و غم اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

بیعت وخلافت

فقیہ الاسلامؒ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ جیسے علم دین کی دولت سے آراستہ و پیراستہ تھے اور معقول و منقول علوم و فنون میں جس طرح مہارت رکھتے تھے اسی طرح سلوک و تصوف کے میدان کے مجاہد بھی تھے، آپ کے اندر بزرگان دین اور سلف صالحین کے تمام طرز و انداز موجود تھے، آپ کے والد ماجدؒ کی ذات گرامی اپنے دور میں آفتاب درخشاں تھی پھر مظاہر علوم کا علمی، نورانی، مبارک و پاکیزہ ماحول آپ کو میسر آیا، قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کی مشہور و معروف شخصیت اور آپ کی روحانی مرکزیت و علمی مرجعیت، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب (خلیفہ حضرت تھانویؒ) کی دکان معرفت، استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوریؒ کی نادرۂ روزگار شخصیت اور اللہ کا بہت بڑا احسان کہ استاذ الکل شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پورقاضویؒ کا وجود گرامی غرض اس وقت حاملین طریقت اور سالکین تصوف کی ایک منڈی مظاہر علوم میں موجود تھی۔ جہاں سلوک و تصوف کا ہر سامان دستیاب تھا، جہاں معرفت و روحانیت کے جام چھلکتے اور خم کے خم لنڈھائے جاتے تھے، جہاں کی شراب معرفت نوش جان کر کے سالک روحانیت کے اعلیٰ مدارج کو طے کرتا تھا اور ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس دریائے بیکراں سے سیراب و فیضیاب ہوتا تھا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو چونکہ استاذ گرامی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی، اس لئے آپؒ سے بیعت و ارادت کا رشتہ استوار کیا لیکن آپ کا مزاج تھانویت کا رنگ لئے ہوئے تھا جبکہ استاذ محترم کے یہاں خلیلی و رشیدی فیوض کا ابر باراں برستا تھا، اس لئے اپنے مشفق و کرم فرما حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے دربار گہربار میں پہنچ کر تمغۂ خلافت واجازت حاصل کیا اور مرشد گرامی نے اجازت نامہ میں درج ذیل تحریر سامی سپرد قلم فرمائی۔

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ۔حامداً و مصلیاً

مورخہ ۵ رمحرم الحرام ۹۶ھ بروز پنجشنبہ قبل اذان عصر حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو اجازت بیعت وتلقین دی گئی۔فقط محمد اسعد اللہ

حضرت فقیہ الاسلامؒ سے مرشد گرامی کو جو محبت اور خصوصی شفقت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت فقیہ الاسلام مخانہ اسعدی کے جرعہ نوشوں میں شامل ہوئے تو دستور یہ ہے کہ طالب وسالک خوش ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ برعکس تھا، حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ اپنے شاگرد رشید کو خلافت دیکر نہایت مسرور وشاداں تھے اور خلافت بھی مجمع عام میں عطا فرمائی تا کہ دنیا کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کی اس خوبی کا بھی پتہ چل جائے، یہی نہیں حضرت مرشد گرامی کی خوشی کا اس سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اپنے مصاحبین اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

''شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ (جو اس وقت شیخ الحدیثؒ مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے)
کو اس کی اطلاع کر دو کہ میں نے آج مفتی مظفر حسین صاحب کو اجازت بیعت وخلافت دیدی ہے''

ادیب زماں حضرت مولانا اطہر حسین صاحب ''نفح المشموم'' میں رقم طراز ہیں۔

''واجازه بروایة جمیع مرویات الحدیث، وبیعة الارشاد والسلوک فی السلاسل الاربعة بین یدی جم غفیر فی ۱۳۹۶ھ (کما اجازه مشائخ اخر من اصحاب الشیخ الکبیر حسین احمد المدنی، والامام الشیخ عبدالقادر الرائفوری) وکان الشیخ محمداسعدالله الرامفوری مسروراً بتلک الاجازة حتی قال لبعض خدامه، عند ما اجازه ''اکتبوا الی الشیخ محمد زکریا انی اجزته'' (وکان اذ ذاک بمکة المکرمة) وسببُ مسرته انه اجاز من هو اهلها وخیر مصرف لها وحری بها لانهٗ رجل کریم متورعٌ متواضع صالح الاعمال حسن الاخلاق،

شیخ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنی ''ہر دو حضرات کے بعض خلفاء کے علاوہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے بھی آپ کو سلاسل اربعہ میں بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی تھی، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ اس اجازت سے بہت خوش تھے، اپنے بعض خادموں سے فرمایا کہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو (جو اس وقت مکہ میں مقیم تھے) لکھ دو کہ میں نے مفتی مظفر صاحب کو اجازت دیدی ہے، اس مسرت کا سبب اسکے علاوہ کچھ نہیں کہ آپ انکو اس عظیم منصب کا صحیح معنی میں اہل سمجھتے تھے اس لئے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ نہ صرف اخلاق نبویہ سے متصف ایک عالم دین تھے بلکہ اس منصب جلیل کے پوری طرح اہل بھی تھے۔آپ اخلاق حسنہ کا پیکر تھے۔

لین الطبع کریم الصحبة قانعاً بالکفاف کا لسلف الصالح فی الزهد عن الدنیا ومزخرفاتها وفی الاخلاق والتورع والصدق والمواظبة علی الاذکار والعبادات، غلب علی طبعه الرأفة والشفقة علی الخلق والجود والسخا وتارۃً یبذل من المال قدراً خطیراً علی طلاب العلم وغیرهم من ذوی الحاجات، ولذا ترک ضیعته التی توارثها عن والده لاسترزاق اقاربه ولم یستفد منها شیئاًقط وماأخذمنهم عوضاً ولااجراً"

تقویٰ وطہارت، پاکیزگی، پرہیزگاری، تواضع، صلاح اعمال، حسن اخلاق، نسبت شیخ، کرم صحبت، قناعت پسندی میں وہ اپنے اسلاف کا نمونہ تھے، دنیا کی دلفریب رعنائیوں سے بیزار تھے، اذکار وعبادات پر پابندی کے ساتھ کاربند تھے، آپ کی طبیعت پر رحمت وشفقت کا عنصر نمایاں تھا، جود وسخا آپ کی طبیعت تھی، طالب علموں پر کبھی کبھی آپ خاموشی سے بڑی رقوم صرف فرمادیتے، قناعت پسندی، اعزہ کی خبرگیری انکا نمایاں وصف جمیل تھا، میراث پدری میں ملنے والی زمین وجائداد آپ کے اعزہ کے تصرف میں رہی، باوجود ضرورت وقدرت کے کبھی اس کو لینا پسند نہیں کیا کبھی اس کا بدل یا اجرت طلب نہیں کی ان کی فرمائش کے باوجود ہمیشہ اسکے لینے سے انکار فرماتے رہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ سے کسی نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے آپ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کسی کو اس زمانہ میں نوجوان ولی دیکھنا ہوتو ان کو (آپ کو) دیکھ لے، اس پر حضرت فقیہ الاسلامؒ نے فرمایا

''واقعی حضرت ناظم صاحبؒ کو مجھ سے بہت تعلق تھا اور یہ فرماتے تھے کہ بیٹے محمد اللہ سے بھی تعلق ہے مگر ان سے جسمانی تعلق ہے جو ایک فطری بات ہے لیکن روحانی اعتبار سے جس قدر تعلق تم سے ہے ان سے نہیں، حضرتؒ کی مجھ ناکارہ پر بہت زیادہ شفقتیں تھیں، جو کچھ بھی ہے ان ہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہے''
(ملفوظات فقیہ الاسلام صفحہ ۱۶۴)

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب میرٹھی لکھتے ہیں

''ہمارے حضرت کے شیخ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ' سابق ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے مزاج سے واقف تھے، حضرت خود فرماتے ہیں کہ مدرسہ کے معاملہ میں جب کوئی مشورہ ہوتا تو میں ایک نقاد کی طرح اس کو سنتا اور بعد میں غور کرکے جب اس کے نشیب وفراز کی روشنی میں کچھ معروضات پیش کرتا تو حضرت بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمالیتے۔ حضرت کو آپ کے شیخ تنہائی میں بیٹا کہہ کر پکارتے اور مجلس میں ''ہمارے مفتی صاحب'' کہتے تھے، ایک بار ایسا ہوا کہ مجلس میں حضرت پہونچے تو کسی نے ''مفتی صاحب'' کہہ دیا تو فوراً حضرت

ناظمؒ صاحب نے ارشاد فرمایا ''لوگوں کو سلیقہ نہیں حضرت مفتی صاحب کہنا چاہئے''۔
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی مجلس میں بھی آپ کی پذیرائی کا یہی عالم تھا حضرت شیخ بھی آپ کو ہمارے مفتی صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔
حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے نہ صرف یہ کہ آپ کو خلافت عطا فرمائی بلکہ آپ کی علمی و عملی صلاحیتوں کے بھی روز اول سے قائل تھے جس کا اظہار وقتاً فوقتاً فرماتے رہتے۔
قاری حسام الدین نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حاجی محمد عارف صاحب کو بغرض بیعت حضرت مفتی صاحب کے پاس لے گیا تو حضرت والا نے فرمایا ''بڑوں کی موجودگی میں میرے لئے ٹھیک نہیں کہ میں بیعت کروں حضرت ناظم صاحب کے پاس جاؤ اور وہاں بیعت کرادو اور میرا بھی نام لے دینا کہ مظفر نے بھیجا ہے''۔ چنانچہ میں حاجی محمد عارف کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کی خدمت میں لے گیا اور حضرت مفتی صاحب کا حوالہ دے دیا تو حضرت ناظم صاحب نے بیعت فرمالیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ ''گو مفتی صاحب عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں لیکن علم و عمل میں مجھ سے بہت بڑے ہیں''
حضرت ناظم صاحبؒ نے جب آپ کو اجازت بیعت مرحمت فرمائی تو مجلس میں مولانا محمد اللہ صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ اس تحریر کو مجلس میں پڑھ کر سناؤ اور اس تحریر کو سنانے کے بعد پھر طلب کیا اور یوں فرمایا کہ ''یہ بھی اعلان کردو کہ مفتی مظفر اس کے اہل ہیں میری اولاد میں کوئی اس کا اہل نہیں''

(آئینۂ مظاہر علوم جلد نمبر ۶ شمارہ ۲)

سیاسی مسلک

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی مشہور و متعارف شخصیت مرجع خلائق تھی، آپ کے پاس ہر طبقہ و رتبہ اور ہر مسلک و مشرب اور مذہب کے افراد و شخصیات کا تانتا بندھا رہتا تھا جن میں ایک معتد بہ تعداد ایسے حضرات کی ہوتی تھی جو ملک کے کسی باوقار عہدے پر ہوتے یا اپوزیشن لیڈران جن کی پوزیشن سے سبھی واقف ہیں حاضر ہوتے رہتے تھے، خاص کر الیکشن وغیرہ کے مواقع پر ملک کے دور و دراز خطوں کے بعض اہم لیڈران صرف دعا کیلئے حاضر ہوتے تھے، حضرتؒ ان لوگوں سے اپنی عادت اور مزاج و مذاق کے خلاف ہوتے ہوئے بھی بہت اخلاق اور تواضع سے پیش آتے تھے، واردین میں ہندو بھی ہوتے تھے، سکھ بھی، مسلمان بھی ہوتے تھے اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی بلکہ بعض مرتبہ پنڈت اور ملحد قسم کے افراد چاہے کسی بھی قسم کی پارٹی ہو، مرکزی لیڈر ہو یا صوبائی وزیر مگر حضرت ناظم صاحبؒ کی کبھی کوئی سیاسی پارٹی نہیں رہی، کسی بھی پارٹی کے لئے کھل کر سامنے نہیں آئے، اخبارات میں کسی مخصوص پارٹی کو ووٹ اور سپورٹ کرنے کے بیانات نہیں دئے اور ہمیشہ اپنے اکابر کے اصولوں اور روایتوں کو دل و جان سے گلے لگائے رکھا۔
آج کل سیاست بدنامی کے جس مقام پر پہنچ چکی ہے اور سیاسی افراد نے جس بری طرح ''نیک نامی'' اور

''سادگی'' کے جنازہ کو کندھا دیا ہے اس سے آپؒ بہت ہی بیزار رہتے تھے خاص کر رشوت ستانی کی جو وبا ملک میں سرطان کی طرح پھیلی ہوئی ہے دل کی گہرائیوں سے اس کو برا سمجھتے تھے اور ایسے افراد کی دعوتوں کو بھی قبول کرنے میں نہایت درجہ محتاط رویہ اپناتے تھے۔

دراصل مظاہر علوم کے اکابر کا کسی بھی دور میں کوئی سیاسی مسلک نہیں رہا اور کسی بھی سیاسی پارٹی سے انسلاک کو وہ ہمیشہ معیوب تصور کرتے رہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ ہر ممکن کوشش فرماتے تھے کہ غیر مشرع، عصری تعلیم یافتہ اور آزاد خیال افراد کے ذریعہ منعقد کئے جانے والے جلسوں میں شرکت نہ ہو اس لئے کہ اس قسم کے جلسوں میں شرکت آپ کے مزاج کے خلاف تھی۔

''مدرسہ مظاہر علوم کا دستور العمل'' کے صفحہ ۵ پر درج ہے کہ

> ''کسی ملازم یا طالب علم مظاہر علوم کو اجازت نہ ہوگی کہ وہ کسی ایسی جگہ شرکت کرے جس جگہ کی شرکت مظاہر علوم کے مسلک یا مفاد کے لئے ضرر رساں ہو''

اسی کی چند سطور بعد تحریر ہے کہ

> ''کسی اشتباہ کے موقع پر مجلس شوریٰ یا ادارۂ نظامت کو حق ہوگا کہ وہ مظاہر علوم کے مسلک کی وضاحت کے لئے کوئی اعلان جاری کرے یا تقریر کے ذریعہ غلط فہمی کو دور کرنے کا انتظام کرے۔''

کتابچے کے اندرونی صفحات میں یہ دفعہ بھی مرقوم ہے

> ''بوقت ضرورت قومی اور ملکی مسائل میں مظاہر علوم کے مسلک اور طرز عمل کی تعیین و اشاعت کرنا''

حضرت فقیہ الاسلامؒ ہمیشہ ان اصولوں پر کاربند رہے، اپنے مسلک سے سر مو انحراف نہیں کیا، قدم قدم پر بزرگوں اور اسلاف کے متعین کردہ نقوش پر عمل پیرا رہے، سیاسی پارٹیوں اور تقریبات میں شرکت نہیں فرمائی، مسلک و قوم کے لئے جب بھی کوئی ایسا مرحلہ پیش آیا جس سے ملک کی سالمیت مجروح یا قوم کی صالحیت مخدوش ہوئی تو مختلف اخبارات میں آپ کا موقف اور حق نما و حقیقت افروز تبصرے شائع ہوئے۔

کشمیر کے قضیہ پر وہ کھل کر ہندوستان کی حمایت فرماتے رہے، مفتی سعید کشمیری کی بیٹی کے اغوا پر کھل کر اغوا کاروں کی مذمت فرمائی، ایمرجنسی حالات میں چونکہ براہ راست اسلام اور اہل اسلام کی ساکھ مجروح ہورہی تھی اس لئے جم کر حکومت ہند کی مخالفت فرمائی، پاکستان کی کارگل میں دراندازی اور دوطرفہ جنگی ماحول کے موقع پر پاکستان کو خاطی اور قصوروار بتلایا، عراق پر پہلے اور دوسرے دونوں حملوں کو امریکہ کی کھلی اسلام دشمنی قرار دیا، ہندوستان میں مذہبی عبادت گاہ بل کی بانگ دہل مخالفت فرمائی اور فیکس کے ذریعہ اس کالے قانون کو واپس لینے

کی صدر جمہوریہ سے مانگ کی ''وندے ماترم'' کے مسئلہ پر حکومت ہند کی سخت الفاظ میں تنقید فرمائی، کھٹمنڈو سے اغوا کر کے قندھار لیجانے والے اغوا کاروں کی حرکت کو اسلام کی تعلیمات کے خلاف بتایا، دہشت گردی کسی بھی مذہب کی طرف سے ہو اور ہر دہشت گرد ثبوت کے ملنے پر مستحق سزا ہے آپؒ کا موقف تھا، غلط اور بے بنیاد ثبوتوں کی بنیاد پر کسی بھی شخص کی گرفتاری پر نکیر فرماتے تھے، افغانستان پر امریکی حملے سے بہت ہی رنجیدہ ہوئے غرض جب بھی کوئی ایسا موقع آیا جب اسلام اور اہل اسلام پر کسی بھی طرح انگشت نمائی کا موقع دشمنوں کو ملے اس سے پہلے آپؒ اپنے موقف کا اعلان فرماتے اور صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط ٹھہراتے رہے۔

آپؒ نہ تو خود کبھی رواجی سیاست سے جڑے اور نہ ہی اپنے ماتحتوں کو کبھی اس قسم کا موقع دیا بلکہ ایک بار تو آپؒ نے مختلف اخبارات میں یہ اعلان بھی شائع کرایا۔

''آج کل کے حالات کے پیش نظر میں واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کا کوئی سیاسی مسلک یا کسی بھی سیاسی جماعت سے اس کی کوئی وابستگی نہیں ہے، اگر مدرسہ کا کوئی مدرس وملازم یا اس سے متعلق کوئی سیاسی رائے رکھتا ہے تو یہ اس کا نجی اور ذاتی فعل ہے، مدرسہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں'' (آئینۂ مظاہر علوم جلد ۴ شمارہ ۴ صفحہ ۴)

ایک بار دارالعلوم دیوبند کے کسی طالب علم نے ''ہندوستان میں امارت شرعیہ کا قیام'' کے عنوان پر کوئی مقالہ لکھا جس کے مشمولات کی علماء دارالعلوم نے کھل کر حمایت کی اور انتخاب امیر کے لئے کسی ''ہستی'' کا نام نامی بھی سامنے آیا اور ''نومنتخب'' امیر، امارت وقیادت کی جملہ شرائط سے دور ایسے وقت میں حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ''ہندوستان میں امارت شرعیہ کا قیام اور اس پر مظاہر علوم وقف کا موقف'' کے عنوان سے ایک وضاحتی بیان شائع کرایا جس کا پورا متن درج ذیل ہے۔

'اس وقت یہ وضاحت نہایت ضروری اور اہم ہے کہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء کے اجلاس سہارنپور میں اس ملک کے ممتاز علماء ومشائخ کو انعقاد امارت شرعیہ ہند سے اتفاق نہیں تھا، جیسا کہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور مدرسہ امداد العلوم خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کے اکابر علماء اور مفتیان کرام کی عدم موافقت انتخاب اور امیر شریعت کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے رسالہ جزء الامارات میں تحریر فرمائی ہے (از ص۔۲ تا ص۔۳) چنانچہ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کے جملہ اصحاب حل وعقد کا ہنوز وہی مسلک وفیصلہ ہے جو اکابر مدرسہ مذکور کا تھا۔

جہاں تک اہل مذہب کی نصوص کا تتبع کیا گیا تو امیر سے متعلق جو شرائط فقہائے عظام نے بیان فرمائی ہیں وہ اس وقت ہندوستان میں محقق نہیں ہیں۔

لہٰذا کسی ایسے امیر کا انتخاب جس میں شروط معتبرہ (قدرت اور قوت تنفیذ وغیرہ) موجود نہ ہوں، اس پر

شرعی امیر کا اطلاق نہیں ہوسکتا''۔فقط العبد

مظفر حسین المظاہری

ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

اس گرانقدر وضاحتی بیان میں مدرسہ کے مؤقر علماء کے دستخط بھی ثبت ہیں جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

یحییٰ غفرلہ　اطہر حسین عفی عنہ　وقار علی　محمد قاسم غفرلہ　محمد یامین

دارالافتاء مظاہر علوم　مدرس مظاہر علوم　مدرس اعلیٰ مدرسہ ہذا　مدرس مدرسہ ہذا　ناظم تعلیمات مدرسہ ہذا

فضل الرحمٰن مظاہری　محمد یعقوب عفی عنہ　نذر توحید المظاہری　مجد القدوس عفا اللہ عنہ　اشتیاق احمد مظاہری

مدرس مدرسہ ہذا　مدرس اعلیٰ مدرسہ ہذا　استاذ مظاہر علوم (وقف)　مفتی مظاہر علوم (وقف)　مفتی مظاہر علوم (وقف)

(آئینہ مظاہر علوم جلد ۳ ،شمارہ ۲)

علماء مظاہر کا مسلک بالکل واضح اور روشن رہا ہے،انہوں نے نہ تو کبھی سیاست کے لئے خود کوئی ''سیاست'' اختیار فرمائی اور نہ ہی سیاسی پارٹیوں اور سیاسی لیڈروں کے حق میں قصیدے گنگنائے بلکہ ان دونوں سے ہمیشہ کنارہ کشی فرمائی۔

مظاہر علوم کے ایک قدیم فاضل اور کہنہ مشق عالم دین،حضرت مولانا امیر احمد صاحب مظاہری میرٹھی نے کئی سال پہلے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی زیرسرپرستی شائع ہونے والے مدرسہ کے مؤقر علمی ترجمان آئینہ مظاہر علوم میں ''علماء مظاہر کا سیاسی مسلک'' کے عنوان سے ایک گرانقدر مضمون تحریر فرمایا تھا،مضمون کی اہمیت ،افادیت اور براہ راست مدرسہ مظاہر علوم کے اس سلسلہ میں موقف کی تعیین کے باعث احقر نے کتابت کے بعد اس مضمون کو حضرت فقیہ الاسلام علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ مضمون نگار کی علمی رفعتوں سے حضرت والا واقف ہی ہیں ان ہی کا ایک مضمون ''علماء مظاہر کا سیاسی مسلک''بغرض اشاعت پہنچا ہے نظر ثانی فرمالیں تاکہ شامل اشاعت کیا جاسکے۔

حضرت والا نے حرف حرف پڑھنے کے بعد فرمایا''ماشاءاللہ بہت خوب لکھا ہے اور حق ادا کردیا''۔

اس مضمون میں مولانا نے حضرت تھانویؒ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا تھا جس کو عنوان کی مناسبت کی وجہ سے یہاں ذکر کرتا ہوں۔

''حضرت (تھانویؒ) کی مجلس میں مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور نے عرض کیا تھا کہ حضرت!یہ مظاہر علوم والے بھی عجیب بے تلی کے لوٹے ہیں ان کا کوئی مسلک ہی نہیں ،حضرت مدنیؒ سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور آپ سے بھی وابستگی کا دم بھرتے ہیں لاالی ھٰؤلاء ولاالی ھولاء (نہ ادھر کے نہ اُدھر کے) حضرت نے وکیل صاحب کی بات سن کر فرمایا کہ وکیل صاحب!یہ آیت تو منافقین کے بارے نازل

ہوئی ہے علماء مظاہر علوم پر صادق نہیں آتی، بلکہ یوں کہئے، ھولاء ایضاً وھولاء ایضاً (یہ بھی اور وہ بھی) یہ برجستہ جواب سن کر وکیل صاحب بس چپ ہی تو رہ گئے، کیونکہ جواب اتنا معقول اور برمحل تھا کہ جس کے بعد بجز خاموشی کے وکیل صاحب کہہ بھی کیا سکتے تھے وکیل صاب کو کیا معلوم تھا کہ ان حضرات کا سیاسی مسلک واختلاف عام دنیاداروں جیسا نہ تھا جس کے کچھ حدود نہ ہوں بلکہ یہ حضرات جیسا کہ ہر چیز کو اپنی حد میں رکھتے ہیں، اسی طرح اختلاف کو بھی حد کے اندر محدود رکھتے ہیں''

۱۹۱۷ء میں مظاہر علوم کی طرف سے ایک تعارفی کتابچہ شائع کیا گیا جس میں تفصیل کے ساتھ مدرسہ کے حالات وکیفیات اور اغراض ومقاصد بیاں کئے گئے اسی کتابچہ کے ص۔۳ پر درج ذیل وقیع سطور بھی ہیں۔

''یہ امر سب کو معلوم ہے کہ اس مدرسہ میں کسی وقت میں تعلیمی مشاغل کے علاوہ بلاضرورت غیر متعلق مباحث سے کام نہیں لیا گیا اور خصوصاً ''پولیٹیکل'' معاملات اور سیاسی واقعات سے ہمیشہ اعراض ہی نہیں کیا گیا بلکہ محض بے تعلقی رکھی گئی، کیونکہ یہ دونوں باتیں ہمارے اصل مقصد کے بالکل خلاف تھیں''

حضرت فقیہ الاسلامؒ کسی بھی سیاسی شخصیت کے آنے کی اطلاع پر بہت پریشان اور فکر مند ہوتے تھے کبھی بھی کسی لیڈر سے مدرسہ آنے کی درخواست نہیں کی لیکن ان کے آجانے پر بھرپور اخلاق سے پیش آتے تھے اور

ہم غریبوں کی یہی ہے کائنات
بوریا حاضر ہے شاہوں کے لئے

پر عمل پیرا رہتے، جہاں بڑی بڑی ہستیاں تشریف رکھتی تھیں اُن واردین کو بھی وہیں بٹھاتے تھے کسی شخصیت کے آنے پر کبھی آپ نے میز اور کرسی کا نظم نہیں کیا وہی کارپیٹ اور مخملی فرش جو دارالاہتمام میں بچھا ہوا ہے جہاں ہر شخص کچھ دیر بیٹھنے کی تمنا کرتا ہے اور جہاں بیٹھ کر عجیب قسم کا سکون محسوس ہوتا ہے وہ لیڈر حضرات بھی بلاتکلف اسی پر بیٹھ جاتے تھے اس لئے کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تصنع اللہ والوں کے یہاں ہوتی نہیں اس حقیقت سے ہر آنے والا بخوبی واقف ہوتا تھا۔

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری لکھتے ہیں

''جامعہ مظاہر علوم کے اکابر کا طرز عمل یہ رہا ہے کہ وہ سیاسی معاملات سے ہمیشہ الگ تھلگ اور دور رہے ہیں اور کھلم کھلا سیاست میں گھسنے کو جامعہ مظاہر علوم کے لئے مضر، اپنے بنیادی مقاصد کے خلاف سمجھتے رہے ہیں.....(چند سطور کے بعد لکھتے ہیں) اگر کوئی سیاسی ہستی اور دنیوی شخصیت اکابر سے عقیدت ومحبت کی بنیاد پر ملاقات وزیارت کے شوق میں نعم الامیر علی باب الفقیر کے طرز عمل پر آہی گئی تو اکابر نے ان کی عظمت ووجاہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کریمانہ اخلاق کا ثبوت پیش کیا اور ان کی شایان شان اکرام واعزاز فرمایا جائے۔'' (حیات اسعد ص۔۳۳۰ص۔۳۳۱)

احقر نے بارہا بڑے بڑے لیڈران اور سربراہان قوم کو آپ کے در پر حاضری دیتے اور عقیدت ومحبت میں جبین نیاز جھکاتے دیکھا ہے لیکن حضرتؒ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ کم گوئی اور صاف گوئی کے اصول پر کاربند رہے، عموماً آنے والے ہی کو بولنے کا موقع دیتے اور خود خاموش رہ کر پورے انہماک سے اس کی باتیں سنتے اور اگر بات کرنا زیادہ ہی ضروری ہوتا یا مدرسہ کے سلسلہ میں کوئی بات کرنی ہوتی تو مدرسہ کے بعض اساتذہ اور ملازمین کو حکم دیتے کہ تم مدرسہ کے حالات سے آگاہ کرو۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی عزلت پسند طبیعت اور آپ کی خاموشی سے تقریباً ہر متعلق واقف ہے، اجتماعات، تقریبات، میٹنگوں، پروگراموں اور بھیڑ بھاڑ سے آپ بہت اکتاہٹ محسوس فرماتے تھے، چنانچہ حضرت فقیہ الاسلامؒ خود فرماتے ہیں۔

''میری طبیعت عام طور پر مجمع سے گھبراتی ہے، دس پانچ آدمی اجنبی قسم کے اور نئے آگئے تو بات کرنا مشکل ہوتا ہے، عام طور پر خاموشی اختیار کرنا پڑتی ہے۔'' (وعظ فقیہ الاسلام در مدرسہ امداد الاسلام ہرسولی)

لیکن اجتماعات سے کنارہ کشی، سیاسی لیڈران سے ملنے جلنے میں عموماً احتراز اور کسی بھی سیاسی نوعیت کے مسئلہ میں محتاط رویہ کے باوجود واردین وصادرین کا جس اخلاق اور خندہ پیشانی سے استقبال فرماتے اور جس طرح مسکراہٹ کے ساتھ ''ہاں'' اور ''نا'' میں جواب دیتے تھے اس کو دیکھ کر مجھے اپنے استاذ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب ضمیرؔ بارہ بنکویؒ (شیخ الحدیث مدرسہ امداد العلوم زید پور بارہ بنکی) کے یہ اشعار یاد آجاتے۔

لبوں پہ ان کے تبسم ہے یا کہ خندۂ گل بہار بن کے وہ دل میں سمائے جاتے ہیں
اندھیری رات میں جیسے چمک ہو بجلی کی تہہ نقاب وہ یوں مسکرائے جاتے ہیں

اسی اُدا نے ضمیرِ حزیں کو لوٹ لیا
نظر ملاتے نہیں مسکرائے جاتے ہیں

مسترشد کا ادب

حضرت حجۃ الاسلامؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کو کس قدر پیار اور وقار کیساتھ پکارتے تھے، اس کا اندازہ محترم مولانا عبدالعلی فاروقی لکھنوی کی اس تحریر سے لگایا جاسکتا ہے۔

''(حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ) اپنے شاگردوں اور چھوٹوں کا نام اس طرح لیتے کہ عام طور پر لوگ اپنے سے کافی بلند وبالا شخصیتوں کا نام بھی اس طرح نہیں لیتے ہیں، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم جو حضرت ناظم صاحب مرحوم کے بہت ہی خصوصی شاگرد ومعتمد تھے پس غیبت بھی حضرت مفتی صاحب ہی کے نام سے یاد فرماتے'' (حیات اسعد ص۔۱۹۶)

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری مدظلہ لکھتے ہیں

''جامعہ مظاہر علوم کے مدرسین واساتذہ میں اکثر آپ (حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ) ہی کے تلامذہ تھے بلکہ اپنے اخیر دور میں تو آپ استاذ الکل تھے لیکن آپ ان کے ساتھ اکرام واحترام کا ایسا معاملہ فرماتے تھے کہ گویا آپ ان سے چھوٹے ہیں،ان کے سامنے اگر نام لینے کی ضرورت پیش آتی تو حضرت مولانا شروع میں لگاتے اسی طرح اگر عدم موجودگی میں تذکرہ فرماتے یا ان میں سے کسی کا نام لیتے تو بہت اکرام واحترام کے ساتھ مثلاً حضرت مولانا سید وقار علی صاحب ،حضرت مولانا محمد یونس صاحب ، حضرت مفتی صاحب یا حضرت مفتی مظفر حسین صاحب'' (حیات اسعد ص۔۱۹۰و۱۹۱)

ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں

''حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا ادب بہت زیادہ کرتے ہوئے دیکھا ہے (ایضاً صفحہ ۲۷۷)

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی آخری وصیت

گذشتہ صفحات میں حضرت فقیہ الاسلام کے فقہی تبحر پر حضرت حجۃ الاسلامؒ کا اعتماد اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کے بتائے ہوئے مسئلہ پر اعتماد سے متعلق چند واقعات زیر قلم آچکے ہیں اگر ان سبھی مسائل کو یکجا کیا جائے جن کو حضرت حجۃ الاسلامؒ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے استفسار فرمایا تھا تو ایک کتاب تیار ہوسکتی ہے۔

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر بہت ناز تھا اور اپنی خصوصی مجلسوں، خانقاہی نشستوں میں نہایت بلند و بالا القاب وآداب سے یاد فرماتے تھے۔

مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے عمر کے اخیر ایام میں جو وصیت فرمائی تھی اور اپنی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے حضرت فقیہ الاسلامؒ کا انتخاب فرمایا تھا اس کی پوری تفصیل حضرت مولانا نسیم احمد غازی یوں رقم فرماتے ہیں۔

وصیت ونصیحت تو آپ کا مستقل وظیفۂ حیات تھا زندگی کے اخیر دور میں ان کا اہتمام بہت بڑھ گیا تھا آپ تمام واردین وصادرین کو تقویٰ واتباع شریعت اور پیروی سنت کی ضرور وصیت فرماتے اور بہت عجیب رقت آمیز والہانہ انداز میں عموماً یہ شعر بھی پڑھتے تھے ؎

ہماری یہ نصیحت یاد رکھو
کہ ہر شے میں شریعت یاد رکھو

''بات بات میں رقت،شوق آخرت اور استغراق کی کیفیت کا غلبہ انتہا کو پہنچ چکا تھا،حضرت والا نے کئی دن پہلے فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے فرمایا تھا کہ میری نماز جنازہ آپ پڑھائیں گے چنانچہ حضرت مفتی صاحب موصوف نے نماز جنازہ پڑھائی''

مولانا نسیم احمد غازی مظاہری مدظلہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں

''(مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کی نماز جنازہ کیلئے) مجمع میں بڑے بڑے اکابر تشریف فرما تھے اور حضرت والا کی وصیت تھی کہ میری نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب پڑھائیں اسلئے صاحبزادہ محترم (مولانا محمد اللہ مرحوم) نے حضرت مفتی صاحب سے کہا کہ آپ تشریف لاکر نماز جنازہ پڑھائیں، چنانچہ مفتی صاحب موصوف نے نماز جنازہ پڑھائی اسطرح حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی وصیت پوری ہوگئی'' (ایضاً۔۲۵۱)

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ سے بیعت اور حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ سے اجازت وخلافت کے علاوہ حضرت مولانا محمد احمد جعفری صاحبؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے دو مجازین سے بھی اجازت حاصل تھی جن کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نہ صرف صاحب نسبت ہونے کا مکمل یقین تھا بلکہ وہ آپ کی علمی صلاحیتوں اور رفعتوں کے بھی معترف تھے اوران حضرات کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات سے خلق خدا کے لئے فیض رسانی کی بہت امیدیں وابستہ تھیں اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کے اس چشم وچراغ سے ہزاروں چراغ روشن فرمائے ہیں جو ان شاء اللہ اپنی روشن کرنوں سے عالم کو منور کرتے رہیں گے۔

اخلاق وعادات

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی پوری زندگی سنت نبوی ﷺ سے عبارت تھی، ہر قدم اور ہر موڑ پر سنت نبوی ﷺ کی اتباع اور اسلاف امت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق زندگی گزارنا آپ کی حیات مبارکہ کا ایک اہم باب ہے۔

سادگی ومتانت، غیرت وخودداری، علم وحلم، رفق ونرمی، عفوودرگزر، حق گوئی وبے باکی، حیاوشرافت، تقویٰ وطہارت، صبر وقناعت، خاموشی، چشم پوشی، عاجزی وانکساری، تواضع وللیہت، دانائی وسنجیدگی اور کظم غیظ جیسی متعدد صفات میں میری نظروں نے فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ جیسا مرد مومن نہیں دیکھا، دوسروں کے غم میں مغموم، دوسروں کی خوشی میں خوش، انانیت اور تکبر سے دور حسد اور کینہ سے نفور، ملت اسلامیہ کے کرب وقلق کی ٹیسوں کو اپنے دل کے نہاں خانہ میں محسوس کرنے کا خاصہ، جودوسخا میں بے نظیر اور امانت ودیانت میں بے مثال، تدین اور تقدس کی اعلیٰ منزلوں پر فائز لیکن پھر بھی خدا کے سامنے جوابدہی کے منظر کو سوچتے ہی گریہ وزاری، دعاومناجات، توبہ واستغفار اور پوری زندگی اسلام اور اسلامیات کی خدمت کرنے کے باوجود کچھ نہ کرپانے کا گمان، بچوں کیلئے بہت مشفق، طلبہ کے نہایت ہی حلیم وبردبار، اساتذۂ مدرسہ اور ملازمین کے درمیان نہایت بارعب وپروقار، ہم عصروں کے لئے بہت ہی سنجیدہ، بڑوں کے لئے تواضع ومسکنت کا

شاہکار، واردین وصادرین کے لئے خلیق اور مسترشدین کے لئے پیر مغاں لیکن تنہائیوں میں رب ذوالجلال کے سامنے آہ وفغاں اللہ اللہ۔

اب سوز وگداز اس محفل میں کچھ بھی نہ رہا اندھیر ہوا
پروانوں نے جلنا چھوڑ دیا، شمعوں نے پگھلنا چھوڑ دیا

یہ حقائق کسی شاعر کا تخیل یا کسی نثر نگار کا بانکپن نہیں بلکہ یہ اوصاف وکمالات ایک ایسی صداقت اور نا قابل تردید حقیقت ہیں جس سے سرمو انحراف ناممکن ہے اور آنے والا مؤرخ ان شاء اللہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی مذکورہ صفات حسنہ اور کمالات محمودہ میں رنگ آمیزی کر کے خمخانۂ مظفر کو دلکش ودلآویز بنائے گا، مجھے تو ان اوراق پریشان میں اپنے پریشاں خیالات اور اپنی شکستہ یادوں کے (اجمال واختصار کے ساتھ) تانے بانے بننا مقصود ہے۔

شان جمالی

اقبال مرحوم نے بڑے پتے کی بات کہی ہے

ہو چکا گو قوم کی شان جلالی کا ظہور ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی جمالی صفات کے حامل بزرگ تھے، حسن اخلاق کی صفات آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں ملنے والے سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے ملنا، ان کی گفتگو کو توجہ وانہماک کے ساتھ سننا، قابل تقلید اور لائق عمل باتوں کو خوش دلی سے اختیار کر لینا اور خلاف مزاج باتوں پر بھی عموماً خاموش رہنا، نو واردکی باتوں کو چاہے کسی بھی عنوان پر ہو غور کے ساتھ سنتے رہنا، مخاطب کی راحت وآرام کا خیال رکھنا، کسی طرح کی ناخوشگوار بات پر آپے سے باہر نہ ہونا، ہر بات میں سنت نبوی کو پیش نظر رکھنا اور خلاف سنت باتوں پر روک ٹوک کا معمول آپ کی بڑی پاکیزہ صفات ہیں جو اپنے بزرگوں اور اساتذہ سے حاصل ہوئیں، سنت نبوی کے سانچے میں ڈھالنے میں آپ کے والدین کے علاوہ حضرت حافظ محمد حسین صاحب اجراڑویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، استاذ الکل حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ، سید المتواضعین حضرت مولانا منظور احمد خانؒ، قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا ظہور الحق صاحب، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ، امیر العلماء حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ، حضرت مولانا ظریف احمد صاحبؒ، حضرت مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوری اور دیگر اساتذۂ کبار کی بھرپور توجہات و بے پایاں عنایات اور خصوصی شفقتیں شامل حال رہی ہیں۔ (شیخ العارفین حضرت حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی حضرت فقیہ الاسلامؒ سے بہت محبت اور شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے، حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی رمضان المبارک میں کئی بار تراویح

پڑھانے کیلئے اجراڑہ تشریف لے گئے اور حضرت حافظ صاحبؒ نے اقتداء میں نمازیں پڑھیں، حضرت مفتی صاحبؒ کی بہت حوصلہ افزائی اور دعا فرماتے تھے)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے مظاہرعلوم میں اپنے دوران قیام بھی اور مدینہ منورہ ہجرت کے بعد بھی حضرت فقیہ الاسلامؒ کو اپنی شفقتوں، عنایتوں اور نوازشوں سے محروم نہیں رکھا اور مفید مشوروں، بہترین رہنمائیوں اور قدم قدم پر تعاون کی یقین دہانیوں سے نہ صرف مظاہرعلوم میں حضرت مفتی مظفرحسین صاحب کی نظامت کو دوام واستحکام بخشا بلکہ اپنے خطوط اور مراسلات کے ذریعہ وقتاً فوقتاً ضروری ہدایات اور پیش آمدہ مسائل کے حل میں استقلال کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی تلقین بھی کرتے رہے۔

مجھے یاد ہے مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور میں چند سال قبل ختم بخاری شریف کے مبارک موقع پر حضرت مولانا محمد عبداللہ اجراڑوی نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی شان میں تفصیل کے ساتھ تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حضرت مفتی صاحب کے اندر دوسری صفت جمالی کا مکمل عکس جمیل ہے، مولانا نے جلالی اور جمالی بزرگوں کے اوصاف وامتیاز پر مکمل کلام فرمایا تھا، افسوس کہ وہ تقریر حیطۂ ضبط میں نہیں لائی جاسکی ورنہ ہم عصروں کی گواہی سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت فقیہ الاسلام کو غصہ بہت کم آتا تھا، وہ رفق ونرمی اور تحمل وبردباری کی جیتی جاگتی تصویر تھے، عیب جوئی اور غیبت کو بڑی ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھتے تھے اور چشم پوشی، عفو ودرگزر جیسی عادات وصفات آپ کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی تھیں، یہی وجہ تھی کہ ''گندے نالے والوں'' کی طرف سے آئے دن مکروہ پمفلٹ، گالیوں اور الزام تراشیوں پر مبنی کتابچے، کتابیں اور خطوط جن میں ایک استاذ اور اپنے نانا کے معتمد خاص کی دل آزاریوں کا مکمل سامان ہوتا تھا، حضرت ان کو دیکھتے اور کبھی کبھی افسوس ناک لہجے میں صرف اتنا فرماتے کہ ''اللہ تعالیٰ اسے سمجھ عطا فرمائے'' اس کے علاوہ کچھ نہیں فرماتے اور کبھی کبھی استفسار پر فرماتے'' جواب دینے سے بات بڑھے گی، قوم کی بدظنی میں اضافہ ہوگا اور پوری دنیا حقیقت سے واقف ہوچکی ہے۔

تاکہ سند رہے

انسان خطا ونسیان کا مجموعہ ہے اس سے غلطی ہوجانا اتنا تعجب خیز نہیں جتنا اپنی غلطی کو غلطی تسلیم نہ کرنا اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ حق وانصاف کی مخالفت کرنا حیرت انگیز ہے، جن حضرات کو ذاتی رنجشوں اور رقابتوں میں لطف آتا ہے ان کا تو ذکر ہی فضول ہے لیکن جن حضرات سے کسی غلط فہمی کی بنیاد پر کوئی ایسا امر صادر ہوگیا جس سے حق وانصاف کا خون ہوتا ہو یا نئی نسل پر اس کے برے اثرات مرتب ہونے کا خدشہ واندیشہ ہو تو ظاہر ہے ایسے حضرات پر کسی بھی شکل وصورت میں جب اپنی غلطی واضح ہوجاتی ہے تو عنداللہ مسئولیت اور

جواب دہی سے بچنے کیلئے وہ دنیا ہی میں معافی مانگ کر اخروی معاملہ صاف کر لیتے ہیں۔

مجھے بزرگوں کی غلطیاں گنوانا مقصود نہیں یہ خدمت تو ''حکیم خاندان کا ایک چشم و چراغ''، بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے، مجھے تو توبة السر بالسر و توبة العلانية بالعلانية کے قبیل سے اجمالی طور پر چند ایسے واقعات ذکر کرنا مقصود ہے جن سے ایک طرف تو معافی مانگ کر ایک نئی تاریخ روشن کرنے والے ان بزرگوں کی خشیت آشکارا ہوتی ہے تو دوسری طرف حضرت فقیہ الاسلامؒ کے موقف وقف علی اللہ کی صداقت اور خود آپؒ کی شخصیت مزید نکھر کر سامنے آتی ہے، معاملہ کی نوعیت چونکہ براہ راست ''خاندان حکیمان'' سے تعلق رکھتی ہے اسلئے نہایت اجمال کے ساتھ فرداً فرداً تذکرہ کرتا ہوں۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے استاذ گرامی تھے وقف اور رجسٹریشن کے معاملہ میں حضرت فقیہ الامتؒ کی رائے رجسٹریشن کی حمایت میں تھی جب کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی رائے وقف کی حمایت میں تھی لیکن استاذ اور شاگرد کے اس اختلاف کے باوجود بڑے مربوط روابط برقرار رہے اور ایک بار حضرت فقیہ الامتؒ جب مظاہر علوم تشریف لائے تو حضرت فقیہ الاسلامؒ کو بلا کر دارالافتاء لے گئے اور تنہائی میں عذر ومعذرت کے ذریعہ حضرت فقیہ الامتؒ نے اس اختلاف کو اپنے دل سے ہمیشہ کے لئے نکال دیا۔

مفتی عبد العزیز رائے پوریؒ

حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ شروع شروع میں فریق مخالف کے نہ صرف ہمنوا تھے بلکہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے خلاف علم بغاوت بھی آپؒ کے ہاتھوں میں تھا، لیکن ''صبح کا بھولا شام کو واپس آجائے تو اس کو بھولا نہیں کہتے'' اللہ تعالیٰ مفتی عبدالعزیز صاحب کو جنت الفردوس نصیب فرمائے مرض الموت سے پہلے بہ نفس نفیس حضرت فقیہ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لی تھی۔

انتقال سے کچھ عرصہ پہلے حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے برادر اصغر جناب مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ نے مفتی عبدالعزیز صاحبؒ سے اس سلسلہ میں گفتگو فرمائی اور پوچھا کہ رجسٹریشن کے دفعات وقوانین کا آپ نے مطالعہ کیا ہے تو مفتی عبدالعزیز صاحبؒ نے فرمایا کہ نہیں، مولانا اطہر حسین صاحب نے مختصر لفظوں میں رجسٹریشن کے نقصانات بتلائے تو مفتی صاحب نے برجستہ فرمایا کہ ہاں مولانا علی میاں کو بھی رجسٹریشن کے بارے میں تردد ہے۔ بہر حال مفتی عبد العزیز صاحبؒ مولانا اطہر حسین صاحب کے درسی ساتھیوں میں سے تھے، افسوس کہ گندے نالے والوں نے اپنے اس محسن کیساتھ بھی ویسا ہی رویہ رکھا جیسا دیگر باغیوں کے ساتھ رکھا یعنی فرداً فرداً ان تمام لوگوں کو ''چور دروازے'' سے مدرسہ کے باہر کر دیا جنہوں نے مدرسہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے مظاہر علوم کو نقصان پہنچانے میں افسوس ناک رول ادا کیا تھا اور ان حضرات کا بغاوت میں بھر پور ساتھ دیا تھا۔

حضرت مولانا محمد اللہ صاحبؒ

حضرت مولانا محمد اللہ صاحبؒ جو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پیرزادہ اور مظاہر علوم کے اہم استاذ تھے بعض وقتی غلط فہمیوں کی بنیاد پر فریق مخالف کے ساتھ چلے گئے تھے لیکن جب ان پر حق واضح ہوا، اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کی صدق دلی، سچائی، تقدس اور وقف علی اللہ کے موقف کی تائید ہوگئی تو انہوں نے بھی عند اللہ مواخذہ سے بچنے کیلئے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے معافی مانگ لی تھی۔

دسمبر ۱۹۹۴ء میں جب حضرت فقیہ الاسلامؒ ایک دعوتی اجلاس میں شرکت کے لئے نردھنہ تشریف لے گئے اور نماز تہجد کے لئے وضو کرکے مسجد کی طرف بڑھے تو چکر آگئے، سیڑھیوں پر گر پڑے، علاج شروع ہوا تو اور صحت یاب ہوگئے اس علالت کے دوران بڑی اہم ہستیوں نے عیادت کے لئے حاضری دی، مغصوبہ احاطہ دار جدید سے بھی حضرت مولانا محمد یونس صاحب، جناب مولانا محمد طلحہ صاحب، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب اور حضرت مولانا محمد اللہ صاحب بھی عیادت کے لئے پہنچے، دوران ملاقات حضرت مولانا محمد اللہ صاحب پر زبردست تاثر اور گریہ طاری تھا۔

احقر کو باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا محمد اللہ صاحبؒ نے اپنی نماز جنازہ کی وصیت بھی اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی طرح فرمائی تھی کہ

''میری نماز جنازہ مفتی مظفر حسین صاحب پڑھائیں گے''

لیکن افسوس! جب حضرت مولانا محمد اللہ صاحبؒ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی اور فوری علاج کے لئے میرٹھ لیجائے گئے چونکہ دماغی رگ پھٹ گئی تھی اس لئے ڈاکٹروں نے لا علاج قرار دے دیا اور واپسی میں دیوبند کے قریب راستے ہی میں گاڑی پر انتقال فرما گئے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو مولانا محمد اللہ صاحبؒ کی علالت کی اطلاع جیسے ہی ملی تو معلوم کرایا کہ علاج کے لئے کہاں لے جایا گیا پتہ چلا کہ میرٹھ لے گئے ہیں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ فوراً میرٹھ تشریف لے گئے تاکہ ڈاکٹروں سے خصوصی نگہداشت کے ساتھ علاج کی بابت گفتگو کرسکیں، ڈاکٹر صاحبان پہلے ہی سے آپ کے گرویدہ اور آپ کی شخصیت پر فریفتہ تھے اس لئے آپ کی بات ٹال نہیں سکتے تھے لیکن حضرت مولانا محمد اللہ صاحب کو جب ڈاکٹروں نے جب لاعلاج قرار دیکر واپس کردیا حضرت فقیہ الاسلامؒ کو وہیں اس واقعہ کی اطلاع مل گئی تو اپنی مجلس میں آمد کی وجہ بتانے کے علاوہ اپنے مخصوصین سے مولانا موصوف کے حق میں دعا کی بھی فرمائش کی، حضرت فقیہ الاسلامؒ کچھ دیر کے بعد واپس سہارنپور چلے آئے۔

حضرت فقیہ الاسلام کو میرٹھ سے واپسی پر راستہ میں مولانا محمد اللہ صاحب کے انتقال کی خبر نہیں مل سکی جب سہارنپور پہنچے تو تب آپ کو معلوم ہوا کہ مولانا کئی گھنٹہ پہلے مولائے حقیقی سے جا ملے، مولانا مختار اسعد صاحب (جو اس وقت دار جدید میں استاذ تھے اور مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق فائق فرزند اور سلجھے ہوئے ذہن کے خلیق عالم دین ہیں) نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے تلاش کیا مگر حضرت فقیہ الاسلامؒ اس وقت تک سہارنپور نہیں پہنچ سکے تھے جسکی وجہ سے مولانا محمد عاقل صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو سہارنپور پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ابھی ابھی نماز جنازہ سے فراغت ہوئی ہے اور جنازہ قبرستان کے لئے روانہ ہو چکا ہے، حضرت فقیہ الاسلامؒ فوراً حاجی شاہ کمال الدین پہنچے، مجمع آپ کو دیکھتے ہی کائی کی طرح پھٹتا چلا گیا، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے نہایت ہی غمناک اور والہانہ انداز میں مولانا محمد اللہ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور تدفین میں شریک رہے۔

مفتی محمد یحییٰ صاحب سہارنپوریؒ

مظاہر علوم کے اہم استاذ حدیث اور مفتی تھے لیکن اپنی سادگی و سادہ طبیعت کے باعث اپنی اولاد اور عزیزوں کیوجہ سے قدیم مظاہر علوم چھوڑ کر چلے گئے تھے لیکن جانے کے بعد اپنے عزیزوں کی طرح حضرت فقیہ الاسلامؒ کے خلاف کوئی مورچہ تو نہیں سنبھالا لیکن مورچہ سنبھالنے والے اپنے بیٹوں اور عزیزوں کو منع بھی نہیں کیا۔

مفتی صاحب موصوف جب زیادہ علیل ہوئے اور علالت کی اطلاع حضرت فقیہ الاسلامؒ کو ملی تو بنفس نفیس مفتی صاحب موصوف کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور عیادت کی۔

مفتی محمد یحییٰ صاحب کا مرض الموت میں جو بھی حال تھا اس کے لئے ان کے عزیزوں سے رابطہ قائم کیا جائے، مجھے تو صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ مفتی صاحب جب کچھ ہوش میں آئے اور حواس بحال ہوئے تو مولانا محمد عاقل صاحب کو اپنا وکیل بنا کر حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس معافی مانگنے کے لئے بھیجا، مولانا موصوف اپنے استاذ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس دفتر مظاہر علوم حاضر ہوئے اور مفتی صاحب کی علالت وغیرہ بتلانے کے بعد معافی مانگی، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے معافی مانگنے والوں کو کبھی بھی مایوس نہیں فرمایا اور حسب عادت معاف کر دیا۔ حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ نے واپس جا کر مفتی محمد یحییٰ کو بتا دیا کہ مفتی مظفر حسین صاحب نے معاف فرما دیا ہے۔

اس کے بعد مفتی محمد یحییٰ صاحبؒ کی روح نے عالم بالا کا رخ کیا اور عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ گیا۔

تواضع وانکساری

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے اندر تواضع وانکساری اور فنائیت کی خوبیاں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں، وہ ہر مومن کو

اپنے سے بہتر و برتر اور خود کو نہایت کمتر سمجھتے اور تصور کرتے تھے، کسی کی آمد پر اس کی ضیافت و مہمان نوازی کیلئے فکرمندی اور غایت دلچسپی فطری طور پر آپ کے اندر سے ظاہر ہو جاتی تھی، کسی اہم شخصیت مثلاً فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، قدوۃ العارفین حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ، محی السنۃ حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب مدظلہٗ ہردوئی، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری، متکلم اسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، مفکر اسلام حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی اور حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جیسی بلند پایہ شخصیات کی آمد پر جس اکرام واحترام اور تواضع وانکساری سے پیش آتے اس کو بیان کرنا مشکل ہے حضرت فقیہ الاسلامؒ اپنے سے چھوٹوں کو بھی اپنے سے بہتر سمجھتے تھے، قدم قدم پر اور بات بات پر فرماتے تھے کہ

''محض نسبتوں اور نسب کی رفعتوں سے کچھ نہیں ہوتا وہاں صرف مدار اعمال پر ہے''

کبھی کبھی بہت درد اور سوز کے ساتھ حضرت مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندویؒ کا یہ شعر پڑھتے تھے ۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

اکثر و بیشتر ایسا ہوتا کہ کوئی عالم دین چاہے شاگرد ہی کیوں نہ ہو جب وہ دعا کی درخواست کرتا تو حضرت بھی اپنے لئے دعا کی فرمائش کرتے تھے اور اس بارے میں کبھی بھی آپ نے عمر و علم کے تفاوت پر دھیان نہیں دیا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ اپنوں سے چھوٹوں اور شاگردوں تک سے بعض علمی استفسار فرما لیتے حتی کہ کبھی کبھی اپنے برادر اصغر جناب مولانا اطہر حسین صاحب سے بھی پوچھنے میں تردد نہ فرماتے اور قطعاً کسر شان نہ سمجھتے۔

بسا اوقات آپ نے عین درس کے وقت بھی اپنے خردوں سے استفسار فرمایا اور اس میں اپنی کسر شان نہ سمجھی۔ میں نے بارہا دیکھا کہ مدرسہ کا کوئی ملازم حضرت سے کسی سلسلہ میں گفتگو کرنا چاہتا اور دارالاہتمام میں موجودین کی وجہ سے ملازم کسی دوسری جگہ جہاں تنہائی ہوتی لیجانا چاہتا تو حضرت بلا تکلف ضعف، پیرانہ سالی اور نقاہت کے باوجود اٹھ جاتے ۔

تواضع کا طریقہ سیکھ لو لوگو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

مدرسہ کے سب سے بڑے عہدۂ اہتمام پر فائز اور شہر سہارنپور ہی نہیں مغربی اتر پردیش کا بچہ بچہ حضرت

کیلئے اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لئے تیار لیکن حضرت کا یہ عالم کہ جب درس کا وقت ہوتا فوراً بخاری شریف یا ترمذی شریف خود اٹھا کر دارالحدیث تشریف لے آتے اس کے لئے کبھی کسی خادم کی ضرورت محسوس نہیں کی اگر کوئی طالب علم پہنچ گیا اور اس نے یہ خدمت انجام دے دی تو فبہا ورنہ خود ہی کتاب بغل میں دبا کر تشریف لے آتے تھے۔

عموماً اپنا کام خود کرنے کی یہ صفت حضرت فقیہ الاسلام علیہ الرحمہ کو اپنے والد ماجد حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ سے ورثہ میں ملی تھی، کیونکہ حضرت مفتی اعظمؒ ضروری اشیاء کی خریداری کے سلسلہ میں جب بازار تشریف لے جاتے تو اپنے جگر گوشوں حضرت فقیہ الاسلامؒ اور جناب مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہٗ کو بھی لیجاتے تھے تاکہ ایک طرف ان کے اندر اپنا کام خود کرنے کی خوبی پیدا ہو تو دوسری طرف بازار میں خریداری کے طریق کار اور نشیب و فراز سے واقفیت حاصل کر کے فقہ و فتاویٰ میں مدد و تعاون ثابت ہو سکے، الحمد للہ حضرت مفتیٔ اعظم کی تربیت رائیگاں نہیں ہوئی اور دونوں فرزندان گرامی حتی الامکان اپنا کام اپنے ہی ہاتھوں انجام دینے میں خوشی محسوس کرتے رہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے خلیفہ و مجاز جناب مفتی مہربان علی شاہ بڑوتیؒ کے تربیت یافتہ جناب مولانا محمد ایوب صابر ہرسولوی ایک بار حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ملاقات اور زیارت کیلئے سہارنپور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے اور مولانا ایوب صابر صاحب نے جو عجیب منظر دیکھا اسکو انہوں نے ''ارشادات فقیہ الاسلام'' میں بایں الفاظ تحریر کیا ہے۔

> ''نماز فجر مدرسہ قدیم کی مسجد میں ادا کی، معمولات پورا کرنے کے بعد امتحان گاہ دارالطلبہ قدیم کی فوقانی منزل میں حاضر ہوا حضرت والا امتحان کی بناء پر یہاں روزآنہ وقت سے قبل تشریف لاتے ہیں اور ساڑھے دس بجے تک یہیں رہتے ہیں، جب میں حاضر ہوا حضرت والا نے (بربنائے امتحان) فرمایا کہ آرام کر لیتے احقر نے عرض کیا اگر حضرت والا کو بار خاطر نہ ہو تو آپ کی خدمت میں رہوں فرمایا ٹھیک ہے تھوڑے عرصہ بعد حضرت والا نے ملازمین سے اطلاعاً فرمایا کہ کچھ دیر بعد حاضر ہوں گا اور مجھے بھی ہمراہی کے لئے مامور فرمایا، میرا دایاں ہاتھ حضرت والا کے بائیں ہاتھ میں ہے آپ نے بڑا مضبوط پکڑ رکھا ہے مدرسہ کے دروازہ کے باہر جب تشریف لائے اور بھیڑ کی وجہ سے ٹھہرنا پڑا فرمایا یہاں بھیڑ بہت رہتی ہے اسی طرح میں چلتا رہا اس وقت میں دل دل میں یہ کہہ رہا تھا اللہ رے تیرے مقبول اور سچے بندے کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے میری توبہ قبول فرما اور اس کو میری اصلاح کا ذریعہ فرما، اس وقت (مولانا محمد سعیدی صاحب کے بیٹے) سعدان و بدران بھی ساتھ تھے آپ نے ان کو فرمایا کہ بیٹھک کا دروازہ کھولو چنانچہ سعدان کو یہ سعادت ملی اور اچھل کر دروازہ کھولا، حضرت والا کو بہت ایام

سے پیشاب کا عارضہ لاحق ہے، پیشاب کرنے سے قبل لنگی بدلتے ہیں پائجامہ اتارا پائجامہ اتارنے کیلئے اشارہ فرمایا، استنجاء سے فراغت بعد حضرت والا چائے طشت میں رکھ کر خود لارہے ہیں جس میں مٹھائی اور آپ کی مرغوب شئے ''سموسہ'' تھا، دروازہ میں سے میں نے لپک کر چائے لی، حضرت والا کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے ضعف بھی ناشتہ کا وقت نہیں پھر بھی چائے اور کوئی خادم ساتھ نہیں اللہ رے یہ تواضع اور فنائیت، آپ جیسا متواضع اور فنا فی اللہ میری نظروں نے اب تک نہیں دیکھا۔''

مولانا مفتی محمد فاروق صاحب لکھتے ہیں

''آپ انتہائی متقی و پرہیز گار ہیں، نمونۂ اسلاف اور یادگار اکابر ہیں، صبر وشکر، توکل واعتماد علی اللہ، رضا بالقضاء، تواضع وعبدیت خاص صفات ہیں، زہد وقناعت کا یہ عالم ہے کہ پوری زندگی اپنے والد صاحب کے طرز پر کرایہ کے مکان میں گزاردی'' (حیات محمود ۴۲۹ ج ۲)

جامعہ مظاہر علوم کے استاذ حدیث حضرت مولانا رئیس الدین صاحب مظاہری حضرت فقیہ الاسلامؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور مظاہر علوم کے استاذ حدیث ہیں، ایک بار حضرت فقیہ الاسلامؒ ترمذی شریف پڑھارہے تھے اور درس میں اتنا محو ہوگئے کہ گھنٹہ لگنے اور دوسرا گھنٹہ شروع ہونے کی بالکل خبر نہ ہوئی، اچانک گھڑی پر نظر پڑی تو پتہ چلا کہ گھنٹہ ختم ہوکر دوسرا گھنٹہ شروع ہوگیا چنانچہ حضرت فقیہ الاسلامؒ حالانکہ مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ، پورے مدرسہ میں تعلیم دینے والے افراد میں (علامہ محمد عثمان غنی صاحب کے علاوہ) سب کے استاذ تھے اور مولانا رئیس الدین صاحب اپنے استاذ اور ناظم کی اس معمولی چوک سے کبیدہ خاطر نہیں ہوسکتے تھے لیکن بایں ہمہ حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے شاگرد مولانا رئیس الدین صاحب کے نام جو معذرت نامہ تحریر فرمایا اس کی ایک ایک سطر اور ایک ایک حرف سے تواضع وللّٰہیت کی کوثر وتسنیم بہتی محسوس ہوتی ہے، آپ بھی وہ مکتوب گرامی پڑھئے اور قلب وجگر کو روشن ومنور کیجئے۔

مکرمی ومحترمی جناب مولانا رئیس الدین صاحب زید مجدہ   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ساڑھے نو بجے سے تاخیر ہوگئی، مجھے بالکل خیال نہیں آیا نہ کسی نے بتایا، دفعتہً گھنٹہ پر نگاہ پڑی تو فوراً سبق چھوڑا آپ کو انتظار کی تکلیف ناگوار ہوئی ہوگی، اس کی معذرت پیش کرتا ہوں۔

ع۔ العذر عند کرام الناس مقبول

مظفر حسین المظاہری

۱۴۱۳/۴/۹ھ

(بشکریہ مولانا رئیس الدین صاحب)

مدرسہ کے کسی طالب علم یا استاذ کی کسی بات پر اگر ناگواری محسوس ہوتی یا کسی اہم بات پر غصہ آجاتا اور اس کو سخت لہجے میں مدرسہ کے اصول وقوانین، دستور وآئین اور روایات بتا کر اسے اس کی غلطی پر متنبہ فرماتے اور معاملہ رفع دفع ہو جاتا طالب علم یا ماتحت اس واقعہ کو فراموش بھی کر دیتا لیکن حضرت کی بے چینی قابل دید ہوتی تھی، حضرت اسے تنہائی میں بلا کر پیار سے سمجھاتے اور انکساری کے ساتھ اس سے معافی بھی طلب فرماتے یہی نہیں بعض خوش قسمت افراد کو حضرت فقیہ الاسلام اپنی جیب خاص سے کچھ ہدیہ بھی مرحمت فرماتے تھے۔

جودوسخا

حضرت فقیہ الاسلامؒ اگر چہ ہمیشہ ہی غریب رہے کبھی بھی اتنی دولت نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ امیروں اور رئیسوں میں شمار ہو سکتا لیکن آپ دل کے غنی تھے، دولت سے ہمیشہ دور بھاگتے رہے بقدر کفاف روزی اور رزق پر قناعت کئے رہے انہوں نے کبھی کسی سے اپنے لئے دست سوال دراز نہیں کیا، غیرت وخودداری کا عنصر بدرجہ اتم موجود رہا، تدین وتقویٰ جودوسخا میں اپنی مثال آپ تھے، مدرسہ میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ مدرسہ کو فوری طور پر بڑی رقم کی ضرورت پیش آگئی، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے مدرسہ کے لئے بعض ارباب ثروت سے قرض حسنہ بھی لیا لیکن اپنے لئے کوئی کاسہ گدائی نہیں اٹھایا اور مدرسہ کی قلیل تنخواہ، کثیر مصارف، واردین وصادرین کی آمد پر ان کی ضیافت، کھانے کا اہتمام، دارالاہتمام میں موجود افراد واشخاص کے لئے چائے اور بعض اہم شخصیات کی آمد پر چائے کے ساتھ دیگر متعلقات، غیر امدادی نادار طلبہ کی خاموش امداد، متعدد طلبہ کیلئے اپنی جیب خاص سے مدرسہ سے قیمتاً طعام کا اجراء، دور دراز کے بعض افراد کا سوال کہ مجھے فلاں شہر جانا ہے کرایہ چاہئے اور حضرتؒ کی طرف سے اس مسافر کا تعاون، مختلف جلسوں اور تقریبات میں جانے کا معمول مگر عموماً ہدایا اور تحائف نہ لینے کا دستور، مزید مستحق مدارس میں اپنی طرف سے رسید کٹوانے کی عادات، بعض مرتبہ بڑی بڑی رقوم اپنے متعلین سے قرض لے کر دارالعلوم وقف دیو بند کو قرض حسنہ کے طور پر ادا فرمائیں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے اگر چہ کوئی صلبی اولاد نہیں ہوئی لیکن اپنے برادر اصغر جناب مولانا اطہر صاحب کی اولاد واحفاد کے ساتھ باپ جیسا مشفقانہ معاملہ فرماتے تھے مولانا موصوف کی بڑی بیٹی، چھوٹی بیٹی اور فرزند اصغر مولوی احمد یوشع سلمہٗ کی نہ صرف خود حضرت نے پرورش فرمائی بلکہ انکی شادی ونکاح کے جملہ مصارف بھی آپ ہی نے برداشت فرمائے، مولانا کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد سعیدی کے بچوں اور مولانا اطہر حسین صاحب کے دامادوں اور نواسوں سے بھی نہایت کریمانہ ومشفقانہ برتاؤ فرماتے تھے اور اکثر وبیشتر اپنی جیب خاص سے نوازنے کا بھی معمول تھا۔

حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کے مکان میں ساری زندگی بسر کی اگر چہ مولانا موصوف نے کرایہ نہیں لیا

لیکن حضرتؒ نے کرایہ لینے کی بار بار فہمائش کی لیکن مولانا موصوف کے انکار کے باوجود حضرتؒ ہر ماہ پابندی کیساتھ تین سو روپے بطور ہدیہ مولانا کو دیتے رہے اس کے علاوہ گھر میں کوئی تعمیری کام چل رہا تھا، حضرتؒ نے اس مد میں بھی دس ہزار روپے عنایت فرمائے اور مستقل ہدایا، تحائف دینے کا معمول تھا اپنی بہنوں کیلئے وہ بہت مشفق تھے اور پابندی کے ساتھ اپنی بہنوں اور ان کے بچوں کیلئے نقد رقوم کے علاوہ اشیاء بھی بھیجتے رہتے۔

حضرتؒ کی اپنی ذاتی زمین اجراڑہ میں موجود تھی لیکن زہد وقناعت کا یہ عالم تھا کہ اس زمین کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا ورنہ اگر حضرت چاہتے تو اسے بیچ کر سہارنپور میں اپنا مستقل گھر بنا سکتے تھے۔

باوثوق ذرائع کے مطابق احقر کو یہ روایت پہنچی کہ حضرتؒ کی رفیقۂ حیات نے کبھی جب مکان کے سلسلہ میں گفتگو کی اور حضرتؒ سے اپنے ذاتی مکان کی فرمائش کی تو حضرتؒ نے بڑی خوش اسلوبی سے سمجھا دیا کہ اپنے کوئی اولاد نہیں ہے دنیا چندروزہ ہے اس کیلئے مکان سے کیا فائدہ بھائی کا مکان کیا کم ہے پھر فرماتے کہ اللہ جو کریگا بہتر کرے گا چنانچہ اس بہتری کا لوگوں کو تب اندازہ ہوا جب حضرت کے وصال سے پہلے ہی رفیقۂ حیات اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی   اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

تقویٰ وتقدس اورعبادت وریاضت

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی پوری زندگی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق گذری اور ہم خردوں کو آپ کے اعمال سے ہی سنت کا پتہ لگانے میں سہولت ہوتی تھی، آپ عبادات ومعمولات کو بہت اہتمام سے انجام دیتے تھے، نماز باجماعت ذکر وتسبیحات اور تلاوت قرآن مجید کا التزام آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں، رمضان میں تلاوت کی کثرت اتنی ہوجاتی تھی کہ ہر وقت پڑھتے ہی رہتے تھے اللہ نے چونکہ پختہ حافظ قرآن بنایا تھا، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے تلاوت کلام اللہ میں مصروف رہتے تھے عموماً ایک منزل یومیہ قرآن کریم کی تلاوت کا معمول تھا اور رمضان المبارک میں بیماریوں سے پہلے ایک قرآن کریم روزآنہ مکمل فرمالیتے تھے، تلاوت قرآن کے علاوہ ذکر وتسبیحات، اوراد ومعمولات کا بھی اہتمام کرتے تھے، نماز باجماعت کا تو بہت ہی اہتمام تھا۔

اخیر عمر میں حضرت کو پیشاب کی زیادتی اور پیشاب کے ساتھ خون آنے کا عارضہ پیش آ گیا تھا دفتر کی مسجد میں قرأت ذرا طویل ہوتی تھی اور حضرتؒ اس عارضہ کیوجہ سے دفتر کے اندر مختصر جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمالیتے لیکن سہل پسندی کا ذوق رکھنے والوں کی کثرت اور حضرتؒ کے ساتھ شریک نماز ہونے کی بہتوں کی خواہش نے مختصر جماعت کو مختصر نہ رہنے دیا اور دفتر کا صحن بھرنے لگا، حضرتؒ نے اس کو پسند نہیں فرمایا کیونکہ اس سے مسجد دفتر مدرسہ قدیم کی جماعت پر اثر پڑتا تھا اس لئے حضرتؒ نے جماعت صغیر کے اس معمول کو ترک فرمادیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نے اپنی تصنیف ''حیات محمود'' میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے تقوی وتقدس کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے

''احتیاط کا یہ عالم ہے کہ مہمانوں کے لئے کوئی چیز منجانب مدرسہ منگائی جاتی ہے اور وہ مہمان سے بچ جائے تو اس کی قیمت لگا کر مدرسہ میں داخل فرماتے ہیں پھر اس کو استعمال فرماتے ہیں جنوبی افریقہ کے سفر کے دوران بعض مخلصین نے بڑی رقمیں ہدیہ پیش فرمائیں اور قبول فرمانے پر حد درجہ اصرار فرمایا مگر حضرت مفتی صاحب زید مجد ہم نے بہت سختی سے قبول فرمانے سے انکار فرمادیا جس کا وہاں کے لوگوں پر بہت اثر ہوا''۔

جامعہ مظاہر علوم میں تشریف لانے والے وہ حضرات جو حضرت فقیہ الاسلامؒ سے نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے ان کی آمد پر ان کے طعام وناشتہ کا مکمل صرفہ خود حضرت ہی برداشت فرماتے تھے۔

خموشی گفتگو ھے بے زبانی ھے زباں میری

سکوت آموز طول داستان درد ہے ورنہ زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تاب سخن بھی ہے

حضرت فقیہ الاسلامؒ عموماً خاموش رہتے تھے، کثرت کلام کو معیوب سمجھتے تھے، ترک مالا یعنی ان کا خاصہ تھا، کم گوئی ان کی صفت، فضول بولنے سے احتراز لیکن مدرسہ اور امور مدرسہ کے سلسلہ میں جب بولنے پر آتے تو بولتے ہی چلے جاتے تھے، آپ ہمیشہ فرماتے رہے کہ

''میری طبیعت عام طور پر مجمع سے گھبراتی ہے، دس پانچ اجنبی قسم کے اور نئے آدمی بھی آ گئے تو بات کرنا مشکل ہوتا ہے، عام طور پر خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے اور اس میں ایک بڑا فائدہ بھی ہے وہ یہ کہ اگر نئے آدمی آ گئے خاص طور پر علماء وصلحاء اور میں نے ان کے سامنے بولنا شروع کیا تو ظاہر ہے کہ اپنا عیب ظاہر ہوتا ہے، شیخ سعدیؒ نے ارشاد فرمایا ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

تو اس سے عیب چھپا رہتا ہے ورنہ آدمی جہاں ذرا سا بولا تو اس کے بارے میں سب کو پتہ چل جاتا ہے کہ مقام کیا ہے؟ کمال کیا ہے؟ اس کی استعداد اور صلاحیت کیا ہے؟ اس لئے بڑا مجمع واقعی میرے لئے ناقابل تحمل ہے، اس لئے کہ شروع سے میری زندگی کچھ ایسی رہی ہے کہ گھر اور مدرسہ، گھر اور مدرسہ، پڑھنے کا زمانہ رہا اس کے بعد اللہ نے پڑھانے کی توفیق دی تب بھی یہی حال رہا، چند سالوں میں یہ موقع ملا کہ میں اِدھر اُدھر جانے لگا، مگر طبیعت بدلتی نہیں، جبل گردد جبلت نہ گردد'' (وعظ مدرسہ امداد العلوم ہرسولی مظفر نگر)

کم گوئی اور قلت کلام کی صفات عموماً بہت ہی کم افراد اور بزرگوں میں ہوتی ہیں، حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی ان چنیدہ شخصیات میں سے تھے جو خود خاموش رہ کر اپنے مخاطب کو زیادہ سے زیادہ بولنے کا موقع دیتے تھے، کم گوئی پر عمل بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہے چنانچہ جوامع الکلم میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا

پاک ارشاد موجود ہے کہ ''اَلصُّمْتُ حِکْمٌ وَقَلِیْلٌ فَاعِلُہٗ''

کہا حضورؐ نے حکمت ہے خامشی لوگو
مگر جو اس کے ہیں پابند لوگ تھوڑے ہیں

قلت کلام کے باوجود آپ کے دربار میں بیٹھنے والے کو کبھی بوریت کا احساس نہیں ہوتا تھا نووارد جب تک بیٹھتا تھا نہایت وقار واحترام کے ساتھ اور جاتا تھا تو نہایت مرعوبیت اور جذبات وتاثر کے ساتھ دعا کے لئے آنے والے کو دعاؤں سے، تعویذ کے لئے حاضر ہونے والے کو تعویذ سے، پانی کی بوتل لے کر آنے والے کو پانی پر دم کر کے، اپنے بچوں کے سروں پر دست مبارک رکھوانے والوں کو ان کی عقیدت ومحبت کے احترام کے ساتھ غرض حضرت حضرت ناظم صاحبؒ نے کبھی کسی کو محروم نہیں فرمایا، کسی سے بداخلاقی اور تلخ کلامی نہیں فرمائی، جو کچھ فرمایا سنت نبویؐ کی تعلیمات کے مطابق اور جو کچھ کیا وہ اسوۂ حسنہ کے مطابق...... آپ سے ایک بار اگر کسی کو ملنے کا موقع مل گیا تو گرویدہ ہوگیا۔ دو ایک بار مل گیا تو عاشق بن گیا، محض غائبانہ تذکرہ اور تعارف سن لیا تو عقیدت مند ہوگیا، درس میں شریک ہوا تو متاثر اور خانقاہ میں بیٹھ گیا تو مرعوب غرض آپ نے اپنی خاموش مزاجی سے اچھے اچھوں کے چھکے چھڑادئے اور شاعر کے قول ع۔ خاموش مزاجی تجھے جینے نہیں دے گی کو برعکس کر دکھایا اور یہ ثابت کر دیا کہ شاعر کا کلام غلط ہوسکتا ہے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد کبھی بھی غلط نہیں ہوسکتا۔

میں نے متعدد ایسے افراد اور سرکاری عہدوں پر فائز لیڈران کو حضرت فقیہ الاسلام سے ملاقات کے بعد کہتے ہوئے دیکھا ہے اور سنا ہے کہ ''ایسی شخصیت اور سہارنپور جیسے شہر میں گمنامی کی زندگی گزار رہی ہے تعجب ہوتا ہے کہ ایسا اللہ کا ولی کس قدر سادہ زندگی بسر کر رہا ہے''۔ اور اس قسم کے تاثرات الفاظ کے تغیر کے ساتھ تقریباً ایک ہی سننے میں آتا رہا کہ ''حضرت جی سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی''۔

۲۰۰۱ء میں دلی پردیش کے کانگریس صدر سبھاش چوپڑا حضرت ناظم صاحبؒ سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے اور جب وہاں سے واپس لوٹے تو ایک عجیب تاثر ان کے چہرے پر صاف عیاں تھا، بالآخر احقر سے کہا

''حضرت کے پاس بیٹھ کر جو مجھے سکون واطمینان ملا اور دل ودماغ پر آپ کی مرعوبیت کی جو چھاپ پڑی ہے اس کو میں کبھی نہ بھلاسکوں گا''

شہر سہارنپور کی انتظامیہ کے علاوہ یوپی، بہار، بنگال، دہلی اور اترانچل تک کے اہم لیڈران آپ سے ملنے اور دعا کروانے کیلئے عقیدت ومحبت کے جذبات لے کر حاضر ہوتے اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کسی کو مایوس نہ فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے خاموش رہ کر بھی جتنا بڑا دینی کارنامہ انجام دیا ہے اور بڑے بڑوں کے

قلوب کی جس طرح کایا پلٹ ہوئی ہے وہ زیادہ بولنے والوں سے مدتوں میں نہیں ہو پاتی ۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

یوں تو ہر شخص کو اپنی اپنی نظر کے مطابق حضرت کی صفات وخصوصیات نظر آئیں گی اور ہر شخص حضرت کی کسی خاص ادا اور خاص طرز پر گرویدہ ہوتا تھا لیکن یہ ناکارہ جذبات واحساسات کی جس تلاطم خیز موجوں میں بہہ رہا ہے وہاں سے یہ اندازہ ہی نہیں ہو پاتا کہ اس دریا کی کون سی موج اور کون سی لہر سب سے اہم ہے، احقر جب آپ کی خوبیوں کو یاد کرتا ہے اور یہ امتیاز کرنے کی کوشش کرتا ہے تو فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے تاہم خود اپنا اور دوسرے متعدد افراد کا تبصرہ اپنی جگہ اٹل حقیقت ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ سے جو ایک بار مل گیا وہ دل دے بیٹھا اور اس کا یہ خیال مضبوط تر ہو گیا کہ حضرت کو مجھ سے سب سے زیادہ محبت تھی، میں نے ایسے ایسے افراد کو بھی یہ کہتے ہوئے سنا ہے جن کو ''مجذوب'' کے آگے کوئی درجہ حاصل نہیں کہ ''حضرت کو مجھ سے سب سے زیادہ محبت ہے'' آپ کی اسی ادا نے ہر وارد وصادر پر براہ راست اثر کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرتؒ کی جملہ صفات میں اس صفت کو اہم مقام حاصل تھا ۔

دزدیدہ نگاہوں کا یہ جادو ہے سربزم ہر شخص یہ کہتا ہے ادھر دیکھ رہے ہیں

اس سلسلہ میں کم از کم اس ناکارہ کو کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آئی جس میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کی مذکورہ صفت بدرجہ اتم موجود ہو ۔

جچا نہ کوئی نگاہوں میں ما سوا تیرے نہ جانے کتنے نگاہوں میں مہ وِشاں گزرے

جامعہ مظاہر علوم کے طویل ترین دور میں متعدد بار کچھ بدقماش افراد اور شورش پسند حضرات نے آپ پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے، ناکردہ گناہوں کی سزا آپ کے سر تھوپنے کی سازشیں کیں مدرسہ کے تاریخی ریکارڈ کو منصوبہ بند سازشوں سے حاصل کر کے مرچ مسالہ لگا کر اخبارات میں شائع کر کے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے وضاحت طلب کی کہ ریکارڈ مدرسہ سے باہر کیسے پہنچا؟ پھر کیا ہوا؟ وہی ہوا صیاد اپنے دام میں پھنس گیا، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے لب کھولے اور خاندان حکیمان کی شاطرانہ چالیں ظاہر ہو گئیں تفصیل کا یہاں موقع نہیں میں تو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ عفو ودرگذر، مروت، چشم پوشی اور نہایت کم گو انسان تھے، اور اسی خاموش مزاجی سے بڑے بڑے طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا ۔

خموشی پر مری شورش ہے یہ قیامت کی خدا ناخواستہ لب کھل گئے ہوتے تو کیا ہوتا

فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین نور اللہ مرقدہٗ

محمد ریاض الحسن وارد حال مدینہ منورہ زادھا اللہ نوراً وشرفاً (۱)

مدرسہ مظاہر علوم (وقف) تقریباً ایک سو چالیس سالہ قدیم اور عظیم دینی مرکز ہے جہاں سے بڑے بڑے مفسر، محدث، مفتی اور دیگر اسلامی علوم وفنون کے ماہرین تیار ہوتے رہے ہیں، اس مدرسہ کے فرزند جلیل اور ناظم ومتولی فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری ۲۸ / رمضان ۱۴۲۴ھ بروز پیر کی صبح اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی عمر تقریباً ۷۶ سال تھی۔

ایک ہمہ گیر شخصیت

حضرت مفتی صاحب اس دور کے ایک عظیم علمی روحانی پیشوا تھے، ان کی زندگی ایک روشن کتاب ہے، علم وعمل، دیانت وتقویٰ، تحمل وبردباری، بصیرت وفراست مؤمنانہ، حسن تدبیر وتدبر، حکمت ودانائی، زہد وقناعت، شفقت وایثار اور اکرام مسلم جیسی نورانی صفات اس مرد مؤمن کی کتاب حیات کے جلی عناوین ہیں۔ حضرتؒ کو علمی دنیا میں بھی نہایت عزت واحترام اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ان کے پاس عوام وخواص کا تانتا بندھا رہتا تھا، بڑے بڑے دینی وعلمی حضرات، سیاسی سماجی قائدین اور اہل عقل ودانش ان کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے تھے اور ان کے خلفاء ومسترشدین وتلامذۂ صالحین کے ذریعہ ان کا فیض عمیم دنیا کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے ان خلفاء وتلامذہ اور مسترشدین میں وقت کے نامور، جلیل القدر ارباب علم وفضل بڑی تعداد میں شامل ہیں۔

جامع شریعت وطریقت

حضرت مفتی صاحب شریعت وطریقت کی جامعیت کا معیار اور نمونہ تھے آپ کو حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبندیؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف منسوب چاروں بابرکت سلسلوں میں مناظر اسلام (خلیفۂ حضرت حکیم الامتؒ) مولانا شاہ اسعد اللہ رامپوری سابق ناظم مظاہر علوم سے اجازت حاصل تھی۔ حضرتؒ آپ کے ساتھ روحانی باپ کی حیثیت سے خصوصی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، آپ کے مشورہ کے بعد ہی مفتی صاحب نے نائب ناظم کی ذمہ داری کی پیش کش کو قبول فرمایا تھا ورنہ آپ اس کیلئے بالکل آمادہ نہ تھے نیز آپ کو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے سلسلوں میں بھی خلافت حاصل تھی۔

---

(۱) احقر کا یہ سفر ذاتی نوعیت کا تھا، حجاز مقدس حاضری کے سفر کا صرفہ برادرم مولانا مختار الحسن مظاہری (مقیم مسقط) نے عنایت فرمایا اور وہاں قیام کے مصارف حضرت مولانا حکیم محمد عثمان صاحب مدظلہٗ العالی کی طرف سے ہوئے ابتداءً کچھ وقت مکہ مکرمہ میں اپنے عزیز وکرم فرما دوست مولانا محمد علی مظاہری زیدت مکارمہٗ کو زحمت دی نیز قیام مدینہ منورہ میں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم کی خصوصی عنایات حاصل رہیں، یہ سطریں اصلاً حضرت کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں لکھی گئی تھیں، اسلئے گنہ گار نے اپنے نام کے ساتھ اس سعادت مندانہ سفر کی نسبت کو بھی برقرار رکھا۔ (ریاض)

وطن

حضرت مفتی صاحب کا آبائی وطن ضلع میرٹھ کا ایک مشہور گاؤں قصبہ فتح گڑھ عرف اجراڑہ ہے البتہ آپ کی ولادت، پرورش اور تعلیم وتربیت سب سہارنپور میں ہوئی، آپ کے والد بزرگوار حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ (مصنف معلم الحجاج) مظاہر میں مفتیٔ اعظم تھے۔

علمی مقام

آپ علم وفضل اور تقویٰ کے بلندترین مقام پر فائز تھے۔ درس دیتے ہوئے اور وعظ وتقریر فرماتے ہوئے علم وفکر کے اس بحر بیکراں کی جولانی قابل رشک ہوتی تھی، جملہ علوم شریعت میں آپ کو تخصص کا مقام حاصل تھا بالخصوص تفسیر قرآن، حدیث نبوی اور فقہ کے تو آپ امام تھے۔ آپ کا درس حدیث علمی پختگی کا آئینہ دار اور فقہی نکتہ سنجیوں کا شاہکار ہوتا تھا۔

مظاہر علوم کا عظیم الشان کتب خانہ جس میں لاکھوں کتابیں ہیں اس کی زیادہ تر کتابیں اور ان کے سبھی اہم مباحث ومشمولات حضرت والاؒ کے حافظہ پر مرتسم تھے۔ عام طور پر مدرسہ مظاہر علوم کے بڑے اساتذہ یا دیگر مدارس کے اساتذہ واہل قلم کو اگر کوئی الجھن پیش آتی تو وہ حضرت سے مراجعت کرتے، حضرت بہت عمدہ طریقہ پر ان کی سیرابی کا سامان مہیا فرماتے تھے۔ اور ان کتابوں کی نشاندہی فرماتے جہاں ان کو متعلقہ بحث کی تفصیلات مل سکیں بحمد اللہ اخیر وقت تک اسی طرح آپ علماء ومحققین اور مصنفین کی بھرپور علمی سرپرستی فرماتے رہے۔ اور مسترشدین کی تربیت وتزکیہ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

حضرت والا کی حیات مبارکہ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ ہمارے ایک کرم فرما مولانا سلیم احمد قاسمی نے بتایا کہ میں اور میرے ایک نوجوان فاضل ساتھی مفتی نوشاد ندوی ایک تالیفی تصنیفی کام کے دوران جب ایک مقام پر الجھ گئے تو ہم سہارنپور کے ایک بڑے عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو حضرت مفتی صاحبؒ کے شاگرد ہیں، انہوں نے ہماری طرف خاطر خواہ توجہ نہیں فرمائی پھر ہم استاذ الاساتذہ حضرت مفتی صاحبؒ کے یہاں حاضر ہوئے تو آپ نے نہ صرف یہ کہ وہ نہایت پیچیدہ مسئلہ چٹکیوں میں حل فرمادیا بلکہ ہم کو ایسی شفقت وبشاشت کریمانہ سے نوازا کہ جسے ہم کبھی نہیں بھلاسکتے۔

راقم الحروف کو جب مدرسہ میں جلالین شریف پڑھانے کا پہلی بار موقعہ ہوا تو حضرتؒ نے بہت سی کتابوں کی طرف استفادہ کے لئے رہنمائی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مفسرین جلالین کے اضافات پر میرا دل چاہتا ہے کہ مستقل کام ہو اور میں بھی اس میں اپنی صلاحیت اور ذوق کے مطابق تعاون کروں۔

آپ نے مدرسہ میں تقریباً پچپن سال تدریسی خدمت انجام دی، اکتالیس سال حدیث شریف کا درس

جس میں صرف ترمذی شریف ۳۳؍ مرتبہ پڑھائی اور اس دوران ۴۷؍ سال تک آپ اس عالمی دینی وعلمی مرکز میں صدر مفتی بھی رہے۔

اس دوران حضرت والا نے دومرتبہ تو دورۂ حدیث کی تقریباً پوری کتابیں اکیلے پڑھائی، ایک مرتبہ بخاری شریف اور ابوداؤد شریف کے علاوہ اور پھر ۱۴۰۹ھ میں بخاری شریف ج۔۲ کے علاوہ باقی تمام کتابیں نیز حضرت والا اپنے والد بزرگوار کی طرح بہترین قاری بھی تھے آپ نے طویل عرصہ تک دفتر مدرسہ قدیم والی مسجد میں نماز بھی ادا کرائی ہے۔ کتاب ''تذکرہ قاریان ہند'' میں آپ کا تذکرہ بہت وقیع انداز میں کیا گیا، حضرت شیخ الحدیثؒ آپ کو عام طور پر قاری مظفر ہی کہتے تھے۔

ویسے آپ بلند پایہ فقیہ اور مفتی تو تھے ہی چنانچہ حضرت شیخ الحدیثؒ بھی آپ کے فتاوی پر بڑا اعتماد فرماتے تھے۔

امریکہ کے افغانستان پر بلا جواز حملہ کے ردعمل میں بہت سے علماء نے امریکی، اسرائیلی مصنوعات کے استعمال کو حرام اور ناجائز قرار دے کر فتوی جاری کیا تھا جب کہ ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی رائے عالی یہ تھی کہ اس بارے میں فتوے کے بجائے اپیل سے لوگوں کو متوجہ کیا جائے چنانچہ ملک کے بہت سے ممتاز علماء، وفقہاء نے اسی کے مطابق تمام لوگوں بالخصوص مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ وہ امریکی اسرائیلی مصنوعات کے استعمال سے پرہیز کریں۔

حضرت کی رائے عالی کی عظمت اس وقت آنکھوں سے دیکھی کہ جب فتوی جاری کرنے والے حلقہ کے لوگوں نے بہت جلد انفرادی واجتماعی مواقع پر مذکورہ غیر ملکی مصنوعات کا استعمال شروع کردیا جس سے ثابت ہوا کہ فتوی کی بجائے اپیل کی رائے کیسی دور اندیشی وفراست پر مبنی تھی۔

نیابت اور نظامت

جب مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا شاہ اسعد اللہؒ مناظر اسلام وخلیفۂ حکیم الامت کے ضعف کی وجہ سے ایک نائب ناظم کی ضرورت محسوس کی گئی تو قطب العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی نظر میں مدرسہ کے اندر اس کے اہل صرف حضرت مفتی مظفر حسین تھے لیکن حضرت مفتی صاحب اس پر تیار نہ ہوئے، بات کسی طرح حضرت شاہ میاں مسعودؒ کے علم میں آئی اور انہوں نے حضرت شیخ الحدیث کے حکم پر حضرت مفتی صاحبؒ کو اس مسئلہ پر غور کرنے کیلئے راضی کرلیا۔ حضرتؒ نے اپنے پیر ومرشد وناظم مدرسہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے مشورہ کیا اور اس نازک مگر اہم ذمہ داری کو قبول فرمالیا۔ اسی طرح ناظم مدرسہ کے انتقال پر ملال کے بعد جب آپ کو اصل ناظم بنانے کا مسئلہ آیا تو حضرت شیخ الحدیثؒ مدینہ پاک سے سہارنپور تشریف لائے اور حضرت مفتی صاحب کو مستقل ناظم بنائے جانے کی زبردست تائید فرمائی اور مجمع عام

میں اس حسن انتخاب پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا اور بتایا کہ میری دلی تمنا اور دعا یہ تھی کہ مدرسہ مظاہر علوم کو اس کے شایان شان ناظم مل جائے اور وہ الحمد للہ مل گیا۔ اہل اللہ کی نگاہ بصیرت نے جو توقعات قائم کی تھیں حضرت مفتی صاحب ان کی کسوٹی پر ہر اعتبار سے کھرے اُترے۔

گذشتہ تقریباً چالیس سال سے آپ مدرسہ کے انتظامی امور سے وابستہ رہے ہیں، ۱۴؍سال کے قریب نائب ناظم، ایک سال قائم مقام ناظم اور ۲۵؍سال ناظم و متولی مدرسہ کی اہم ذمہ داری نبھاتے رہے، عمر شریف بوقت وفات (۷۶) سال تھی، مظاہر علوم کی روشن تاریخ میں آپ کی انتظامی وابستگی سب سے طویل رہی ہے۔

غیر معمولی زهد واستغناء

آپ کے زہد وقناعت کا حال یہ تھا کہ آپ نے مدرسہ میں یہ مطالبہ نہیں کہ آپ کو فلاں (اونچی) کتاب دیجائے اور نہ یہ کہ تنخواہ میں اضافہ کردیا جائے۔ دوسرے اکابر کی طرح آپ کے پاس بھی بڑی تعداد میں عقیدتمند و تلامذہ ہدایا لیکر آتے تھے اور حضرت بہت سے لوگوں کے ہدایا قبول بھی فرماتے لیکن ہدیہ قبول کرنے میں آپ کے یہاں بہت زیادہ احتیاط ہوتی مثلاً وہ لوگ جن سے تعارف وانسیت نہیں یا وہ لوگ جو دعاء وغیرہ کوئی غرض لے کر آئے ہوں یا وہ علاقہ جہاں آپ تشریف لے گئے ہوں وہاں کے احباب اگر ہدیہ دیتے تو عموماً حضرت واپس فرماتے تھے سوائے بعض مخصوص حالات واشخاص کے جن سے حضرت والا ہی واقف ہوتے تھے کہ وہ کہاں کس کو اور کیوں اس معمول سے مستثنیٰ فرما رہے ہیں۔

اسی طرح عام طور پر بڑی مقدار میں ہدیہ دینے والے حضرات کے ہدایا قبول نہیں فرماتے تھے، دارالعلوم دیوبند کے استاذ قرأت حضرت قاری جمشید صاحب نے بتایا کہ حضرت نے فرمایا کہ بڑی رقم یا قیمتی ہدیہ جب کوئی پیش کرتا ہے تو مجھے پریشانی ہوجاتی ہے البتہ بعض لوگوں کے ساتھ رعایت واستثناء کا معاملہ فرماتے۔

ایک بار مدینہ طیبہ سے شیخ قاری صفوان داؤدی ہندوستان آئے تھے اور یہاںؒ کے بہت سے کبار علماء سے انہوں نے متعدد کتب حدیث پڑھ کر سند حاصل کی تھی اسی طرح حضرت والا سے بھی موطا امام محمد وغیرہ متعدد کتب مختلف ایام میں پڑھی۔ جس روز وہ جانے لگے تو حضرت سے الوداعی ملاقات کے لئے آئے وہاں بہت سے لوگ حسب معمول موجود تھے اس بھیڑ کے سامنے انہوں نے ہدیہ پیش نہیں کیا اس لئے انہوں نے حضرتؒ سے رخصت ہونے کے بعد باہر نکل کر مجھے کچھ ہندوستانی روپئے دئے کہ بعد میں حضرت والاؒ کو ان کی طرف سے پیش کردوں میں نے معذرت بھی کی کہ آپ مسافر ہیں آپ کی حضرت سے پہلی ملاقاتیں ہیں ادھر آپ نے علمی استفادہ کیا ہے نہ معلوم حضرت آپ کا ہدیہ قبول فرمائیں گے یا نہیں، انہوں نے کہا کہ آپ تنہائی میں میری خواہش اور اصرار کے حوالہ سے پیش کردیں" اگر حضرت والا نے یہ روپئے نہ لئے تو میں آپ کے پاس دیوبند

پہنچادوں گا'' یہ کہتے ہوئے بالآخر وہ روپے لئے اور مناسب موقع پر حضرت کو وہ ہدیہ پیش کرتے ہوئے پوری تفصیل بتائی تاکہ میرے اوپر کوئی بات نہ آئے۔ حضرت والا نے بلا تاخیر و بلا تامل وہ ہدیہ یہ کہہ کر قبول فرمالیا کہ وہ تو مدینہ منورہ سے آئے ہیں (یہ اس نسبت والے کا ہدیہ ہے اس لئے واپس نہیں کرنا ہے)۔

اسی طرح مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے جب اپنی حیات میں ملک کے اکابر علماء کی خدمت میں کچھ رقوم بطور ہدیہ ارسال فرمائی تھیں حضرت والا کے پاس بھی آپ کا ہدیہ پہنچا، تو اسکو بھی حضرت نے قبول فرمایا تھا اور ان کے قاصد مولانا محمود حسنی کو حضرت مولانا کیلئے اس کا تحریری جواب بھی مرحمت فرمایا تھا۔

عارف باللہ حضرت العلام مولانا سید صدیق احمد باندوی مظاہری رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لاتے تو عموماً کچھ ہدیہ لے کر تشریف لاتے اور حضرت نہایت احترام اور محبت سے اس کو حاصل کرتے۔

ایک بار حضرت والا کا بچیٹی کا سفر تھا، مولانا محمد عرفان قاسمی کھیڑہ مغل والوں نے کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہا میں نے اپنے بہت سے مشاہدات کی روشنی میں کہا کہ مشکل ہے کہ قبول فرمالیں البتہ براہ راست پیش کر کے دیکھ لیں، انہوں نے پیش کیا الحمدللہ حضرت نے قبول فرمایا وہ بے حد خوش ہوئے اور میں ان کو رشک بھری نگاہوں سے دیکھتا رہ گیا چونکہ میں نے وہ منظر بھی دیکھا تھا کہ میرے بھائی مولانا مختار الحسن مظاہری مقیم حال مسقط نے جب پہلی بار ہدیہ پیش کیا تو حضرۃ الاستاذ مولانا سید وقار علی صاحب اور بندہ کو سفارشی بنانے کی ضرورت پیش آئی البتہ اس کے بعد وہ ہدیہ پیش کرتے تو ایسی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔

حضرت والا کے خادم مولانا محمد تحسین مرحوم نے بتایا تھا کہ حاجی محمد مستقیم صاحب میرٹھ ہسپتال میں دوران علاج ایک بڑی رقم اپنے بڑے صاحبزادہ کے ہمراہ لے کر آئے تھے لیکن حضرت نے خوش اسلوبی سے واپس فرمادی (اور جب ان کا اصرار زیادہ بڑھا تو معلوم ہوا ہے کہ اس میں سے صرف پچیس سو روپے قبول فرمائے) جب کہ حاجی صاحب سے حضرت کا بہت پرانا اور مستحکم تعلق رہا ہے، حاجی صاحب کو حضرت سے اجازت بھی حاصل ہے۔

حضرت مولانا مفتی مہربان علی بڑوتی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس موقعہ پر بڑی رقم کا انتظام کر کے لائے تھے مگر حضرتؒ نے ان کو بھی واپس ہی فرمادی۔

اسی طرح حاجی محمد اختر صاحب میرٹھ والے اور حاجی نور الٰہی قریشی کا معاملہ رہا ہے۔ مؤخر الذکر کے بارے میں بندہ نے خود دیکھا کہ ان کی طلب پر ان کی گاڑی میں بیٹھ کر حضرت والا اجراڑہ جلسہ سے آتے ہوئے ان کی فیکٹری میں تشریف لے گئے، فیکٹری دیکھی، دعائیں دیں اور جب چلتے وقت انہوں نے بطور ہدیہ ایک بڑی رقم پیش کی تو حضرت نے یہ فرماتے ہوئے واپس فرمادی کہ میں تو کوئی ایسا کام نہیں کرنے والا ہوں جس میں مجھے اتنی بڑی رقم درکار ہو، اس لئے آپ رکھ لیں، انہوں نے علاج اور دوائی میں ضرورت کا ذکر کیا تو فرمایا

کہ ابھی تو کام چل رہا ہے الحمدللہ (حاجی محمد اختر صاحب کے معاملہ میں معلوم ہوا ہے کہ جب حاجی صاحب حضرت کے انکار پر مایوس ہوکر آبدیدہ ہوئے تو دومرتبہ میں دونوٹ ان سے لئے تا کہ ان کی خاطر داری ہوسکے، غالبًا اسطرح سے ۲۰۰ روپۓ ان کے پاس سے لئے)۔

بطور نمونہ یہ چند مثالیں عرض کی ہیں اور یہ واقعات تو ان لوگوں کے ہیں جن کے حضرت سے گھریلو اور پختہ قریبی مراسم ہیں اور یہ لوگ صاحب وسعت بھی ہیں، میرٹھ میں یہ چند حضرات اور حضرت مولانا حکیم محمد اسلام صاحب، قاری حسام الدین، حاجی یقین الدین، حاجی اکرم مرحوم، بھائی سلیم، مولانا خورشید، مولانا عبدالعزیز یہ لوگ تو وہ ہیں جن کو حضرتؒ اپنے گھر کے ہی بڑے چھوٹوں کا درجہ دیتے تھے اور موقع بموقع ان کے گھروں پر بہت رغبت واشتیاق کے ساتھ تشریف بھی لیجاتے، ظاہر ہے کہ ان حضرات کے ہدایا بسا اوقات قبول فرماتے تاہم اس کے باوجود مذکورہ بالا احتیاط پیش نظر رکھتے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عام لوگوں کے ساتھ حضرت کے اکرام واحتیاط کا کیسا معاملہ رہتا ہوگا۔

گذشتہ ماہ رمضان میں محلّہ کے ایک نوجوان نے اپنے بھائی کے ساتھ حاضر ہوکر پچیس ہزار روپے کی خطیر رقم خدمت عالیہ میں پیش کی مگر حضرت نے فرمایا کہ مدرسہ میں دیدو، اس نوجوان نے عرض کیا کہ مدرسہ کے بارے میں علیحدہ سے نیت ہے یہ تو خاص طور پر حضرت ہی کے لئے ہے۔ اس نوجوان کا اصرار حد سے زیادہ بڑھا تو معلوم یہ ہوا ہے کہ ان کی خاطر داری کے پیش نظر دو ہزار روپے قبول فرمائے اور باقی رقم شفقت کے ساتھ ان کو واپس فرمادی اور مشورہ دیا کہ مدرسہ میں دیدیں۔

حضرت والاؒ نے اس رمضان میں ۲۵؍تاریخ کو اپنی زندگی کا آخری نکاح پڑھایا اور وہ حسن اتفاق کہ مذکورہ بالا عقیدت مند صالح نوجوان کا تھا۔

ہندوستان کے مشہور عالم دین جناب مولانا اسرارالحق صاحب جب یکا یک حضرت والا سے بیعت کا ارادہ لے کر آئے اور ایک مرتبہ واپس کئے جانے کے بعد دوبارہ بھی آئے اور بیعت ہوگئے تو ہم نے ان سے اس مؤثر اور یکا یک ہونے والے میلان ومراجعت کا سبب معلوم کیا انہوں نے فرمایا کہ میں ساؤتھ افریقہ گیا تھا وہاں میری ان لوگوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے حضرت کے سفر افریقہ کے دوران ضیافت ومیزبانی کی سعادت حاصل کی تھی۔ میں نے ان لوگوں کے ذریعہ حضرت والا کے جو حالات ومشاہدات سنے تو میری حیرت اور اطمینان وانشراح کی انتہاء نہ رہی اور مجھے لگا کہ جن حالات کو ہم اسلاف کی صرف سوانح میں پڑھ سکتے ہیں ان کا جیتا جاگتا نمونہ بقیدِ حیات ہے تو کیوں نہ ہم ان کے دامن سے وابستہ ہوکر اکتساب فیض کریں اس لئے میں نے حضرتؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا۔ (ملحوظ رہے کہ حضرت والا کے تلامذہ وفیض یافتگان ساؤتھ افریقہ میں بھی

ہیں اور آپ نے ان لوگوں کے مخلصانہ اصرار پر وہاں کا مختصر سا سفر فرمایا تھا آپ نے اس دوران جو ہانسبرگ میں جناب بھائی ابرار صاحب جو ایک بڑے عالم دین کے صاحبزادہ ہیں کے یہاں اور مخلص ومحترم جناب حافظ محمد ایوب کٹروا کے یہاں قیام فرمایا نیز جناب بھائی پاڈیاجی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم فرمودہ مدرسہ تعلیم الدین کے مولانا مفتی ابراہیم بن محمود صالح جی کے یہاں ناشتہ کیا (معلوم ہوا ہے کہ اس سفر میں حضرت والا نے اہل ایمان کو اپنے فیوض وبرکات اور مواعظ وارشادات سے بہرہ ور فرمایا لیکن ہدایا قبول فرمانے میں سو فیصد احتیاط فرمائی جس سے باشندگان افریقہ محو حیرت رہ گئے)۔

جناب حافظ ایوب کٹروا صاحب نے بتایا کہ حضرت کی بعجلت واپسی پر ہم نے عرض کیا کہ آپ کا ویزا دو ماہ کا ہے۔ آپ یہیں قیام فرمائیں صرف ایک ہفتہ میں کیوں تشریف لے جارہے ہیں تو حضرت نے جواب دیا کہ طلبہ کے درس کا حرج ہوگا اور آپ واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔

ایک بار حضرت والا نے الہ باد کے دائم گنج کا سفر فرمایا اس دوران الہ آباد میں ایک مدرسہ میں قیام اور مختصر وعظ فرمایا، دائم گنج میں ایک صاحب سیٹھ ریاض کے یہاں کھانے کا نظام تھا ان کی خواہش تھی کہ حضرت گھر پر ہی قدم رنجہ فرمائیں چنانچہ ان کے گھر پر کھانا تناول فرمایا لیکن انہوں نے ہدیہ کا لفافہ پیش کیا تو حضرت نے نہیں لیا، حضرت مولانا قاری سید حبیب احمد صاحب باندوی کے نظام میں یہ پورا سفر تھا انہوں نے بھی کوشش کی حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب (موجودہ ناظم مدرسہ) اس سفر میں ہمراہ تھے ان کو واسطہ بنایا گیا مگر ناکامی رہی اور بندہ نے جب اس سفر میں ایک سرسری اندازہ لگایا تو حیرت ہوئی کہ واپسی میں دہلی حاجی وہاب الدین کے یہاں اور دوسری جگہوں پر جو ہدایا بچوں کو عنایت فرمائے تو اس کے پیش نظر حضرت کا ذاتی خرچ ہی اس سفر میں تقریباً ایک ہزار روپے ہوا (البتہ سیٹھ ریاض بھی ایسے مخلص نکلے کہ غالباً انہوں نے وہ ہدیہ سہارنپور پہونچا کر حضرت کی خدمت میں پیش کر ہی دیا۔ واللہ اعلم)

حضرت والا میں زہد واستغناء اس قدر تھا کہ آبائی وطن اجراڑہ میں جو جائیداد وراثت میں آپ کے حصہ میں آئی آپ نے اس سے خود کو بے نیاز کر لیا تھا اور سہارنپور میں اتنے طویل عرصہ قیام کے باوجود کوئی ذاتی مکان نہیں بنایا بہت سے اہل تعلق نے مکان کی پیش کش کر کے دیکھی، لیکن حضرت نے اس کو بھی قبول نہیں فرمایا ایک صاحب نے لندن سے رابطہ قائم کیا کہ حضرت آپ کوئی مناسب مکان دکھوالیں یا یہی مکان (حضرت مولانا اطہر والا مکان) میں ان شاء اللہ تین ماہ میں اس کی تعمیر نو کرادوں گا مگر حضرت والا تیار نہ ہوئے)۔

حضرت والا بہت دنوں تک جناب حاجی منی (حاجی عرفان مرحوم) اور ان کے برادران کے اسی مکان میں رہے جس میں حضرت کے والدین رہتے چلے آرہے تھے۔ پھر جب آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا

اطہر حسین صاحب مدظلہ العالی استاد فقہ وادب نے کسی طرح مکان کا نظم کرلیا تو حضرت ان کے کرایہ دار ہو گئے۔

جب وہ سابقہ مکان آپ نے خالی کیا اور مالکان کو چابی دی تو بجائے اس کے کہ وہ حضرات اتنے طویل عرصہ سے مشغول مکان کی واپسی پر خوش ہوتے، حضرت کے اس مکان کو چھوڑنے اور چابی واپس ملنے پر رونے لگے۔

نیز یہ معلوم ہوا ہے کہ درمیان میں حضرت والا کرایہ میں اضافہ کی پیش کش کرتے رہے لیکن مذکورہ مالکان نے وہی کرایہ برقرار رکھا کہ حضرت ہم تو یہ بھی تبرک کے طور پر لیتے ہیں ورنہ آپ حضرات کے بلا معاوضہ رہنے کی ہمیں اصل خوشی تھی۔

حاجی لئیق احمد صاحب بڑے خوش قسمت نکلے کہ انہوں نے حضرت مولانا اطہر صاحب والے مکان کے برابر میں ایک مکان خرید کر اس کی از سر نو تعمیر ومرمت کرائی اور حضرت والا سے یہ درخواست کی کہ اس مکان میں جب تک قیام فرمالیں جب تک آپ اور تائی اماں (اہلیہ حضرت والا) حیات ہیں۔ مکان کا مالک میں ہی ہوں۔ حضرت والاؒ نے ان کی اس مخلصانہ تدبیر وحکمت عملی کی قدر افزائی فرماتے ہوئے اس مکان میں قیام فرمالیا جس سے آپ کو اور تائی اماں (رحمۃ اللہ علیہا ونور اللہ مرقدہا) کو کافی آرام ملا تقریباً سات ماہ حضرت والا نے اس مکان میں قیام فرمایا۔

دیانت وتقویٰ اور حزم واحتیاط

حضرت والا مدرسہ کے معاملات میں کافی احتیاط فرماتے تھے اگر آپ کو تاخیر ہو جاتی تو مدرسہ پہونچ کر بھی چھٹی لیا کرتے تھے اور مدرسہ کے جملہ امور کو انجام دیتے ویسے بھی آپ ہمہ وقت مدرسہ کے کاموں کے لئے خود کو فارغ سمجھتے حتی کہ گھر پر بھی ضرورت پڑتی تو مدرسہ سے متعلق امور انجام دیتے۔

مدرسہ میں جو گاڑی تھی اس کے بارے میں قانون یہ تھا کہ اگر مدرسہ سے وابستہ کوئی آدمی گاڑی لیجانا چاہے تو مقررہ معاوضہ ادا کر کے لے جا سکتا ہے، حضرت کی ہمشیرہ زادی کی شادی تھی، حضرت کو میرٹھ جانا تھا، لوگوں نے عرض کیا کہ حسب ضابطہ صرفہ ادا کر کے گاڑی لیجائیں لیکن حضرت مدرسہ کی گاڑی چھوڑ کر دوسری گاڑی سے میرٹھ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اتنی چھان بین کون کرے گا، عام آدمی تو یہی رائے قائم کرلیں گے کہ ذاتی کام میں مدرسہ کی گاڑی استعمال کر رہے ہیں اس لئے یہ گاڑی لیجانا خلاف احتیاط ہے **اتقوا مواضع التہم** بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔

اسی طرح حضرت کے خلفاء، مریدین ومسترشدین مدرسہ کے تعاون کے سلسلہ میں ایک کلیدی حیثیت رکھتے ہیں لیکن مہمان خانہ کے خدام کو ہدایت تھی کہ جو لوگ بیعت وارادت کے تعلق کی نسبت پر آئیں تو ان کا صرفہ مدرسہ کے ذمہ نہ لکھا کریں مجھ سے وصول کیا کریں اسی طرح حضرت کے اعزہ وقارب میں سے کوئی آتا تو

وہ مدرسہ کا کتنا بھی بڑا معاون ہے حضرت والا اس کے خورد ونوش کے جملہ مصارف اپنے ہی ذمہ رکھتے ،حضرت والا اس سلسلہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت مفتیٔ اعظم سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کا ایک واقعہ سناتے تھے کہ گلزار حسینیہ اجراڑہ کے لئے ان کو مدرسہ نے سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے تجویز کیا لیکن حضرت مفتیٔ اعظم ذاتی سفر کے طور پر وہاں تشریف لے گئے اور مدرسہ سے چھٹی لی ،اس پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے استفسار کیا کہ آپ کو تو مدرسہ نے اجازت دی تھی ،اپنی چھٹی لینے کی کیا ضرورت تھی ،تو حضرت مفتیٔ اعظم نے کہا کہ میرا گھر بھی تو وہیں ہے، بہر حال میں اپنے گھر بھی گیا، اس لئے وہاں کے سفر کو میں مدرسہ کا سفر قرار نہیں دے سکا (احتیاطاً حالانکہ آپ کا سفر ذاتی کام سے نہ تھا)

اس واقعہ کا تذکرہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ''آپ بیتی'' میں تفصیل سے کیا اور حضرت مفتیٔ اعظمؒ سے اپنے تعلق ودوستی کے احوال بیان کرتے ہوئے ان کے بارے میں تحریر فرمایا ''اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند درجات عطا فرمائے اس کی خوبیاں اگر لکھوں تو مستقل ایک دفتر چاہیے''۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو آپ بیتی ص ۵۸۶ تا ۵۸۸)

حضرت اقدس فقیہ الاسلامؒ جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ کے جلسہ میں اہتمام کے ساتھ تشریف لے جاتے اور وہاں کے مدرسہ والوں کے شدید اصرار کے باوجود گاڑی کا صرفہ قبول نہیں فرماتے۔

ایک بار (یہ غالباً وہاں کے جلسہ میں آخری شرکت تھی) حضرت مولانا محمد عبد اللہ مغیثی صاحب کے حکم سے مولانا سید عقیل صاحب نے باصرار جناب مولوی احمد کو گاڑی کا کرایہ دے دیا۔حضرت نے محسوس فرمالیا، پوچھا کرایہ تو نہیں لے لیا؟ مولوی احمد صاحب نے عرض کیا، انہوں نے بہت ضد کر کے دیدیا ہے، حضرت نے فرمایا واپس کردو، مولوی احمد نے جواباً عرض کیا کہ میں نے بے حد کوشش کر لی ،واپس نہیں لے رہے ہیں، حضرت والاؒ نے قدرے سخت لہجہ میں فرمایا کہ لاؤ میں واپس کر کے آتا ہوں، مولوی احمد نے مدرسہ والوں کو یہ صورت حال بتائی اور کرایہ واپس کر دیا۔

جود وسخا

حضرت والا بڑے غریب پرور اور اپنے عزیزوں کے ساتھ مواسات کا معاملہ فرمانے والے تھے، تنخواہ میں سے جہاں اپنے اہل خانہ کو ان کا ضروری حصہ مرحمت فرماتے۔وہیں بہت سے عزیز واقارب اور غریب ونادار طلبہ کو بھی نوازتے۔بہت سے طلبہ کا کھانا اپنی طرف سے قیمتاً جاری کراتے نیز مکان کا کرایہ اور بجلی کا صرفہ اہتمام کے ساتھ ادا فرماتے۔

حضرت والاؒ جہاں اپنے عزیز واقارب اور متعلقین کے ساتھ مواسات وغمخواری کا اہتمام فرماتے تھے وہیں اگر کسی کے یہاں مہمان ہوتے تو بھی ہدیہ دینے کا خاص خیال رکھتے حتی کہ چھوٹوں کو بھی عنایات سے

نوازتے، ہم جیسوں کو بھی متعدد مرتبہ حضرت سے اس نوع کی شفقتیں حاصل ہوئیں۔

حضرت کے یہاں دعوت قبول کرنے کے کچھ آداب وحدود ملحوظ ہوتے لیکن امیر غریب کا فرق ہرگز نہ تھا، غریب سے غریب آدمی کے گھر پر بھی میزبانوں کی مخلصانہ دعوت پر تشریف لے جاتے اور کچھ ہدیہ بھی عنایت فرماتے، نکاح پڑھانے کے لئے تشریف لے جاتے وہاں بھی اکثر دولہا/دلہن کے لئے کچھ عنایت فرماتے، قریبی اہل تعلق کے یہاں اگر شدید عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکتے ہوں تو کم از کم ہدیہ کی شرکت ضرور فرماتے۔

حضرت تائی اماں مرحومہ کا جس دن وصال ہوا حضرت والاؒ سخت صدمہ میں تھے، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے مدینہ طیبہ سے تعزیتی فون کیا مگر حضرت والا بات نہ کر سکے لیکن اسی دن شام کو مولانا جابر چاند پوری کے بچہ کی شادی تھی، نکاح بھی سہارنپور میں ہونا تھا، مولانا جابر نے یہ حالات دیکھ کر نکاح پڑھانے کی درخواست تو نہیں کی البتہ دعا کے لئے عرض کیا۔ ایسی حالت میں بھی حضرت نے جہاں ان کو دعائیں دیں وہیں بچہ کے لئے کچھ ہدیہ بھی عنایت فرمایا۔

بارہا دیکھا ہے کہ حضرت اقدس مفتی عبد القیوم صاحب رائے پوری دامت برکاتہم سے ملنے کے لئے حضرت والاؒ رائے پور تشریف لے جاتے تو حضرت مفتی صاحب کو کچھ ہدیہ پیش فرماتے۔

ہم لوگ بنگلور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس میں شرکت کے لئے حضرت کے حکم سے روانہ ہوئے تو حضرت والا نے مفتی شعیب اللہ خانصاحب مفتاحی کے لئے ہدیہ عنایت فرمایا۔

اکرام ضیف

حضرت مہمانوں کا بہت اکرام فرماتے تھے بسا اوقات خود مہمانوں کو مہمان خانہ چھوڑنے تشریف لاتے اور پھر ان کی خبر گیری کا بھرپور خیال فرماتے۔ جس وقت حضرت کا سر کا آپریشن ہوا اور صحت کچھ بہتر ہوئی تو آپ نے وہیل چیر پر تشریف فرما ہو کر مدرسہ کی تقریب میں آئے مہمانوں کی خبر گیری فرمائی اور پورے مہمان خانہ میں گھومے، ایسا بہت سی مرتبہ ہوتا کہ عین کھانے کے وقت بہت سے مہمان ہو جاتے اور آپ ان کو لے کر گھر تشریف لے جاتے، محترمہ تائی اماں بھی اسی لحاظ سے پیشگی تیاری رکھتی تھیں کہ اگر متعدد مہمان بھی حضرت کے ساتھ کھانے پر بغیر پیشگی اطلاع کے آجائیں تو بھی کھانا پیش کرنے میں تاخیر نہ ہو۔

اچانک کھانے کے وقت آنے والا مہمان اگر اس وجہ سے گھر رخصت ہونا چاہے کہ کھانے کا وقت ہے اور میں پہلے سے یہاں موجود نہیں تھا تو حضرت عموماً ایسا نہ کرنے دیتے، ہم جیسے سیہ کاروں کو بھی بارہا اس بابرکت دستر خوان سے خوشہ چینی کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

ہمارے دوست مولانا محمد انعام اللہ قاسمیؒ (المعہد الاسلامی مانک مئو) نے بتایا کہ حضرت ہمیں اپنے دولت کدہ

پر لے گئے لیکن ہم نے کھانے کا ماحول دیکھا تو حضرت اندر تھے اور ہم لوگ چلے آئے، ہم دفتر تک ہی لوٹے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور پوچھا کہ مانک مئو والے کون ہیں؟ حضرت کھانے پر بلا رہے ہیں۔

تحمل وبردباری

حضرت والاؒ کے اندر برداشت اور تحمل وبردباری بہت زیادہ تھی، آپ کی پوری زندگی اس کا اعلیٰ نمونہ تھی، خاص طور پر مدرسہ کے قضیہ کے دوران اس کے کئی اہم اور یادگار نظارے دیکھنے کو ملے۔

مدرسہ کے قضیہ میں حضرت کے ایک سرگرم سپاہی تھے چودھری مشتاق مرحوم، وہ ایک سیاسی شخص تھے، انہوں نے مرکزی حکومت میں قدآور شخصیت آنجہانی راجیش پائلٹ سے بات چیت کرنے کے بعد دار الطلبہ جدید کے انخلاء کی بات کی تو حضرت نے اندیشہائے فتن کے باعث منع فرمادیا۔

اتر پردیش کی صوبائی حکومت میں ایک بااثر شخص وزیر اوقاف بنے جو آج کل صوبائی حکومت میں کابینی وزیر ہیں انہوں نے پیش کش کی کہ دار جدید خالی کرالیا جائے لیکن حضرت والاؒ اسی اندیشہ سے اس پر تیار نہ ہوئے۔

گذشتہ ۲۰۰۱ء میں وقف بورڈ کے چیرمین جناب ظفر فاروقی نے حضرت والاؒ کے حق میں فیصلۂ تولیت صادر کرتے ہوئے پورے مدرسہ اور اس کی تمام جائدادوں کا متولی (منتظم اعلیٰ) تسلیم کرلیا تھا، کئی ماہ یہ فیصلہ حضرت کے حق میں علی الاطلاق برقرار رہا، دوسری طرف کے تمام ذمہ دار حضرات سفر پر بیرون ملک تھے، لوگوں نے بہت آکر کہا کہ حضرت موقعہ اچھا ہے دار جدید کا انخلاء کرالیا جائے، حضرت والا نے فتنوں سے بچنے کیلئے سختی سے منع فرمادیا۔

حضرت والا کی ایسی بہت سی خوبیاں مسلسل جن لوگوں نے نزدیک سے دیکھی ہیں وہ حضرت کے بڑے قدردان تھے، قضیہ مُظاہر علوم میں مخالفانہ حصہ لینے والے سیکڑوں لوگوں نے حضرت والاؒ سے زبانی وتحریری معذرت فرمائی۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، حضرت اقدس مولانا محمد اللہؒ بھی ان اہل علم وفضل میں سے ہیں جنہوں نے قضیہ مُظاہر کے دوران ہوئے معاملہ کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحبؒ سے اظہار معذرت فرمایا۔

مؤثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت اقدس مفتی محمد یحییٰؒ کی طرف سے حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب نے خدمت میں حاضر ہوکر حضرتؒ سے اظہار معذرت کیا (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت والاؒ مفتی یحییٰ صاحبؒ کے انتقال پر ان کے گھر تشریف لے گئے مرحوم کا دیدار کیا اور اہل خانہ سے اظہار تعزیت کیا۔ حضرت مولانا محمد اللہ صاحب کی علالت کے وقت میرٹھ اس اطلاع پر تشریف لے گئے کہ وہاں ان کو علاج کے لئے لیجایا گیا ہے (لیکن وہاں سے لاعلاج قرار دئے جانے کے بعد مولانا مرحوم کو جب واپس لایا جارہا

تھا تو راستہ ہی میں ان کا وصال ہوگیا ،سہارنپور میں ان کی نماز جنازہ ہوچکی تھی)جب تک حضرت والا واپس سہارنپور تشریف لائے تو ان کا جنازہ قبرستان جا چکا تھا ،حضرت نے وہاں ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تدفین میں شرکت فرمائی۔

حضرت کے ایک ادنی شاگرد نے ان کے بارے میں نہایت گھٹیا اور بازاری زبان میں مسلسل تحریری وتقریری مہم چلا کر رکھی لیکن حضرت نے کبھی درخور اعتناء نہیں سمجھا ،اس کے باوجود حضرت کی محبوبیت ومقبولیت بڑھتی گئی اور اس ہرزہ سرائی کرنیوالے کا قد چھوٹے سے چھوٹا ہوتا چلا گیا۔الحمد للہ اس کو نظام الدین سے لے کر سہارنپور تک اس کی اپنی جماعت کے اہل بصیرت میں بھی مطعون اور اچھوت قرار دیا جانے لگا۔ **ان فی ذٰلک لعبرة لاولی الابصار۔**

ذکر وتلاوت

حضرت والاؒ بڑے ذاکر وشاغل تھے عموماً ذکر میں مشغول رہتے تھے ،اپنے معمولات کے علاوہ دیگر اوقات میں بالخصوص سفر کے دوران ادھر اُدھر کی باتوں کے بجائے ذکر میں رطب اللسان رہتے بعض معتبر حضرات نے بتایا کہ مظاہر علوم کے دفتر نظامت میں پہنچنے سے پہلے کچھ اذکار سے فارغ ہوکر تشریف لانے کا اہتمام فرماتے اور تلاوت قرآن ومطالعۂ کتب کا اہتمام فرماتے ،قرآن پاک ترتیل وتجوید کے ساتھ پڑھتے تھے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ جہاں آپ کو جلیل القدر عالم اور فقیہ سمجھتے تھے ،وہیں آپ کو "قاری مظفر" کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔

حضرت مولانا قاری جمشید صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کا اصلاحی تعلق حضرت سے رہا ہے انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت کے بارے میں سنا تھا کہ روزانہ دس پندرہ پاروں کی تلاوت کا معمول ہے میں نے حضرت سے پوچھا تو آپ نے اس کی تصویب فرمائی۔مذکورہ معمول سے زیادہ تلاوت کے واقعات بھی معتبر ذرائع سے علم میں آئے ہیں۔

رجوعِ عام

حضرت والاؒ سے اصلاحی تعلق قائم کرنیوالوں اور مسترشدین کا رجوع عام تھا جن میں بلند پایہ علمائے کرام واساتذۂ مدارس بھی شامل ہیں۔

حضرت اقدس مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادیؒ (خلیفۂ حضرت حکیم الامتؒ) حضرت العلام مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ (خلیفۂ حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ) فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ (خلیفۂ حضرت شیخ الحدیثؒ) نور اللہ مراقدہم کے وصال کے بعد تو ان کے حلقہ کے وابستگان بالخصوص کبار علماء بہت بڑی تعداد میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہوگئے۔

حالانکہ حضرت والا مرید بنانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے پھر بھی دنیا بھر میں پھیلے ہوئے آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اور سیکڑوں لوگ وہ ہیں جن کو اجازت وخلافت کی خلعت نورانی سے بھی نوازا ہے ان میں مفتی سعید احمد صاحب محدث دار العلوم دیوبند، شیخ الحدیث مولانا محمد یٰسین صاحب محدث مفتاح العلوم جلال آباد، مفتی نصیر احمد صاحبؒ، حضرت مولانا نسیم احمد غازی، محدث جامع الہدیٰ مرادآباد، مفتی مہربان علی بڑوتیؒ، حضرت مولانا سید حبیب احمد صاحب باندوی، حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب اسعدی محدث باندہ، حضرت مولانا محمد اسلم صاحب کاشف العلوم چھٹمل پور، شیخ الحدیث علامہ محمد عثمان غنی صاحب شیخ الحدیث، قاری حسام الدین صاحب، مولانا محمد الیاس صاحب، مولانا سید ابوالکلام صاحب دیوبند، مولانا اسرار الحق قاسمی، مولانا شمیم احمد قاسمی دہلی، مولانا صغیر احمد قاسمی دہلویؒ، مولانا عبد العزیز قاسمی میرٹھ، مولانا خورشید احمد قاسمی، مولانا محمد السورتی، مولانا محمد صاحب کاندھلوی مرکز نظام الدین دہلی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ آپ کے متعدد وقیع تلامذہ ہیں جو عظیم الشان دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ان میں حضرت مولانا سید وقار علی صاحب، حضرت مولانا سید محمد عاقل (صاحب الدر المنضود) مولانا سید سلمان سہارنپوری، حضرت مولانا محمد یونس صاحب محدث، مولانا عبد الحفیظ مکی، حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ مدنی، مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانہ بھون، مولانا غلام محمد وستانوی، مفتی عبد اللہ، مفتی نسیم احمد غازی، مفتی شبیر احمد لندنی، بھائی مولانا یحییٰ افریقی، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب (صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ)، حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب، حضرت مولانا ابوالحسن صاحب، مولانا انور صاحب گنگوہی وغیرہ بہت سے مشہور وممتاز علماء اجلہ آپ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں۔

تالیفات

آپ کے قلم سے متعدد علمی کام منصۂ شہود پر آئے ہیں فضائل جماعت، فضائل تہجد، فضائل مسواک، الدر السنی فی حیات النبی، فضائل الاعمال (قدیم) آپ کی قیمتی تالیفات ہیں نیز آپ کی بعض تقریریں اور ملفوظات بھی طبع ہو چکے ہیں آپ کے شہرۂ آفاق درس ترمذی کی طباعت کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ جس کا ابھی صرف مقدمہ شائع ہوا ہے۔ (حضرتؒ کی دلی خواہش تھی کہ چونکہ یہ درسی تقریر ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ کوئی ماہر، ذی علم شخص اس کو تنقیدی طور پر دیکھ لے پھر اس کی طباعت ہوتا کہ قارئین کو زیادہ فیض ہو۔ کاش حضرت والاؒ کی اس بابرکت خواہش کی تکمیل ہو پائے)

مستجاب الدعوات شخصیت

حضرت والا بڑے مستجاب الدعوات تھے۔ دعاء کی درخواست لے کر لوگ دور دراز کے سفر کرکے حاضر خدمت ہوتے یا خطوط لکھتے۔

آپ کے پاس اہل ایمان تو حاضری دیتے بھی تھے جیسا کہ ختم بخاری شریف کی دعا میں شریک ہونے والوں

کی تعداد ۲۰ تا ۲۵ ہزار ہونے لگی، غیر مسلم بھی آپ سے انتہائی عقیدت ومحبت رکھتے ،شہر کے ایک غیر مسلم ہر روز آپ سے پانی پردم کرا کے لیجاتے۔

گروتمبا کو والے لالہ جی جواس شہر کے بڑے بااثر اور سرمایہ دار لوگوں میں سے ہیں وہ تو جب ملاقات کیلئے آتے تو حضرت کی خدمت میں پھلوں وغیرہ کی ٹوکری نوکر سے لے کر اپنے سر پر رکھ کر حاضری دیتے اور واپسی میں جب تک حضرت کا جسم شریف نظر آسکتا تھا الٹے پاؤں لوٹتے ،حضرت کی طرف پیٹھ نہیں کرتے۔

اتر پردیش کے موجودہ وزیر اعلیٰ جناب ملائم سنگھ یادو جی سہارنپور آئے ،دعاء کیلئے حضرت کے پاس پہونچے ،اگلے ہی دن برسر اقتدار جماعت میں اختلافات کی خلیج بڑھ گئی اور جناب ملائم سنگھ کے وزیر اعلیٰ بننے کا راستہ ہموار ہوگیا، اخبارات وغیرہ نے اپنا تأثر لکھا اور اس پارٹی کے قائدین نے بیان دیا کہ اس میں حضرت مفتی صاحب کی دعاوتوجہات کا دخل ہے۔

آپ کے معالج جناب ڈاکٹر گریش تیاگی نے جب سے دوران علاج آپ کے احوال کا مشاہدہ کیا ہے ان کو آپ سے بہت عقیدت ہوگئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت والا سے فیس لینا اور اپنے نرسنگ ہوم میں تیمارداری کے لئے قیام کرانے کے مصارف لینا بند کردئے تھے اور جب حضرت والا کچھ تحفوں کی شکل میں اس کی تلافی کرنے لگے تو انہوں نے ایک دومرتبہ تحفہ قبول کرنے کے بعد درخواست کی کہ میں تو آپ کی سیوا کرنا چاہتا ہوں اگر آپ اس طرح تحفے تحائف لاتے رہے تو میں سیوا سے محروم رہ جاؤں گا۔

ہندوستانی طیارہ جو قندھار گیا تھا، ڈاکٹر صاحب بھی اس میں سوار تھے واپسی پر انہوں نے بتایا کہ مجھے تو بہت اطمینان قلب تھا میں نے رفقاء سفر کو بھی تسلی دی تھی کہ سب ٹھیک ہوجائے گا کیونکہ اللہ کے ایک نیک بندے کی دعاء میرے ساتھ ہے، ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس صبر آزما سفر کے بہت سے اچھے تاثرات کا بھی تذکرہ کیا، مثلاً انہوں نے بتایا کہ میرا بچہ روٹی کے بجائے کیلا کھاتا تھا ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اس بچہ کے لئے کیلے کا اہتمام کیا حالانکہ ان کو گیارہ کیلومیٹر کی دوری سے کیلے کا انتظام کرنا پڑتا اور انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ آپ چاہیں تو بچہ کو انڈیا پہنچادیں۔

رقیہ

حضرت والا اگر چہ کبھی تعویذ بھی دیدیا کرتے تھے لیکن عموماً اہل معاملہ کو کچھ پڑھنے کے لئے فرماتے یا اس کو پانی پر دم کر کے دینے کو زیادہ بہتر اور قابل ترجیح خیال فرماتے ،عموماً لوگوں سے پانی کی بوتل رکھوالی جاتی حضرت مناسب وقت پر مخصوص آیات ومعمولات کے پڑھنے سے فارغ ہوکر ان پر دَم کرتے ،آنے والے پریشان حال یا مریض پر دَم کرنے کی سنت نبوی پر بھی آپ کا بہت عمل تھا۔

ملی جماعتوں کی قدردانی

ملک میں سرگرم مختلف ملی تنظیموں کی خوبیوں کو آپ خوب سراہتے تھے بہت سے اہم معاملات میں لوگوں کو مسلم پرسنل لاء بورڈ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیتے اگرچہ آپ اپنا پورا وقت مظاہرعلوم کی خدمت، وعظ وتقریر، درس وتدریس، اصلاح وارشاد کے لئے وقف رکھتے تھے، تنظیموں کی سرگرمیوں میں کم ہی شریک ہوتے تھے البتہ مسلم پرسنل لاء بورڈ، جمعیۃ علمائے ہند، آل انڈیا ملی کونسل، مرکزی جمعیۃ علماء ہند ودینی تعلیمی کونسل، ملی جمعیۃ علماء ہند وغیرہ کے دعوت ناموں کو عموماً قبول فرماتے اور اپنے ادارہ سے ان میں نمائندگی کراتے تھے، پچھلے سال ذمہ داران جمعیۃ کی طلب پر مدرسہ کے ایک مدرس مفتی محمد امین صاحب اور بعض دوسرے اساتذہ کو دہلی بھیجا جو کئی روز تک جمعیۃ کے ایک بڑے اجلاس کی تیاری کے سلسلہ میں وہاں مقیم رہے، جمعیۃ علما کی طرف سے مدارس کے بارے میں دہلی میں منعقد کئے جانے والے اجلاس میں حضرت قاری محمد ادریس صاحب اور بندہ، مذہبی عبادت گاہ بل کے خلاف لکھنؤ میں ہونے والے احتجاجی اجلاس میں بندہ نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوا۔ ملی جماعتوں کے بعض اہم پروگراموں میں حضرت والا بنفس نفیس بھی شریک ہوئے۔

ملی کونسل کے موجودہ سکریٹری جنرل حضرت اقدس الحاج مولانا محمد عبداللہ مغیثی اس تنظیم کے بانیوں میں سے ایک ہیں ادھر مدرسہ مظاہرعلوم وقف اور حضرت فقیہ الاسلام سے ان کا قریبی اور نہایت مستحکم تعلق رہا ہے اسی طرح اس تنظیم کے بانی حضرت قاضی صاحبؒ حضرت والا کی بڑی قدر کرتے تھے، ان حضرات کے مخلصانہ اصرار اور ان کے کاموں کی اہمیت کے پیش نظر بسا اوقات حضرت والا اس تنظیم کے اجلاسوں میں شریک ہوتے۔

دینی پختگی اورتصلب

بایں ہمہ جب حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کی اسلامک فقہ اکیڈمی سے طلاق سکران کے عدم وقوع کا فیصلہ آیا اور اخبارات میں یہ بھی شائع ہوا کہ اس میں مظاہرعلوم کے نمائندہ بھی شامل تھے تو حضرت والا نے فوری طور پر اخبار ہی میں وضاحت کرائی کہ اس فقہی جزئیہ میں مظاہرعلوم وقف کا موقف وہی ہے جو سلف صالحین اور فقہائے امت کا رہا ہے کہ طلاق سکران واقع ہوگی جب کہ حضرت قاضی صاحب حضرت مفتی صاحب سے بہت محبت فرماتے تھے اور بار بار مظاہرعلوم وقف میں تشریف بھی لاتے تھے اور انہوں نے حضرت والا کو اپنی تنظیم کا سرپرست بھی بنایا ہوا تھا اور جب مدرسہ مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور کیلئے ان کے تأثرات لکھوانے کی بات آئی تو انہوں نے بہت وقیع اور مفصل تصدیق وتأثر تحریر فرمایا لیکن اس کے باوجود اس فقہی جزئیہ میں حضرت والا اکابر کے نقطۂ نظر سے بالکل نہ ہٹے

بلکہ اخبار میں جیسے خبر شائع ہوگئی ویسے ہی اخبار میں وضاحت بھی شائع کرائی (احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے سہارنپور تشریف آوری پر حضرت مفتی صاحب سے کہا تھا کہ آپ مجھے بذریعہ خط اس بارے میں مطلع فرمادیتے تو اور بہتر تھا) حضرت کے یہاں اس درجہ اعتدال تھا کہ اچھے کاموں میں ان سے توافق وستائش کا اظہار اور فقہی جزئیات میں سلف کے موقف کی پابندی پر ثابت قدمی مالایو خذ کلہ لا یترک کلہ۔

حضرت بھائی پاڈیا جیؒ کا ایک سفر سہارنپور کا ہوا وہ مہمان خانہ میں تشریف لائے اور حضرت سے دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ حضرت ہمیں آپ پر مکمل اعتماد ہے لیکن مظاہر علوم وقف مودودیت کی عالمی سازش کا شکار ہوگیا ہے اس لئے جماعت اسلامی کے بعض لوگ آپ کے موقف (تحفظ وقف) کی تائید کرتے ہیں۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ پاڈیا جی ایسا تو ہمارے سب اکابر کرتے ہیں کہ مشترک مسائل کے لئے مختلف مکاتیب فکر کے لوگ یکجا بیٹھیں جیسے پرسنل لاء بورڈ میں، تو حضرت بھائی پاڈیا جی نے کہا کہ حضرت آپ مودودی لوگوں کا دفاع نہ کریں حضرت نے فرمایا کہ اگر اتنے ہی کا نام مودودیت ہے تو میں مودودی ہوں۔

اللہ کی شان دیکھئے حضرت بھائی پاڈیا جی کو تو شبہ ہوا تھا کہ مدرسہ پر جماعت اسلامی والوں کی بالادستی ہوجائیگی جب کہ ہوا یہ کہ وہ صاحب تحفظ وقف کے سلسلہ میں حضرت کے ہمنوا تھے انہوں نے ہی جماعت اسلامی سے لاتعلقی اختیار کرلی اور جب حضرت نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ علیحدہ ہوکر میں زیادہ وسیع میدان میں کام کرنا چاہتا ہوں، وہاں کچھ جماعتی حدود ملحوظ رکھنی پڑتی تھیں۔

کاش حضرت بھائی پاڈیا جیؒ زندہ رہتے تو انہیں خوشی ہوتی کہ مفتی مظفر حسین جیسے مرد مؤمن کی نگاہیں سامنے والے میں انقلاب لاتی ہیں وہ کسی سازش کا شکار نہیں ہوتے۔

حضرت والا فوٹو کھنچوانے میں غایت درجہ احتیاط فرماتے تھے، اخبار نویسوں کو ہزار کوششوں کے باوجود آپ کا فوٹو دستیاب نہ ہوتا، کسی جلسہ یا شادی بیاہ کی تقریب میں فوٹو گرافی کا پتہ چل جاتا تو شرکت نہیں فرماتے تھے یا درمیان ہی میں اٹھ کر چلے آتے، مدرسہ میں حضرت والا کی خدمت میں بہت سے وزراء اور دیگر سیاسی قائدین آتے رہتے تھے اور ان کے ساتھ اخبار نویس وفوٹو گرافر بھی ہوا کرتے تھے لیکن یہاں خدام کو بار بار یہ اعلان کرنا پڑتا تھا کہ فوٹو نہ لیں سہارنپور کے ایک غیر مسلم فوٹو گرافر نے خاموشی سے آپ کا فوٹو لے لیا، حضرت سے عقیدت ومحبت اور تلمذ رکھنے والے بڑی تعداد میں اس کی دوکان سے فوٹو بنوانے کے لئے آنے لگے، حضرت کو معلوم ہوا تو اس کو سختی کے ساتھ منع کرایا۔

حضرت کو پیشاب کی بھی تکلیف تھی اس کے لئے مختلف معالجوں سے سلسلۂ علاج جاری رہا، سہارنپور کے

جدید معیاری ہسپتال کے معالج نے تنہائی میں چیک اپ کے لئے ستر کھلوانا چاہا اور بتایا کہ اس کے بغیر ہم صحیح تشخیص و تجویز نہیں کر سکتے لیکن حضرت اس پر بالکل تیار نہ ہوئے اور فرمایا کہ اس سے بہتر میں علاج نہ کرانے کو ترجیح دوں گا اور آپ فوراً معالج کے کمرہ سے باہر نکل آئے چنانچہ معالج نے حضرت کے پرچہ پر لکھا کہ مریض نے چیک اپ کرنے میں مطلوبہ تعاون دینے سے گریز کیا۔

پیشاب کے عارضہ کے باوجود حضرت والا مسجد میں نماز باجماعت کا حتی الامکان خیال فرماتے تھے اور اگر عذر کی وجہ سے مسجد کی جماعت چھوٹ جاتی تو اس پر بہت رنجیدہ ہوتے اور بعض اوقات مجمع عام میں اپنے عذر اور افسوس کا اظہار فرماتے۔

اس عمومی اطلاع سے حضرت والا کا مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ عامۃ الناس میں ایک دینی پیشوا کے بارے میں جماعت کی نماز کے بارے میں عدم اہتمام کی بدگمانی نہ ہو جائے اور اس کی تائید میں شارع علیہ السلام کے اس واقعہ کو بطور تائید بیان فرماتے جس میں حضور پاک ﷺ اپنی بعض ازواج مطہرات سے بات کر رہے تھے جب وہ تشریف لے گئیں تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو بتلایا کہ یہ میری بیوی تھی۔

آقائے نامدار ﷺ کو اپنے مخلص و جاں نثار صحابہ کے سامنے ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن آپ نے غالباً تعلیم امت کے لئے ایسا فرمایا چنانچہ حضرت والا اسی احتیاطی پہلو کے پیش نظر بعض اوقات اپنی بیماری اور عذر کی وضاحت فرماتے تھے۔

حضرت کے تصلب فی الدین سنت نبوی و مسلک اکابر سے پختہ وابستگی کے اسی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ مظاہر علوم کو جب سابقہ نہج سے ہٹا کر مذہبی ادارہ کے بجائے ایک عوامی اور سیکولر ادارہ بنانے کی کوشش کی گئی تو حضرت اس کو سابقہ روایات پر باقی رکھنے کے لئے چٹان کی طرح کھڑے ہوگئے اور بلا خوف لومۃ لائم اس کے مزاج و تشخص کا بھرپور تحفظ فرمایا۔

مذہبی وسماجی مسائل پر نگاہ

اسی طرح شہر اور علاقہ کی مذہبی تحریکیں، سماجی جدوجہد اور قیام امن کی مساعی بھی کبھی آپ کی سرپرستی سے محروم نہیں رہی آپ نے جہاں شاہ بانو والے معاملہ میں شریعت مطہرہ پر ہونے والے دہریت زدہ حملہ کے موقع پر ملت اسلامیہ کے موقف کو مؤثر طور پر نمایاں کرنے والے ایک بڑے جلوس کی قیادت فرمائی اسی طرح ایک بار یوپی حکومت کے ظالمانہ اقدام مذہبی عبادت گاہ بل کے خلاف سہارنپور میں منعقد

ہونے والی بے نظیر احتجاجی کانفرنس کی صدارت فرمائی وہیں ایک افواہ کی بنیاد پر نہرو مارکیٹ میں فساد پھوٹ پڑنے کے اندیشہ والے ایک واقعہ میں شہر قاضی جناب الحاج سلطان اختر صاحب کیساتھ بنفس نفیس بازار پہونچ کر مشتعل لوگوں کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور شہر میں امن قائم کرایا۔

مدرسه کی ترقیات

آپ کے دور میں مدرسہ کو حیرت انگیز ترقیات حاصل ہوئی ہیں، تعلیمی شعبہ میں بہت سی اصلاحات اور نئے شعبوں کا قیام نظام تعلیم وتربیت کو عمدہ سے عمدہ تر بنانے کے لئے زریں رہنما اصول کے علاوہ تعمیری ترقیات بھی ہوئیں جیسے دارالطلبہ قدیم میں لطیف ہال، اسعد اللہ منزل مدرسہ کے قدیم اور تاریخی دارالحدیث کی توسیع وتعمیر نو ہے جس کے اوپر بحمد اللہ عظیم الشان دارالتفسیر کی بھی تعمیر ہوئی نیز دارالطلبہ قدیم سے متصل ہی ایک قیمتی قطعہ آراضی خریدا گیا تھا اس پر درس گاہوں اور قیام گاہوں کی تعمیر کافی حد تک ہوگئی ہے جس سے وہ تشنۂ تکمیل عمارت فی الجملہ قابل استعمال ہوگئی، اہل مدرسہ نے اس عمارت کا نام رواق مظفر ہی تجویز کیا ہے۔

اسی طرح مظاہر علوم کا جدید کتب خانہ بھی حضرت والا کے دور انتظام کی ایک عظیم یادگار ہے اس کے زیریں حصہ میں رہائشی کمرے ہیں اور اوپر پرانے کتب خانہ سے مربوط پرشکوہ جدید کتب خانہ۔ مدرسہ میں دوسری تعلیمی تعمیری ترقیات واصلاحات کے ساتھ ہی ایک عظیم اور تاریخی کارنامہ حضرت والا کا یہ بھی ہے کہ قریبی محلہ اسلام آباد عرف کھاتہ کھیڑی میں ۵؍بیگھہ سے زائد ایک بڑی جائیداد تقریباً ساٹھ سال سے مدرسہ کے لئے وقف تو ہوئی مگر مدرسہ کو مل نہیں سکی تھی، حضرت والا کے دور مسعود میں ہی اس پر قبضہ ہوا اور آپ نے کچھ دستاویزات کی روشنی میں تقریباً ۱۸؍سال مقدمہ لڑکر اس کو حاصل کیا جس میں نماز اور تعلیم القرآن کا نظام جاری ہے۔ وہاں پر پرائمری درجات، تحفیظ القرآن اور ابتدائی درجات عربی وفارسی کے نظام کو جاری رکھنے کا منصوبہ ہے اور اس کا نام "مدرسہ عربیہ مظفریہ" بیادگار شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ (ناظم ومتولی جامعہ) تجویز ہوا ہے جس کا وہاں بورڈ بھی لگا ہوا ہے، اب اس جائیداد کی قیمت تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپئے ہے (تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض کرنے کو جی چاہا کہ حضرت والا کی نظر کرم سے بندہ کو اس پر قبضہ، بنیادوں کی تعمیر اور دیگر بہت سے اہم کاموں میں کلیدی کردار ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، شروع میں مسلسل ایک ماہ کے قریب اس کی سخت نگرانی رکھی، جمعرات، جمعہ کو بھی

گھر نہیں گیا، کئی بار قانونی مصلحتوں سے سبق وہیں پڑھایا اوراس دوران حضرت والا کی بے شمار دعائیں اور خصوصی توجہات حاصل رہیں)۔

علالت اوروفات

حضرت والا کو ایک بار برین ہیمرج (دماغ کی نس پھٹنے کا مرض) ہوالیکن بحمداللہ شفایاب ہوئے ،اسی طرح پیشاب میں تکلیف وغیرہ بہت سی بیماریوں سے دوچار تھے تاہم زیادہ تر کام حسب سابق جاری رہے تیزی اورقوت کے ساتھ چلنا، کھڑے ہوکرنماز ادا کرنا آپ کا معمول تھا لیکن مرضی مولی کہ اچانک اور پہلی بار دل کا دورہ پڑا بندہ کواس کی خبر برادرعزیز مولانا افتخار الحسن مظاہری نے مسقط سے حکیم محمد عثمان صاحب کے ذریعہ پہنچائی یہ تراویح کے بعد کا وقت تھا اس دن قیام اللیل میں قرآن پاک پورا ہورہا تھا بندہ بحمداللہ اس میں شامل ہوگیا اور بارگاہ الٰہی میں دعائیں کرتا رہا لیکن معلوم ہوا کہ وقت موعود آچکا تھا اورآپ کیلئے علاج کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں۔ دہلی کے مشہور ایسکارٹ ہوسپٹل میں ۲۸ رمضان کوآپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔

اللہ رب العزت جناب الحاج ماسٹر غنی احمد خانصاحب کو جزائے خیر عطافرمائے کہ انہوں نے حضرت کے علاج کیلئے ''ایسکورٹ ہوسپٹل'' لے جاتے وقت فوری طور پرایک خطیر رقم پیش کی اور کہا کہ مزید کل بینک کھلنے پر حاضر کرونگا اور یہ بھی کہا کہ علاج کے سلسلہ میں پیسہ کی فکر نہ کریں، پیسہ کی وجہ سے علاج میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کی پیش کی ہوئی پہلی ہی قسط میں سے پچاس ہزار روپے سے زائد بچ گئے تھے۔ حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ العالی نے علاج میں صرف ہوئی ان کی رقم ادا کرنے کے لئے رابطہ قائم کیا اورادائیگی پراصرار کیا تو ماسٹر صاحب نے قوت کے ساتھ منع فرمادیا اوران کی آنکھوں میں پانی بھرآیا۔

ظن غالب یہ ہے کہ حضرت والا ماسٹر صاحب موصوف سے مدرسہ کیلئے بعض اوقات قرض لیا کرتے تھے۔

حجاز مقدس میں ایصال ثواب

حضرت والا کے انتقال کی خبر حجاز مقدس میں سب سے پہلے آپ کے قریبی اور ممتاز تلمیذ، قطب عالم حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کے چہیتے خادم وشاگرد مشہور عالم دین حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری مدنی کو ہوئی۔ اور پھر یہ خبر یہاں اہل تعلق میں پھیلتی چلی گئی الحمدللہ حضرت کے لئے حرمین شریفین میں بہت سے لوگوں نے ایصال ثواب کا اہتمام کیا۔ مکہ شریف میں طواف اور عمرہ کے ذریعہ ایصال ثواب کیا گیا، شارح حدیث حضرت مولانا

سید محمد عاقل صاحب، علماء اہل حق واکابر دیوبند کے فکر کے امین حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مدنی، مولانا محمد علی مظاہری مقیم مکۃ المکرّمہ، اور راقم کے علاوہ حضرت مولانا جمیل احمد محدث دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد الیاس روڑکی، مولانا محمد ناظم ندوی، حاجی محمد یونس دہلوی، حاجی بھائی وہاب الدین دہلوی اور حضرت کے مسترشد مخلص حکیم محمد عثمان قاسمی (مقیم مدینہ طیبہ) وغیرہ بے شمار لوگوں نے ایصال ثواب کی سعادت حاصل کی۔ دیگر بہت سے حضرات کی طرح راقم الحروف کو بھی حضرت کی طرف سے عمرہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اس عمرہ میں حضرت والا کی یہ کرامت بھی ظاہر ہوئی کہ اس سے قبل بندہ کو حج وعمرہ کی سعادت تو حاصل ہوئی تھی مگر تقبیل حجر اسود کا موقع نہیں ملا تھا بحمد اللہ اس عمرہ میں بڑی آسانی کے ساتھ حجر اسود کا بوسہ نصیب ہوا ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

اگلے دن حجاز مقدس میں عید تھی، نماز عید کے بعد حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈی اور اس خطہ سے بہت سے علماء حضرت حکیم صاحب کے یہاں تھے، حضرت مولانا جمیل احمد صاحب اپنا کارڈ خرید کر لائے اور انہوں نے مظاہر علوم بات کر کے حضرت مولانا محمد صاحب سے تعزیتی گفتگو کی اس دوران مولانا احمد سعید مظاہری سے جنازہ کا منظر اور کثرت اژدحام کا پتہ چلا تو حضرت مولانا حبیب اللہ مدنی مدظلہ العالی نے ایک مخصوص پس منظر کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی بات دہرائی کہ " بیننا وبینھم الجنائز "۔

حضرت والاؒ کے یہاں کوئی صلبی اولاد نہیں آپ نے اپنے چھوٹے بھائی فاضل ولائق عالم حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کے بچوں کو ہی اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھا اور ان کے ساتھ بھرپور شفقت کا معاملہ رکھا۔ جن میں حضرت مولانا محمد سعیدی (موجودہ ناظم ومتولی مدرسہ) کے علاوہ مولانا احمد یوشع مظاہری اور دو صاحبزادیاں ہیں محترمہ مسعودہ باجی اور عزیزہ احمدی سلمہما جو بالترتیب جناب مولانا محمد یعقوب صاحب بلند شہری اور جناب قاری شکیل احمد صاحب کے عقد میں ہیں۔

اسی طرح حضرت نے اپنی بہنوں اور ان کے بچوں کو بھی ہمیشہ بے نظیر شفقت سے نوازا، حضرت کے ایک بھانجے مولانا احمد سعید صاحب تو اخیر میں مولانا محمد تحسین کی جگہ حضرت کے خادم بھی رہے اور معتمد و راز دار بھی، ان لوگوں کے علاوہ حضرت کے یہاں لاتعداد روحانی اولاد ہے جن کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں دین کی تعلیم وتبلیغ اور بندگان خدا کے تزکیہ وتربیت کا کام جاری ہے۔

☆☆☆

ذکر نظامت

فقیہ الاسلام　حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ

.............حضرت مولانا عبدالخالق مظاہری استاذ حدیث مدرسہ ہذا

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ یوں تو دیکھنے میں دیگر افراد کی طرح ایک فرد تھے مگر واقعہ یہ ہے کہ حضرت اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، وہ ایک بااستعداد جید و متقی عالم دین، خوش الحان قاری ہونے کے ساتھ کامیاب مدرس، فقیہ، مفتی، باعمل صوفی، مرشد، خطیب، مصنف، امام، بہترین منتظم جیسی صفات عالیہ کے ساتھ متصف تھے، حضرت والا کا ہر وصف اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کا تفصیلی ذکر کیا جائے مگر ایسا کرنا تنہا کسی ایک فرد کیلئے آسان نہیں ہے اس لئے تنہا کسی ایک وصف کا ذکر مناسب اور قارئین حضرات کی دلچسپی اور موعظت کا باعث ہوگا، حضرت موصوف کیساتھ فدوی کے ارادت وتلمذ کے تعلق کو تو بحمد اللہ ۳۲ سال کا عرصہ گذر چکا ہے مگر سولہ برس سے حضرت کو بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور بحیثیت ناظم اعلیٰ ہونے کے زیادہ دیکھنے کا موقع میسر آیا آپ کے حسن انتظام کو ہر موقع پر دیکھا۔ اس لئے حسن انتظام سے متعلق چند گزارشات اور معروضات پیش کرنے کا ارادہ ہے تاکہ منتظمین مدارس کے لئے رہنما اصول معلوم ہو سکیں۔

آپ مدرسہ مظاہر علوم میں ۱۳۷۱ھ میں معین مفتی اور ۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے ابتداء ہی سے تدریسی خدمات بھی باحسن وجوہ انجام دیں، حضرت شاہ مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور کی دوررس نگاہوں نے آپ کے اندر انتظام کا جوہر دیکھتے ہوئے آپ کو مدرسہ سے متعلق ضروری مشوروں میں شریک رکھا اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے ضعف کی بناء پر بہت جلد ۱۳۸۵ھ میں آپ کو نائب ناظم تجویز کیا گیا پھر حضرت کے وصال کے بعد ۱۴۰۱ھ میں نظامت اعلیٰ آپ کے حصہ میں آئی۔ کون جانتا تھا کہ افتاء وتدریس کے ساتھ ارشاد واسترشاد جیسی خدمات میں مصروف رہنے والا یہ جسمانی طور پر نحیف ولاغر شخص اس بارگراں کا بھی تحمل کر سکے گا، مگر چونکہ آپ کسی بھی عہدہ کی طلب سے کوسوں دور تھے، تقدیر الٰہی پر رضا آپ کا شیوہ تھا یا یہ کہا جائے کہ آپ سے منجانب اللہ قوم وملت کی یہ عظیم خدمات لیا جانا مقدر تھا، اس لئے باوجود انکار پر اصرار کے آپ کو یہ خدمت سونپی گئی اور حدیث پاک کی بشارت کے مطابق منجانب اللہ

قدم قدم پر اعانت ہوئی جیسا کہ حضرت عبدالرحمان بن سمرۃؓ فرماتے ہیں قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تسئال الامارۃ فانک ان اعطیتھا عن مسئلۃ وکلت الیھا وان اعطیتھا عن غیر مسئلۃ اعنت علیھا (بخاری ومسلم)

چنانچہ آپ کے ذریعہ مدرسہ کے تمام امور، تدریس، نگرانی فتاویٰ اور نظامت مکمل طور پر انجام پذیر ہوتے رہے اور خارجی اوقات میں رشد وہدایت کی مجالس کا سلسلہ بھی قائم رہا، حسن نظم جن صفات کا متقاضی تھا وہ بحمد اللہ آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔ (۱) باہمی مشورت (۲) تحمل (۳) عفوودرگذر (۴) رازداری (۵) تقویٰ اور خشیت (۶) تواضع وانکساری (۷) جرأت وحوصلہ۔

(۱) باہمی مشورہ:۔ وہ چیز ہے جس کا حکم اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، فرمایا و شاورھم فی الامر حالانکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب آپ کے نہ صرف حکم پر بلکہ اشارہ پر جان فدا کرنے کو سعادت سمجھتے تھے ان کو آپ کی کسی بات سے سرمو اختلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی قدم قدم پر بارگاہ ایزدی سے ہوتی تھی اس لئے آپ کا کوئی فیصلہ نادرست ہونے کا سوال ہی نہیں ہوسکتا تھا پھر بھی آپ کو حضرات صحابہ کرام سے مشورہ کا امر فرمایا گیا کہ یہ چیز باہمی اجتماعیت اور وحدت امت کے لئے بہتر اور کارآمد تھی تاکہ ملت کا شیرازہ مجتمع رہے بعینہ یہ ضرورت ہر اس شخص کو پیش آتی ہے جو کسی جماعت کا امیر یا کسی ملک کا بادشاہ یا کسی قوم کا رہبر یا کسی ادارہ کا منتظم ہو، حضرت والا میں یہ وصف انتہائی کمال تک پہونچا ہوا تھا مدرسہ کا نظام پہلے سے مشورہ سے چل رہا تھا مگر جب وہ نازک موقع آیا جس میں اہل مشورت کے سامنے مدرسہ کا مفاد ثانوی حیثیت کا ہوگیا اور ذاتی مفادات نے اولیت کی جگہ لے لی اور ضروری ہوگیا کہ ان اہل مشورت کے بجائے دوسرے حضرات کا انتخاب ہوتو اولاً اصحاب مشورہ کا تعین فرمایا گیا تاکہ سابق اہل مشورہ کی عدم افادیت اور اس وجہ سے ان کی برخاستگی کا عمل بھی بغیر مشورہ نہ ہوجائے اور حسب سابق کلی امور میں ارکان شوریٰ سے پیش آمدہ امور میں استصواب فرماتے رہے اور جزئی ووقتی پیش آمدہ امور میں تمام یا بعض حضرات مدرسین واہل دفتر سے مشورہ کے بعد احکام کا نفاذ فرماتے، ماضی قریب میں جب دارالحدیث کی توسیع جگہ کی تنگی اور عمارت کی بوسیدگی کے باعث ضروری ہوگئی اور انجینئر نے اس کی تجدید کا مشورہ دیا تو فرمایا کہ پہلے اس سلسلہ میں ارکان شوریٰ سے مشورہ کرلیا جائے چنانچہ مشورہ سے طے شدہ تجویز کے بعد کام شروع کرایا گیا، بعض حضرات نے مدرسہ کا نظام بلا کسی مشورہ کے ہونے کی مذموم افواہیں بھی پھیلائیں اور لوگوں میں مطلق العنان انتظام کی غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی مگر مشاہدہ نے سب کو باطل قرار دیا۔

ع۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

(۲) تحمل اور حلم:۔ کسی بھی نظم کے لئے حلم ضروری ہے اور جتنا بڑا انتظام جس کے سپرد ہو اس کیلئے اسی قدر

تحمل وبرداشت بھی ضروری ہوتا ہے، اس لئے کہ ماتحتوں سے غلطی اورنسیان وغیرہ کا ہونا امر لابدی ہے مقولہ ہے ''الانسان مرکب من الخطاء والنسیان'' پھر جہاں بہت سے لوگ رہتے ہوں اورایک طرح کی خدمت ان کے سپرد ہوان میں باہمی تنافس اور چشمک معاصرت کا مرض بھی ہوتا ہے نیز ہر شخص اپنے تئیں حاکم وقت سے قرب بھی چاہتا ہے جس کا ذریعہ وطریقہ وہ دوسرے کے بعد کو سمجھتا ہے اس کے لئے اپنے محا اور دوسرے کے معائب منتظم کے سامنے پیش کرنے کے مواقع تلاش کرتا ہے ایسے حالات میں اگر حاکم و منتظم حلم اور تحمل سے کام نہ لے اور اپنی سنجیدگی سے کسی حقیقت تک پہونچنے کی کوشش نہ کرے تو باہمی فساد اور انقلاب رونما ہونا اور ایک طبقہ کا حاکم وقت سے متنفر ہوجانا لازمی امر ہے، حلم ہی ایک ایسا وصف ہے جو اس فتنہ سے حفاظت کا سبب ہے۔ چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا فبما رحمة من اللّٰه لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك حضرت والا کا یہی وہ وصف تھا جس کی وجہ سے ایسے نازک حالات میں جب کہ مخالفین ظاہری شوکت وقوت اور روپیہ پیسہ کی چمک دمک اور بیانات کی بازی گری سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے تو مدرسہ کا اکثر قدیم عملہ حضرت والا کے موقف کا حامی رہا اور لوگ آپ سے وابستہ رہے اور یہ عہد کیا کہ قلیل معاوضہ پر رہ کر ہی حضرت والا کے موقف پر قائم رہنا ہے اور بحمد اللہ رہے، بجز کچھ حضرات کے جنکے سامنے قرابت کے مسائل، عہدوں کی طلب، مال کی حرص یا احسانات کا عوض تھا انہوں نے حضرت والا کے موقف سے اختلاف کیا مگر بحمد اللہ ساری دنیا نے دیکھ لیا اور جان لیا کہ وہ ایک وقتی مسئلہ تھا اور وقتی طاقت تھی جس کے نتیجہ میں مخالفین وقف مدرسہ کی ایک عمارت پر قابض ہوگئے تھے مگر یہ امر قابل دید ہے کہ حضرت والا نے ان حضرات کے ساتھ بھی حلم کا برتاؤ کیا واقعی حلم یہی ہے کہ اپنوں کے ساتھ تو ہو ہی مگر بیگانے بھی اس سے محروم نہ رہیں۔

چنانچہ جب مدرسہ مظاہر علوم کے ہمدرد اور بہی خواہوں کا ایک جم غفیر دار جدید سے مخالفین کے انخلاء کیلئے بضد تھا اور برابر دار جدید کی طرف بڑھ رہا تھا تو حضرت والا ہی کی ذات تھی جس نے ہاتھ کے اشارہ سے اس کو روکا اور اس طرح ایک عظیم فتنہ رونما ہونے سے حفاظت ہوئی، یہ حلم اور برتاؤ غیروں کے ساتھ تھا۔ اہل تعلق اور اہل مدرسہ کے ساتھ تو آپ کے حلم کے واقعات اس قدر ہیں کہ ان کو تحریر میں نہیں لایا جاسکتا اور جن کے سبھی حضرات معترف ہیں۔

(۳) عفوو درگذر:۔ یہ وصف بھی آپ کی زندگی میں نمایاں تھا اختلاف اور اسٹرائک کے زمانہ میں اسٹرائک میں حصہ لینے والے افراد کا علم ہونے کے باوجود آپ نے ان کے خلاف کارروائی سے گریز فرمایا جبکہ ان کی تنظیم مدرسہ کے خلاف تحریرات آپ کے پاس بطور ثبوت موجود تھیں اور مدرسہ کے ہمدرد حضرات کا یہ برابر اصرار تھا کہ ایسے افراد کے خلاف کارروائی ناگزیر ہے، بھرے جلسوں میں یہ مطالبات رکھے جارہے تھے مگر

حضرت والا کی ذات گرامی نے ایسے لوگوں کو مدرسہ سے علیحدہ نہیں کیا ظاہری حالات ایسے تھے کہ ان افراد کی مدرسہ سے علیحدگی عین وقت کا تقاضا تھی اور بہت ممکن تھا کہ وہ اپنے فتنہ اسٹرائک میں کامیاب نہ ہوسکتے مگر چونکہ یہ لوگ حضرت والا کی ذات کو نشانہ بنا رہے تھے تو اس احتمال سے کہ ان کی علیحدگی کی کارروائی انتقام نہ سمجھی جائے آپ نے سب کی چھوٹی بڑی لغزشوں سے درگذر فرمایا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اسوہ جو انہوں نے اپنے حاسد بھائیوں کے ساتھ اختیار کیا تھا اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے زبان حال سے لاتثریب علیکم الیوم کا اعلان فرمایا، واقعہ یہ ہے کہ طاقت ہوتے ہوئے عفوو درگذر اختیار کرنا ان سخت امور میں سے ہے جن پر عمل کرنے کی حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو تاکید فرمائی فرمایا اصبر علی مااصابک ان ذالک من عزم الامور یہ وصف حسن ہے جس کے اپنے ماتحتوں کیساتھ اختیار کرنیکا حق جل مجدہ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا واعف عنھم کہ آپ اپنے صحابہ کی لغزشوں کو درگذر فرمایئے چنانچہ حضرت والا بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ یہی طریقہ اختیار فرماتے ان کی لغزشوں کو معاف فرماتے، ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ فرماتے، کسی امر کا فیصلہ کرنے میں عفوو درگذر کو غالب رکھنا ویسے بھی اولوالامر اور حکام و نظماء جیسے حضرات کے لئے بہتر ہے چونکہ معاف کردینے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ادرأوا الحدود عن المسلمین مااستطعتم فان کان لہٗ مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطئی فی العفو خیرۃ من أن یخطئی فی العقوبۃ (رواہ الترمذی ومشکوٰۃ ص۔۳۱۱)

یہی وجہ تھی کہ مدرسہ کے افراد کے ساتھ حضرت والا کا یہی عمل رہا، یہ بات حکام اور مدرسہ کے نظماء کے لئے ایک نمونہ تقلید اور اسلامی ہدایت کا درجہ رکھتی ہے۔

(۴) راز داری:۔ یہ وصف بھی منتظم کیلئے نہایت ضروری ہے جس کی وجہ سے بہت سے فتنے ختم ہوجاتے ہیں اگر کسی شخص کی عادت یہ ہو کہ ایک کی بات دوسرے سے نقل کردے تو صاحب معاملہ تک وہ بات یقیناً پہونچ جاتی ہے اور پھر اس کے دل میں اس شخص کی طرف سے کدورت وانقباض پیدا ہوجاتا ہے، شدہ شدہ نوبت نزاع واختلاف ظاہری تک پہونچ جاتی ہے جس سے ادارہ کے کاز کو نقصان پہونچتا ہے اس لئے یہ وصف منتظم کیلئے نہایت ضروری ہے جو حضرت والا میں حد کمال تک پہونچا ہوا تھا حتی کہ عملہ کے کسی فرد کے متعلق کوئی شکایت تحقیق تک بھی پہونچ جاتی تو بھی آپ دوسرے کے سامنے اس کا تذکرہ نہ فرماتے اور خود بھی صاحب معاملہ کے روبرو وہ بات نہ ذکر فرماتے بلکہ نہایت محتاط اور مناسب انداز میں ایک اجتماعی ہدایت تمام عملہ کے نام لکھواتے تاکہ صاحب معاملہ خود سمجھ لے بعض حضرات کا اصرار بھی ہوتا کہ صاحب معاملہ کی گرفت ہونی چاہئے سب کو کیوں

لکھا جائے مگر حضرت علیہ الرحمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ پرعمل فرماتے، **کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایواجہ احداً بمکروہ** ۔کہ آپ کسی کی ناگوار بات اس کے سامنے نہ فرماتے چنانچہ ایک موقع پر جب ایک صحابی نے زکوۃ کی وصولی کے موقع پر کچھ مال اپنے پاس رکھا اور عرض کیا کہ یہ مجھے ہدیہ میں ملا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی جماعت کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کو اللہ کا رسول زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجتا ہے جب وہ واپس کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ مال مجھے ہدیہ میں ملا ہے ایسا شخص اپنے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا رہا پھر دیکھتا کہ لوگ اس کو ہدیہ دیتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ وہ صحابی سمجھ گئے کہ یہ تو مجھے کہا جارہا ہے انہوں نے بعد میں وہ مال بھی بیت المال میں جمع کردیا، یہ وصف دوسرے شخص کو قریب کرنے والا ہوتا ہے اور مسائل بھی حل ہوجاتے ہیں چنانچہ آپ کے پاس زمانہ نظامت میں کسی شخص کے متعلق بہت سی شکایات موصول ہوئیں جب وہ اختلاف کے زمانہ میں کھل کر مخالفت پر اتر آئے تب بھی آپ نے ان شکایات کو آشکارا نہیں فرمایا بلکہ صرف یہ فرمایا کہ انمیں سے بعض حضرات وہ ہیں جن کی میرے پاس متعدد شکایات تحریری طور پہنچی ہوئی ہیں مگر میں نے ان کو کسی کے سامنے ذکر نہیں کیا جو شخص مخالفین کے راز کو بھی راز میں رکھے اندازہ لگائیے کہ وہ کس قدر رازوالا اور کس مرتبہ کا مالک ہے۔

(۵) تقویٰ اور خشیت :۔خدا کا خوف وخشیت یوں تو ہر مسلمان ہی کے لئے ضروری ہے مگر ذمہ دار افراد میں یہ وصف اور زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ مسائل کے حل اور مشکلات کے ازالہ میں خوف وخشیت کے دائرے میں رہ کر آدمی فیصلے کرسکے۔ نیز تائید غیبی کا حقدار ہو۔

حضرت والاؒ میں یہ وصف بھی نمایاں طور پر موجود تھا جہاں نظم اسباب ظاہری کا متقاضی ہے وہیں انابت الی اللہ بھی ضروری ہے تاکہ خلاف حق اور خلاف شریعت کوئی بات یا حکم وفیصلہ اس سے صادر نہ ہوجائے چنانچہ جہاد کے سلسلہ میں اہل ایمان کو جہاں ظاہری اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا وہیں فلاح وکامیابی کے لئے تقویٰ کا بھی حکم ہے فرمایا گیا **یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون** ۔چنانچہ حضرت والا کا تقریباً ۴۰ سالہ دور نظامت اس بات کا شاہد عدل ہے کہ آپ سے خلاف حق کا صدور نہیں ہوا، حضرت والا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے حوالہ سے کبھی کبھی فرماتے کہ اس جگہ بیٹھ کر کوئی روز ایسا نہیں گذرتا خون کے گھونٹ نہ پینے پڑتے ہوں" مقصود اس ذکر سے یہ ہوتا کہ میرے ساتھ بھی یہی سلسلہ لگا ہوا ہے، ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا کہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ اس جگہ (مسند نظامت) پر بیٹھنے سے پہلے ہر روز چھ ہزار مرتبہ اسم ذات پڑھتا ہوں چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ قدم قدم پر خدا کی اعانت اور غیبی تائید ہوئی اسی خشیت کا اثر تھا کہ آپ کی زبان سے کبھی کسی کی برائی نہیں سنی گئی یہی تقویٰ تھا جو آپ کو مشکل ترین مواقع

سے بچا کر لے گیا گو مختلف موقعوں پر آپ کو لوگوں نے دام فریب میں لانے کی کوششیں کیں مگر آپ بحمد اللہ محفوظ رہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے و من یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا۔

(۶) تواضع وانکساری:۔ آپ کے اندر عجیب انداز کی تھی جس کو ہر دیکھنے والا اچھی طرح محسوس کر لیتا آپ اپنے کو عملہ کا ایک فرد محسوس فرماتے حتی کہ جب کبھی عملہ کو ضروری ہدایات فرماتے اور مفوضہ امور میں رغبت دلاتے تو فرماتے کہ بھائی کمزوری اور نقص تو ہم سب میں ہیں بلکہ مجھ میں آپ حضرات سے زائد ہے، ہم سب کو ہی اپنے مفوضہ امور کو تندہی سے انجام دینا چاہئے۔ ہمیشہ گفتگو میں نرمی ہوتی، بات بات میں تواضع جھلکتی، انکساری کا یہ حال تھا کہ آپ سے ملاقات کیلئے ہر کسی فرد کو جرأت ہوتی تھی، کوئی شخص بھی دعوت کرتا تو اکثر قبول فرمالیتے یہ نہ خیال فرماتے کہ کس حیثیت کا آدمی ہے اسی وجہ سے آپ کے حاسدین ومخالفین آپ کا استہزاء کرتے کہ مفتی صاحب تو رکشہ چلانے والوں کے یہاں بھی دعوت میں چلے جاتے ہیں جبکہ یہ خیال جاہلیت کا خیال ہے چنانچہ حضرت نوحؑ کو ان کی قوم کے سرکش ومتکبرین نے طعنہ دیتے ہوئے کہا تھا و اتبعک الارذلون۔ کہ آپ کی اتباع کرنے والے ارذل قسم کے لوگ ہیں۔ العیاذ باللہ

(۷) جرأت وحوصلہ:۔ میں اپنی مثال آپ تھے جو غیبی مدد کا اثر تھا جس بات کو آپ شرعاً ناحق سمجھتے اس کی مخالفت فرماتے اس میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ فرماتے۔ چنانچہ جب مدرسہ مظاہر علوم میں رجسٹریشن کا قضیہ نامرضیہ شروع ہوا اور آپ کو اس کے مفاسد کا علم ہوا تو آپ نے رجسٹریشن کی کارروائی کو روکنے کیلئے تمام سرپرستوں کو خطوط لکھے اور کھل کر اس کے خلاف اپنی رائے کا اظہار فرمایا، بعض ذمہ داروں کے جوابات موصول ہوئے کہ بہتر ہے اور اس مسئلہ کو آئندہ مجلس کے لئے موقوف رکھا جائے مگر ذاتی مفادات کے پیش نظر بعض لوگوں نے اپنا کام کر ڈالا اور رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کے تحت مدرسہ مظاہر علوم کا بحیثیت سوسائٹی اور اس کے دستور کا رجسٹریشن کرا ڈالا مگر حضرت والا نے اس سے اتفاق نہ فرمایا جب کہ اس کارروائی میں اس وقت کے مقتدر افراد شریک تھے مختلف دباؤ آپ کے اوپر ڈالے گئے مگر آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا، چونکہ اس کارروائی سے ادارہ کی مذہبی حیثیت اور وقف نوعیت متاثر ہوتی ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ حامیان رجسٹریشن تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہوئے اور انہوں نے شر پسند عناصر اور حکومت وقت کا سہارا لیکر مدرسہ کے ایک حصہ میں اپنا وجود الگ کر لیا، حضرت والا کا کہنا یہ تھا کہ ہم اپنے ہاتھوں اس قوم کی امانت کو سرکاری قانون کے حوالہ کیوں کریں، ہم خدا کے یہاں کیا جواب دیں گے، ایک موقع پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حکومت تو جب چاہے ان مذہبی اداروں پر پابندی عائد کر سکتی ہے پھر آپ کیا کریں گے حضرت نے فرمایا کہ ہم خدا کے یہاں ایسی صورت میں معذور سمجھے جاویں گے واقعہ یہ ہے مظاہر علوم کے اس اختلاف سے مسئلہ رجسٹریشن اور وقف کی

ایسی وضاحت ہوئی کہ عوام وخواص کی نظر میں رجسٹریشن ایک قبیح حرکت سمجھا جانے لگا۔ جس کا اعتراف بعض مواقع پر حامیان رجسٹریشن کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ جب شہر دہلی میں مدارس دینیہ کے جبری رجسٹریشن کا مسئلہ حکومت کی طرف سے سامنے آیا تو حامیان رجسٹریشن نے اجلاس بلاکر اس کے خلاف تجویز پاس کی، مسئلہ اور یہ مخالفت معمولی نہ تھی بلکہ صاحب اقتدار لوگوں کی مخالفت تھی جس میں اللہ رب العزت نے آپ کو مظفر وکامیاب فرمایا اس قضیہ کے دوران بہت سے حضرات کی طرف سے مصالحت کی بات بھی سامنے آئی حضرت والا نے فرمایا کہ ہم اس کیلئے تیار ہیں بس جو بات اختلاف کا مبنی اور بنیاد ہے اس کو ختم کر دیا جائے مراد یہ تھی کہ رجسٹریشن کو ختم کرا دیا جائے اور مدرسہ کی حیثیت جس پر اکابر نے مدرسہ کو چھوڑا تھا اس کو بحال کر دیا جائے تو ایک صاحب جو بڑے مالدار اور بااثر تھے انہوں نے فرمایا کہ حضرت آپ صرف رجسٹریشن کو تسلیم کرلیں باقی آپ کی سب باتیں ہم ماننے کے لئے تیار ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا ایک بات بتلایئے کہ اگر کنویں میں چوہا گر کر مرجائے آپ کنویں کا سارا پانی نکال دیں اور چوہے کو کنویں میں رہنے دیں تو کیا کنواں پاک ہوجائے گا وہ صاحب بولے نہیں؟ حضرت نے فرمایا تو پھر جو چیز شرعاً غلط ہے اس کے متعلق آپ بضد ہیں کہ اسے رہنے دیجئے تو پھر اصلاح اور صلح کیسے ہوجائے گی وہ صاحب خاموش ہو گئے اس واقعہ کے بہت سے عینی شاہدین مدرسہ میں موجود ہیں۔ واقعی عجیب جرأت اور حوصلہ تھا کہ خلاف حق اور خلاف شرع امر پر کبھی خاموش نہ رہتے، اور آخر آپ میں یہ جرأت وحوصلہ کیوں نہ ہوتا بڑوں کی تربیت میں رہے تھے حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے ایماء وحکم پر مسند نظامت سنبھالا تھا اور واقعی اس عہد کے ساتھ اس مسند پر متمکن ہوئے تھے کہ یہ اکابر واسلاف کا چمن اور امت مسلمہ کی امانت اور وقف علی اللہ ہے جس کی آبیاری اور حفاظت میرے ذمہ ہے آپ نے وفات کے وقت تک اس عہد کو پورا کیا جب حضرت والا کا دماغی آپریشن ہوا اور بحمد اللہ صحت ملی تو اس وقت بعض اہل دل نے کہا تھا کہ ابھی اللہ رب العزت کو آپ سے قوم وملت کی اور خدمت لینی ہے، اسلئے آپ شفایاب ہوئے چنانچہ بفضل رب ذوالجلال آپ نے یہ تجدیدی کارنامہ انجام دیا جس کے نتیجہ میں ہندوستان کے بہت سے دینی مدارس رجسٹریشن کی مضرتوں سے محفوظ ہو گئے **فللّٰہ الحمد۔**

اللہ رب العزت آپ کو ہم سب کی طرف سے اور پوری امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ آپ نے اپنے پسماندگان کیلئے ایک عمدہ طریقہ چھوڑا ہے اور ایک راہ دکھلائی ہے اللہ جل شانہٗ ہم سب کو راہ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) اور آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حوادث اور مصائب میں بہت ثابت قدم رہتے
شکایت اور شکوہ سے بری دہن وقلم رہتے
(مولانا نسیم احمد غازی)

''حزن وغم، مصائب اور ناگوار حالات پیش آنے اور ان میں مبتلا ہونے سے انسان کو جتنی باطنی ترقی ہوتی ہے، سالوں کے مجاہدوں سے حاصل نہیں ہوتی، بشرطیکہ کوئی شکایت پیدا نہ ہو اور صبر کرتا رہے، ابتلاء بڑوں کو بھی ہوتا ہے اور حسب مراتب ہوتا ہے، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم السلام کی ہے اور پھر درجہ بدرجہ جیسے مراتب ودرجات ہوتے ہیں ویسے ہی ان کی آزمائش اور امتحان ہوتا ہے۔'' (ملفوظات فقیہ الاسلام ص۔۱۴۱)

''جو مرتبہ سالہا سال کی عبادات اور مجاہدات سے نہیں ملتا وہ چند دن میں حاسدین اور مخالفین کی وجہ سے ملجاتا ہے''۔ (ملفوظات فقیہ الاسلام ص۔۵۶)

حضرت فقیہ الاسلام اور دورِ ابتلاء

مولانا اسلام الحق صاحب اسعدی مہتمم دار العلوم شاہ بہلول سہارنپور

حضرت اقدس فقیہ الاسلامؒ مظاہر علوم سے ۱۳۶۹ھ میں فارغ ہوئے اوراس کے بعد دارالافتاء میں بحیثیت نائب مفتی آپ کا تقرر ہوااور کچھ عرصہ کے بعد صدر مفتی کے اہم ترین منصب پر فائز ہو گئے، افتاء کی ذمہ داری کے ساتھ تدریس کا سلسلہ بھی وابستہ رہا، سب سے پہلے آپ کے زیر درس کنز الدقائق رہی اور بحمد اللہ تعالیٰ تدریس کا یہ سفر کنز الدقائق سے شروع ہوکر دورۂ حدیث شریف تک منتہی ہوا، کتب حدیث میں ترمذی شریف کا درس بہت ہی مشہور ہوا۔ بعض سالوں میں جب ضرورت پیش آئی تو دورۂ حدیث پاک کی تقریباً سب ہی کتابیں آپ نے پڑھائیں تدریس میں خداداد ملکہ آپ کو حاصل تھا۔

حضرت الاستاذ المکرّم مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم اعلیٰ مدرسہ آخر عمر میں بوجہ کثرت امراض بہت کمزور ہوئے تو اکابرین مدرسہ نے ضرورت محسوس کی کہ حضرت اقدس ناظم اعلیٰ کی آسانی اور سہولت کیلئے نائب ناظم کا تقرر ہونا ضروری ہے اس لئے اکابرین مدرسہ نے اس سلسلہ میں اندرون مدرسہ برائے انتخاب نظر ڈالی تو سب ہی کی نگاہ حضرت فقیہ الاسلامؒ پر پڑی۔

حضرت والا کا خالص علمی مزاج تھا اور فطرتاً یکسوئی پسند تھے، اس لئے ہمہ وقت مطالعہ آپ کا خصوصی اور پسندیدہ مشغلہ تھا، منصب نظامت سے آپ کی طبیعت کو ایک گونہ انکار تھا، اس وجہ سے نیابت کے لئے آپ تیار نہ تھے، مگر اکابرین کے اصرار بالخصوص حضرت اقدس ناظم صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا اصرار اور تقریباً حکم ہو جانے کی وجہ سے بالآخر اس کو منظور فرمالیا اور باضابطہ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ میں آپ کو نائب ناظم مقرر کیا گیا اور حضرت اقدس ناظم صاحبؒ کے انتقال کے بعد ۱۶/رجب ۱۳۹۹ھ میں قائم مقام ناظم اعلیٰ اور پھر محرم الحرام ۱۴۰۱ھ مطابق نومبر ۱۹۸۰ء میں مستقل ناظم اعلیٰ کے اس عظیم ترین منصب پر آپ کو مقرر کر دیا گیا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو نائب ناظم کی حیثیت سے تقریباً ۱۴۔۱۵ سال تک حضرت اقدس ناظم اعلیٰ نور اللہ مرقدہٗ کی زیر سرپرستی کام کرنیکا موقع ملا۔ ابھی تک دیکھنے والے بہت سے افراد ہوں گے کہ حضرت اقدس ناظم صاحبؒ اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کے درمیان کس درجہ خصوصی اور گہرا قلبی تعلق تھا دونوں طرف کس قدر محبت وشفقت اور ادب واحترام کا معاملہ تھا اس طرح حضرت اقدسؒ کے تجربات اور مفید ترین مشوروں سے مدرسہ کے نظم

وانتظام میں آپ کو بہت تقویت حاصل رہی۔

اوراسی طرح حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدۂ کے گرانقدر مشورے اورخصوصی توجہات اورسرپرستی بھی حاصل رہی، بلاشبہ حضرت والا کا نظم وانتظام (دوآتشہ ہونے کی وجہ سے) مظاہرعلوم کے مزاج کے مطابق بہت کامیاب رہا۔

حضرت والا کے نظم وانتظام سے سب ہی خوش تھے، اورسب ہی مطمئن رہے اسی اطمینان اوراعتماد کی وجہ سے سب ہی اکابرین نے آپ کو مستقل طور پر ناظم اعلیٰ کی مکمل ذمہ داری سونپ دی تھی۔

راقم الحروف کا یہ پختہ یقین ہے کہ اگر حضرت فقیہ الاسلامؒ سے نظم وانتظام پر مکمل اطمینان واعتماد نہ ہوتا تو اکابرین مدرسہ دیدہ ودانستہ حضرت والا کو ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز نہ کرتے۔

جن کو مدرسہ کے حالات سے کچھ آگاہی ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جس وقت حضرت والا کو نائب ناظم بنایا جارہا تھا اس وقت خاص طور پر حضرت شیخ نے اندرون مدرسہ کس حکمت عملی سے حالات کا جائزہ لیا تھا اور پھر جس وقت ناظم اعلیٰ کی تجویز زیرغور تھی اس وقت بھی حضرت شیخ نوراللہ مرقدۂ نے بڑی گہرائی سے حالات کا جائزہ لے کر حضرت والاؒ کے لئے ہی اس منصب کو تجویز فرمایا اگرچہ بعض افراد کی سوچ وفکر کچھ اور تھی جس کی کچھ تفصیل آئندہ معلوم ہوگی۔

بہرحال حضرت فقیہ الاسلامؒ افتاء اور تدریس کی خدمات کے ساتھ منصب نظامت کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی نہایت استقلال کے ساتھ انجام دیتے رہے انسان جس منزل پر سفر کرتا ہوا گذرتا ہے تو درمیانِ سفر حالات اور واقعات پیش آتے ہی ہیں اور مشکلات اور دشواریوں کے ساتھ ایک حدتک اختلافی صورت حال سے سب کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔

بحمداللہ تعالیٰ حضرت فقیہ الاسلامؒ نہایت مستقل مزاجی، صبر وتحمل اور انتہائی لگن کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو حتی المقدور انجام دیتے رہے، آج بھی اندرون مدرسہ اور بیرون مدرسہ (بعض افراد کو چھوڑ کر) بڑی تعداد اس امر کی شہادت دے گی کہ حضرت فقیہ الاسلام نوراللہ مرقدۂ نے مدرسہ کی خدمات کو کس اخلاص کے ساتھ انجام دیا اور تقریباً سب ہی کو آپ پر مکمل اعتماد تھا۔

مظاهر علوم کی مجلس شوریٰ

یوم تاسیس سے مظاہرعلوم سہارنپور میں مجلس مشاورت اور مجلس سرپرستان قائم رہی ہے مظاہرعلوم کی تاریخ اس کی شاہد ہے اور ہمیشہ ہی ایسی مجلس سرپرستان میں مشائخ عظام اور علماء کرام اور پھر آخر میں بعض اہل الرائے اکابرین سے تعلق رکھنے والے دیندار افراد بھی اس کے رکن رہے ہیں۔

مدرسہ کے سلسلہ میں اہم ترین امور پر مشاورت کے لئے سال میں ایک مرتبہ سے زائد ارکان سرپرستان کا اجلاس ہوتا اور حسب تجویز اس پر عمل ہوتا، نہ اس حقیقت کا انکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس میں کوئی اختلاف کی گنجائش ہے اور نہ ہی اس نوعیت پر کبھی اختلاف ہوا ہے، از اول تا آخر جملہ نظماء کے دور میں اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے (مظفری دور نظامت میں بھی اس پر عمل ہوا اور ہوتا رہا ہے)

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ اور مظاہر علوم سہارنپور

(الف) مظاہر علوم سہارنپور سے جن کو تعلق ہے ان کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس مدرسہ سے کس قدر گہرا تعلق تھا ہمہ وقت مدرسہ کی بھلائی اور اس کے استحکام کی فکر رہتی اور یہ صورت حال ابتداء سے ہی دکھلائی دیتی ہے اسی وجہ سے حضرت محدث سہارنپوریؒ یعنی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنیؒ نے جس وقت حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کو ۱۳۴۶ھ میں مسند نظامت پر تجویز فرمایا تھا اسی وقت حضرت سہارنپوریؒ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو "مشیر خاص" تجویز فرمایا۔

اس تجویز کے مطابق حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ بحیثیت مشیر ناظم تاحیات مشیر خاص رہے، تقریباً تمام اہم ترین مدرسہ کے امور میں حضرت شیخ کا مشورہ شامل رہتا اور دورِ لطیفی سے دورِ مظفری تک (جب تک حضرت شیخ باحیات رہے) اس پر عمل رہا ہے۔

اور اس حقیقت سے سب اہل تعلق واقف ہوں گے کہ حضرت شیخ کے مشورہ کی بڑی اہمیت ہوتی اور وہ مشورہ ایک فیصلہ کن رائے کے درجہ پر ہوا کرتا تھا۔

روزمرہ مدرسہ میں پیش آمدہ معاملات کا حل، حضرت شیخ سے مشاورت کے بعد تجویز ہوتے اور نافذ العمل ہوتے اور اس کے علاوہ کافی دنوں سے حضرات اکابرین مدرسہ کی ہدایت اور تجویز کے مطابق ایک مجلس تحتانی برائے مشورہ بھی مقرر تھی، جس میں چند اہم ترین اساتذہ کو نامزد کیا ہوا تھا، اہم اور ضروری معاملات کو اس تحتانی مجلس میں پیش کرنے کے بعد جس پر اتفاق ہوتا اور باہم طے کر لیا جاتا اس پر عمل ہوتا۔

(ب) حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ نے مدرسہ کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے مدرسہ کے اہم ترین مناصب پر جس کو اپنی بصیرت اور مخلصانہ رائے میں مناسب خیال فرمایا اس منصب پر تجویز فرمایا اور اپنی زندگی میں اس کو مکمل کیا۔

حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کی رائے اور تجویز کو سب ہی سرپرستان قبول فرماتے اگر سب حضرات اپنے اپنے منصبی فرائض کو اپنے منصبی دائرۂ حدود میں رہ کر مدرسہ کی خدمات انجام دیتے تو ایک عرصہ تک مدرسہ میں حالات خوش گوار قائم رہتے اور مدرسہ ہر قسم کی ترقیات حاصل کرتا مگر افسوس ایسا نہ ہوا بلکہ بعض افراد نے

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی قائم کردہ ترتیب کو (دل سے) قبول نہیں کیا بلکہ اپنے ذہن وفکر کے مطابق دوسری راہ اختیار کی، اگر چہ فی الوقت علانیہ اس کا اظہار تو نہ کر سکے البتہ اس کے لئے کسی وقت کا انتظار کرتے رہے، آئندہ کیلئے کسی حکمت عملی کو بروئے کار لانے کی تیاری کرنے لگے جیسا کہ آئندہ کے پیش آمدہ حالات اورواقعات سے اس صورت حال کا انکشاف ہوتا ہے۔

اختلاف کی بنیاد

جس وقت حضرت والا نائب ناظم تھے اس وقت چند افراد نے ایک بڑی تحریر مرتب کی تھی جس میں نظم وانتظام پر بے بنیاد اعتراضات کئے اور افتراء پردازی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ آئندہ حضرت والا کے منصب نظامت اعلیٰ پر پہونچنے میں رکاوٹ ہو اور اَرکان مدرسہ کو یہ احساس کرایا جائے کہ اندرون مدرسہ ان کی نظامت پر اختلاف ہے۔

یہ تحریر ۸؍ربیع الاول ۱۴۰۰ھ میں بذریعہ حضرت والاؒ ارکان شوریٰ تک پہونچائی گئی۔ اور بزعم خود اس تحریر کو"اصلاح" کا عنوان دیا گیا تھا حالانکہ یہی تحریر اصل ہے مدرسہ میں فساد کی اور اسی تحریر میں آئندہ ہونے والے فساد کی خبر دی گئی ہے چند جملے ہدیۂ ناظرین ہیں لکھتے ہیں "مدرسہ میں کسی فساد یا فتنے یا ہنگامے کی باعث تو نہیں ہوسکتیں؟

اوراس کے بعد پھر لکھتے ہیں

"ہمارے خیال میں مستقبل میں کسی بڑے ہنگامہ کی نشاندہی کر رہے ہیں"

اس تحریر سے تحریر کنندہ حضرات کے فکر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ان کی سوچ وفکر کا رخ کس جانب کام کر رہا ہے حضرت والا نے اس تحریر کا مفصل جواب بھی تحریر فرما کر ان حضرات کی خدمت میں ارسال فرما دیا تھا۔

حضرت والا نے اس جوابی تحریر میں اخلاص کے ساتھ ان حضرات کو یہ مشورہ دیا تھا

"دیکھئے بہت اخلاص کے ساتھ عرض ہے کہ آپ اپنی فکر کے انداز کو بدل دیجئے ورنہ ہر فساد اور ہر فتنہ کی ذمہ داری آپ پر اور صرف آپ پر عائد ہوگی"

بہر حال یہی تحریر فساد اور فساد کی اصل بنیاد ہے اور جن افراد نے اس تحریر کو قلم بند کیا تھا مستقبل میں انہیں کی قیادت میں فساد ہوا جیسا کہ حالات اور واقعات شاہد ہیں، زبان وقلم ترجمانی کرتے ہیں انسان کے ذہن وفکر اور اس کے خیالات کا اصلاحی انداز اور ہوتا ہے، افساد اور مخالفت کا رنگ اور ہی ہوتا ہے جس کا اندازہ تقریر سے اور تحریر سے لگانا اور معلوم کرنا آسان ہے۔

ارکان شوریٰ اور حضرت ناظم صاحبؒ

دراصل جن افراد کی سوچ وفکر کا رخ دوسرا تھا ان کی برابر ایک کوشش یہ بھی رہی ہے کہ وہ حضرات سرپرستان

اور حضرت فقیہ الاسلام کے درمیان بد اعتمادی کا ماحول بنا دیں اس لئے کہ اس کے بغیر اپنے مشن میں کامیابی کا حصول ممکن نہیں ہے، حالات کے ادل بدل ہونے میں ذہن سازی کو بڑا دخل ہوتا ہے۔

جب تک حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ باحیات رہے تو ایسا ہونا نہایت دشوار گذار مرحلہ تھا، تاہم حضرت شیخ الحدیثؒ سب کی سنتے، سب کو دیکھتے، سب پر نظر رکھتے مگر کرتے وہ تھے جو آپ کے نزدیک مدرسہ کے حق میں مفید ہوتا، اور اسی کو اپنی مجلس شوریٰ میں پیش فرماتے اور آپ کی رائے پر اتفاق کرتے ہوئے اس کو قبول کیا جاتا تھا اس لئے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر سب ہی کو مکمل اعتماد تھا۔

اختلاف رائے ہونا وہ ایک امر دیگر اور ایک حد تک بہت ضروری ہے

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ اور بالخصوص حضرات شیخینؓ سے مشاورت فرماتے تو احادیث، روایات شاہد ہیں کہ آپ کی مبارک مجلس میں اختلاف رائے کھل کر پیش ہوتا اور اکثر وبیشتر حضرات شیخینؓ کی رائے کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف پیش ہوتی اسی وجہ سے اس کو اہل علم نے سنة مسلوكة فی الدین فرمایا ہے۔

اختلاف رائے کے سلسلہ میں حضرت اقدس تھانویؒ کی یادگار تحریر کا ایک نمونہ

حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ دارالعلوم دیوبند کے ماضی بعید کے اختلافات پر اپنے ایک مکتوب گرامی الموسوم (فتنہ دیوبند) میں ارقام فرماتے ہیں۔

''رائے کا اختلاف اگر نیک نیتی کے ساتھ حدود میں ہو تو سنة مسلوكة فی الدین ہے''۔

اور اس مکتوب میں مثال پیش فرمائی ایک امر شرعی سے متعلق حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی رائے حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم کی رائے کے خلاف تھی تو اس وقت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جب اختلاف فی العمل میں احتمال فتنہ کا دیکھا تو خود عمل اتمام صلوۃ میں حضرت عثمانؓ کا اتباع فرمالیا۔ اور پوچھنے پر اس کی بناء یہ فرمائی ولکن الخلاف شر (النور ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ ص۔۳۰)

اور اسی مکتوب گرامی میں حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ بھی تحریر فرمایا۔

''اگر نکیر باللسان میں فتنہ محتمل ہے تو نکیر بالقلب کافی ہے اور اگر فتنہ نہیں تو لطف ورفق واخفاء کے ساتھ'' ایضاً۔

نہی عن المنکر کے لئے ایک رہنما اصول

جس وقت دارالعلوم دیوبند میں ایک عظیم انقلاب آیا اور بڑا انزاع اٹھ کھڑا ہوا تھا تو اس وقت حضرت اقدس تھانویؒ سے بعض مخلصین اہل تعلق نے بذریعہ خط مدرسہ کے حالات براہِ راست دریافت کئے تھے۔ حضرت اقدس تھانویؒ نے اس کا جواب مفصل تحریر فرمایا اور اس کو ''فتنہ دیوبند'' سے موسوم فرمایا تھا۔

حالات اور واقعات کی مناسبت سے اس مکتوب گرامی میں سے یہ چند اقتباس پیش کئے گئے ہیں اس لئے بھی کہ اہل علم حضرات حضرت اقدس تھانویؒ کی تحریرات کو بڑی اہمیت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اسی ''قند دیو بند'' سے ایک اقتباس اور ہدیہ ناظرین ہے جس سے معلوم ہوگا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کس پر کس حد تک ہے حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

''امور انتظامیہ سے تعرض کرنا اس میں ضرور قادح ہے جیسا مشاہدہ میں آچکا ہے رہا امور منکرہ پر نکیر سو اگر امر اجتہادی ہے تو خود نکیر ہی منکر ہے اور اگر امر قطعی ہے تو دنیا میں ہزاروں منکرات واقع ہو رہے ہیں جب قدرت نہیں تو ایسی حالت میں اگر نکیر باللسان میں فتنہ محتمل ہے تو نکیر بالقلب کافی ہے۔ (ص۔۳۰۔)

اور حضرت اقدس تھانویؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا

''شریعت کے سب ہر حال میں مکلّف ہیں علماء و جہلاء و خواص و عوام، اکابر و اصاغر'' (ص۔۲۱)

اور حضرت تھانویؒ نے یہ تحریر فرمایا۔

''جس کے ہاتھ میں انتظام ہوتا ہے اس کا ایک معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے جس کا مدار نیت پر ہے اور ایک معاملہ خلق کے ساتھ ہوتا ہے جس کا مدار حسن ظن پر ہوتا ہے یعنی اگر وہ احکام سے آگاہ اور عمل کا عازم ہے وہ اس سے زیادہ مکلّف نہیں کہ جو کچھ کسی کے ساتھ معاملہ کرے وہ اس کے نزدیک احکام کے خلاف نہ ہو اور اس میں اس کی (اپنی ذاتی) کوئی غرض نہ ہو''۔ (الخ ص۔۲۱)

ناظرین کرام؟ ایک بات بہت ہی زیادہ قابل ذکر ہے کہ مدارس میں کام کرنے والے ارکان شوریٰ ہوں یا ناظم و مہتمم اور یا پھر مدرسین و دیگر کارکنان اگر شریعت کے احکام اور حدود کی رعایت کے ساتھ کام نہ کریں گے تو پھر عوام الناس سے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ شریعت کی کتنی پابندی کرنے والے ہیں۔

حضرت اقدس تھانویؒ کے مذکورہ تحریری اقتباسات کا ماحصل یہی ہے کہ بہر صورت ہر فرد شریعت کے اصول اور احکام کا پابند ہو کر کام کرے جو بھی قدم اٹھائے اسکے خلاف نہ ہو لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ اُسکا محاسبہ کیا جائے۔

ارباب علم و دانش پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ راہِ فساد کونسی ہے اور اصلاح و خیر خواہی کا راستہ کونسا ہے اگر بدگمانی پر چل کر نظم و انتظام کے عمل کو دیکھتا ہے تو پھر افساد ہی افساد ہوگا۔

چنانچہ حضرت اقدسؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

''اگر حسن ظن ہوتا ہے تو گو اس کا عمل اس شخص کی رائے کے خلاف ہو مگر اس پر بدگمانی نہیں کرتا اور اگر حسن ظن نہیں ہوتا تو بلا دلیل ہی اس کے ساتھ بدگمانی کر لیتا ہے''۔ (ص۔۲۱)

اور پھر بدگمانی کے ساتھ جو اقدام ہوگا اس میں اصلاح کا پہلو ہو ہی نہیں سکتا۔

نظر وفکر

جن افراد کی سوچ اور فکر کا رخ بدلا ہوا ہوتا ہے ان کے اپنے ذاتی مقاصد اور عزائم ہوتے ہیں اور اس کا اندازہ ان کی تحریر وتقریر سے اور معاملہ کے درمیان جو حالات وواقعات پیش آتے ہیں ان سے بہت آسانی کے ساتھ ہوجاتا ہے اور اگر بلا دلیل اور قرائن ومشاہدات کے بغیر کسی شخص کے متعلق کوئی رائے قائم کی جائے تو پھر اس میں نفسانی اور بدظنی کا ہی پہلو غالب ہوگا۔

گذشتہ سطور میں جس تحریر کا تذکرہ آچکا ہے، حالات اور واقعات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ وہی تحریر اصل فساد اور انقلاب کی بنیاد ہے کیونکہ جن افراد نے اس تحریر کو مرتب کیا تھا آخر تک یہی افراد پیش پیش دکھلائی دیتے ہیں اور وہی امام انقلاب ہوئے، انہوں نے ہی اپنی تحریر میں یہ پیشین گوئی کی تھی کہ

''ہمارے خیال میں مستقبل میں کسی بڑے ہنگامہ کی نشاندہی کر رہے ہیں''

اور جب مستقبل میں وہ بڑا ہنگامہ ہوا تو اس ہنگامہ کی ابتداء انہیں کے ذریعہ ہوئی اور پھر انقلاب لانے کے بعد بڑے منصب پر وہی نظر آئے ہیں لہٰذا کسی بھی طرح اس کو اصلاحی طریق کار نہیں کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی شرعی حدود کی پاسداری اس میں نظر آتی ہے اگر واقعی مدرسہ اور ارباب مدرسہ کے ساتھ مخلصانہ خیر خواہی تھی تو اس کیلئے وہی ''راہ مستقیم'' ہوسکتی ہے جس کو حضرت اقدس تھانویؒ نے تحریر فرمایا ہے جب کہ وہ تحریر بھی دارالعلوم دیوبند میں پیش آنے والے فساد اور پھر انقلاب عظیم کے موقع پر قلم بند کی گئی تھی۔

اختلاف اور نزاع کے حل کی تلاش

جس وقت اختلاف کی رکھی ہوئی بنیاد ابھرنے لگی، اور اس اختلاف کی گونج سنائی دینے لگی، رفتہ رفتہ یہ اختلاف مختلف شکلوں میں دکھلائی دینے لگا، اچھے ماحول میں بدمزگی پیدا ہونے لگی تو مدرسہ کے ارباب حل وعقد نے اس جانب توجہ کی مدرسہ کی تحتانی شوریٰ کے ذریعہ کوشش کی گئی کہ یہ اختلاف اور نزاع آگے نہ بڑھے۔ کسی بھی طرح باہم مل جل کر اور افہام وتفہیم کے ذریعہ آپسی رنجش ختم ہوجائے جیسا کہ حضرت ناظم صاحبؒ نے اپنے ایک توضیحی بیان میں اس کو لکھا ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے وصال کے بعد بھی حضرات سرپرستان اور ناظم مدرسہ کی یہ کوشش ہوئی کہ عملہ مدرسہ کے باہمی تنازعات کی کوئی صورت نہ ہو اور برابر ماحول کے اختلافات اور شکر رنجیوں کو مٹانے کی سعی کرتے رہے، جیسا کہ مجلس شوریٰ کی پاس کردہ تجاویز سے ظاہر ہے۔ (ص ۲)

چنانچہ اسی سلسلہ میں مجلس شوریٰ کا ایک اجلاس ۲۱۔۲۲ فروری ۱۹۸۴ء مطابق ۱۸۔۱۹ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ کو سہارنپور میں زیر صدارت حضرت الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ منعقد ہوا۔

حالات کا جائزہ لیا گیا اور دو یوم تک یہ اجلاس چلتا رہا اور حالات اور واقعات کی تفتیش کرتے رہے اور پھر چند تجاویز منظور کیں ان تجاویز میں سے ایک تجویز میں یہ بات کہی گئی، تجویز (۱) میں ہے............

''غور وخوض کے بعد مجلس اس نتیجہ پر پہونچی کہ عامۃ ان تمام امور کی بنیاد غلط فہمی پر مبنی ہے اور اس انتشار کا باعث اس تحریر کی (اخبار میں) اشاعت ہے جو کہ مولانا شاہد صاحب نے حضرت ناظم صاحب مدفیوضہم کو پیش کی وہ تحریر حضرت موصوف کے منصب ووقار کے خلاف ہے اس پر مجلس اظہار افسوس کرتی ہے''۔

اور ایک تجویز (۴) یہ بھی قلم بند کی گئی

مجلس اپنے تمام عملہ اور کارکنوں سے درخواست کرتی ہے کہ باہم اخوت ومحبت کو پیش نظر رکھیں المسلم من سلم المسلمون الخ اور ایاھم و الظن الخ کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔الخ

مجلس شوریٰ کے اس اجلاس کے بعد کچھ دن سکون رہا اور پھر ان تجاویز پر تنقید کا سلسلہ شروع ہو گیا، اخبارات میں مضامین آنے لگے اور دیواروں پر پوسٹر بازی بھی ہونے لگی، روز بروز حالات بگڑنے لگے چند ماہ ایسے ہی گذرے بالآخر دوسرا اجلاس ۱۸ر نومبر ۱۹۸۴ء مطابق ۲۳ ر صفر ۱۴۰۵ھ کو سہارنپور میں زیر صدارت حضرت الحاج مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ منعقد ہوا۔

اور پیش آمدہ صورت حال پر غور وفکر کیا گیا اور اس مرتبہ بھی چند تجاویز منظور کی گئیں۔

پس پردہ

(الف) بعض افراد نے محمد ظفر دربان کی جانب سے بذریعہ وکیل حضرات سرپرستان اور حضرت ناظم صاحبؒ کو رجسٹرڈ نوٹس دلایا گیا تھا، اس وجہ سے ان کا معاملہ پیش ہوا......غور فکر کے بعد ان کو برطرف کر دیا گیا۔

اور ایک تجویزیہ منظور کی گئی

(ب) ''شعبہ تنظیم فضلاء کو بند کیا جاتا ہے......الخ

(ج) شوری تحتانی، جائداد کمیٹی، تعمیر کمیٹی ان سب کو ختم کیا جاتا ہے۔الخ

(د) جناب مفتی عبد العزیز صاحب بلا منظوری رخصت ماہ شعبان ۱۴۰۴ھ سے سفر میں ہیں ان کی درخواست رخصت پیش ہوئی۔ جس میں یہ بھی تحریر ہے کہ اگر رخصت منظور نہ ہو تو غیر حاضری درج کی جائے بعد غور طے پایا کہ یہ طویل رخصت مفاد مدرسہ میں نہیں اس لئے خدمات ادارہ سے سبکدوش کی اطلاع دیدیجائے۔

(ہ) بعض صاحبان ذاتی مخالفتوں کی وجہ سے پس پردہ گمنام خطوط جاری کرتے رہتے ہیں جو خلاف تہذیب ہوتے ہیں، لب ولہجہ میں سخت ہوتے ہیں، دھمکیاں بھی ہوتی ہیں ایسے خطوط سے انتشار پیدا ہوتا ہے، فضا مکدر ہوتی ہے، باہر بھی انتشار ہوتا ہے اس لئے ہدایت کی جاتی ہے کہ آئندہ اس قسم کے خطوط سے احتراز کریں۔(الخ

اکابرین مدرسہ کی ان تمام ہدایات اور گذارشات نیز اختلافات کو ختم کرنے کی جملہ کوششیں بے سود ثابت ہوئیں بلکہ ان کے خلاف جور دعمل ہوا وہ ماضی سے بھی بڑھ کر ہوا۔

نظر وفکر

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کی تاریخ جن حضرات کے سامنے ہے اور جن کی نظر ان اداروں کے حالات اور واقعات پر ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں گے کہ ایک وقت میں ''مجلس شوریٰ'' اور سرپرستان کی اہمیت بہت زائد زبان وقلم سے بیان کی جاتی ہے اور صد سالہ تاریخی شواہد سے اس کو مدلل بھی کیا جاتا ہے اور ایک منزل اور ایک وقت اور موقع ایسا بھی آتا ہے کہ اسی شوریٰ کے فیصلوں کو اپنی تنقیدات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ان کی تجاویز کو تسلیم کئے جانے کے حق واجب کا برملا انکار کیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے، دورخی پالیسی کیوں اپنائی جاتی ہے؟ کیا یہ اخلاقی اور شرعی جرم نہیں ہے؟ مجلس کا فیصلہ اگر ہمارے خلاف ہوا تو اس کے خلاف ہر اقدام جائز اور درست ہوگا اور اگر ہمارے موافق ہے تو پھر وہ بسر وچشم قبول ہے۔

دارالعلوم کی تاریخ میں بھی اور اسی طرح مظاہر علوم کی تاریخ میں ایک سے زائد مرتبہ بڑے اہم اور انقلابی حالات پیش آئے ہیں اور اکثر وبیشتر یہ سنگین حالات نظم وانتظام اور امور انتظامیہ سے تعرض کرنے کی وجہ سے ہی پیش آئے ہیں ان تفصیلات میں جانے کی فی الوقت ضرورت نہیں۔

اختلاف کرنے والوں کے پیش نظر اپنی کوئی غرض نہ ہوتی، اخلاقیات اور شرعی حدود کی پاسداری کا خیال رہتا تو یقیناً آئندہ حالات پرسکون ہی ہوتے اور ارباب شوریٰ نے جن تجاویز کو طے کردیا تھا ان کو خلوص اور صدق دلی سے قبول کیا جاتا اور جس اصول کو اپنے ادارہ کے لئے پسند کرتے ہوں اس اصول کو اپنے مرکزی ادارہ اور اپنی مادر علمی کے لئے بھی پسند کرنا لازمی تھا۔

جن افراد نے کسی بھی درجہ میں اختلافی راہ کو اختیار کیا جس کے نتیجہ میں بہت سے چھوٹے بڑے ہنگامے برپا ہوئے ادارہ کو نقصان پہونچا، وہ سب ہی حضرات کسی نہ کسی ادارہ کو چلانے والے ہیں اور کسی ادارہ کے چھوٹے یا بڑے ذمہ دار ضرور ہیں۔

مخالفت کوئی نئی بات نہیں ہے

ہر بڑی شخصیت کی مخالفت کرنے والے ہر دور میں رہے ہیں تاریخ مظاہر میں بھی اس قسم کی مخالفت تقریباً سب ہی اکابرین کو پیش آئی ہے۔

(الف) جس وقت حضرت اقدس سہارنپوریؒ ناظم اعلیٰ تھے ان کی مخالفت کرنے والے، بڑے ہنگامہ

آرائی کے ساتھ مقابلے پر آئے حالانکہ ان مخالفین کی اس مخالفت میں نہ کوئی سچائی تھی اور نہ کوئی حق پسندی، محض حاسدانہ بنیاد پر مخالفت کا بازار گرم کئے ہوئے تھے۔ بالآخر اپنی مخالفانہ سرگرمیوں کیساتھ ناکام ونابود ہوئے۔

(ب) اسی طرح حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی مخالفت میں بھی متعدد مرتبہ مخالفت کرنے والے میدان میں دکھلائی دئے ایک واقعہ خود حضرت شیخؒ نے آپ بیتی نمبر۲ ص۔۱۳۰ پر قلم بند فرمایا ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے خلاف شکایات بھرے خطوط اخبار مدینہ کے ایڈیٹر کو روانہ کئے گئے اور پھر ان خطوط کی روشنی میں ۱۰ ربیع الثانی ۵۷ھ مطابق ۹ جون ۳۸ء کے شمارہ میں ایک مضمون سخت لکھ دیا...... تفصیل حوالۂ مذکور میں ملاحظہ ہو۔

(ج) اسی طرح متعدد مرتبہ حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے درمیان نزاع اور اختلاف کی بے بنیاد اور بے اصل باتوں کو خوب پھیلانے کی کوشش کی گئی تھی...... وقت کے ساتھ جو حقیقت تھی وہ ظاہر ہوئی اور جو کذب وافتراء اور بدگمانیاں تھیں وہ سب ہی خود بخود بے اثر ہوکر ختم ہوگئیں۔

وہ افراد کون تھے

جن حضرات کے خلاف مجلس شوریٰ نے تجاویز منظور کی تھیں اور جن حضرات کو مدرسہ کی خدمات سے سبکدوش کیا گیا تھا انہیں حضرات نے اختلاف کی بنیاد رکھی ہوئی تھی اور جس تحریر کے ذریعہ کچھ عرصہ قبل بڑا ہنگامہ برپا ہونے کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔ وہی افراد میدان میں آئے۔

۱۸۔۱۹ نومبر ۸۴ء کے اجلاس کے بعد مفتی عبدالعزیز صاحب سفر سے واپس بلائے گئے اور وہ بہت جلد اپنے سفر سے واپس ہوئے اسی روز ۵ جنوری ۸۵ء سے مظاہر علوم کے احاطہ دار جدید سے انقلابی تحریک کی ابتداء کی گئی۔ اور چند روز میں بھاری ہنگامہ آرائی کے مناظر دیکھنے میں آئے جس کی تفصیل حضرت ناظم صاحبؒ کی مفصل رپورٹ میں موجود ہے یہ رپورٹ ۴ مارچ ۸۵ء کو جب کہ بستی نظام الدین مرکز تبلیغ میں اجلاس سرپرستان منعقد ہوا تھا، حضرات سرپرستان کی خدمت میں پیش کی گئی تھی اور قدرے تفصیل "ماہنامہ دینی مدارس نئی دہلی شمارہ جون وجولائی ۸۵ء میں موجود ہے"۔

تقریباً ۲ ماہ تک مدرسہ میں ہنگامی حالات چلتے رہے اور ہر ممکن کوشش ہوتی رہی کہ کسی طرح مدرسہ بند ہوجائے، تعلیم کا نظام درہم برہم ہوجائے، اور اس ہنگامہ آرائی میں طلباء کو بھی استعمال کیا گیا۔

بہر حال جس قدر وہ کرسکتے تھے کیا اور بہت کچھ کیا۔

"جس کی صورت ایسی تھی کہ دیانت ودین تو اپنی جگہ پر، لوگوں نے طبعی شرافت اور انسانیت سب کو خیر باد کہہ دیا وہ وہ حرکتیں دیکھنے میں آئیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ طالبان دین اور اہل علم کہاں جارہے ہیں"۔

اس درمیان برابر حضرات سرپرستان سے بھی رابطہ قائم رکھا گیا اور مشورے ہوتے رہے۔ بہر حال کافی

دنوں کے بعد ایک حد تک قابو پایا گیا اور وقتی طور پر مدرسہ میں سکون ہوا اور پھر ۴؍ مارچ ۸۵ء مرکز نظام الدین میں اجلاس سرپرستان منعقد ہوا۔

وہ افراد کون تھے؟

مجلس شوریٰ فوقانی نے متعدد بار کوشش کی کہ حالات سازگار ہوں مگر جب حضرات اکابرین مدرسہ نے یہ محسوس کرلیا کہ آئندہ حالات بگڑنے ہی پر ہیں تو پھر بدرجۂ ضرورت ۱۷۔۱۸؍ نومبر ۸۴ء کے اجلاس سرپرستان میں چند افراد کو مدرسہ کی خدمات سے سبکدوش کردیا جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

اب جبکہ یہ علیحدگی ہوگئی اور ۵؍ جنوری ۸۵ء کو حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب مدظلہ کی آمد پر منصوبہ بند طریقہ پر وہ کچھ کیا گیا جو نہ ہونا چاہیے تھا اور اب اس انقلابی تحریک کا علانیہ آغاز ہوا اور اس تحریک میں طلباء کو بھی خوب استعمال کیا جس کی وجہ سے حالات اور بھی مسلسل خراب ہوئے، تقریباً یہ بڑا ہنگامہ ۲ ماہ تک جاری رہا جس کے نتیجہ میں اساتذہ اور دیگر ذمہ داران کے مشورہ کے بعد ۵۳ طلباء کا اخراج ہوا، آخر تک اس تمام انقلابی تحریک کی قیادت جناب مفتی عبدالعزیز صاحب مرحوم ہی کرتے رہے ان کے علاوہ دوسرے افراد وقتی مصلحت کی وجہ سے علانیہ ساتھ نہ دکھلائی نہ دیتے لیکن در پردہ مکمل بہرصورت ساتھ ہی تھے اور آئندہ وقت آنے پر وہ سب افراد علانیہ بھی شریک ہوگئے تھے جن افراد کی سبکدوشی ہوئی تھی انہیں افراد کے ذریعہ از ابتداء تا آخر مدرسہ کے حالات میں تکدر جاری رہا، اخبارات وغیرہ میں نظم وانتظام کے خلاف جس قدر آیا وہ سب انہیں کے ذرائع سے ہوا اور جس تحریر کا تذکرہ گذشتہ سطور میں آچکا ہے، جس میں پیشین گوئی تھی کہ مستقبل میں کسی بڑے ہنگامہ کی نشاندہی کررہے ہیں اس تحریر کو پیش کرنے والے بھی حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب مدظلہ ہی تھے اور دوسرے چند افراد کے بھی اس پر دستخط موجود تھے۔

اجلاس سرپرستان منعقدہ ۴؍ مارچ ۸۵ء اور اس کی اہمیت ۲ ماہ کے بعد جب کچھ سکون ہوا تو ان ہنگامی حالات پر غور وفکر کے لئے یہ اجلاس ہوا، جن حالات کے پیش نظر یہ اجلاس منعقد ہوا بہت اہمیت کا حامل تھا مگر بعد میں بڑی انقلابی صورت حال نے یہ بھی محسوس کرادیا ہے کہ اس اجلاس میں جو اہم ترین تجویز ۲ پاس کی گئی اس کی آڑ میں آئندہ کے لئے اپنی انقلابی تحریک کو کس طرح کامیاب بنایا جاسکتا ہے...... راہ کو ہموار کیا گیا تھا۔

راقم الحروف کو اس پر مکمل یقین ہے کہ اس اجلاس میں جن اہم ترین اکابرین کی شرکت تھی یقیناً وہ انقلابی اور منفی سوچ وفکر سے بالکلیہ ہمراز نہ تھے بلکہ بہت آخر تک حضرات اکابرین کو اس سے بے خبر رکھا گیا ہوگا۔ راقم الحروف کسی دوسرے موقع پر تفصیلی شواہد پیش کرسکتا ہے فی الوقت اس کی گنجائش نہیں ہے۔

اس اجلاس کے موقع پر حضرت اقدس ناظم صاحب مدظلہ العالی کیساتھ راقم الحروف بھی شریک سفر تھا اس

وقت بھی اور اس کے بعد بھی کچھ اشارے محسوس ہوئے تھے اور سنے گئے تھے۔

بہر حال اس اجلاس میں حسب ضابطہ گذشتہ اجلاس کی کارروائی سن کر تصدیق کی گئی اور اب اس اجلاس کی اس تصدیق نے سبکدوشی کو جائز اور مستحکم بنادیا۔ اس لئے کہ اگر سبکدوشی سے متعلق نومبر ۸۴ء کی تجاویز میں کسی ترمیم کی گنجائش ہوتی اور یا اس کی ضرورت ہوتی آج کے اس اجلاس میں اس پر ضرور گفتگو ہو سکتی تھی جب ایسا نہ ہوا بلکہ اس کو اور مستحکم کر دیا تو شرعاً اور اخلاقاً کم از کم یہ ارکان شوریٰ اس کے پابند ہو جاتے ہیں کہ آئندہ کسی بھی وقت اس کو منسوخ نہ کیا جائے گا جس پر آج تک تمام دینی اداروں میں عمل ہے اور اس طرح دنیوی اداروں میں یہی ضابطۂ اخلاق ہے۔

گذشتہ اجلاس کی کارروائی کی تصدیق کے علاوہ چند اور تجاویز پاس ہوئیں اور ان تجاویز میں تجویز (۶) بہت اہم ہے جس کا متن حسب ذیل ہے۔

''دستور جدید تفصیل کیساتھ پڑھا گیا، سنا گیا اور منظور کیا گیا اور طے کیا گیا کہ جناب مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ، حضرت ناظم صاحب مدظلہٗ اور صدر المدرسین مدظلہٗ اس کو رجسٹرڈ کرادیں اور حضرت مولانا عبدالحلیم زادمجدہٗ کو شریک مشورہ کیا جائے'' (ماخوذ از توضیحی بیان)

مجلس سرپرستان کی اہمیت حضرت فقیہ الاسلام کی نظر میں

اس ۴؍ مارچ ۸۵ء کے اجلاس کے موقع پر حضرت اقدس ناظم صاحب مدظلہٗ نے ایک بہت مفصل رپورٹ حضرات سرپرستان کی خدمت میں پیش کی تھی جس میں ۳؍ مارچ تک کے حالات کو قلم بند کیا گیا تھا اور اس تفصیلی رپورٹ میں چند گذارشات بھی حضرات اکابرین کی خدمت میں پیش کی تھیں۔

(الف) پہلی اور بنیادی بات جس کو تحریر فرمایا تھا وہ اس طرح ہے۔

''جتنے بھی اہم امور مدرسہ میں طے ہوتے رہے وہ سب کے سب حضرت شیخؒ کے ایماء و مشورہ سے اور مجلس شوریٰ فوقانی اور تحتانی کے مشورہ و تجویز سے طے ہوئے اور انجام دئے گئے (ص۔۱)

(ب) مذکورہ رپورٹ کے ص۔۲۹ پر حرف آخر کے عنوان کے تحت یہ تحریر ہے کہ

''یہ ہنگامے کی مختصر تفصیلی رپورٹ ہے اس کو غور سے ملاحظہ فرما کر جو چاہیں فیصلہ فرمائیں یہ آپ کا حق ہے کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہیں''۔ (الخ)

اس قسم کے شواہد اور بھی بکثرت ہیں جن سے یہ بات صاف ہو رہی ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ حضرات سرپرستان کے ساتھ ہمیشہ اسی روایت پر قائم رہے جو ابتداء سے آخر تک مظاہر علوم میں معمول بہ رہی ہے۔ اور اسی طرح حضرات سرپرستان اور آپ کے درمیان عدم اعتماد کی کوئی چھوٹی سی چھوٹی بھی مثال نہیں بنی، اس

حقیقت کا اعتراف ہمیشہ سب ہی کو رہا ہے مگر انقلاب برپا کرنے والوں نے اپنی منزل کی تلاش میں اس امر کو ضروری سمجھا کہ ایسی فضا بنائی جائے جس سے کہ اس اعتماد کو ختم کیا جائے لہٰذا بڑی حد تک وہ اس میں کامیاب ہوئے اور اسی راہ سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے یعنی جس انقلاب کی تحریک ایک عرصہ سے جاری تھی وہ برآنے لگی۔

قضیہ دستور جدید کے رجسٹرڈ کرانے کا

تجویز نمبر ۶ کے ذریعہ ایک دستور جدید کو رجسٹرڈ کرانے کی منظوری دی گئی تھی اور ساتھ ہی اس کی تکمیل کیلئے حضرات سرپرستان نے تین اصحاب کے سپرد کیا اور ظاہر ہے کہ بڑی ذمہ داری حضرت ناظم صاحب مدظلہٗ پر ہی عائد ہوتی ہے اس کے متعلق چند باتیں قابل توجہ ہیں۔

(۱) دستور جدید کا رجسٹرڈ کرانا...... تجویز کے اس متن میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ کس ایک (قانون) کے تحت اس کو رجسٹرڈ کرانا ہے، بہرحال یہ تجویز بہت مبہم ہے تاہم حضرت ناظم صاحب نے اس پر وکلاء سے قانونی مشورہ کیا اور اس کی تفصیل حضرات سرپرستان خاص کر حضرت الحاج مولانا انعام الحسن صاحب کی خدمت میں ارسال کردی گئی، اور اس کو آئندہ اجلاس شوریٰ پر موقوف کردیا گیا تھا۔

(۲) آئندہ چند روز ہی بعد واقعات نے ثابت کردیا کہ (باوجود موقوف ہونے کے) رجسٹرڈ کی عملی کارروائی دوسرے افراد کے ہاتھوں جاری ہے اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کے تسلسل نے یہ بھی ثابت کردیا کہ جن افراد کو نومبر ۸۴ء میں سبکدوش کیا گیا تھا...... وہی افراد اس میں پیش پیش نظر آئے۔

(۳) جس دستور جدید کو پڑھ کر منظور کیا گیا تھا، رجسٹریشن کے لئے وہ دستور تو کسی سردخانہ میں محفوظ کردیا گیا اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی دستور وضع کردہ داخل رجسٹریشن ہوا۔

(۴) حضرات سرپرستان میں سے بھی (نہ معلوم کونسی شوریٰ کے ذریعہ) بعض کو خارج کردیا گیا تھا اور اس تبدیلی کی کوئی اطلاع حضرت ناظم صاحب کو بھی نہ دی گئی اور نہ بعض دوسرے ارکان شوریٰ کو۔

(۵) جن افراد کو نومبر ۸۴ء کے اجلاس میں سبکدوش کیا گیا، مارچ ۸۵ء کے اجلاس میں اس کی تصدیق کردی گئی تھی تو پھر کس اجلاس میں ان تجاویز کو منسوخ کیا گیا اور ان افراد کو بحال کیا گیا تھا اور یہ بحالی کس اصول اور ضابطہ کے تحت کی گئی؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ اصل اور قدیم ارکان شوریٰ میں سے ان حضرات کو علیحدہ کردیا گیا تھا جن کے سامنے تمام حالات از اول تا آخر روشن تھے اور حقیقت حال کو برملا کہتے اور ان انقلابی افراد سے اختلاف کرتے ہوئے اظہار حق کرتے تھے، اس لئے ان کو نظر انداز کردیا گیا۔ بالفاظ دیگر اب ایک نئی شوریٰ کی تشکیل کی گئی برائے رجسٹریشن۔

مجلس شوریٰ یا سوسائٹی

مجلس شوریٰ اور مجلس سرپرستان کی ہیئت حقیقی اور ہیئت اصلیہ کو بالکلیہ ختم کر دیا گیا اور اب سوسائٹی کی تشکیل کی گئی۔ ظاہر ہے کہ ایک سو سال سے زائد کی شرعی، اسلامی نوعیت (اور ہیئت) کو ختم کر دیا گیا اور خالص اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ایک جدید راہ اختیار کی کیونکہ اس کے بغیر منزل مقصود تک پہونچنا ناممکن تھا۔

اس نئی صورت حال کے پیدا ہونے پر شرعی اعتبار سے حضرت فقیہ الاسلام پر یہ بڑی ذمہ داری عائد ہوگئی تھی کہ وہ مظاہر علوم جو ایک عظیم ترین امانت ان کے ہاتھ میں مقدس ہاتھوں نے سپرد کی تھی وہ ہر ممکن صورت سے اس کی حفاظت کریں اور اسی اصلی ہیئت پر باقی اور قائم رکھیں جس نوعیت کیساتھ حضرت فقیہ الاسلامؒ کو سپرد کی گئی تھی جس کیلئے جس قدر بھی مشقت، مخالفت برداشت کرنا پڑے اور قربانی کی ضرورت ہو ہر قسم کی قربانی دیکر اس کی سوا سو سالہ نوعیت کو باقی رکھا جائے چنانچہ اس درمیان بہت نازک حالات آئے، بڑی بڑی مخالفتیں ہوئیں اور خلاف میں بہت زیادہ بے بنیاد اور خلاف حقیقت پروپیگنڈے کئے گئے اور دارالعلوم دیوبند کی منحوس تاریخ کو مظاہر علوم میں دہرایا گیا۔

کیا سرپرستان حضرات اس صورت حال سے بے خبر تھے ؟

اس پر تو ہمارا ایمان ہے اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے، بندوں کو اس کا علم نہیں البتہ قرائن، حالات اور واقعات کی نوعیت آنے والے حالات پر اشارہ کرتے اور ہوشیار ضرور کرتے ہیں۔ نومبر ۸۴ء کے اجلاس کے بعد بالخصوص ۵؍جنوری ۸۵ء سے مدرسہ میں جو حالات پیش آچکے تھے وہ ایک بنیاد تھی انقلابی منصوبہ بندی کی جس کی تکمیل کا آئندہ پروگرام تھا اور اسی کی تکمیل کیلئے اندرونی طور پر راہ کو ہموار کیا جا رہا تھا۔

مارچ ۸۵ء کے اجلاس سے قبل اس منصوبہ کی تشکیل ہو چکی تھی کہ جس طرح ماضی قریب میں دارالعلوم دیوبند میں انقلاب لایا گیا ہے بالکل اسی راہ پر چل کر مظاہر علوم میں بھی انقلاب لایا جا سکتا ہے اس لئے وہ تمام تدابیر یہاں اختیار کی گئیں۔

حضرات سرپرستان میں سے بعض افراد کو کاٹ دیا گیا، عملاً ان کو علیحدہ کر دیا، اور اہم ترین حضرات سرپرستان نے یکسوئی اختیار کر لی (یا ان کو یکسو کر دیا گیا)

اسی طرح سرپرستان میں تقسیم کرانے کے بعد ارکان شوریٰ کا ایک حصہ اس انقلاب کی سرپرستی کرتا رہا......

کیونکہ اس کے بغیر کچھ ہونے والا نہ تھا۔

زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ جو کچھ ہوا وہ علانیہ ہوا اور جو کچھ کیا گیا علانیہ کیا گیا، سرپرستی ان کی اور انتقامی جذبات کے ساتھ تو جملہ کارروائی حضرت فقیہ الاسلامؒ کے خلاف جاری رہی۔

اور اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ حضرت فقیہ الاسلام کے خلاف ماحول بنانے کے لئے عوام وخواص میں یہ

پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ناظم مدرسہ نے حضرات سرپرستان کے خلاف محاذ آرائی شروع کردی ہے اوران کی سرپرستی کوتسلیم کرنے سے انکار کردیا ہے حالانکہ ان تمام واقعات کے درمیان بھی بعض حضرات سرپرستان سے برابر رابطہ قائم رہا، برابر مشورہ جاری رہا لیکن اہم ترین حضرات تو بالکل یکسو تھے اس لئے وہ رابطہ زیادہ مفید نہ ہوسکا اور ایک مخصوص ذہن کے ساتھ کارروائی کرنے والوں نے بہت جلد رجسٹریشن کی کارروائی پرعمل کرنا شروک کردیا حالانکہ اصولی طور پر وہ تجویز فی الوقت موقوف کردی گئی تھی ...... مگران افراد نے اس کوموقوف نہ کرتے ہوئے اپنا کام کرتے رہے۔

کیا حضرت ناظم صاحبؒ نے رجسٹریشن کے خلاف کونی قدم اٹھایاتھا؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ تو اصولاً حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی تحریر کے بعد توقف کئے ہوئے تھے۔ البتہ اسکی روک تھام کیلئے راقم الحروف اور چند دوسرے حضرات تھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس روک تھام کے لئے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ایک مرتبہ بھی ہم لوگوں سے کچھ بھی نہ فرمایا بلکہ دوسرے کچھ افراد نے حضرت ناظم صاحبؒ پر بہت دباؤ ڈالا، کوشش کی کہ ان کو اجازت دی جائے اوران کا تعاون کیا جائے مگر اس وقت اوراس کے بعد بھی حضرت والاؒ نے اس کو بالکل پسند نہ فرمایا۔

راقم الحروف خود بھی اس میٹنگ میں موجود تھا جس وقت آپ پر یہ کوشش کی گئی بلکہ راقم الحروف نے خود بھی اس میٹنگ میں اس کی مخالفت کی تھی اور حضرت والا کی رائے سے ہی اتفاق کیا، اس لئے ایک عرصہ تک حضرت والا تو عملاً یکسو رہے اور تقریباً سکوت اختیار کیا البتہ جس وقت میرٹھ کے رجسٹرار آفس سے حضرت والا کو اطلاع دی گئی اور تحریری جواب طلب کیا گیا تھا اس وقت ضرورتاً قدم اٹھایا لیکن یہ اس وقت ہوا جب کہ ادھر سے خلاف اصول رجسٹریشن کی کارروائی شروع کی گئی۔

رجسٹریشن سے متعلق راقم الحروف نے تفصیلی مضمون ''رجسٹریشن کی کہانی'' لکھا تھا جو ماہنامہ دینی مدارس نئی دہلی کے جون وجولائی ۸۵ء کے شمارہ میں چھپ چکا ہے۔ اسلئے فی الحال اس جگہ مزید لکھنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ہے۔

بانی فتنہ کون تھے؟

مدارس سے تعلق رکھنے والے سب ہی واقف ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں متعدد بار حالات بگڑے ہیں اور بہت نازک ترین صورت حال متعدد مرتبہ پیش آئی ہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب کے نام ایک خط میں حضرت مصلح الامتؒ نے یہ تحریر فرمایا کہ ''وافوض امری الی اللہ واللّٰہ بصیر بالعباد'' جوحق تعالیٰ نے حضرات انبیاء کو تعلیم فرمایا ہے کہ یوں کہا کیجئے کہ میں اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے خوب باخبر ہے'' بانی فتنہ کون ہے؟ اور کس کی جانب سے یہ فساد ہے، مخلوق پر یہ امر مشتبہ کیا جاسکتا ہے لیکن خالق پر سب عیاں ہیں'' (وصیۃ العرفان جنوری ۸۲ء)

بس یہی صورت حال اس وقت مظاہر علوم کے قضیہ میں حضرت اقدس فقیہ الاسلامؒ کے پیش نظر رہی ہے۔
ہند اور بیرون ہند بذریعہ تحریر اور دیگر ذرائع سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے خلاف کس قدر پروپیگنڈہ کیا گیا، پوشیدہ نہیں ہے، بہت سی مرتبہ حضرت والاؒ سے عرض کیا گیا کہ فلاں فلاں تحریر کا جواب ہونا چاہیے مگر بس ایک ہی جواب، سکوت۔

البتہ وقت کے بعض اکابرین کی خدمت میں متعدد بار برائے دعا ضرور تشریف لے گئے، دعائیں بھی دیں اور تسلی بھرے کلام سے ہمت دلائی، ماشاء اللہ حضرت والاؒ خداداد بڑی ہمت واستقلال سے کام کرتے رہے اور اس امانت اور مدارس کے حق میں پھیلتے ہوئے ''فتنہ'' کے خلاف برابر جدوجہد میں مصروف رہے، صبر وتحمل اور سکون وسکوت کے ساتھ ایک سے زائد مرتبہ اس دوران حضرت والاؒ جناب حضرت اقدس مولانا مفتی محمود الحسنؒ سے ملاقات کیلئے دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت موصوف بھی سہارنپور تشریف لائے اور ملاقات ہوئی۔

ایک بات جو محسوس ہوئی ......

عوام کی بات نہیں، خواص اور اخص الخواص کی یہ ایک بات ضرور محسوس ہوئی کہ ایک جانب سے تقریر وتحریر کے ذریعہ جو کچھ پہونچایا گیا اسی کو حق جانا گیا اور دوسری جانب سے تحقیق حال کی ضرورت نہ سمجھی گئی اور یکطرفہ خبروں سے ایک رائے بھی قائم کر لی گئی اور خلاف تأثر بھی لیا گیا اکثر یہی ہوا بعض حضرات کے علاوہ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں ہے مگر واقعات سامنے ہیں۔

''فتنہ دیوبند'' سے حضرت حکیم الامت کی تحریر کا ایک طویل اقتباس درج ذیل ہے جس میں اس بات کے تذکرہ کے ساتھ......اور بھی اہم ترین اور ضروری باتوں پر روشنی حاصل ہوگی۔

اس لئے کہ اس مکتوب کا تعلق دار العلوم کے ہنگامی حالات سے ہے اور آج کے اعتبار سے تو وہ خیر القرون تھا......اقتباس ملاحظہ ہو......اگرچہ قدرے طویل ہے۔

> ''شریعت کے سب ہر حال میں مکلف ہیں، علماء، جہلاء، خواص، عوام، اکابر واصاغر۔
> من جملہ احکام شرعیہ کے یہ بھی ہے کہ صرف ایک جانب کے واقعات سن کر رائے قائم نہ کی جاوے جب تک دوسری جانب کے واقعات کو بھی معلوم نہ کرے پھر دونوں طرف کے واقعات معلوم کر کے محض اپنے خیال سے رائے قائم کرنے کی اجازت نہیں بلکہ احکام شرعیہ کے تابع ہو کر رائے قائم کی جائے۔'' ص۔۲۱

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں......

> ''مہتمم صاحب پر بحیثیت اہتمام ضروری تھا کہ ان اعضاء فاسد کو جسد مدرسہ سے قطع کرتے (ان ہنگامی حالات میں کچھ طلباء کا اخراج کر دیا گیا تھا) کہ بقیہ اعضاء فاسد نہ ہو جاویں، چنانچہ ان کو نکال دیا گیا پھر کیا تھا

اب تو آسمان سر پر اٹھالیا اور اخباروں میں مضامین کی بھرمار شروع کردی اور کوئی عربی اور فارسی کی ایسی گالی نہ ہوگی جو حضرت مہتمم صاحب کے لئے اٹھا رکھی ہو اور اس پر بعض بزرگوں نے بجائے اس کے کہ ان پر زجر وتوبیخ فرماتے کہ ان کا دماغ ان کا ڈھیلا ہوتا ان کے سر پر ہاتھ رکھا ان کا دماغ سڑ گیا''۔(ص۔۲۲)

ناظرین کرام! اس تحریر کے ایک ایک جملہ کی روشنی میں مظاہر علوم کے انقلابی واقعات پر نظر ڈالتے آپ یہ محسوس کریں گے کہ بس یہ تو آج کے مظاہر علوم کے حالات پر مکتوب گرامی ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کا بصیرت افروز بیان......اس مکتوب میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

''میں نے جن بزرگوں کو مدرسہ میں کام کرتے دیکھا ہے ان کا کامل استبداد واستقلال تھا کسی امر مہم عظیم الشان میں مشورہ فرمالیتے تھے ورنہ جو چاہتے تھے کرلیتے تھے اور طالب علم تو کیا کوئی مدرس بھی کان نہ ہلاتے تھے کیا ان کو جمہوریت کے احکام ودلائل معلوم نہ تھے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اور اسی مکتوب میں ص ۲۴ پر یہ بھی تحریر ہے۔

''بعض دیگر طلبہ ومدرسین بھی اپنے نزدیک تو خفیہ مگر واقع میں علانیہ طور پر ان فتنوں میں حصہ لے رہے تھے، مہتمم صاحب نے ان کو بھی علیحدہ کردیا۔ ان کا انتقام اس طرح لیا جارہا ہے کہ مجامع عامہ میں، مجلسوں میں، بازاروں میں اہل مدرسہ کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں ہورہی ہیں الخ۔

یہ چند ضروری اقتباسات ہدیۂ ناظرین ہیں، ان اقتباسات کی روشنی میں آج کی صورت حال کا نقشہ بھی اسی کے مطابق نظر آئے گا۔

ایک بات یاد رکھنا ضروری ہے جس کی تفصیل گذشتہ سطور میں آچکی ہے کہ جن افراد کو علیحدہ کیا گیا تھا ان کو بذات خود حضرت ناظم ومہتمم صاحب نے علیحدہ نہیں کیا تھا بلکہ باقاعدہ حضرات سرپرستان نے علیحدہ کیا تھا اور کافی غور وفکر کے بعد یہ کارروائی کی گئی تھی مگر اس کی سزا حضرت فقیہ الاسلامؒ کو دی گئی، کوئی ایک جملہ اور کوئی ایک تحریر ایسی دکھلائی نہ دے گی جس میں ارکان شوریٰ کے خلاف کچھ لکھا اور کہا گیا ہو......کیوں؟

اس کا جواب راقم الحروف کی اس تحریر میں بھی اس کا تفصیلی جواب تلاش کیا جاسکتا ہے اس وقت اس تحریر کو اسی پر ختم کرتا ہوں۔ ؎

اند کے باتو بگفتم وبہ دل تر سیدم
کہ دلِ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(باقی آئندہ)

قضیہ مظاہر علوم

پس منظر .... اور .... آخری مصالحتی کوشش

..........محمد ریاض الحسن

اس کے کیا محرکات تھے؟ پس پردہ کیا عزائم اور منصوبے کارفرما تھے یہ تو بعد میں طشت از بام ہوا البتہ بعض لوگوں نے مدرسہ کے لئے مفید ہونے کی ملمع سازی کر کے حضرات اکابر مظاہر کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ مدرسہ کا رجسٹریشن ہونا چاہئے۔

اس کیلئے مجلس شوریٰ میں حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحب ناظم مدرسہ، صاحبزادۂ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اور حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب صدر مدرس مدرسہ کا نام تجویز ہوا، اس لئے حضرت ناظم صاحب نے اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ماہرین قانون سے تفصیلی تبادلۂ خیال کیا اور اپنی رائے مرکز نظام الدین میں حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ کو روانہ کی جس میں مجوزہ رجسٹریشن سے ہونے والے نقصانات اور اندیشوں کو مدلل طور پر پیش کیا گیا تھا۔

حضرت جی نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اس بارے میں اگلی مجلس شوریٰ کی نشست میں غور کرلیا جائے گا۔

لیکن بعض لوگوں نے مذکورہ بالا تینوں ذمہ دار حضرات کے صرف نظر کرتے ہوئے اور حضرت جی کی تجویز غور و خوض کی ناقدری کرتے ہوئے آناً فاناً رجسٹریشن کی کارروائی کو آگے بڑھایا، جس سے ان لوگوں کے اندر چھپی منفی سوچ ظاہر ہوگئی اور ضروری ہوگیا کہ ایسے چند لوگوں کے مزعومہ مفادات کے بجائے ادارہ کا تحفظ اور اس کی روایات وتشخص کے بقاء کو ترجیح دیتے ہوئے اس کے لئے ضروری تدابیر اختیار کی جائیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ قضیہ مظاہر علوم کے ہر دو فریق اور خود وقف بورڈ اس بات کو متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ ناظم مدرسہ ہی اوقاف مدرسہ کا متولی ہے نیز ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ مدرسہ مظاہر علوم بھی اکابر و منتظمین مدرسہ کے ذریعہ وقف کیا جاچکا ہے، اسی لئے یوپی میں وقف بورڈ کے قیام کے وقت ہی مدرسہ کے منتظمین نے اس کا وہاں اندراج کرانے کی سعی میمون فرمائی تھی، فتاویٰ دار العلوم (عزیز الفتاویٰ) میں اس طرح کے سبھی مدارس کے بارے میں یہ صراحت مذکور ہے کہ یہ وقف ہیں، تمام عوام وخواص ہمیشہ قول وعمل

اورزبان وقلم سے عموماً اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں، اب سے کچھ عرصہ پہلے تک تو اس کا تصور بھی نہیں ہوتا تھا کہ مدرسہ مظاہر علوم جیسے ادارہ کو بشمول اس کی مساجد کے وقف سے خارج کرنے کی جرأت رندانہ کی جائے گی۔

اسلئے ناظم مدرسہ کو متولی مدرسہ ہونے کی حیثیت سے بھی تحفظ وقف کی جدوجہد اور جملہ ضروری تدابیر کو اختیار کرکے اپنی جواب دہی اور فرائض منصبی کو ادا کرنا تھا چنانچہ حضرت نے اس کیلئے سرگرم، مؤثر اور نتیجہ خیز سعی فرمائی۔

کچھ شرپسندوں نے ایک حربہ یہ اختیار کیا کہ مدرسہ کی ایک خفیہ دستاویز اخبارات میں مشتہر کردی مقصد یہ تھا کہ شوریٰ کی کاروائی اور دیگر خفیہ دستاویزات کی حفاظت چونکہ مولانا عبدالمالک صاحب (م ۱۴۲۵ھ) مہتمم مالیات مدرسہ کے ذمہ تھی اس لئے ان کو اس کا مجرم قرار دیکر مدرسہ سے علیحدہ کرادیا جائے تاکہ تحفظ وقف اور بقائے تشخص مظاہر کی یہ تحریک کمزور پڑ جائے۔

لیکن اجلاس شوریٰ کے دوران تحقیق یہ سامنے آئی کہ وہ تحریر اخبارات کے حوالہ کرنے کے مجرم مولوی شاہد ہیں اور اس کے لئے انہوں نے اپنے جد بزرگوار حضرت مولانا حکیم محمد ایوب (نوراللہ مرقدہٗ) کی وجیہ شخصیت اور سرپرستانہ حیثیت کو استعمال کرکے ماتحت عملہ سے مدرسہ کا خفیہ ریکارڈ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

جب یہ حقیقت کھلی تو اسی شوریٰ میں اتفاق رائے سے مولوی شاہد کو مدرسہ سے خارج کردیا گیا اور حضرت حکیم ایوب صاحبؒ اپنے ضعف وعلالت کے حوالہ سے ازخود مستعفی ہوگئے۔

یہاں یہ بات بھی قابل تذکرہ ہے کہ فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب اس تلخ حقیقت کو طشت ازبام کرنے کے بعد مدرسہ سے چلے گئے کیونکہ حضرت والا مدرسہ کے انتظام سے چپکنا نہیں چاہتے تھے بس انہوں نے سازش کرنیوالوں کو اجاگر کردیا کہ کون لوگ ہیں جو نظام مدرسہ کو بدنام اور سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن ان مخلص اکابر شوریٰ کو قطعی طور پر یہ گوارا نہ ہوا کہ ایسے فاضل وجید عالم دین، اکابر واسلاف کی وراثت کے امین، تربیت یافتہ اور منظور نظر کی انتظامی رہبری سے مدرسہ محروم ہوجائے اس لئے مدرسہ میں ایک سناٹا سا چھا گیا اور فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ حضرت الحاج محمد شفیع صاحب (پیکارڈ واچ کمپنی دہلی) تینوں اکابر حضرت مفتی صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت کے برادر خورد حضرت مولانا اطہر حسین نے تو صفائی کیساتھ کہہ دیا کہ بھائی اب مدرسہ کیا جائیں گے کیا مشورے ہونگے؟ مشورے تو بہت ہورہے ہیں لیکن ان اکابر کو جب کچھ دیر ہوگئی اور حضرت مفتی صاحب کو معلوم ہوا تو ان حضرات سے ملاقات کی اور کیوں نہ ہوتا کہ تشریف لانیوالوں میں ان کے مایۂ ناز استاذ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود صاحب بھی تھے (جو قضیہ مظاہر علوم کے پرآشوب حالات کے بعد بھی مدرسہ مظاہر علوم قدیم میں تشریف لاتے، اپنے فاضل، صالح اور لائق وفائق شاگرد سے ملتے، دعائیں دیتے، اجتماعی دعاء بھی

کراتے اور مدرسہ میں چندہ بھی مرحمت فرماتے)اسی طرح دوسرے دونوں حضرات بھی بلند مرتبہ شخصیات ہیں۔

بہر حال ان مقتدر ہستیوں نے تمام اکابر شوریٰ کی طرف سے زوردار پیشکش کی کہ آپ ضرور مدرسہ چلیں اور مدرسہ کی زمام نظام کو سنبھالیں، اسلئے حضرت ان اکابر کے احترام ومحبت اور مفاد مدرسہ میں پھر واپس آگئے۔

اب بات ختم ہوجانی تھی چونکہ سچ، جھوٹ اور حق وباطل میں امتیاز قائم ہو چکا تھا، سازشی فرد کی نشاندہی ہوچکی تھی اس کو مجرم قرار دے کر مدرسہ سے علیحدہ کیا جاچکا تھا لیکن یہ راز سربستہ ہے کہ وہ شخص جس کو مجرم قرار دے کر مدرسہ سے علیحدہ کیا گیا آخر وہ کیسے آئندہ مدرسہ کا محور اعظم اور شوریٰ کو قدیم نہج سے ہٹا کر غیر قانونی رجسٹرڈ سوسائٹی میں تبدیل کر کے اس کا جنرل سکریٹری بن بیٹھا کیونکہ اس شخص نے شوریٰ کی حیثیت کو لامذہب سوسائیٹی میں تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی جب کہ اسی طبقہ میں دوسرے ایسے صلاح وصالحیت والے لوگ تھے کہ وہ ذمہ دار بنتے تو فتنہ سامانیوں کا وہ طوفان نہ اٹھتا، طعن وتشنیع اور سب وشتم کا وہ ماحول نہ بنتا جو اس شخص کی سرکردگی میں ہوا۔

بہر حال اس مختصر تمہید سے یہ بات صاف طور پر سامنے آجاتی ہے کہ رجسٹریشن کی آڑ میں جن چندلوگوں نے فتنہ انگیزی کی اور بہت سے سادہ لوح تقدس مآب اکابر کو اندھیرے میں رکھ کر آلۂ کار بنایا، ان کا مقصد رجسٹریشن برائے تحفظ مظاہر علوم نہ تھا بلکہ رجسٹریشن برائے تحفظ اقتدار تھا اسی لئے اس کے باوجود کہ حضرت جیؒ نے نظر ثانی کی تجویز رکھی تھی، لیکن انہوں نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے نہایت جلد بازی میں رجسٹریشن کرالیا نیز محض رجسٹریشن اور مذکورہ بالا ہتھکنڈہ سے بھی عزائم کو پورا نہ ہوتا دیکھ کر آخری حربہ کے طور پر پی اے سی کے ذریعہ مدرسہ کی ایک پرشکوہ عمارت دار جدید پر قبضہ کیا۔

اس کے بعد عدالتوں میں مقدمات اور الزامات وجوابی الزامات کا سلسلہ شروع ہوگیا اس دوران متعدد بار اہل فکر ودانش ہمدردوں نے مصالحتی کوششیں کیں جو ناکام ہوگئی اس سلسلہ کی آخری کڑی وہ مصالحتی کوشش ہے جو جناب امیر عالم صاحب کے ذریعہ کی گئی، یہاں اس کی مختصر روداد پیش خدمت ہے جس سے یہ معلوم ہونا آسان ہے کہ کچھ لوگوں کے پیش نظر دراصل مظاہر علوم کا اقتدار اور جائیدادیں تھیں اور حضرت والاؒ کے پیش نظر مظاہر علوم کے تشخص اور اس کی دیرینہ اسلامی ودینی روایات واقدار کا تحفظ مدرسہ کے مذہبی کردار کی حفاظت کی خاطر حضرت والاؒ ہر سطح پر اترنے کو تیار تھے، خاص طور پر مدرسہ چھوڑنے پر بھی بشرطیکہ اسی طرح مدرسہ کا آزادانہ مذہبی کردار محفوظ کرایا جاسکے۔

مصالحتی کوشش

مدرسہ مظاہر علوم کے معاملات جناب امیر عالم صاحب (سابق ایم پی) کے سامنے باقاعدہ طور پر اسوقت

آئے جب وہ پہلی بار چیرمین وقف بورڈ منتخب کئے گئے۔

لیکن بعد ازاں بعض وجوہ کی بنا پر ان کی جگہ جناب ظفر فاروقی صاحب چیرمین بنے تو انہوں نے حضرت اقدس مفتی مظفر حسین مدظلہ العالی کے حق میں فیصلۂ تولیت صادر کرتے وقت دیگر بہت سی باتوں کے علاوہ دو باتیں صاف طور پر تحریر کیں۔

(۱) یہ کہ بعض اوقات فیصلے عارضی فائلیں بنا کر صادر کردئے جاتے ہیں یہ عمل بہت غلط ہے، معاملہ کی اصل فائلوں سے چھان بین ہونی ضروری ہے اور میں نے قضیۂ مظاہر علوم کی فائلیں اور دستاویزات کا بالتفصیل اور گہرائی سے جائزہ لیا ہے۔

(۲) میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مظاہر علوم کا ناظم ہی اس کے اوقاف کا متولی ہوتا ہے اور اس مدرسہ کے ناظم مفتی مظفر حسین صاحب ہیں لہٰذا وہی مدرسہ اور اس کی تمام جائدادوں کے متولی ہیں نیز یہ کہ مولوی محمد سلمان وغیرہ تو منکر وقف ہیں وہ کسی حالت میں اس کی تولیت کا استحقاق نہیں رکھتے۔

لیکن غالباً رشوت ستانی کے اس دور میں ظفر صاحب بھی اپنی جھولی خالی رکھنا گوارا نہیں کیا اور اہل بصیرت کے اندازہ کے مطابق ایک خطیر رقم کے سوٹ کیس کے سامنے وہی فائلیں اور دستاویزات جن کا انہوں نے گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کر کے حضرت اقدس مفتی صاحب کے بارے میں فیصلہ کیا تھا انہی کے بارے میں پھر یہ متضاد دعویٰ کر دیا کہ ''مفتی مظفر حسین صاحب نے غلط بیانی کی اور حقائق کو چھپایا'' اور فیصلۂ تولیت مولانا محمد سلمان صاحب کے بارے میں صادر فرما دیا۔ جب کہ اس معاملہ میں کوئی غلط بیان کسی کا نہیں لیا گیا کہ مفروضہ غلط بیانی یا حقائق کو چھپانے کی نوبت آتی بلکہ جیسا کہ انہوں نے خود بھی سابقہ فیصلہ میں لکھا

''اصل فائلوں، دستاویزات اور وقف بورڈ کے قدیم ریکارڈ کی روشنی میں تفصیلی مطالعہ و جائزہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے''۔

پھر دوسرے فیصلے میں حضرت علیہ الرحمہ پر حقائق کو چھپانے کا الزام لگانا کتنا مضحکہ خیز ہے۔

بہر حال ہماری طرف سے اس بے بنیاد اور خطرناک فیصلہ کو عدالت عالیہ الہ آباد میں چیلنج کیا گیا جس پر ہنوز حکم امتناعی برقرار ہے۔

یہ بات ماہ جون ۲۰۰۱ء کی ہے اس وقت حکم امتناعی (Stay) حاصل کرنا دشوار ترین کام تھا جو بفضل الٰہی مدرسہ کے عملہ کی مستعدی اور فاضل وکلاء کی محنت سے انجام پا گیا ورنہ مفسدین ومعاندین مدرسہ کوئی شر برپا کرنے کے ناپاک منصوبے بنا رہے تھے۔ جون ختم ہوا، عدالتیں کھلی کہ ظفر صاحب کی فائل پیش ہوئی اور اگلے ہی دن ان کی برخاستگی کا حکم صادر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے منکرین وقف کو متولیٔ وقف بنانے کی فوری سزا ان کو دیدی۔

اب پھر جناب امیر عالم صاحب چیرمین کے منصب پر بحال ہو گئے تو انکے پاس ہماری طرف سے بھی اور فریق مخالف کی طرف سے بھی موئثر انداز میں یہ بات آئی کہ آپ ہمارے حق میں فیصلہ صادر کریں، عدالت میں بھی ہمارے طرفدار بنیں، ہمارا موقف اس وجہ سے بھی وزنی رہا کہ اب تک وقف بورڈ بجاطور پر تحفظ وقف والوں ہی کے ساتھ تھا۔

انہوں نے علاقہ میں حضرت مفتی صاحب کے عمومی اثر ورسوخ کے پیش نظر اور غالباً انہیں حق پر سمجھتے ہوئے، حامیان رجسٹریشن کی طرفداری کو قانوناً، اخلاقاً اور شرعاً دشوار سمجھا اور حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی سے ان کے قریبی گھریلو مراسم کے باعث ہماری طرف داری کو عملاً دشوار سمجھا۔

اس لئے انہوں نے دونوں فریقوں کے درمیان مصالحت کی مبارک کوشش کا آغاز فرمایا بلکہ ان کے بڑے بھائی جناب نواب میاں کے بقول ان حضرات کو اس کوشش کے لئے حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کا واضح اشارہ بھی ملا چنانچہ جناب نواب میاں نے اس مقصد کیلئے حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی کے ہمراہ سہارنپور کا ایک سفر بھی کیا جس میں وہ دونوں طرف کے ذمہ دار حضرات سے ملے اور مصالحت کے موضوع پر تبادلۂ خیال کیا۔

آغاز سعی : پہلے ایک ملاقات تجویز ہوئی تھی جس میں حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم مع رفقاء اور حضرت مولانا محمد عبداللہ مغیثی صاحب تشریف لیگئے لیکن فریق مخالف کے نہ آنے کیوجہ سے اسمیں کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی۔

البتہ گذشتہ ۶ راپریل ۲۰۰۲ء کو پھر ملاقات تجویز ہوئی اور اس میں دونوں طرف سے بھرپور نمائندگی ہوئی۔

ہماری طرف سے حضرت والا بنفس نفیس آپ کے خادم مولوی احمد سعید اور حضرت والا کے حکم کے مطابق منشی محمد عارف صاحب، مولانا ممشاد علی صاحب قاسمی بلاسپورا اور احقر راقم الحروف شریک ہوئے، مولانا محمد یعقوب صاحب بلند شہری بھی اپنے ایک سفر سے آتے ہوئے شامل ہو گئے۔

دوسری طرف سے حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب، جناب مولانا سید محمد سلمان صاحب، مولوی سید شاہد صاحب، جناب حاجی رحمت اللہ صاحب بنارسی، مفتی محمد طیب صاحب اور مولوی انیس مظفر نگری شریک ہوئے۔

جناب چیرمین صاحب کی طلب پر جناب ڈاکٹر الیس یوخان مظفر نگر، بابو نذر محمد صاحب ایڈوکیٹ اور وقف بورڈ کے عملہ کے دو حضرات جناب حلیم صاحب اور اسعد صاحب بھی موجود رہے۔

آغاز مجلس: چیرمین صاحب نے حضرت والا سے استفسار کیا کہ مظاہر علوم کے ان تنازعات کا حل کس طرح ہو؟

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آپ تو اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے ہوئے جو درست ہو اس کے حق میں فیصلہ

صادر کردیں پھر دیگر جزئیات پر بات چیت ہو جائے گی نیز حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فتنہ کی جڑ رجسٹریشن ہے جسکی وجہ سے ان حضرات نے یہ بیانات دئے کہ

مدرسہ مظاہر علوم مذہبی ادارہ نہیں ہے۔

مظاہر علوم وقف نہیں اور اس کا کوئی متولی نہیں ہے۔

درخواست دہندہ سوسائیٹی بھی مذہبی نہیں ہے۔

پہلے اس فتنہ کو ختم کیا جائے اور اس کے بعد آسان صورت یہ ہے کہ ہم دونوں فریق جن میں نزاع ہے ہمیشہ کیلئے مدرسہ سے علیحدہ ہو جائیں اور متحدہ مجلس شوریٰ نئے حضرات کو انتظام سپرد کرے۔

اس بات پر کہ دونوں طرف کے لوگ مل کر کوئی متفقہ رائے قائم کرلیں اور معتدل ودرمیانی راستہ نکال لیں، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو حامیان رجسٹریشن ہیں وہ تو اسی کی طرفداری پر مصر رہیں گے پھر معتدل راہ کیسے اختیار کی جاسکتی ہے اس بات پر کہ اگر مصالحتی گفتگو کا حکم وقف کے خلاف فیصلہ کردے تو کیا کریں گے آپ؟ جواب میں فرمایا **لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق** ۔

مولوی شاہد وغیرہ سے جب ان کی رائے معلوم کی گئی انہوں نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ رجسٹریشن پر تمام اکابر کی رائے متفق تھی، حضرت مفتی صاحب نے بھی اس پر دستخط فرمائے تھے

لیکن پھر انہوں نے اس کی مخالفت کی پھر بھی الحمد للہ رجسٹریشن ہوگیا، ہمارے اوپر مذکورہ بیانات کا الزام لگانا سراسر غلط ہے، ہمارے پاس جو دوسرا دستور ہے اس میں ایسا کوئی بیان نہیں، مولوی شاہد نے الزام لگایا کہ حضرت مفتی صاحب کے ایک معتمد نے بھی مظاہر علوم کے رجسٹریشن کی کوشش کی تھی اور کہا کہ مدرسہ مظاہر علوم کا وقف بورڈ میں اندراج ہونا ہمارے علم میں نہیں، مدرسہ کا کوئی وقف نامہ نہیں، بیعنامے ہیں، ہم نے جو دوسرا دستور داخل کیا ہے اس میں مدرسہ کے تمام اوقاف کو تسلیم کیا گیا ہے البتہ مدرسہ کو وقف تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا وقف نامہ موجود نہیں البتہ دوسرے اوقاف جو مدرسہ کیلئے وقف کئے جاتے رہے ان کا اندراج ہوتا رہا۔ وغیرہ۔

حضرت والا ان باتوں میں پنہاں ملمع سازی سے برافروختہ ہوکر بڑے جلال کے ساتھ اس پر کچھ ارشاد فرمانا چاہتے تھے تو ان کی علالت کی بناء پر ہم خدام نے عرض کیا کہ جناب تحمل فرمائیں، ادھر حاجی رحمت اللہ صاحب نے کہا کہ اکیلا آدمی مدرسہ کو چلاسکتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا انہوں نے حامیان رجسٹریشن کی جانب داری والی حضرت کی بات کو منفی رخ دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے ان حضرات کو مردود قرار دیدیا اس پر راقم الحروف نے عرض کیا محترم آپ اس خوشگوار فضا کو مکدر نہ کریں، مردود اور جانب دار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس پرفتن دور میں مدارس کا رجسٹریشن از بس ضروری ہے، ڈاکٹر الیس یوخان نے فرمایا کہ صلح کی ایک

شکل یہ بہتر معلوم ہوتی ہے کہ سابقہ شوریٰ کی بالادستی کو تسلیم کرلیا جائے، رجسٹریشن برقرار رہے اور سابقہ نظام بحال ہو جائے اس پر مولانا محمد سلمان صاحب اور مولوی شاہد صاحب نے کہا کہ ہمیں منظور ہے لیکن ظاہر ہے کہ فتنہ کی جڑ رجسٹریشن کے برقرار رہتے ہوئے کسی بات کو ہماری طرف سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے بابو نذر محمد صاحب نے تجویز رکھی کہ چار چار آدمی دونوں طرف سے منتخب کر لئے جائیں اور پھر وہ ایک ۹ویں آدمی کو منتخب کرلیں اور متنازع فیہ امور پر بات کی جائے، اتفاق رائے نہ ہونے کی صورت میں جدھر پانچ ووٹ جائیں وہ بات مانی جائے۔

ہماری طرف سے جو کچھ کہا گیا اس کا خلاصہ اس طرح ہے۔ جناب منشی محمد عارف صاحب نے کہا کہ مدرسہ مظاہر علوم کا شروع ہی (جب سے وقف بورڈ کا نظام قائم ہے) اندراج چلا آرہا ہے بہت سے وقف ناموں میں مدرسہ کے ذمہ داران کو کبھی ناظم یا مہتمم کے ساتھ متولی اور بسا اوقات صرف متولی/متولیان مدرسہ کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب کے اس خط کی نقل ریکارڈ دفتر مدرسہ میں موجود ہے جس میں انہوں نے وقف بورڈ کے اندر مدرسہ کو درج کرنے کی درخواست کی ہے (ظاہر ہے کہ جیسا ہم نے تمہیدی گفتگو میں عرض کیا کہ مدرسہ کو وقف ماننے کا ایک عام ماحول تھا اس کا تصور بھی نہیں گزرتا تھا کہ مدرسہ مظاہر علوم کو وقف سے خارج کرنے کی جرأت رندانہ کی جائے گی) نیز انہوں نے چیرمین صاحب کے استفسار پر بتایا کہ تقریباً چالیس کرایہ داروں کے علاوہ تمام کرایہ دار ہمیں کرایہ دے رہے ہیں، کاشت کی ایک بڑی زمین واقع تڑپھوہ پر رجسٹریشن والوں نے نزاع پیدا کیا مگر عدالت سے متعلقہ ریفرنس خارج ہوا اور حضرت مفتی صاحب کامیاب رہے پھر دوبارہ یہی نزاع بورڈ کے کنٹرولر کے سامنے پیش ہوا وہاں سے حامیان رجسٹریشن ہار گئے پھر لکھنؤ بنچ میں مقدمہ قائم کرکے ریسیور مقرر ہونیکا سبب بنے اور منصور پور ضلع مظفر نگر میں ایک زمین پر فریق مخالف کا قبضہ ہے وہ زمین حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام ہے باقی تمام کاشت کی جائدادوں پر بھی حضرت والا ہی کا انتظام ہے، مدرسہ کے احاطوں میں سے ایک بڑے احاطہ پر فریق مخالف کا قبضہ ہے باقی تمام شاخیں اور جملہ احاطے حضرت والا کے انتظام میں ہیں (یعنی اس طرح تقریباً اسی فیصد یا اس سے بھی زائد مظاہر علوم حضرت والا کے انتظام میں ہی ہے)۔

نوٹ:۔ حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ نے وقف بورڈ کے اولین چیرمین جناب چودھری خلیق الزماں کو ۱۹/۱۱/۴۱ء کو یہ ایک مراسلہ تحریر فرمایا کہ آج معلوم ہوا کہ ۲۹/اگست ۱۹۴۱ء کو سنٹرل بورڈ اوقاف بن چکا ہے اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کے تین ماہ کے اندر رجسٹری اوقاف ہونی چاہیے۔

چونکہ اس حکم کی اطلاع ۱۹؍۱۱؍۱۴۱ء کو ہم کو ہوئی ہے لہٰذا درخواست ہے کہ دفعہ ۱۳۸ ایکٹ ۳۶/ ۱۴۱ء کے مطابق مدرسہ مظاہر علوم کا نام درج کرلیا جائے الخ

فقط:۔ عبداللطیف بقلم خود ناظم و مہتمم وقف مدرسہ مظاہر علوم

ملحوظ رہے کہ اس میں حضرت نے خودکو وقف مدرسہ مظاہر علوم کا ناظم و مہتمم تحریر فرمایا ہے۔

(۲) اگر نادہندہ یا اضافہ نہ کرنے والے کرایہ داران پر ہم لوگوں نے کرایہ بے دخلی کے مقدمے قائم کئے تو ان حضرات نے ان کا دفاع کیا مقدمہ کی خود پیروی کی اور وقف خداوند تعالی بنام ہارون رشید ۸۹/ ۸۷ الہ آباد ہائی کورٹ میں **8000** روپے ہرجانہ بھی ادا کیا وہ ہرجانہ ان کے وکیل کے ذریعہ ہمارے پیروکاروں کو وصول ہوا اور وقف خداوند تعالی بنام نور النساء میں خود عدالت نے اس بات کو اپنے فیصلہ میں واضح طور پر تحریر کیا کہ مقدمہ کی پوری کاروائی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رجسٹرڈ سوسائیٹی اپنے مفاد کے لئے کرایہ داروں کی پشت پناہی کررہی ہے اگر ان کو اپنا مفاد ہی عزیز ہے تو کھل کر فریق مقدمہ بن جانا چاہیے۔

راقم الحروف نے مندرجہ بالا حضرات (فریق ثانی) کی باتوں کی روشنی میں چند معروضات پیش کی۔

ایک یہ کہ مولوی شاہد صاحب یہ بہت بڑا مغالطہ دے رہے ہیں کہ ہم نے دوسرے دستور میں وہ قابل اعتراض بیان نہیں دئے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ سوسائیٹیز رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کے بموجب رجسٹرڈ کرانے میں یہ بات خود بخود ملحوظ خاطر رہتی ہے کہ یہ ادارہ مذہبی نہیں سیکولر ہے اس کے لئے صراحۃً بیان دینے کی ضرورت تو اختلافی اور نزاعی معاملات میں پڑتی ہے جیسا کہ قضیہ مظاہر علوم میں ہوا لیکن بیان نہ دینے کے باوجود ادارہ کی حیثیت لا مذہب ہوجاتی ہے چنانچہ سوسائیٹی ایکٹ میں جن اداروں اور تنظیموں کے رجسٹرڈ ہونے کی صراحت ہے ان میں مذہبی ادارے شامل نہیں ہیں بلکہ جگہ جگہ ماہرین قانون اور عدالتی فیصلوں کی روشنی میں اس کی وضاحت ہے کہ وہ ادارہ یا اس ادارہ کے مقاصد خالص مذہبی نہ ہوں، کسی خاص مذہبی فرقہ کیلئے نہ ہوں بلکہ رفاہ عام کے لئے ہوں۔ رجسٹریشن ایکٹ کی مطبوعہ کتاب میں صاف صاف یہ تحریر ہے کہ جس ادارہ کا اصل مقصد مذہبی ہو وہ اس ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ نہیں ہوسکتا، اسی لئے تو قضیہ مُظاہر میں جھوٹی قسم کھا کر مدرسہ کے مذہبی اور وقف ہونے کا انکار کرنا پڑا (افسوس کہ اس میں سے مسجدیں بھی مستثنیٰ نہیں کی گئی ہیں) اس قانونی وضاحت پر بابو نذر محمد صاحب جیسے قانون داں کو بڑا استعجاب ہوا۔

دوسرے یہ کہ حاجی رحمت اللہ صاحب نے جو یہ بات فرمائی کہ ایک آدمی مدرسہ کا نظام نہیں چلا سکتا اس سے حضرت پر انفراد بالمجد کا الزام چسپاں ہوتا تھا اس لئے اظہار حقیقت کے طور پر راقم نے عرض کیا کہ حضرت والا ہمیشہ مشوروں کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں پہلے بھی بڑی شوریٰ کے علاوہ ایک تحتانی شوریٰ تھی (حضرت ان سے

مشورہ کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، اس پر مولانا سلمان صاحب نے تائیدی طور پر "ہاں" فرمایا) اور جب ان حضرات سابقین نے رجسٹرڈ سوسائیٹی بن کر گذشتہ تمام قواعد وضوابط (اپنی شورائی وسرپرستانہ حیثیت سمیت) کالعدم قرار دیدئے، حضرت نے فوری طور پر ملک کے جید ومقتدر علمائے کرام پر مشتمل مجلس شوریٰ تشکیل دی اور ان کے مشوروں وتعاون سے نظام چلا رہے ہیں بسا اوقات مدرسہ کے عملہ میں سے بہت سے لوگوں کو مشورہ کے لئے طلب فرماتے رہتے ہیں اور الحمد للہ مدرسہ کا نظام وسعت وترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے (حقیقت تو یہی ہے کہ ترقی کی بلندیوں کو چھوتا ہوا یہ نظام حضرت والا کے ذریعہ ایک امر شرعی کی طرح مشورہ سے چلایا جارہا ہے اور کسی وجہ سے یہ بات فریق مخالف کو تسلیم نہ ہو تو یہ تسلیم فرمالیں کہ اکیلا آدمی بھی مدرسہ کو چلا سکتا ہے)۔

نیز احقر نے عرض کیا کہ مدرسہ کو وقف ماننا اور اس کی حیثیت قائم رکھنا شرعی فریضہ ہے اس پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا، وقف کو بہر حال تسلیم کرنے کے بعد دیگر امور پر مصالحتی بات ہوسکتی ہے، جناب مولوی محمد یعقوب نے بھی کہا کہ حضرت والا کی اس رائے کو قبول کیا جانا چاہئے کہ پہلے رجسٹریشن ختم ہو پھر دوسرے معاملات طے ہوں، فریق مخالف اس بات کو ماننے پر آمادہ نہیں ہوئے تو میز بانوں نے کہا کہ آپ کے جو چار آدمی شریک گفتگو ہوں گے وہ آئندہ اس بات کو مؤثر طور پر رکھیں گے یہ اسی وقت طے ہوجائے گا۔ ہمارے ایک موقر ساتھی، حضرت والا کے مقرب ومعتمد جناب مولانا ممشاد علی قاسمی نے بھی مشورہ دیا کہ اگر ہم اس وقت اس ایک بات پر مصر رہیں گے تو یہ لوگ ہم پر مصالحت سے بچنے کا الزام عائد کرسکتے ہیں، اس لئے سردست مصالحتی گفتگو کو آگے بڑھانے کے لئے دوسری باتوں پر اتفاق رائے ہوجائے۔ پھر مصالحتی گفتگو میں یہ موقف قوت کے ساتھ رکھا جائے جیسا کہ میز بان کہہ رہے ہیں۔

نیز بندہ نے کہا کہ کرایہ داروں پر اگر مدرسہ کرایہ بڑھانے کا اقدام کرتا ہے تو یہ لوگ اس کے پشت پناہ بن جاتے ہیں اور مدرسہ کا اس طرح لاکھوں کروڑوں روپے کا نقصان ہورہا ہے (جیسا کہ سابقہ نوٹ نمبر ۲ میں اس بارے میں عرض کیا جاچکا ہے)۔

(نوٹ) (۱) حضرت والا کے کسی معتمد کے ذریعہ مظاہر علوم کے رجسٹریشن کی کوشش پر حضرت کی وضاحت پہلے ہی مطبوعہ طور پر آچکی ہے کہ اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے اس طرح کا رجسٹریشن کوئی بھی کرائے ہم اس کے خلاف ہیں حضرت والا نے اس مجلس میں بھی اس بات کا اعلان فرمایا اور رجسٹریشن پر اپنے دستخطوں کے بارے میں حضرت نے فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے (واضح ہو کہ حضرت والا نے اس بارے میں اپنے اندیشے حضرت جی مولانا انعام الحسن کو ارسال کئے تھے، اور حضرت جی نے آئندہ غور کرنے کا جواب تحریر فرمایا تھا لیکن کچھ ناعاقبت اندیش عناصر نے حضرت کی تجویز گرامی کی ناقدری کرتے ہوئے رجسٹریشن کرالیا)۔

(۲) یہ مغالطہ بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے کہ مدرسہ کے (حالانکہ وہ بھی بعض حصوں کے) بیعنامے ہیں اس لئے وقف نہیں ہوسکتا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ مسجد کیلئے جو زمین قیمتاً خریدی جائے گی اس کے وقف ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، شاید ان بیچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ مسجد نبوی کی زمین آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدی ہی تھی تو کیا وہ آج تک اس لئے وقف نہ ہوسکی کہ اس کا وقف نامہ نہیں بلکہ وہ قیمت دیکر خریدی گئی ہے یا اسی طرح دوسری بہت سی زمینیں مسجد، مدرسوں، مقابر اور خانقاہوں کیلئے خریدی جائیں تو کیا صرف اس لئے کبھی بھی وقف نہ ہوسکیں گی کہ ان کے بیعنامے ہیں وقف نامے نہیں ظاہر ہے کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ بیعنامے کے ذریعہ خریدی ہوئی جائدادیں جب ارباب بست وکشاد کے ذریعہ وقف کردی جاتی ہیں تو وہ وقف ہی قرار پاتی ہیں، وقف کے احکام ان پر نافذ ہوتے ہیں اور تمام عوام وخواص مسلمانوں کا یہی معمول رہا ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ ایسا ہی کیا جانا چاہیے۔

نیز یہ کہ اگر قیمتاً خریدی ہوئی زمین کو وقف نہیں کیا گیا تو وہ بندوں کی ملکیت سے نہیں نکلے گی اور نہ اس پر مسجد شرعی قائم ہوسکتی ہے اگر ان حضرات کی بات مان لی جائے تو ہمارے اکابر نے مدرسہ کے مختلف احاطوں کی جن مسجدوں میں نماز ادا کی خدانخواستہ وہ فضیلت مسجد سے محروم رہے اور حضرت قطب العالم شیخ الحدیث صاحبؒ اور ان کے صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کا دار جدید کی مسجد میں اعتکاف کرنا کیا اس طرح کالعدم نہیں ہوجاتا؟ چونکہ صحت اعتکاف کے لئے مسجد شرعی کا ہونا ضروری ہے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ بشمول جملہ مساجد کے مظاہر علوم وقف ہے اور جو چیز ایک بار وقف کردی جاتی ہے اس کو وقف سے خارج نہیں کیا جاسکتا اس لئے پورا مدرسہ اور اس کی جملہ مساجد آج بھی آپ کی طرف سے انکار وقف کے باوجود بحمد اللہ وقف ہیں اور ملک وبیرون ملک کے جو لوگ یہاں حضرت قطب العالمؒ کے دور سے اعتکاف کرتے چلے آئے ہیں انہوں نے مسجد شرعی ہی میں اعتکاف کیا ہے۔

خلاصہ : بالآخر اس بات پر اتفاق ہوا کہ دونوں فریق چار چار ناموں کا انتخاب آزادانہ طور پر کریں اور وہ آٹھ حضرات ۹ رویں کا انتخاب کرکے باہمی گفتگو کے ذریعہ مدرسہ کے تمام نزاعی معاملات کو طے کریں، وقف یا رجسٹرڈ رکھنے کا مسئلہ بھی اسی میں طے ہو اور اختلاف رائے کی صورت میں پانچ کی اکثریت والا فیصلہ قطعی ہوگا (احقر کے اس اعتراض کے باوجود کہ فیصلہ دلائل کی قوت پر مبنی ہو عددی کثرت پر نہیں اور ایک امیر مجلس منتخب کرلیا جائے وہی دونوں کی بات سن کر دلائل کی قوت کے اعتبار سے فیصلہ سنائے ،فریق مخالف اور میزبان حضرات اسی پر مصر رہے کہ مذکورہ بالا طریقہ ہی اختیار کیا جائے گا)

وضاحت :اطلاعاً عرض ہے کہ فریقین کی طرف سے مجوزہ چار چار نام جناب امیر عالم صاحب (چیرمین وقف بورڈ) کو پیش کئے گئے۔

ہمارے یہاں سے (۱) حضرت مولانا محمد سالم صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم وقف دیوبند۔
(۲) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم ومتولی مدرسہ۔
(۳) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ۔
(۴) ماہر قانون جناب ایم اے قدیر صاحب الہ آباد۔
اور فریق مخالف کی طرف سے (۱) حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دیوبند
(۲) حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپور
(۳) جناب مولوی سید محمد شاہد صاحب سہارنپور
(۴) جناب مفتی محمد طیب صاحب ضلع صدر جمعیۃ علماء سہارنپور

ایک اضافی بحث

اس دوران کہ مجلس اختتام کو پہونچنے والی تھی جناب ڈاکٹر ایس یو خان صاحب نے بڑے درد کے ساتھ عالمی صورت حال اور گجرات کے حالات کی روشنی میں اس تاریخی جدوجہد کو بارآور بنانے کی ضرورت پر زور دیا، اسی کے ساتھ انہوں نے مخلصانہ انداز میں وقف ایک کی دفعہ ٦٦ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وقف رکھنے میں مدارس کو سرکار کی طرف سے مداخلت کا بڑا خطرہ ہے انہوں نے فرمایا کہ اس دفعہ کے مطابق۔

(۱) ریاستی سرکار متولی کو علی الاطلاق بدل سکتی ہے۔
(۲) اس کی انتظامیہ اسکیم میں جو چاہے ردوبدل کرسکتی ہے۔
(۳) وقف کا وہ کچھ بھی کرسکتی ہے۔
(۴) اور حکومت کے ان اقدامات کو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں بھی چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔

ہمیں اس پر حیرت اور تشویش ہوئی اور ہم نے عرض کیا کہ اس طرح تو وقف کے وجود اور اس کے مخصوص مذہبی تحفظ والے قوانین مسلم پرسنل لاء کا حصہ ہونے کے کوئی معنیٰ ہی نہیں رہ جاتے اور اگر ایسا ہے تو ان میں ترمیم ہونی چاہیے خواہ اس کے لئے تحریک ہی کیوں چلانی پڑے اس پر انہوں نے فرمایا کہ ابھی تو قانون یہی کہتا ہے جو ہم نے بتایا جب تحریک چلے گی اور قانون میں ترمیم ہوگی وہ بات کی بات ہے۔

لیکن فوراً ہی جب وقف ایکٹ دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اس عبارت کو غلط طور پر سمجھا تھا۔
عبارت اس طرح ہے۔

Powers of appointment and removel of mutawalli when to be exercised by the state government.

Whenevr a deed or wakf or any order of a court of any scheme of management of any wakf provides that a court or any authority other then a Board may appoint or remove a mutawalli or sattle or modify such scheme of

management or otherwise exercise superintendence over the wakf, then notwithstanfing anything countained in such deed of wakf, degree, order, of scheme, such powers aforesaid shall be exercisable by state government. provided that where a board has been established the stat goverment shall be consult the board before exercising such powers.

راقم الحروف اس کا جو مطلب سمجھا اس کی روشنی میں ریاستی سرکار کو متولی کے عزل ونصب کا اختیار حاصل ہے مگر اس کے شرائط حسب ذیل ہیں۔

(الف) وقف کی دستاویز میں اس کی گنجائش ہو (یعنی اگر واقف وقف نامہ میں یہ اختیار نہ دے تو حکومت ایسا نہیں کر سکتی)۔

(ب) وقف کی انتظامیہ اسکیم کے بارے میں کسی عدالتی حکم نے یہ اختیار دیا ہو۔

(ج) اس کا کوئی اقدام وقف کے دستاویز یا ڈگری یا حکم یا اسکیم کے مشمولات سے نہ ٹکراتا ہو۔

(د) اگر وقف بورڈ قائم ہو تو اس سے مشورہ کے بغیر یہ اختیار استعمال نہ کیا جائے (یعنی اختیار دئے جانے کے بعد بھی حکومت وقف بورڈ سے مشورہ کی پابند ہے)۔

اس کے برخلاف سوسائٹی رجسٹریشن میں حکومت اور حکومتی اداروں کو اس سے کہیں زیادہ اور خطرناک حد تک اختیارات حاصل ہیں جیسا کہ اس کی صریح دفعات سے ظاہر ہے۔

نیز رجسٹرڈ ادارہ کسی خاص مذہب کے لوگوں کا نہیں ہوسکتا، اس کی جائداد کو بیچا اور منتقل کیا جاسکتا ہے حکومت اور رجسٹرار اس کے امور میں مداخلت کا پورا حق رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ذرا غور فرمائیں کہ حکومتی مداخلت کا خطرہ وقف میں کتنا ہے جب کہ رجسٹریشن میں بھرپور۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بہرحال اس اضافی بحث پر مجلس ختم ہوگئی اور خلاصہ میں مذکور باتوں پر عمل کرنے کا عزم کیا گیا۔

اس میں نام پیش کرنے کی جو تاریخ طے ہوئی، فریق مخالف نے پہلے تو اسی میں پندرہ دن کی تاخیر وتعویق سے کام لیا پھر جیسا کہ مذکور ہوا نام دیدئے گئے۔

ہم لوگ حضرت والا کے حکم سے گفتگو کی تاریخ متعین کرانے گئے تو جناب عالم میاں صاحب نے کہا کہ حضرت (مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی) کی رائے ہے، نام کچھ معتدل اور نرم حضرات کے رکھے جائیں، ہم نے حضرت کی طرف سے ملے ایماء کی بنیاد پر عرض کیا کہ ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

جناب عالم میاں نے مولوی سید محمد شاہد صاحب کو فون کیا تو انہوں نے کہا کہ مشورہ کرکے ایک دو دن میں بتادوں گا، ہم نے پھر چند روز کے بعد حضرت فقیہ الاسلامؒ کے حکم سے جناب عالم میاں کو فون کیا کہ دوسرے نام لے کر آجائیں تو انہوں نے بتایا کہ ابھی ادھر سے کوئی اطلاع نہیں آپارہی ہے، جب ادھر سے اطلاع آجائے گی تو میں آپ حضرات سے رابطہ قائم کرلوں گا اور بس بات یہاں سے آگے نہ بڑھ سکی۔

عہد ساز عبقری شخصیت

مولانا محمد عمر صاحب مظاہری استاذ مدرسہ امداد العلوم زید پور بارہ بنکی

حضرت الاستاذ کو یہ ناکارہ گزشتہ ۳۵ سال سے زائد عرصہ سے نہ صرف جانتا ہے بلکہ مظاہر علوم کے دور طالب علمی میں احقر کو آپ کی ذات گرامی سے استفادہ کا بھر پور موقع بھی ملا، میں نے حضرت علیہ الرحمہ سے ترمذی شریف پڑھنے کا شرف حاصل کیا جس وقت آپ مدرسہ کے نائب ناظم لیکن عملاً ناظم تھے، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی جو شفقتیں حضرت مفتی صاحب کے لئے میں نے دیکھیں اور شاگرد ہونے کے باوجود ان اکابر نے مفتی صاحب کا جو پاس ولحاظ اور ان کے علمی تفوق کا جو احترام کیا، میں سمجھتا ہوں اس دور میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے اساتذہ میں جہاں جید الاستعداد علماء وفضلاء اور عبقری شخصیات کے نام نامی ہیں وہیں ان شخصیات میں سلوک وتصوف، للٰہیت وتقدس اور روحانی رفعتوں کے اعلیٰ مقام پر فائز حضرات بھی! یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ ان دونوں میدانوں کے شہسوار تھے۔

اگر تعلیم وتعلم کے باب میں اپنے دور کے سب سے ممتاز استاذ سمجھے جاتے تھے تو سلوک وتصوف کے معاملہ میں اخیر زندگی میں عالم کے افق پر مہر درخشاں بنکر چمکے، چنانچہ یہ امتیاز بہت مشکل ہے کہ آپ کے شاگردان رشید کی تعداد زیادہ ہے یا آپ کی دریائے معرفت کے جرعہ نوشوں کی، تاہم میں سمجھتا ہوں کہ آج کل کے پیروں اور دستگیروں کی طرح حضرت مفتی صاحب نے اپنی خانقاہ کو ہمعصروں بلکہ خردوں سے بھی آگے بڑھانے کی کبھی کوشش نہیں کی، کسی کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھا، ہر کسی کو اپنے سے بہتر اور برتر تصور کرتے رہے اپنے مخالفین، معاندین اور ان لوگوں کو بھی جنھوں نے آپ کی دل آزاری اور ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ان کو بھی حضرت مفتی صاحب اپنے سے بہتر کہتے رہے۔ دراصل انَّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم کا دستور ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا، اخروی معاملات ہوں یا دنیوی ہر معاملہ میں شریعت مطہرہ کو دل وجان سے لگائے رہے وسعت نظری ایسی کہ بسااوقات کوئی بیعت کیلئے آتا تو اس کو سمجھاتے کہ مولانا محمد یونس صاحب اور مولانا محمد طلحہ صاحب بھی بیعت کرتے ہیں وہاں بھی جاؤ، دیکھو، پرکھو اور جس کے مزاج سے تمہارا مزاج میل کھاتا ہو، اس سے بیعت ہو جاؤ! حالانکہ اس زمانے میں تو پیری مریدی ایک پیشہ بنکر بدنام ہو رہی ہے، پیران محترم ایک دوسرے کے مریدین کو جبراً اور قہراً اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرنے کو اپنی سب سے بڑی فتح سمجھتے ہیں، لیکن

حضرت مفتی صاحب میں میں نے یہ وسعت نظری دیکھی کہ آدمی کسی بھی شخص سے مرید ہوا اس کو نہ تو معیوب سمجھتے اور نہ آپ کی طبیعت اس سے گرانبار ہوتی بلکہ جس کو جہاں سے فائدہ پہنچے حضرت کو اسی سے خوشی ہوتی تھی۔

آپ کی ایمانی فراست، کتابی صلاحیت، انتظامی مہارت اور روحانی معرفت ان کے ہم عصروں میں ہمیشہ مسلم رہی فقہ وفتاویٰ کے میدان میں کسی نے آپ کو شکست تو درکنار آپ کی برابری بھی نہ کر سکے، اپنے دور میں جلیل القدر علماء ومفتیان پر اپنی علمی جلالت اور فقہی مہارت کا سکہ جما دیا۔

تدریس کی لائن میں اپنے ہم عصروں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا، انتظامی امور میں جس بصیرت، ہوشمندی اور شعور وادراک کا آپ نے مظاہرہ کیا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

سلوک وتصوف کے معاملے میں بھی آپ یوں گزر گئے جیسے یہ میدان ان کیلئے کوئی پیچ وخم نہیں رکھتا ہے، پھر جس طرح آپ کے شاگردوں میں علوم واعمال اور دین وملت کے فعال حضرات موجود ہیں اسی طرح آپ کے مریدین اور مسترشدین میں جلیل القدر محدثین اور عظیم المرتبت فقہا ء ومفتیین بھی شامل ہیں۔

میں نے مظاہر علوم کے خاص انتظامی امور میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو آپ سے مشورہ کرتے دیکھا، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ تو حضرت مفتی صاحبؒ کی شکل میں نائب ناظم پا کر ایسے خوش ومطمئن ہو گئے کہ گویا مظاہر علوم کی کشتی کو ناخدا مل گیا جو اپنے زور بازو، لیاقت ودانائی اور فہم سلیم وطبع مستقیم سے اپنی منزلوں کو پہنچ جائے گا۔

بات ذرا کڑوی ہے لیکن صداقت پر مبنی ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی روشن ضمیری، بلندیٔ اقبال، دانائی وہوشمندی، لیاقت وصلاحیت اور طلبہ وعملہ کے درمیان آپ کی محبوبیت ومقبولیت اول دن سے ہی حاسدین کو کھٹکتی رہی اور انھیں مستقبل میں حضرت مفتی صاحبؒ ہی سب سے بڑی رکاوٹ محسوس ہوئے، چنانچہ حاسدین ومعاندین کے ٹولے شروع ہی سے کچھ ایسی فضا، ناساز گار ماحول اور تشویشناک صورتحال پیدا کرنے کی سازشیں کرتے رہے جو آئندہ کسی بھی موقع پر دھماکہ خیز حالات میں بدل کر ہواؤں کے رخ کو اپنے موافق کر سکیں، چنانچہ مدرسہ کی سب سے اہم ذمہ داری ''شوریٰ'' یا ''سرپرستی'' پر منصوبہ بندی کے ساتھ اپنے ہم نوالہ وہم خیال یا کسی بھی وجہ سے ایک نسبت رکھنے والے افراد کو رکن اور سرپرست بنا کر بااختیار ناظم اعلیٰ کے اختیارات کو سلب کرنے اور اس کی حد بندی کرنے کی کوششیں کی گئیں، پرنٹ میڈیا کے ذریعہ اسی طائفہ کو منظر عام پر لایا اور رکھا گیا، اہم ترین مشوروں اور بنیادی امور میں ان سے مراجعت کر کے ان کی تخریب کاریوں کے جراثیم فیصلوں میں شامل کرتے رہے جو آگے چل کر ''سرطان'' کی شکل میں تبدیل ہوئے اور پوری قوم بے چینی و بے یقینی کا شکار ہو گئی، حضرت مفتی صاحب سب کچھ جاننے کے باوجود خاموشی اختیار کئے رہے، زاغوں کو اپنا نشیمن سپرد

کرتے رہے، غیر ممالک میں ان ہی کو بھیجا، غیر ملکی موقر مہمانوں کی آمد پر ان ہی کو میزبانی کی ذمہ داری سپرد کی، کسی بھی بیرونی معاملہ پر آپ کبھی سامنے نہیں آئے یہی نہیں پرنٹ میڈیا کے معاملہ میں مظاہر علوم کی ترجمانی اور اس کے تعارف کے لئے مطبوعہ لٹریچر کی اردو عربی میں تیاری کا موقع بھی ان ہی لوگوں کو دیتے رہے اور......ان ساری مراعات کا مخالف طبقہ نے بھرپور فائدہ حاصل کیا، مستقبل کے لئے زمین ہموار کی، مالیات کا اسٹاک لگایا، افراد کی تیاریوں میں صرف کثیر سے کام لیا، ضمیر فروشوں اور ابن الوقتوں کی مانگیں اور مرادیں پوری کیں، میر جعفر اور میر صادق جیسے لوگوں کی بن آئی اور انہوں نے اِدھر کی اُدھر پر عمل کر کے اپنی جیبیں بھر لیں، آگ لگتی رہی، کارواں جلتا رہا، دھواں اٹھتا رہا، حالات بدلتے رہے اور جب پانی سر سے اونچا ہوا تو ایک دن وہ بھی آیا جب بعض سرغنوں کو اکابر مدرسہ نے مدرسہ سے نکال دیا اور گویا دارالندوہ کے اراکین اسی موقع کی تلاش میں تھے پھر جو کچھ ہوا جس طرح حضرت مفتی صاحب کی پگڑی اچھال کر علم کے وقار و ناموس کی دھجیاں اڑائی گئیں اگر ان کو بیان کیا جائے تو زباں سوزد!

حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے خلاف آنے والے طوفانوں اور ہواؤں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے ثابت کر دیا کہ ابھی سعید بن جبیرؒ کی صداقت، ابن مالکؒ کی بیباکی، احمد بن حنبلؒ کی حق گوئی اور ثابت قدمی رکھنے والے کمیاب تو ضرور ہیں مگر نایاب نہیں۔

میں ایک ادنیٰ طالب علم اور خوشہ چین ہونے کے باوجود حضرت مفتی صاحب کی اولو العزمی، ثابت قدمی، کتابی صلاحیت، انتظامی مہارت اور فہم و فراست سے متأثر ہوا ہوں۔ اللہ نے آپ کو فراست کا بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا وہ مخاطب کے چہروں، آنکھوں اور بے ربط باتوں سے پتہ لگا لیتے کہ مخاطب کا کیا ارادہ ہے۔

ایک بار مظاہر علوم کے تمام طباخوں نے ہڑتال کر دی کہ کھانا تقسیم نہیں ہوگا، ان کی مانگ تھی کہ خارجی اوقات میں کام کرنے کا معاوضہ ہمیں بھی ملنا چاہئے؟ جب کہ ضابطہ میں مطبخ والے اس زمرہ میں نہیں آتے، طلبہ کھانا لینے کے لئے پریشان مگر ہڑتال کے آگے مجبور، حضرت مفتی صاحب کو اطلاع ملی کہ طباخوں نے اس وجہ سے ہڑتال کر رکھی ہے جلال آ گیا، غصہ کے عالم میں مطبخ پہونچے، ناظم مطبخ کو مامور کیا کہ تم فلاں چیز تقسیم کرو میں فلاں چیز تقسیم کرتا ہوں اور ہڑتالیوں کو ہڑتال کرنے دو بس پھر کیا تھا، حضرتؒ کے جلال اور غصہ کے آگے ہڑتالیوں نے سپر ڈال دی اور ہڑتال ختم ہوگئی۔

مظاہر علوم میں ایک بار وہاں کے ایک طالب علم نے اہم استاد کی شان میں گستاخی کر دی، بجلی اس وقت نہیں تھی، طلبہ میں ہنگامہ ہو گیا، شور شرابہ کی اطلاع حضرت مفتی صاحبؒ کو دفتر میں ملی، آپ فوراً دار الطلبہ قدیم تشریف لائے اور یہ پوچھے بغیر کہ استاذ کی شان میں کس نے گستاخی کی، آپ سیدھے حضرت مولانا محمد یونس صاحب (جو

حضرت مفتی صاحب کے شاگرد اور پروردہ ہیں) کے کمرہ میں پہونچے ، کچھ طلبہ آپ کے بدن کو دبانے میں مصروف تھے ، حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک طالب علم کا غصہ کے عالم میں بازو پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کہ دھوکہ دیتا ہے ، مجرم تو ہے ، تو نے استاد کی شان میں گستاخی کی ہے پھر طالبعلم نے بھی اقرار کر ہی لیا کہ حقیقتاً یہ گستاخی اسی کی ہے ۔

بارہا ایسا ہوا کہ طلبہ میں شور شرابہ ہوا تو حضرت مفتی صاحب فوراً تشریف لائے اور معاملہ کو ختم کیا ، طلبہ کے درمیان آپ کا رعب قابل دید تھا ہی اساتذہ وعملہ کے مابین بھی وہ ہمیشہ پروقار اور عظمت وتقدس کے کہسار رہے ، کسی کو اپنی ذات کے لئے پریشان نہیں کیا ، کبھی بھی مدرسہ کی فکر مندی سے غافل نہیں ہوئے اور مدرسہ کے لئے ان کا دن اور ان کی رات سب ایک تھا ، مدرسہ کے اوقات میں جس طرح مصروف رہتے اسی طرح خارجی اوقات میں بھی ۔

انہوں نے مظاہر علوم کیلئے اپنا آرام ، چین وسکون سب کو تج دیا اور مادر علمی کے عروج وارتقاء کے لئے کوشاں رہے جس کا اجر ان شاء اللہ مل کر رہے گا ۔

یادیں تو بہت ہیں جواب تک ذہن میں گردش کر رہی ہیں لیکن ان یادوں اور خیالات کو قلم بند کرنے کیلئے وقت ، الفاظ ، تعبیرات اور استعارات کی ضرورت ہے جو میرے پاس نہیں ہے پھر بھی یہ چند سطور لیکر مظاہر علوم کی ادارت میں دستک دے رہا ہوں کہ شاید ہجوم عاشقاں میں میرا بھی نام شامل ہو جائے ۔

پیر ومرشد کی طرف سے اجازت بیعت وتلقین کا عکس تحریر (بشکریہ مولانا احمد سعید)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حامداً ومصلیاً

مؤرخہ ۵ محرم ۱۳۹۶ھ بروز پنجشنبہ قبل اذان عصر حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نائب ناظم صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کو اجازت بیعت وتلقین دی گئی ۔ ۔۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف کا مطالعہ کیا کریں ۔

۵ محرم ۱۳۹۶ھ بروز پنجشنبہ

محمد اسعد

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

حاجی محمد احمد صاحب فدا صدیقی مظاہری، سرپرست انڈسٹریل مسلم گرلز انٹر کالج سہارنپور

دنیا کی ہر شے فانی ہے کوئی بھی شے ایسی نہیں ہے جو موت کے ذائقے سے محروم رہ جائے گی یہاں تک کہ اللہ کے محبوب ترین بندے جن کو ہم نبی اور رسول کے نام سے پکارتے ہیں اس مقام سے اچھوتے نہیں رہ سکے۔

لیکن موت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک موت سے موت ملتی ہے اور دوسرے موت سے زندگی ملتی ہے یہاں میری مراد اس زندگی سے نہیں ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے جس کو ہم عقبیٰ کی زندگی کہتے ہیں بلکہ اس دنیاوی زندگی سے ہے جو مرنے کے بعد انسان کو ملتی ہے۔

موت سے موت ملنے سے مراد یہ ہے کہ زندگی کا لمحہ لمحہ فنا ہو جاتا ہے اور کوئی بھی شے یاد کے لئے زندہ نہیں رہتی اور موت سے زندگی ملنے سے مراد یہ ہے کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے لیکن اس کی روشنی قائم رہتی ہے ایسے ہر فرد کو ہم ولی اللہ کہتے ہیں یعنی اللہ جس پر مہربان ہو جائے میں اس مقام پر ولی کو دوست کے معنی میں استعمال کو جائز تصور نہیں کرتا کیوں کہ اس میں شرک کے خطوط شامل ہو جاتے ہیں اور شرک عظیم گناہ ہے۔

اللہ کی مہربانی کے لئے ظاہری خدوخال واعمال کوئی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ قلبی لگاؤ اور ارادے ہی اس کی مستحکم بنیاد بنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہماری آنکھیں ولی اللہ کو دیکھ نہیں پاتی صرف چند عکس ہوتے ہیں جن کو ہم دیکھ کر یہ تصور کر لیتے ہیں کہ فلاں فرد ولی اللہ ہو سکتا ہے سورہ آل عمران کی آیات ۷۳ اور ۷۴ میں ارشاد ربانی ہے کہ

> ''(اے رسول) کہہ دو بندگی خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور وہ اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔''

ان آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ظاہرہ وسیلوں سے نہ بزرگی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی اللہ کا فضل وکرم بلکہ یہ بلند مقام صرف نیت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے دوسرے دوستی کے لئے ضروری ہے دوطرفہ مرضی لیکن ان آیات قرآنی میں مرضی یکطرفہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے یعنی اس کے قادر ہونے کی دلیل، اسی لئے میں نے ولی کو دوست کے معنی میں استعمال کرنے کے لئے گریز کیا ہے یوں تو یہ راز خداوند کریم ہی جانتے ہیں کہ وہ کس پر اپنا فضل وکرم فرماتے ہیں اور کن بنیادوں پر فرماتے ہیں البتہ اللہ کے محبوب بندوں میں کچھ ایسے عکس ابھر جاتے ہیں جن سے انسانی ذہن اندازہ کر لیتا ہے کہ فلاں شخص اللہ کے نزدیک ہے۔

ایسے ہی ایک بندۂ خدا جو ہم سب سے ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی ۲۹ رویں شب میں جدا ہوکر مالک حقیقی سے جاملے ہیں اور آج ہمارے درمیان نہیں ہے لیکن ان کی معطر تابندگی ہم اپنے چاروں طرف محسوس کررہے ہیں اس عظیم المرتبت شخصیت کا نام گرامی فقیہ الاسلام حضرت الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ ہے جو ۷۶ سال تک اس عظیم دنیا میں رہ کر انسانی آنکھوں کو حیرت زدہ کرتے رہے اور نورانیت بکھیر کر ہمیں خدا کی قدرت اور اس کی رحمت کا احساس دلاتے رہے اور اپنی معصومیت اور صبر کی عدالت سے ایسے فیصلے صادر فرماتے رہے جن پر عقل وفہم کے درودیواریں آج تک حیران وپریشان ہیں حضرت نور اللہ مرقدہٗ ایک عرصہ دراز سے جسمانی بیماری میں مبتلا تھے لیکن انہوں نے اپنی تمام ذمہ داریوں کو ہمیشہ بخوبی نبھایا اور اپنے ہر عمل میں خدا کی رضا تلاش کرتے رہے۔

حضرت کی پیدائش ۱۱ رربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۷ راگست ۱۹۲۹ء کو مفتی اعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحب کے یہاں ہوئی اور آپ کا تاریخی نام مظفر حسین تجویز کیا گیا آپ کو ذہانت اور مذہبی جذبہ ورثہ میں ملا آپ نے کم عمر میں کلام پاک حفظ فرمایا اور قرأت کے فن کی تکمیل کی ،۱۳ رسال کی عمر میں ۱۳۶۱ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے اور مکمل نصاب کے ساتھ ۱۳۶۹ھ میں فراغت حاصل کی ،۱۳۷۰ھ میں آپ کا جامعہ مظاہر علوم میں تقرر عمل میں آیا ،۱۳۷۱ھ میں آپ کو دفتر مدرسہ مظاہر علوم کی مسجد میں صدر امام مقرر کیا گیا ،۱۳۷۵ھ میں آپ معین مفتی مقرر ہوئے ،۱۳۷۶ھ میں نائب مفتی کے عہدہ پر تقرر ہوا اسی سال میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جناب ماسٹر محمد یٰسین ہلالی صاحب نے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے مناظرہ کے بعد یہ فرمایا کہ کیا کوئی نوجوان ولی آپ کی نظر میں ہے تو جواب میں حضرت نے فرمایا کہ دیکھو وہ شخص جو دارالافتاء میں اوپر جارہا ہے وہی نوجوان ولی ہے جب اوپر نظر اٹھائی تو وہ شخصیت کون تھی وہ تھے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ،ولایت کی اطلاع آپ کیلئے دی گئی اللہ اللہ۔

۱۳۷۷ھ آپ مفتیٔ اعظم کے جلیل القدر عہدہ پر فائز ہوئے ،۱۳۸۱ھ میں آپ کو جامعہ کے استاد حدیث کا درجہ دیا گیا اور ۱۳۸۵ھ میں حضرت الحاج مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم کی ضعیفی کے سبب آپ کو نائب ناظم بنایا گیا ،۱۳۹۶ھ میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور ۱۳۹۹ھ میں حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے وصال پر آپ کو قائم مقام ناظم بنایا گیا ،۱۴۰۱ھ میں آپ کو ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے اہم عہدہ پر فائز کیا گیا ،قائم مقام ناظم سے ناظم اعلیٰ کے مسند تک دوسال کی مسلسل جدوجہد کے بعد اس مقام تک آپ پہونچ پائے کیونکہ اس عہدہ جلیلہ پر حضرت کی پہونچ کو لے کر ایک مخصوص طبقہ کو پریشانی لاحق تھی لیکن اس وقت راقم الحروف جامعہ مظاہر علوم کی انجمن ابنائے قدیم کا سکریٹری تھا اور انجمن کی تحریک پر مجلس شوریٰ کو مجبوراً یہ قیادت حضرت کے سپرد کرنی پڑی ،اس کے لئے انجمن ابنائے قدیم نے اسی

زمانے میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے یہ بات صاف کردی تھی کہ یہ مخصوص طبقہ آپ کو آگے چل کر پریشان کرے گا اور ایسا ہی ہوا چنانچہ ۱۴۰۷ھ سے اس طبقہ نے رجسٹریشن سوسائٹی کے نام پر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو پریشان کرنے کی ٹھان لی تھی اور بالآخر ۹ ردسمبر ۱۹۸۸ء مطابق ۱۴۰۹ھ میں رجسٹریشن کی تکمیل کے نام پر مظاہر علوم وقف کے احاطہ جدید پر غاصبانہ قبضہ کی کارروائی کیلئے 12-10-9 دسمبر کی درمیانی شب میں راقم الحروف اور جناب عطاءالرحمٰن وجدی، جناب ظہور احمد ظہور، مولوی الیاس ایڈوکیٹ کو پولیس فورس کے ذریعہ ان کے مکانات سے منصوبہ بند سازش کے تحت مزاحمت کے خوف سے اٹھوا کر گرفتاری کرائی گئی اور جبراً جامعہ مظاہر علوم کے احاطہ دارِ جدید پر غاصبانہ قبضہ کیا گیا اس گرفتاری اور غاصبانہ قبضہ کے خلاف ۸۸/۱۲/۱۰ء میں پورا شہر بند رہا اور جگہ جگہ دھرنے دئے گئے لیکن غاصبوں نے مدرسہ کو مقدمات میں الجھا دیا اور یہ غاصبانہ قبضہ آج تک چلا آرہا ہے اور مقدمات چل رہے ہیں لیکن ان تکالیف اور فتنوں کے باوجود حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور جامعہ مظاہر علوم وقف کی شاندار خدمات انجام دیتے رہے آپ کے دور میں دارالطلبہ قدیم میں لطیف ہال، اسعد اللہ منزل اور دارالحدیث کی تعمیر کا کام نیز رواق مظفر کی تکمیل کتب خانہ جدید کی مکمل عمارت اور غصب کئے گئے احاطہ جدید کی تعمیرات قابل ذکر ہیں باوجود مخصوص طبقہ کی مخالفت کے جامعہ مظاہر علوم وقف حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دور میں للّٰہیت کے ساتھ ترقی کرتا رہا۔

فقیہ الاسلام حضرت الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ۳۹ سال تک جامعہ مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر فائز رہے لیکن لحہ بھر کیلئے تمکنت ان کے قریب سے بھی نہیں گذر سکی آپ رسول خدا ﷺ کے سچے عاشقوں میں سے ایک تھے ان کی پروقار شخصیت پنج رنگی تھی کہیں وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفا کا رنگ لئے ہوئے تھے تو کہیں حضرت عمرؓ کی بہادری کا رنگ ان پر حاوی تھا کہیں وہ حضرت عثمان غنیؓ سے جذبہ سخاوت لئے نظر آئے تو کہیں حضرت علیؓ سے جاں نثاری کا جذبہ الغرض میری نظر میں وہ مکمل طور پر مردمومن اور ولی اللہ تھے۔

یوں تو آپ کی نگاہ کرم چہار طرف تھی لیکن مجھ خستہ حال پر تو آپ کی نگاہ خاص تھی حج بیت اللہ کے سفر میں خادم ان کے ہمراہ تھا یہ اور بات ہے کہ میں اس دریائے کرم سے پوری طرح فیض یاب نہ ہوسکا لیکن آپ کے حسن وسلوک کے ساون نے کبھی کوئی بخل نہیں کیا ہے۔

میں آج سوچتا ہوں کہ اتنی زبردست فہم وفراست تدبرانہ فیصلے علمی مجالس میں منفرد جلوہ، معصومیت اور صبر وتحمل کا ایک روشن جہاں آپ کو کہاں سے ملتا تھا کون دیتا تھا؟

جب یہ سوال میرے ذہن میں آتا ہے تو میرے دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے اور خود بخود میرا ذہن جواب اگلنے لگتا ہے کہ خدا اور صرف خدا۔ میں تو ایک گنہگار انسان ہوں بھلا کیا سمجھ پاؤں گا اس رموز خداوندی کو صرف

اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ

ع۔اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

اوروں کی طرح آپ کو بھی جانا تھا اور آپ ۲۸/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بروز پیر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور رات کو سوا آٹھ بجے آپ کا جنازہ دہلی سے سہارنپور جامعہ مظاہر علوم میں لایا گیا اور آناً فاناً میں بلا لحاظ مذہب وملت حضرات لاکھوں کی تعداد میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے آخری سفر میں شریک ہوئے اور ٹھیک سوا نو بجے جنازہ آخری سفر کیلئے حاجی شاہ کمال صاحبؒ کی درگاہ کے احاطہ میں لیجایا گیا راقم الحروف کے لئے یہ دن انتہائی رنجیدگی اور افسوس کا گذرا اسی اثناء میں راقم الحروف نے بعد مشورہ یہ طے کیا کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہمارے امیر تھے اور ان کی جگہ پر دوسرا امیر کارواں ضروری ہے چنانچہ لاکھوں فرزندان توحید کی موجودگی میں جامعہ مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ کے لئے حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کا نام پیش کیا، ہر طرف سے اس نام کی تائید کی گئی تائید کنندگان میں مدارس کے مہتمم صاحبان مفتیان کرام بزرگان دین کے علاوہ جامعہ مظاہر علوم وقف کے اساتذہ کرام ممبر پارلیمنٹ جناب منصور علی خان صاحب اور قاضی شہر کے صاحبزادے ندیم اختر وغیرہ نیز ملک کے چہار جانب سے آئے ہوئے حضرات پر مشتمل ایک بڑی تعداد نے تائید فرمائی اور اپنے مکمل تعاون کا دامے درمے قدمے سخنے یقین دلایا بعد ازاں حضرت کی نماز جنازہ حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب نے پڑھائی اور تقریباً رات کے ۴۵:۱۲ پر دفن میں لاکھوں فرزندان توحید نے حصہ لیا حضرت نور اللہ مرقدہٗ جو یادیں چھوڑ گئے ہیں اگر ہم ان کو اپنا رہنما بنالیں تو ایک ایسا جہاں بنا سکتے ہیں جس میں دنیاوی رعب دبدبہ بھی ہوگا اور جنت کی معطر ہواؤں کے جھونکے بھی۔

مذکورہ امیر حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کی بے غرض شخصیت اور باشعور ہستی سے میں بہت ہی پر امید ہوں کہ وہ حضرتؒ کے سچے جانشین ثابت ہوں گے اور حضرتؒ کے ادھورے کاموں کی تکمیل اور ملت اسلامیہ کی تعمیر وترقی میں اپنے پیش رَو کی طرح جگر سوزی، جاں سوزی اور مکمل بیدار مغزی کا ثبوت دیں گے اور مدرسہ کو ہمہ جہت ترقیات سے مالامال کریں گے۔

ایک صاحب نے عرض کیا فلاں مولوی نے فلاں کتاب میں حضرت والاؒ کو بہت برا بھلا کہا ہے، اس پر حضرت والاؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضرت! مولانا احمد رضا خان آپ کو بہت گالیاں دیتا ہے، حضرت کی طرف سے کوئی جواب نہیں جاتا، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کیوں گالیاں دے کر اپنا وقت خراب کیا؟ اسی ضمن میں ارشاد فرمایا کہ علامہ شعرانیؒ نے اپنی کتاب مما منّ اللّٰہ علی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر ہونے والے احسانات میں سے ایک احسان یہ بھی ہوا کہ مجھے برا بھلا کہنے والے بھی ہیں۔(ارشادات فقیہ الاسلام ۳۲)

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی صبح جب یہ معلوم ہوا کہ فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ مفتیٔ اعظم وناظم مظاہر علوم سہارنپور اللہ کو پیارے ہوگئے تو دل ودماغ پر ایک بجلی سی گری اور پورے وجود پر ایک سناٹا سا طاری ہوگیا، قلب وذہن تو گویا تھوڑی دیر کے لئے مفلوج سے ہوگئے اور ہوش وحواس تو جیسے اڑ ہی گئے چند سکنڈوں کے بعد جب حواس باختگی دور ہوئی اور دل ودماغ قابو میں آئے تو زبان سے نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ کہ ہم سب اللہ کے ہیں اور پھر لوٹ کر اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کا وقت پورا ہوگیا تھا اس لئے وہ اللہ کے پاس پہنچ گئے اور ان شاء اللہ جب وقت پورا ہوجائے گا تو ہم سب بھی اسی کے پاس جانے والے ہیں کیونکہ سب کی موت یقینی ہے سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے کوئی بھی یہاں ہمیشہ ہمیش کیلئے نہیں آیا ہے کل نفس ذائقة الموت ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے کسی کو آج کسی کو کل اسی طرح جس کا جب وقت آجائے اس کو یہاں سے جانا ہے اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون کچھ جانیوالوں میں کچھ خوبیاں، صفات اور خصوصیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کیلئے کچھ مبارک ایام اور مبارک مہینے متعین ہوتے ہیں وہ ان ہی میں جاتے ہیں حضرت مفتی صاحبؒ اس حیثیت سے بھی بڑے سعید وخوش بخت تھے کہ انہیں ماہ صیام کا مبارک مہینہ اور رمضان المبارک کا آخری عشرہ جانے کے لئے نصیب ہوا ہے۔

این　سعادت　بزور　بازو　نیست
تا　نبخشد　خدائے　بخشندہ

جانے والے تو ہمیشہ جاتے ہی ہیں دنیا سے جانے والوں کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہی ہے لیکن جانیوالوں میں خوش نصیب افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے جانے سے ان کے گھر خاندان احباب متعلقین اور رشتہ داروں کے علاوہ اور بہت سارے لوگ بلکہ قصبہ شہر اور ضلع وصوبہ ملک کے ساتھ پوری دنیا بھی سوگوار اور غم واندوہ میں

مبتلا ہو جاتی ہے اور ایک دن دو دن مہینہ چار مہینہ سال پانچ دس سال نہیں بلکہ اس کے رنج والم میں صدیاں گذر جاتی ہیں اوران سے جو خلا پیدا ہو جاتا ہے وہ کبھی پر نہیں ہوتا بے شک ایسے لوگوں کی رحلت بہت دیر تک کھلتی رہتی ہے بلاشبہ فقیہ الاسلام حضرت مفتی صاحبؒ کی مقدس ذات گرامی بھی ایسے ہی اشخاص وافراد میں سے تھی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مفتی صاحبؒ کے تفصیلی حالات زندگی پر تو آپ اور مضامین پڑھیں گے جن سے موصوف کی پیدائش، پرورش، تعلیم و تعلم اور حالات و واقعات زندگی کا آپ کو پورا علم حاصل ہوگا، ہم یہاں صرف آپ کے فضل وکمال علمی و عملی زندگی، فتاویٰ نویسی اولوالعزمی، نظم وانصرام میں ثبات قدمی پر اجمالی روشنی ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں حضرت مفتی صاحبؒ کا تقویٰ طہارت فضل وکمال، علمی مہارت فنی معلومات ضرب المثل، فتاویٰ نویسی میں یگانہ روزگار، درس وتدریس میں بے مثال، نظم وانصرام میں طاق اور مفید المثال، سمجھداری سوجھ بوجھ فہم وفراست، زیرکی، نکتہ سنجی، معاملہ فہمی معاملات ومسائل کی تہ تک پہنچ کران کا مثبت حل تلاش کرلینا اور متعلقین کو سمجھا کر مطمئن کردینا معمولی بات تھی۔

مظاہر علوم پر جب گردش آئی اور قضیۂ نامرضیہ جیسے واقعات وحالات پیش آئے تو اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ کے پورے کمالات واوصاف لوگوں پر ظاہر ہوئے اور لوگ جاننے اور سمجھنے لگے کہ مفتی صاحب کیا ہیں کیا کیا ان کی خصوصیات ہیں اور کون کون سی ان میں خوبیاں اور فضل وکمال اور کتنی صلاحیتیں ہیں۔

حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا شک وشبہ ایک در نایاب یا گوہر کمیاب کہہ لیجئے۔ بڑی خوبیوں، صلاحیتوں، لیاقتوں، قابلیتوں گوناگوں اور مرنجا مرنج اوصاف وکمالات اور فضائل ومناقب کے حامل تھے جن کا شمار مشکل ہے۔

ع۔ الغرض بڑی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

عموماً کسی کے مرنے کے بعد ہم اس کی خوبیوں صلاحیتوں اور مقام ومرتبہ کا احساس کرتے ہیں اور بعد میں اس کے قصیدے ترانے گانے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ کاش اس کی زندگی میں ہی ہم ان کا احساس واظہار کر کے اس کے مطابق اس کو مقام ومراتب تفویض کرنے اور قدر شناسی کے عادی ہوتے تو آج بھی بہت

سی برائیوں، خرابیوں، غلط فہمیوں اور لغزشوں کا شکار ہونے سے بچ جاتے ،آج بہت سے کام قدر ناشناسی کی بدولت بگڑتے اور خراب ہو جاتے ہیں ہمارے اسلاف اور بزرگوں کا یہ طریقہ نہیں تھا بلکہ مخالفت کے باوجود وہ قدرداں تھے ایک دوسرے کا ادب واحترام کرتے اور ان کے مقام ومرتبہ کا پورا پورا پاس ولحاظ فرماتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے تو مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے ارتحال پر اپنا تاثر لکھا جو بہت سے اخبارات ورسائل میں شائع ہوا اس میں حضرت مفکر اسلام نے حکیم الاسلام کی شان میں خوب بڑھا چڑھا کر قصیدے لکھے اور خوب خوب مرحوم کے اوصاف وکمالات بیان کئے اور خوب آنسو بہائے بلا شک حضرت قاری صاحبؒ ان خصوصیات کے حامل بلکہ ان سے آگے تھے جو مفکر اسلامؒ نے ان کے بارے میں لکھے اور گنائے تھے،ہم نے حضرت علی میاںؒ کا پورا مضمون بغور پڑھنے کے بعد ایک آہ سرد بھری اور صرف ایک جملہ کہا جو آج بھی ذہن میں ہے،کاش حضرت علی میاںؒ نے ان خیالات ونظریات کا اظہار حضرت قاری صاحبؒ کی حیات میں فرمایا ہوتا تو شاید دارالعلوم کا قضیہ نامرضیہ پیش نہ ہوتا، جب کھیت کے سارے دانے چڑیوں نے چگ لئے تو اب کسان کے چیخنے چلانے سے کیا ہونے والا ہے، اسی طرح کی بہت ساری باتیں لکھنے والے اب حضرت مفتی صاحبؒ کے سلسلہ میں بھی لکھیں گے،مگر اب کیا ہونے والا ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا قدر نعمت بعد الزوال کا کیا حاصل؟

حضرت مفتی صاحبؒ ایک جوہر ہی نہیں جوہر شناس بھی تھے مگر جیسی ان کی قدر کرنی چاہیے ہم نے نہیں کی جوان کو سمجھنا چاہئے تھا نہیں سمجھے،اس کا رنج وافسوس تو ہے ہی ع

قدرِ گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

جوہر کی پہچان بادشاہ کو ہوتی ہے یا جوہری کو،حضرت مفتی صاحبؒ تو ہم کو مغموم ورنجیدہ چھوڑ کر جوار رحمت میں پہنچ چکے مگر ہم یہاں رنج واندوہ میں مبتلا اور خلا محسوس کرر ہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس خلا کو پر فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔اعلی علیین میں نفیس جگہ عطا فرمائے آمین

ع آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سراپا صبر وتحمل

مفتی نذر توحید مظاہری مہتمم جامعہ رشید العلوم چترا

حضرت فقیہ الاسلامؒ گونا گوں خوبیوں کے مالک تھے، علمی تبحر میں اپنے زمانہ کے فرد فرید تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذوق مطالعہ بھی خوب عطا فرمایا تھا، کتب خانہ مظاہر علوم میں لاکھوں کتابیں ہیں، حضرتؒ کو ان کا مکمل استحضار تھا کہ کون سی کتاب کتب خانہ میں ہے اور کون نہیں، کون کتاب کس فن میں درج ہے، کس کتاب کا کیا سائز ہے، ظاہر بات ہے بغیر مطالعہ کے ایسی کلیدی اور بنیادی باتوں کا یاد رکھنا دشوار ہے، ذہانت اور فطانت میں اپنی مثال آپ تھے، ایک بات سے پوری بات اور اس کا سیاق وسباق سمجھ لیتے تھے، آپ سراپا زہد وورع تھے، آپ کو جو شہریہ ملتا تو اسی دن تقسیم فرمادیتے، اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے، تقویٰ اور طہارت کی عظیم بلندیوں پر فائز تھے، شفقت ورحمت، چشم پوشی ومروت، اخلاق وملنساری، عفوودرگذر اور صبر وتحمل میں آپ کی نظیر نہیں ملتی، آپ کو ہر طرح پریشان کیا گیا، ہر طرح بدنام کیا گیا، دشمن عناصر مظاہر علوم کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے درپے ہوئے مگر حضرت فقیہ الاسلامؒ پیکر صبر وتحمل بنے رہے اور کبھی بھی حرف شکایت زبان سے نہیں نکالا۔

۱۹۸۴ء و۱۹۸۵ء میں سہارنپور کے ایک مقامی اخبار میں آڈٹ رپورٹ کی اشاعت قسطوار ہوتی رہی، وہ رپورٹ دفتر مالیات میں محفوظ رہتی تھی، سرپرستان جامعہ مظاہر علوم کی مجلس ہوئی اور اس میں تحقیق شروع کی گئی، چونکہ رپورٹ کو آڈٹ کرنے اور کرانے والے بعض سرپرستان کے منظور نظر تھے تو بعض کے لخت جگر، اسلئے چوروں نے منظم پلاننگ اور منصوبہ سازش کے تحت ایک ''پلان'' تیار کیا (خدا جانے اس پلان سے سرپرستان حضرات پہلے سے واقف تھے یا نہیں تاہم اتنا ضرور کہوں گا کہ بعض واقف تھے) مجلس میں حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ان سرپرستان نے کہا کہ

''رپورٹ کی اشاعت ہورہی ہے جو قابل تشویش ہے اور اس رپورٹ کی اشاعت مولانا عبد المالک مہتمم مالیات کرارہے ہیں، اس لئے ان کو برطرف کیا جائے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے مکمل تحقیق فرمالی ہے؟ تو ان حضرات نے فرمایا جی ہاں؟

اس پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کو جلال آگیا اور فرمایا کہ

''مولانا عبد المالک صاحب کے خلاف رپورٹ ہے اس کی اشاعت وہ کیوں کرائیں گے؟''

تو سرپرستان نے کہا کہ ''ایسا ہوا کرتا ہے'' اس پر حضرت فقیہ الاسلامؒ نے فرمایا کہ

''میری تحقیق اس سے الگ ہے اور فرمایا کہ بلاؤ بابو عبداللہ صاحب کو (جو خزانچی تھے اور ان دنوں آنکھ بنوائے ہوئے تھے اسلئے رخصت پر تھے) وہ بلائے گئے، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ بابو عبداللہ کو برطرف کیجئے، آڈٹ رپورٹ انہیں کے پاس رہتی تھی، اس کی اشاعت کے یہ ذمہ دار ہیں!

اس پر بابو عبداللہ صاحب نے بتایا کہ آڈٹ رپورٹ حکیم محمد ایوب صاحب سرپرست نے کئی دن پہلے مجھ سے منگوائی تھی، حکیم صاحب موصوف نے اپنے آپ کو پھنستا دیکھ کر فوراً صفائی پیش کی کہ کئی دن پہلے نہیں بلکہ دو دن پہلے منگوائی تھی اس پر حضرت فقیہ الاسلامؒ نے فرمایا دو دن تو بہت ہوتے ہیں آج کل مشینوں کا دور ہے ایک آدھ گھنٹہ میں پوری رپورٹ کی نقل ہو جائیگی اور پھر حضرت نے فرمایا کہ حکیم صاحب! تو پھر آپ اس کی اشاعت کرا رہے ہیں؟ حکیم صاحب نے کہا یہ نہیں ہوسکتا! (مولوی) شاہد نے کرایا ہوگا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ کاغذات آپ کے پاس سے (مولوی) شاہد کے پاس کیسے پہنچ گئے، اس پر حکیم صاحب نے کہا کہ میرے کاغذات شاہد کے پاس ہی رہتے ہیں، اس پر حکیم صاحب سے پوچھا گیا کہ مدرسہ کے کاغذات آپ کے پاس امانت ہوتے ہیں تو شاہد کے پاس کیسے پہنچ گئے؟ اس پر خاموشی طاری ہوگئی، اس عظیم جرم پر سبھی سرپرستان، حق گوئی کے بلند بانگ دعویدار اور مدرسہ کیلئے اپنا سب کچھ نثار کرنے کی یقین دہانی کرانے والوں کی زبانیں گنگ ہوگئیں، ہرسو خاموشی، سکوت اور سناٹا چھا گیا، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اس تاریخی منظر کو دیکھ کر نہایت غصہ کے عالم میں فرمایا کہ

''مجرم جرم کا اقرار کر رہا ہے اور لوگ خاموش، اس لئے میں بددیانتوں کی ایسی مجلس میں نہیں رہنا چاہتا''

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے غصہ کے عالم میں ہی مدرسہ کی چابیاں بھی ارکان شوریٰ کے آگے ڈال دیں اور اٹھ کر گھر روانہ ہو گئے۔

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہیؒ (جو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے استاذ بھی تھے) آپ کے گھر پہنچے، تو حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے کریمانہ اخلاق و عادات کے مطابق ارشاد فرمایا کہ حضرت آپ نے کیوں زحمت فرمائی مجھے حکم دیدیتے تو میں خود حاضر ہو جاتا؟ حضرت فقیہ الامتؒ نے فرمایا کہ اسی لئے حاضر ہوا ہوں اور پھر حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ اپنے ساتھ حضرت فقیہ الاسلامؒ کو لے کر مدرسہ پہنچے۔

اکابر مدرسہ نے اس وقت حکیم محمد ایوب صاحب کو پیرانہ سالی کے باعث برطرف کر دیا اور خرد برد کے الزام کی وجہ سے (جعل ساز اعظم، فریب کار لاثانی) مولوی شاہد کو معطل کر دیا گیا اور حضرت مفتی عبدالعزیز صاحبؒ جو بلا منظوری رخصت افریقہ کے سفر پر تھے اور ان کی غیر حاضری طویل ہوگئی تھی اس بناء پر ان کو بھی مظاہر علوم سے سبکدوش کر دیا گیا۔

شر پسند لوگ تو موقع کی تاک میں تھے جب حضرت مفتی عبدالعزیزؒ کی افریقہ سے واپسی ہوئی، اسوقت ان

کا بھر پور استقبال کرایا گیا، طلبہ کو اکسایا گیا اور استقبالیہ جلسہ دار الطلبہ جدید میں زیر صدارت حضرت مفتی محمود گنگوہیؒ منعقد ہوا اس کے بعد سے مسلسل طلبہ کو بھڑ کانے و اکسانے کا کام کیا گیا، طلبہ کو طرح طرح کا لالچ دیا گیا اور انتظامیہ کے خلاف ان کو ابھارا گیا، اس کے لئے خفیہ طور پر مظاہر علوم سے الگ کسی مسجد میں چند طلبہ کو بلایا گیا، ان پر نوازشیں وعنایات کی گئیں اور سازش رچی گئی، شور و ہنگامہ بپا کرایا گیا، دار جدید کو مقفل کرایا گیا، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے دروازہ کھلوایا، طلبہ کو سمجھایا، وہ سمجھ گئے مگر شر پسند عناصر نے پھر طلبہ کو اکسایا، ہوس پرستوں اور عہدہ و نظامت کے خواب دیکھنے والوں اپنے خوابوں کی تعبیر پوری ہوتی نہیں دکھائی دے رہی تھی، پھر طلبہ کو اکسایا اور خدا جانے کس لالچ اور فریب دہی کا استعمال کیا گیا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد اللہ صاحبؒ بھی (جن پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کو بھر پور یقین واعتماد تھا وہ) بھی نہ صرف مخالف طبقہ میں شامل ہو گئے بلکہ اسٹرائیکیوں کی سربراہی و سرپرستی فرماتے رہے۔

حضرت فقیہ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے پولس کو طلب کیا اور آخرش انخلا و تعطیل پر بات ختم ہوئی، تمام احاطوں کو خالی کرایا گیا اور احاطے مقفل کر دئے گئے، چابیاں دفتر نظامت میں اور پولس کے پاس رہیں، ادھر ہوس پرستوں نے محلہ شاہمدار میں تمام طلبہ کو لیکر کیمپ لگا دیا طلبہ کو گھر نہیں جانے دیا، ادھر دار الطلبہ قدیم میں چند میرٹھی، ہزاری باغی اور سہرساوی طلببہ بھی رک گئے، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ان دنوں پورے دورہ کے اسباق تن تنہا پڑھائے، ایک طرف ہر طرح کی پریشانی اور اسباق میں انہماک، پی اے سی اور پولس کے تعاون سے ۸/۹ رد سمبر ۱۹۸۹ء کی درمیانی شب میں دار الطلبہ جدید کا تالا توڑ کر شر پسند لوگ داخل ہو گئے، اسی شب میں پہلے شہر کے معزز و سرکردہ اشخاص کو گرفتار کر کے نامعلوم جگہ بھیج دیا گیا، اس طرح دار الطلبہ جدید پر ناجائز و غاصبانہ قبضہ کر لیا گیا۔

اس شب کو حضرت فقیہ الاسلامؒ دفتر مظاہر علوم کے حجرہ میں ہی آرام فرما تھے بندہ بھی انہیں کے قریب لیٹا ہوا تھا، اٹھ کر جب باہر جھانک کر دیکھا تو ایسا محسوس ہوا کہ یہ علاقہ پولس چھاؤنی میں تبدیل ہو چکا ہے ہماری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ہم لوگ زار و قطار رونے لگے، اس وقت حضرت فقیہ الاسلامؒ صبر و استقامت کے پہاڑ بنے رہے، ہم لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے، بندہ کا کام کوشش کرنا ہے، نتیجہ اللہ کے اختیار میں ہے۔

اسی طرح بار بار ایسے مراحل پیش آئے جو ہم خدام کیلئے پریشانی کا باعث ہو جاتے، ہم لوگوں کو غصہ آ جاتا مگر حضرت فقیہ الاسلامؒ صبر کی تلقین فرماتے اور آپ ہر طرح کی پریشانیوں کو اس طرح جھیل جاتے کہ ایسا محسوس ہوتا کہ کچھ ہوا ہی نہیں، حضرت والا کا یہ وصف کامل درجہ میں تھا، جو حضرات آپ کے درپے آزار تھے ان کی شکایت زباں پر نہ لاتے اور نہ ہی بد زبانی سے یاد فرماتے، یہ وصف کمال تھا، سفر و حضر میں ساتھ رہنے کا موقع میسر آیا، ہر وقت حضرت والا کو اس وصف کمال کے ساتھ متصف پایا۔

☆☆☆

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

مولانا محمد کلیم صدیقی

شاعر نے خوب کہا ہے۔

نینداس کی ہے شباب اس کا ہے راتیں اس کی ہیں
جس کے شانوں پر تری زلفیں پریشاں ہوگئیں

بلاشبہ اہل دل کی حقیقی عید تو وصال محبوب پر ہوتی ہے زندگی بھر منکرات ومنہیات سے بچی احتیاط کے ساتھ گذارا ہوا طویل روزہ رکھنے والا وہ اسلاف کی یادگار روزہ دار ۱۴۲۲ھ کے ماہ مبارک کے ان آخری ایام کے مختصر روزوں کے بعد عید منانے کیلئے آغوش محبوب میں ایک زمانے کو روتا بلکتا چھوڑ کر رخصت ہوا، ماہ مبارک کی ۲۸ رتاریخ کو عزیزی قاری حفظ الرحمٰن کا پرچہ آیا کہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کا انتقال ہوگیا ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ یہ خبر آناً فاناً پورے ملک میں پھیل گئی، سخت سردی کے باوجود لوگوں کا اور اس عاشق صادق کے سوگواروں کا ایک سمندر امنڈ آیا کہ سہارنپور جیسا خاصہ بڑا شہر اس عارف ربانی کو بلکتے دلوں اور کپکپاتے ہاتھوں سے کوچہ محبوب کے لئے رخصت کیا۔

فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین مظاہری نور اللہ مرقدہٗ اس زمانے میں اسلاف کی یادگار تھے، وہ اجراڑہ ضلع میرٹھ کے ایک علمی اور دینی گھرانے میں پیدا ہوئے ،ان کے والد حضرت مولانا سعید احمد اجراڑویؒ تھے، مظاہر علوم سے فراغت کے بعد ممتاز عالم دین عارف باللہ جنید وقت حضرت مولانا شاہ اسعد اللہؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سے اصلاحی سلسلے میں وابستہ ہوگئے۔ حضرت مولانا اسعد اللہؒ جیسا مربی جو ایک طرف چودہ زبانوں میں شعر کہنے کی قدرت رکھنے والا ہو تو دوسری طرف ایسا روحانی اور صاحب نسبت عارف ہو کہ اس کے اکثر مریدوں کو معمولات شروع کرنے میں تاثیر صحبت اور توجہ کی وجہ سے حد درجہ کیفیات اور احوال طاری ہو جاتے تھے اور اکثر حضرت کی طرف تحمل نہ ہو پانے کی وجہ سے معمولات کو وقتاً فوقتاً ترک کرانے کا معمول تھا۔ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب جیسے قدر شناس اور سعید وسعادت مند باصلاحیت مرید ومسترشد نے جو کچھ حاصل کیا ہوگا ظاہر ہے بہت جلد منازل سلوک طے کئے اور بیعت واجازت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا اسعد اللہؒ کے وصال کے بعد شیخ العرب والعجم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ جیسے صاحب نظر زیرک اور جوہری نے ان کو اسلاف کی یادگار، اس خانقاہی مدرسے کا ناظم اور حضرت مولانا عبداللطیفؒ اور حضرت مولانا شاہ اسعد اللہؒ جیسے مثالی ناظموں کا جانشین بنایا۔

حضرت مفتی صاحب بیک وقت ایک مثالی مدرس، استاذ، سند کا درجہ رکھنے والے بالغ نظر فقیہ ایک مثالی مربی و مرشد اور بالغ نظر ناظم تھے، استاذ ایسے کہ ان کے شاگردوں کے دل ودماغ پر ممتاز طور پر دوسرے تمام اساتذہ سے زیادہ ان کی شفقت وتربیت کے ساتھ ان کے علمی تبحر اور تعمق کا گہرا اثر پڑتا تھا، فقیہ ایسے کہ مشکل سے مشکل مسئلے کو انتہائی سہل بنا کر پیش کرنے کے ملکہ کیساتھ تقوی اور احتیاط، مسلک اور رائے پر حد درجہ پختگی پائی جاتی تھی، سیکڑوں فقہاء کے سامنے حضرت کی رائے اپنا وزن رکھتی تھی۔ اس حقیر نے بارہا حضرت شیخ الحدیثؒ اور دوسرے اکابرین کے یہاں دیکھا کہ بہت سے مفتیان کے مظاہر علوم میں جمع ہونے کے باوجود آخری رائے حضرت مفتی صاحبؒ کی رائے کو سمجھا جاتا تھا۔ یہ تو خواص امت کا حال تھا اس کے علاوہ راقم السطور سیکڑوں ایسے لوگوں کو جانتا ہے جو فروعات پر اصرار اور غلو کیوجہ سے علماء اور فقہاء سے وحشت محسوس کرتے تھے، حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پہونچنے کے بعد ان کی نہ صرف علماء سے وحشت کم ہوئی بلکہ مفتی صاحب کی صحبت اور اصول پر نگاہ اور تیسیر فی الفقہ کی وجہ سے مغرب زدگی اور دوسرے نظریات سے خلاصی اور اسلام اور اسلامی شریعت پر ان کے اعتماد کا ذریعہ بنی۔

راقم سطور کے ساتھ، بزرگوں کی سرزمین پھلت کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب کا مشفقانہ تعلق تھا وہ اس حقیر کے ساتھ بزرگوں کی یادگار تاریخی ادارے کی جاروب کشی کی خدمت کی وجہ سے بڑا تعلق فرماتے تھے اس کے علاوہ یہاں سے کی جانے والی دعوت اسلامی اور اشاعت دین کی کوششوں سے وہ بہت خوش رہتے تھے، جہاں ملاقات ہوتی حوصلہ افزائی فرماتے، مکتوبات میں ان خدمات پر اطمینان کا اظہار فرماتے۔ قبول اسلام کیلئے آنے والوں کو پھلت روانہ فرماتے اور ان سے یہاں کے کام پر اطمینان کیلئے اچھے کلمات فرماتے۔ اس حقیر نے حضرت شیخ الحدیثؒ اور مرشدی حضرت علی میاں نوراللہ مرقدہٗ کے حکم پر جب پھلت کے مدرسہ کے لئے اپنی حقیری کوششیں شروع کیں اور دعاء کے لئے حضرت مفتی صاحب کو بھی لکھا تو جواب میں تحریر فرمایا۔

محترم ومخلصم اطال اللہ عمرکم وفقنااللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ ملا اسلاف کی یادگار اور ملت کے محسنین کی سرزمین پھلت میں آپ کی کوششوں کی خبر سے

دل خوش ہوا۔ جب اتنے بزرگوں کا حکم ہے اور آپ ہی مخاطب ہیں تو ضرور ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی نصرت خاص اور تائید غیبی سے نوازیگا۔ بدل و جان آپ کیلئے اور ادارے کیلئے دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

بہٹ کے علاقہ کے ایک نوجوان کو جو اسلام سے متاثر تھا اور مزید معلومات کے بعد اسلام قبول کرنے کیلئے تیار تھا بھیجا تو مکتوب گرامی آیا

محترم و مکرم حفظکم اللہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امید ہے مزاج بخیر ہوگا! بہٹ کے علاقہ کے ایک نوجوان .... نامی کو بھیج رہا ہوں یہ اسلام قبول کرکے کچھ تربیت وغیرہ حاصل کرنا چاہتے ہیں سہارنپور میں کام کرنے والے آپ کے رفقاء سے آپ کی اشاعتی کوششوں کی کارگذاری معلوم ہوتی رہتی ہے۔ دل بہت خوش ہوتا اور دعائیں نکلتی ہیں، اس پیرانہ سالی میں بجز دعاء کے اور کیا کیا جاسکتا ہے، افسوس ہے کہ ہم سے تو کچھ نہ ہوسکا اللہ تعالیٰ خاص نصرت فرمائے اور ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔ امید ہے آپ کے یہاں ان کی تربیت کا نظم ہو جائے گا۔

چند یوم قبل ڈاکٹر عبدالرحمٰن تشریف لائے تھے آپ کی علالت کا ذکر کر رہے تھے امید ہے اب صحت اچھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت سے رکھے۔ والسلام"

حضرت مفتی صاحب کا دین کی کسی ادنی خدمت کرنے والے کے ساتھ یہی معاملہ تھا کہ وہ بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے، حد درجہ علالت اور ضعف کے باوجود دعوت قبول فرماتے اور سفر فرماتے تھے۔

یہ علماء ربانیین نبیٔ رحمت للعالمین کے وارث ہوتے ہیں، رؤف و رحیم نبی کی وراثت میں انسانیت کا درد اور اس کی ہمدردی میں جذب و بے چینی ورثے میں ملتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا حال بھی یہ تھا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے کسی مسئلے کے سلسلے میں علم ہو جانے کے بعد صاحب معاملہ سے زیادہ فکرمندی ہو جاتی تھی، سہارنپور کے قریب موضع سڑک دودھلی کا ایک غریب آدمی کچھ غلط صحبت میں پڑ کر حالات سے دوچار انتہائی افلاس کی حالت میں پھلت آیا اس نے راقم حروف کو بتایا کہ اس کے ایک عزیز نے اس کی ماں سے ملی ہوئی وراثت کی زمین کو دبا رکھا ہے، وہ عزیز حضرت مفتی صاحب کے کہنے سے زمین چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ حقیر اُن کو لیکر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے بہت دلچسپی سے بات سنی اور آدمی بھیج کر ان صاحب کو بلوایا وہ نہ ملے تو خود اس کو لے کر سڑک دودھلی پہونچے کئی روز تک کوشش فرماتے رہے مگر وہ صاحب زمین واپس کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب پر یہ معاملہ بہت دنوں تک سوار رہا، بار بار فرماتے

کہ اس بیچارے کو زمین مل جائے گی تو اس کی مفلسی کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ قابل ترس وہ شخص ہے جس نے زمین دبا رکھی ہے، خدانخواستہ اگر اس حال میں مر گیا اور اس دنیا میں حق نہ دے سکا تو آخرت میں کس قدر مشکل میں پڑے گا۔ حضرت اس مسئلے سے اس قدر متفکر تھے گویا یہ خود ان کا ذاتی معاملہ ہو اور کوشش کے باوجود کامیابی نہ ملنے پر اس کے بعد کئی بار اس حقیر سے معذرت فرماتے رہے کہ آپ نے ایک کار خیر کے لئے کہا تھا مجھ سے کچھ نہ ہو سکا صرف یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ زندگی میں عام حال یہی تھا کہ مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حضرت کے اعصاب تک اثر رہتا تھا۔ اس درجے میں جذب کی حد تک حساسیت ہی ایک طرح سے علالت کا سبب بنتی تھی۔

یوں تو حضرت میں نہ جانے کتنی خوبیاں اور کمالات تھے مگر اس حقیر کے لئے ان کی شخصیت کا سب سے پرکشش پہلو ان کا حد درجہ حلم اور مخالفین کے سب و شتم پر پہاڑ جیسی قوت برداشت ہے۔ اس سلسلے میں حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب کے بعد شاید کوئی شخصیت ان کے ہم پلہ ہو، کہتے ہیں نظام فطرت یہ ہے کہ ہر خوبصورت اور خوشبودار پھول کو اللہ تعالیٰ کانٹوں سے محصور اور محفوظ رکھنے کا نظم فرماتے ہیں۔ اور حسین کے لئے چاہنے والوں کی طلب کا امتحان کرنے کے لئے حجاب ضروری ہوتا ہے ایسا ہی کچھ حضرت مفتی صاحب کے ساتھ ان کی زندگی میں رہا۔ کسی منصب یا ذمہ داری کے لئے کسی قضیے میں پڑنے کے تصور سے کانپ جانے والے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کو مظاہر علوم میں ملت کے لئے تکلیف دہ معاملے میں شاید تکوینی طور پر ایک فریق بن کر زندگی کے ایک بڑے حصے میں مجاہدہ کرا کے بلندیٔ درجات کا نظم اللہ تعالیٰ نے کرایا۔ اس سلسلے میں فریق بننے سے حضرت مفتی صاحب کو کس قدر تکلیف تھی شاید دور رہنے والا کوئی شخص اس کا اندازہ نہ لگا سکے۔ وہ بار بار ہر شرط پر مسئلے کو حل کرنا چاہتے رہے اور کئی بار بالکل سبکدوش ہو کر ادارے کو ایک طرف سونپ دینے کا ارادہ کیا ایک بار یہ حقیر حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب جو اس وقت اس قضیے سے وحشت کی وجہ سے یکسوئی کی تلاش میں رائے پور رہ رہے تھے حضرت مفتی عبدالعزیز بھی اس مسئلے سے اسی درجہ متاثر تھے کہ ہر کس و ناکس سے اس کیلئے کوشش کرنے کیلئے فرماتے۔ مرشدی حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہٗ کا ادنیٰ خادم ہونے کی وجہ سے اس حقیر سے فرمایا کہ تو چاہے مجھ سے جس کاغذ پر دستخط کرا لے مگر اس مسئلے کو حل کر دے یا کم از کم مجھے اس مسئلے سے بری الذمہ کرادے۔ میں ساری زندگی اس کا احسان نہ بھولوں گا۔

حضرت مفتی صاحب کا اس درجہ اضطرار دیکھ کر یہ حقیر سہارنپور حاضر ہوا، حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی حضرت نے اس حقیر کی کم عمری اور کم مائیگی کے باوجود پوری بات توجہ سے سنی دیر تک خاموش رہے ایک لمبی سانس لی اور آہ بھری میں نے دیکھا کہ آنکھیں اشکبار ہیں تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ مفتی عبدالعزیز صاحب سے زیادہ اس مسئلے کو میں ہر شرط پر حل کرنا چاہتا ہوں مگر تکوینات کو کون ٹال سکتا ہے، میں آپ کو اپنی طرف سے اختیار دیتا ہوں۔ اس حقیر نے مظاہر علوم وقف کے بعض اور لوگوں سے بات کی اور اس سلسلہ میں طرفین کے فعال لوگوں سے درخواست کی، خاصہ وقت لگانے کے بعد اندازہ ہوا کہ مسئلہ ان دونوں شخصیتوں کا نہیں ہے بلکہ اصل تو دوسرے لوگوں کا ہے، لوگ ان دونوں کے نام کا سہارا لے کر اپنا الوسیدھا کرنا چاہتے ہیں اور حقیقت میں تکوینی طور پر مزاج کے بالکل خلاف ان حضرات سے یہ ایک مجاہدہ کرایا جا رہا ہے اور شاید اس میں ان کے درجات کی بلندی کا راز پوشیدہ ہے۔

اس اذیت ناک قضیے میں مخالفین کی طرف سے کس طرح اشتہار بازی ہوئی اور حضرت کے رفقاء نے بھی نہ جانے کس قدر اشتعال دلانے کی کوشش کی مگر حضرت مفتی صاحب سے کسی نے شاید ہی ایک لفظ ایسا سنا ہو جس میں فریق مخالف پر سب وشتم ہو بلکہ وہ ہمیشہ ہر ایک کے لئے کلمہ خیر ہی کہتے رہے۔ اور رفقاء کو اس پر آمادہ کرتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب آغوش محبوب میں لقاء محبوب کے ساتھ عید منانے چلے گئے مگر ان کا مثالی کردار ان کی تعلیمات اور ان کے تربیت یافتہ علماء مجازین اور فقہاء کی بڑی تعداد دنیا میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور امت کو اس نعمت مبارکہ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

☆☆☆

جچا نہ کوئی نگاہوں میں ما سوا تیرے
نہ جانے کتنے نگاہوں میں مہ وشاں گذرے

(حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ سابق شیخ الحدیث امداد العلوم زید پور بارہ بنکی)

مولانا محمد لقمان قاسمی تاراپوری، خطیب جامع مسجد آنند

موت التقی حیات لا نفاذ لہا

قد مات قوم وہم فی الناس احیاء

مفتی مظفر حسین صاحب: آہ! ایک علم کا ستارہ غروب ہوگیا اس الم ناک خبر سے ملت اسلامیہ کے ہزاروں دل غم میں ڈوب گئے حضرت مفتی صاحب موصوف ہندوستان کے اپنے وقت کے ایک ممتاز محدث وفقیہ تھے پچھلے چار دہائیوں سے زیادہ عرصہ تک مسلسل جامعہ مظاہر العلوم کے حدیث وافتاء کے جلیل القدر عہدے پر فائز تھے آپ تاحیات صدر مفتی رہے۔ موصوف تقریباً چودہ سال تک مظاہر علوم کے نائب ناظم اور ۲۵ رسال تک ناظم رہے، حضرت مفتی صاحب نے سلوک کی منزلیں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے طے فرمائیں اور آپ ہی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ بخاری شریف آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے پڑھی اس کے بعد انہیں دو بزرگوں کے زیر سایہ درس افتاء کی باوقار ذمہ داری کامیابی سے نبھاتے رہے مگر آج سے تقریباً بیس سال پہلے امت نے تفریق وانتشار کی جو چوٹ کھائی وہ اپنی جگہ پر نا قابل تدارک اور ایک المیہ تھا دار العلوم دیوبند کے ساتھ مظاہر العلوم بھی اس زد میں آگیا، حضرت مفتی صاحب جامعہ مظاہر العلوم کے روح رواں تھے، ان جھگڑوں بکھیڑوں سے دور رہ کر آپ نے قدیم مادر علمی مظاہر العلوم وقف کے نام سے عالمی شہرت یافتہ ادارے کو آہستہ آہستہ پروان چڑھایا تمام رکاوٹوں اور سخت ترین آزمائشوں کے سہنے کے باوجود مظاہر العلوم کی عزت ووقار کو پروان چڑھاتے رہے، دیکھتے ہی دیکھتے حضرت مفتی صاحب کے زیر سایہ پھر اسی شان وبان کیساتھ پروان چڑھتا رہا ہزاروں تشنگان علوم نبوت کے پروانے جوق در جوق جامعہ مظاہر العلوم میں آتے رہے یہی نہیں امت کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ کے آزمائش کے دور میں بھی عقیدت مندی سے آپ کے حلقۂ فیض سے مستفید ہوتا رہا۔

حضرت مفتی صاحب انتہائی تکلیف دہ اذیتوں اور اذیت ناک رکاوٹوں کے باوجود بلا خوف ولومۃ لائم حق بات پر قائم اور مصر رہے۔ حضرت مفتی صاحب کی مجلس بھی سنجیدہ پر وقار کسی بھی حاسد کی غیبت وتنقیص کے بغیر مختصر صاف ستھرا اور سچا جواب دیدیتے تھے، آزمائش کے دور میں ملک وبیرون ملک سے ممتاز علماء کے خطوط

بحث ومباحث کے عنوان سے آئے اوران پر مفتی صاحب کی حق گوئی پر کبھی قائل اور کبھی خاموش ہوکر مجلس ختم ہوجاتی مخالفتوں کے ہزاروں طوفان مفتی صاحب کے سر سے سلامتی اورسلام کہہ کرگزر گئے ، دانشمند لوگ کہتے تھے کہ کلمہ حق کے باب میں مفتی صاحب اس زمانہ کے احمد بن حنبلؒ تھے سچ اورحق گوئی کی مثال زندہ کردی بہرحال یہ بطل جلیل تقریباً ۵۰ سال تک امت کوعلم وعرفان کے پیغام دیتے ہوئے ۲۸ رمضان المبارک بمطابق ۲۴ نومبر بروز پیر قلب کا دورہ پڑنے سے اجل موعود پر لبیک کہتے ہوئے آغوش رحمت میں چلے گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اورسوگوار ہزار ہاہزار عقیدت مند کشاں کشاں حضرت کے جنازہ میں شرکت کے لئے سہارنپور پہنچ گئے۔

حاجی شاہ قبرستان میں نماز جنازہ آپ کے بھتیجے جانشین مولانا محمد صاحب نے پڑھائی اورقبرستان حاجی شاہ کمال الدین میں لاکھوں عقیدت مندوں کوسوگوار چھوڑکر آغوش رحمت میں چلے گئے۔

ابر رحمت ان کی قبر پر گہر افشانی کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

(ماہنامہ صوت القرآن دسمبر ۲۰۰۳ء سے ماخوذ)

''حضرت اقدس مفتی صاحب کے ملفوظات''

''حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کے ارشادات عالیہ بے بہا خزینہ ہیں اوردریا بکوزہ کے مصداق ،اوریوں بھی کَلامُ الـمُـلُوکِ مُلُوکُ الکَلام (بڑوں کی بات بڑی ہوتی ہے)اپنی جگہ ایک حقیقت ہے آپ کے اقوال زیادہ تر اصلاح حال سے متعلق اوراحسان وتصوف کا مظہر ہیں جو باطن کو صیقل کرنے ،دل کے نہاں خانوں کو چمکانے ،نیکی سے قرب اور بدی سے دوری کا ذریعہ ہیں ،اب حضرت اقدسؒ توہمارے درمیان نہ رہے۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

مگر ہاں ان کے تجویز کردہ نسخہ، صفحۂ قرطاس پر ثبت کرکے ان کو جاودانی عطا کردی گئی ان کے ملفوظات سے متعلقین ومحبین کو مجلس کا کیف حاصل ہوگا یقیناً حضرت مفتی صاحبؒ جیسی قدسی شخصیات کے اقوال زریں ملت اسلامیہ کے لئے قیمتی اثاثہ ہوتے ہیں اگران نقوش کو سامنے رکھ کرامت سرگرم سفر رہے تو دارین کی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔''

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

مضت الدھور وما اتین بمثلہٖ
ولقد اتیٰ فعجزن عن نظرائہٖ

پیدائشی ولی

حضرت الحاج حکیم مولانا سید محمد مکرم حسین صاحب سنسار پوری مدظلہٗ

رفیق محترم حضرت الحاج مفتی مظفر حسین صاحبؒ رفیق درس اور رفیق الغار جن کی رفاقت پر فخر محسوس کرتا ہوں عجیب مرد صالح ومکمل بلکہ اگر کہا جائے کہ ماوراء الظاہر انسان تھے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

بچپن کے ساتھی حتی کہ قرآن پاک پڑھنے کے زمانہ میں مدرسہ قدیم میں ہمارے یہاں کے استاذ حضرت حافظ مقصود احمد خان صاحب سنسار پوریؒ درجہ حفظ میں حضرت مولانا سید عبد اللطیفؒ کے زمانہ نظامت میں پڑھاتے تھے چونکہ حضرت ناظم صاحب پور قاضویؒ ہمارے عزیزوں میں سے ہوتے ہیں، قرآن پڑھنے کے زمانہ میں حضرت والد صاحب مرحوم کی علالت کی وجہ سے ڈاکٹر برکت علی صاحب کے علاج کے سلسلہ میں تقریباً ۶/ ماہ سہارنپور حضرت ناظم صاحب کے مکان پر ہی قیام رہا تو اس زمانہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کے درس قرآن کا ساتھی ہونے کا فخر حاصل ہے اس کے بعد بھی درس نظامی کی کتابوں میں بھی بقول حضرت مفتی صاحب ہم سبق ہونے کا شرف حاصل ہے۔

قلبی لگاؤ اور والہانہ تعلق کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میرے بڑے بھائی جن کا نام بھی مظفر حسین ہی تھا جو بعینہ حضرت مفتی صاحب کے ہم شکل حتی کہ چال وڈھال، وضع وقطع، سنجیدگی ومتانت اور تقویٰ وطہارت میں یکساں تھے درس نظامی سے میرے ساتھ ہی فراغت حاصل کی تھی جوالہ آباد میڈیکل سے ایف ایم بی ایس کی ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی تھی افسوس نوجوانی کے عالم میں شادی سے پہلے ایک قلبی مرض میں گرفتار ہوکر بارگاہ الٰہی میں پہنچ گئے۔

بہر حال حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بڑی خصوصیات عطا فرمائی تھی جن کے بارے میں حضرت والد صاحب جو حضرت اقدس رائے پوری کے اجل خلفاء میں سے تھے بھائی صاحب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مظفر حسین بڑا مخلص ہے اور اپنے اور میرے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم لوگوں میں ریا کاری ہے۔

بہر حال اپنے لئے تو یہ فرمانا ایک تواضع وانکساری کی وجہ سے تھا حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی ان امراض ظاہری وباطنی سے نجات نصیب فرمائے، حضرت مفتی صاحب کا تذکرہ بلکہ ان کی کن کن خصوصیات کا تذکرہ لکھا جاوے یا کہا جاوے کہ پیدائشی ولی تھے تو بیجا نہ ہوگا، علوم ومعرفت، محدث ومفسر، فقیہ الامت تو تھے ہی، حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو علوم ومعرفت کا ایک بحر بیکراں بنایا تھا اس کے بعد بھی ان کے اندر بے نفسی، تواضع، انکساری، ہمدردی، دلداری ودل جوئی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، باوجود اپنی گونا گوں بیماریوں اور مختلف عوارضات کسی کو محروم نہ

فرماتے اور دور دراز سفر کے لئے تیار ہوجاتے، آخر زمانہ میں تو بیحد اسفار اور مشغولیات بڑھ گئی تھیں، میری رمضان المبارک سے قبل حاضری ہوئی تو میں مسجد میں تھا، نماز سے فراغت کے بعد مسجد کے باہر صحن میں ٹہل رہے تھے تو بڑے بے تکلفانہ انداز سے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اپنی مسند پر برابر بٹھایا میں نے عرض کیا کہ آج تو آپ نے مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم کی یاد تازہ کردی چونکہ اکثر و بیشتر حضرت مفتی صاحب کے یہاں بے تکلفی کے ساتھ معاملہ فرمایا کرتے اور حضرت مفتی صاحب سے بھی بہت بے تکلف ہوتے جو سنسار پور کے ہی رہنے والے تھے، سہارنپور میں ان کا بڑے معززین میں شمار ہوتا تھا، حضرت مفتی صاحب کے دست راست اور بے تکلف دوستوں میں سے تھے، بڑے متقی، پرہیزگار، نیک وصالح اور جنتی ہیں۔ مولانا وسیم احمد صاحب شیخ الحدیث گنگوہ کے والد مرحوم تھے جن کا تقریباً ۱۰۔۱۲ رسال قبل وصال ہوگیا، عجیب مرد خدا تھے، حق تعالیٰ اپنا قرب خاص نصیب فرمائے اور مراتب عالیہ نصیب فرمائے، میرے تو خاص بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔

بہرحال مظاہر علوم کے اس فتنہ کے دوران اکثر و بیشتر حضرت مفتی صاحب ان کو ساتھ لے کر سنسار پور تشریف لے آتے اور فرماتے کہ جب ان حالات سے تکلیف محسوس ہوتی ہے تو میں رائے پور یا سنسار پور آجاتا ہوں اور فرماتے کہ یہ مسئلہ حل ہوجائے تو میں چھوڑ چھاڑ کر سنسار پور آجاؤں گا بہرحال اس فتنہ سے بڑے فکرمند اور بڑے پریشان رہتے تھے جس نے مظاہر علوم کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔

اول تو ابتدائے زمانہ سے ہی بہت محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے چونکہ یہاں مدرسہ فیض رحمانی میں امتحانات اور طلبہ کے قرآن پاک کے اختتام کے موقع پر تشریف لاتے۔

ہمارے تعلیمی زمانہ میں مدرسہ کے امتحانات حضرت مولانا حافظ عبداللطیف پورقاضویؒ اور حضرت مفتی محمودؒ، حضرت مولانا ظریف احمدؒ، حضرت مولانا ظہور الحقؒ، مدرسہ کے طلبہ کے امتحانات لیا کرتے تھے۔

ان کے بعد مستقل حضرت الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ہی ہمارے مدرسہ کے ممتحن ہوگئے تھے آخر زمانہ میں معذوری اور صحت کی خرابی کی بناء پر اپنے مدرسہ کے دوسرے مدرسین کو بھیج دیا کرتے تھے۔

بہرحال آپ کے کن کن اوصاف کا تذکرہ کیا جائے اب آخر زمانہ میں تو بے حد رجوعات بڑھ گئی تھیں اور باوجود مختلف امراض کے اسفار کی کثرت رہی، معمولات اور لوگوں سے ملنا جلنا حتی کہ معمولی سی خواہش پر لوگوں کی دلداری اور دلجوئی کرتے، ان کی خواہش کے مطابق دور دراز کے سفر اور سفری صعوبتیں برداشت کرنا ان کا معمول بن گیا تھا، آخر میں دماغی امراض کے ساتھ قلبی مرض (ہارٹ اٹیک) کا حملہ ہوا سہارنپور ہوسپٹل میں داخل ہوئے، کنٹرول نہ ہوسکا، دہلی لیجایا گیا مگر جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے، آخر کار ۲۸ رمضان المبارک کو دہلی ہوسپٹل میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور دربار خداوندی میں حاضری کا ذریعہ بن گیا، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت کاملہ سے ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائے اور اپنی شایان شان رحمتوں سے نواز کر اپنا قرب خاص نصیب فرمادیں۔

مولانا محمد سعیدی مدظلہ ناظم ومتولی مظاہر علوم وقف سہارنپور

وہ تنہا تھے لیکن ہزاروں میں چمکے

ماہر علم وفن، پیکر حلم وتواضع، منبع صدق وصفا، مظہر خلق نبی، حامل شریعت وطریقت، محدث دوراں، قطب زماں، مفسر قرآں، میر کارواں، میرے محسن، میرے کرم فرما، میرے تایا فقیہ الاسلام حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ بروز پنجشنبہ شہر سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

والد محترم نے مظفر حسین واحمد سعید دو نام تجویز کئے، پہلے نام سے مشہور ہوگئے، گیارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا، عربی فارسی کی کتابیں مظاہر علوم سہارنپور کے اساتذہ سے پڑھیں، صحیح بخاری کا اکثر حصہ، مقدمہ تقریب، مقدمہ قاموس، شرح عقود رسم المفتی، علامہ حصکفی کی درمختار کا کچھ حصہ، سیوطی کی اتقان، شیخ الاسلام استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے، سنن ابی داؤد شریف، بخاری شریف کا معتد بہ حصہ حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب کے تلمیذ رشید صاحب اوجز مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی سے، سنن ترمذی، شمائل ترمذی، درمختار کی جلد اول کا اکثر حصہ، مسامرہ کے کچھ اسباق اپنے والد ماجد فقیہ اعظم صاحب معلم الحجاج حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ سے پڑھے۔

سنن نسائی، شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف، حسب نصاب مدرسہ اپنے مرشد کامل حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور سے، صحیح مسلم استاذ الاساتذہ مولانا منظور احمد خانصاحب سہارنپوری سے پڑھیں، فن تجوید وقرأت اپنے دور کے مجود کبیر قاری سید سلیمان دیوبندی سے حاصل کیا، اس فن میں امتیاز واختصاص کے سبب عنفوان شباب ہی میں سب خورد وکلاں کے مابین قاری سے مشہور ہوگئے، یہاں تک کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بھی ہمیشہ قاری مظفر سے یاد فرماتے رہے، مشہور مصنف بسم اللہ بیگ اپنی کتاب تذکرہ ''قاریان ہند'' میں لکھتے ہیں۔

> ''خوش الحان اور ادائیگی پر قادر ہیں، طبعاً شریف، صالح، عابد وملنسار ہیں مدرسہ مظاہر علوم کے مدرس اور متعلقہ مسجد کی امامت کا کام بھی انجام دیتے ہیں میں آپ سے ملا ہوں، بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے، اپنی قرأت بھی سنائی''

۱۳۶۹ھ میں آپ نے علوم وفنون سے فراغت حاصل کی۔ ۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ بروز یکشنبہ عقد ازدواج

میں منسلک ہوئے، عقد مسنون سنت کے مطابق انتہائی سادہ طریقے پر ہوا جس میں نہ کوئی نام ونمود تھا، نہ تفاخر ومباہات نہ رسم ورواج کی پابندی، نہ کوئی خاص اہتمام، مشہور بزرگ، ولی خدا، برگزیدہ شخصیت حضرت شاہ حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی اچانک سہارنپور تشریف لائے، ہمارے یہاں غربت کدہ پر مہمان بنے، دادامیاں نے فقیہ الاسلام کے نکاح کی بات آپکے سامنے رکھدی، گویا آپ سے استصواب رائے کیا، حافظ صاحبؒ نے چند ضروری استفسارات کے بعد فوراً نکاح کئے جانے کا فیصلہ صادر فرمایا، دوسرے ہی دن ضروری امور کی تکمیل کے بعد حضرت حافظ صاحبؒ کے حکم کی تعمیل کی گئی، دادامیاں اپنے چند احباب واکابر مظاہر کیساتھ محلّہ آتشبازان سہارنپور میں جائے نکاح مغلوں والی مسجد میں انتہائی سادگی کے ساتھ پہنچے، نکاح میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا انتظار کیا گیا، جن کی پہلے سے آمد طے تھی، جب حضرت مدنیؒ کی تشریف آوری میں تاخیر ہوئی تو استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا سید عبداللطیف صاحبؒ ناظم مظاہر علوم نے نکاح پڑھایا پھر کچھ دیر قیام کے بعد سب ہی احباب واپس ہوگئے، ایک ماہ بعد رخصتی ہونے پر ولیمہ کیا گیا جس میں بڑی فراخدلی سے کھانا کھلایا گیا، اس ولیمہ میں بڑے بڑے علماء حضرات نے شرکت فرمائی۔

آج کل شادی کیا ہوتی ہے، دین کی ہر طرح بربادی ہوتی ہے، جس میں نہ صرف یہ کہ اللہ ورسول اللہ کی اطاعت نہیں ہوتی بلکہ کھلے طور پر خواہشات نفسانی کی پیروی کا مظاہرہ ہوتا ہے، سینکڑوں خرافات ومنکرات کو اختیار کرکے شادی کے مسنون ومبارک عمل کو انتہائی مکروہ وملعون صورت دیدی جاتی ہے، اس طرح بجائے ثواب کے اپنے لئے عذاب فراہم کیا جاتا ہے مگر خدا کا شکر کہ ہمارے گھرانے کا وہ روشن مینارہ جس کی بنیاد میرے جد امجد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتیٔ اعظم مظاہر علوم جیسے نیک سیرت، مخلص، متبحر عالم دین، کامل متبع سنت وشریعت نے رکھی تھی، وہ زندگی کے ہر باب میں نہ صرف ہمارے لئے بلکہ امت کے ہر صاحب ایمان کیلئے راہ نما وراہبر ہے، دادامیاں رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر معاملات کی طرح شادی بیاہ کے سلسلہ میں بھی ایک ایسا خاص نہج اُجاگر کیا جو سنت نبویؐ کے بالکل مطابق ہے، جس میں منکرات وخرافات سے بالکلیہ اجتناب ہے، آپ کے ذریعہ جو نکاح ہوئے سب ہی کی یہ کیفیت ہے۔ ایسے ہی نکاحوں میں ایک نکاح حضرت فقیہ الاسلامؒ کا بابرکت نکاح بھی ہے، اس میں سنت وشریعت کا پورا پاس تھا، جو بدعات وخرافات سے بالکل پاک تھا، اپنی ندرت وانفرادیت کے لئے نہایت شفاف تھا۔

عقد ازدواج میں انسلاک کے باوجود آپ نے اپنا علمی سفر جاری رکھا چنانچہ اس سال ۱۳۷۰ھ میں بھی آپ نے بعض کتب معقول ومنقول پڑھیں، اسی سال آپ کو معین مفتی بنادیا گیا، افتاء کی مصروفیت کیساتھ اس سال آپ نے بعض اسباق بھی پڑھائے، ۱۳۷۱ھ میں نائب مفتی کے عہدے پر فائز ہوئے، ۱۳۷۳ھ میں اپنے

استاذ شیخ الاسلام مولانا عبد اللطیف صاحب پورقاضوی، مولانا امیر احمد کاندھلوی کے ہمراہ دعوت وتبلیغ کی خاطر برما کا سفر کیا جس میں منبع رشد وہدایت مظاہر علوم سہارنپور کے تعارف کے علاوہ اپنے اکابر واسلاف کی زریں خدمات سے بھی روشناس کرایا۔

۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی بنائے گئے ساتھ ہی تدریسی مشاغل بھی حسب سابق جاری رہے، مدت دراز تک افتاء کیساتھ مختلف علوم وفنون کی خدمت کی، بہت سی کتابیں پڑھائیں، کنز الدقائق، شرح وقایہ، مختصر المعانی وغیرہ جیسی اہم کتابوں کا درس دیا، سات بار تفسیر جلالین پڑھائی، مرغینانی کی ہدایہ چار بار زیر درس رہی وہ اپنے درس میں بھی مظفر ومنصور رہے، تحتانی درجات کے ہر طالبعلم کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ جلد از جلد حضرت مفتی صاحب کے درس میں شریک ہو، حضرت کے درس سے لطف اندوز ہو جو شریک ہوتا مسخر ہو جاتا، گرویدگی کے عالم میں آپ پر جاں نثاری کے لئے تیار ہو جاتا، علم حدیث میں اللہ نے آپ کو غیر معمولی تفوق وامتیاز عطا فرمایا تھا جس کی بناء پر وہ اپنے معاصر اساتذہ میں سب پر بھر بھاری تھے، شعبہ افتاء کی مصروفیت کے ساتھ ۱۳۸۱ء میں استاذ حدیث بنائے گئے، اسی سال پہلی بار مشکوٰۃ شریف پڑھائی، ۱۳۸۳ھ میں مزید ترقی فرماتے ہوئے مشکوٰۃ کے علاوہ سنن نسائی، ابن ماجہ پڑھائی۔ ۱۳۸۴ھ میں، طحاوی، سنن ترمذی پڑھائی۔ اور اس سال حسب سابق مشکوٰۃ بھی زیر درس رہی۔

حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی صدر مدرس مظاہر علوم کے انتقال پر ملال کے بعد بخاری وابوداؤد کے علاوہ دورۂ حدیث شریف کی ساری کتابیں پڑھائیں، بعد میں ان دونوں کتابوں کے پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا، ۱۴۰۹ھ میں بھی صحیح بخاری جلد ثانی کے علاوہ پورا دورہ پڑھانے کا موقع ملا، آپ کی کل مدت تدریس کم وبیش ۵۱ سال ہے جس میں تحدیث کا زمانہ اکتالیس برس ہے، ترمذی شریف تو آپ کی خاص کتاب تھی، جس کو آپ نے کم وبیش ۳۳ ربرس پڑھایا۔

آپ بہت سے علوم وفنون میں ماہر وحاذق تھے، فقہ وحدیث وتفسیر آپ کا خاص موضوع تھا۔ طالب علمی ہی کے زمانہ سے فقہ حنفی سے خصوصی مناسبت تھی، فقہ وافتاء سے قلبی لگاؤ تھا، طبعی طور پر آپ فقہ حنفی کی طرف مائل تھے، گویا فقہ حنفی آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، تمرین افتاء اپنے استاذ، استاذ الاساتذہ مولانا عبد اللطیف پورقاضویؒ کے علاوہ اپنے والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کی خدمت بابرکت میں رہ کر کی، انکی زندگی میں ایک مدت مدید آپ فتاویٰ لکھتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو فقہ وفتاویٰ میں حذاقت ومہارت عطا فرمادی، علماء عصر ان کے فتاویٰ پر اعتماد فرمانے لگے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ، محدث کبیر مولانا منظور احمد خانصاحب سہارنپوریؒ کے علاوہ صاحب اوجز محدث جلیل حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ بھی آپ کے فتاویٰ پر نہ صرف اعتماد فرماتے بلکہ ان کو وقیع نگاہ سے دیکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے بہت سے

فتاویٰ پر ان حضرات کی توقیعات ثبت ہیں، یہ توقیعات ان فتاویٰ کے استناد و اعتبار کی واضح دلیل ہیں، آپکے شیخ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب آپ کے علاوہ کسی سے استفتاء نہ فرماتے، انکا دل آپ کے فتوے کے علاوہ کسی کے فتوے سے مطمئن نہ ہوتا، وہ آپ سے بڑی محبت فرماتے، حضرت مفتی صاحب کہہ کر پکارتے، تعریف کرتے کبھی یہاں تک فرمادیتے'' کہ میرا بیٹا محمد اللہ میرا جسمانی لڑکا ہے مظفر تم میرے روحانی بیٹے ہو''

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت والا سے ایک صاحب نے عرض کیا میں نے سنا ہے کہ حضرت مولانا اسعد اللہؒ نے آپ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کسی کو اس زمانہ میں نوجوان ولی دیکھنا ہو تو ان کو دیکھ لے (حضرت فقیہ الاسلام کی طرف اشارہ ہے) فرمایا واقعی حضرت کو مجھ سے بڑا تعلق تھا فرماتے تھے کہ'' بیٹے محمد اللہ سے بھی تعلق ہے مگر ان سے جسمانی تعلق ہے جو ایک فطری بات ہے لیکن روحانی اعتبار سے جس قدر تعلق تم سے ہے ان سے نہیں، حضرت کی مجھ پر بہت ہی زیادہ شفقتیں تھیں جو کچھ بھی ہے ان کی دعاؤں کا ثمرہ ہے''۔

شیخ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ہر دو حضرات کے بعض خلفاء کے علاوہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے بھی آپ کو سلاسل اربعہ میں بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی تھی، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ اس اجازت سے بہت خوش تھے، اپنے بعض خادموں سے فرمایا کہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو (جو اس وقت مکہ میں مقیم تھے) لکھ دو کہ میں نے مفتی مظفر صاحب کو اجازت دیدی ہے، اس مسرت کا سبب اسکے علاوہ کچھ نہیں کہ آپ ان کو اس عظیم منصب کا صحیح معنی میں اہل سمجھتے تھے اس لئے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ نہ صرف اخلاق نبویہ سے متصف ایک عالم دین تھے بلکہ اس منصب جلیل کے پوری طرح اہل بھی تھے۔

آپ اخلاق حسنہ کا پیکر تھے، تقویٰ وطہارت، پاکیزگی، پرہیز گاری، تواضع، صلاح اعمال، حسن اخلاق، نسبت شیخ، کرم صحبت، قناعت پسندی میں وہ اپنے اسلاف کا نمونہ تھے، دنیا کی دلفریب رعنائیوں سے بیزار تھے، اذکار و عبادات پر پابندی کے ساتھ کاربند تھے، آپ کی طبیعت پر رحمت وشفقت کا عنصر نمایاں تھا، جود وسخا آپ کی طبیعت تھی، طالب علموں پر کبھی کبھی آپ خاموشی سے بڑی رقوم صرف فرمادیتے، قناعت پسندی، اعزہ کی خبر گیری ان کا نمایاں وصف جمیل تھا، میراث پدری میں ملنے والی زمین وجائداد آپ کے اعزہ کے تصرف میں رہی، باوجود ضرورت وقدرت کے کبھی اس کو لینا پسند نہیں کیا کبھی اس کا بدل یا اجرت طلب نہیں کی ان کی فرمائش کے باوجود ہمیشہ اس کے لینے سے انکار فرماتے رہے۔

رمضان ۱۳۸۵ھ میں حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری، مولانا محمد زکریا کاندھلوی محدث کے علاوہ دیگر اکابر ومشائخ کی جانب سے نیابت کے منصب پر فائز ہوئے پھر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے سانحۂ ارتحال کے بعد آپ ناظم اعلیٰ ہوگئے، گو آپ نے اس عہدہ سے انکار فرمایا مگر اکابر کے اصرار پیہم نے اس پر مجبور کیا، آپ اسی وقت سے

آخر حیات تک اس عظیم ادارہ کی نظامت جلیلہ پر فائز رہے، آپ کے دور اہتمام میں مدرسہ نے غیر معمولی ترقی کی، بہت سی نئی عمارات وجود میں آئیں، طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوا، کتابوں کی تعداد میں بڑھوتری ہوئی، طلبہ کے وظائف، مدرسین کے مشاہرے بڑھے، ملازمین کی تنخواہوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا، شعبہ تخصص فی التفسیر موجودہ نہج پر، شعبہ تدریب افتاء بھی آپ کی یادگار ہے، لائبریری کی کتابیں آپ کے دور نظامت میں تین لاکھ تک پہنچ گئیں۔ عظیم الشان دارالحدیث ودارالتفسیر بھی آپ کے عہد میمون کی یادگار ہیں۔

بہت سے مدارس ومساجد کا سنگ بنیاد بھی آپ کے دست مبارک سے وجود میں آیا، آپ بہت سے مدارس اسلامیہ کی سرپرستی بھی فرماتے، حسب وسعت وطاقت ان کی امداد واعانت بھی فرماتے، ان کے سالانہ اجلاس میں بھی شرکت فرماتے، اجلاس کے موقع پر کبھی اجمالی کبھی تفصیلی وعظ ونصیحت فرماتے، آپ کے وعظ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے غیر معمولی تاثیر رکھی تھی جس کی وجہ سے سامعین کے دلوں پر غیر معمولی اثر ہوتا، دل پسیج جاتے، فکر وعمل کا جذبہ بیدار ہوتا، شہر ونواح شہر میں کثرت سے نکاح بھی پڑھاتے، دعا کے لئے بھی تشریف لے جاتے، بیمار کی مزاج پرسی بھی فرماتے، اس کے علاوہ نماز جنازہ میں بھی شرکت فرماتے، شہر ونواح شہر کی تاریخ میں شاید کوئی بزرگ ایسے نہیں جنہوں نے حضرت سے زیادہ نکاح پڑھائے ہوں یا آپ سے زیادہ جنازوں کی نماز پڑھائی ہو۔

آپ نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں، بہت سے چھوٹے بڑے رسائل وکتب آپ کے ہاتھوں وجود میں آئے، متعدد حواشی وشروح مسودات کی شکل میں آپ کے رہین منت ہیں، آپ جس کتاب کو پڑھاتے اسکا حاشیہ ضرور تحریر فرماتے جو عجیب وغریب تحقیقات پر مشتمل ہوتا آپ کی چند کتابیں یہ ہیں۔ فضائل مسواک، فضائل تہجد، فضائل جماعت، الدر السنی فی حیات النبی ﷺ، فضائل الاعمال یعنی بخشش کے وعدے، مجموعہ خطبات، ملفوظات فقیہ الاسلام، ارشادات فقیہ الاسلام، افادات فقیہ الاسلام وغیرہ، بہت سی جلدوں پر مشتمل وقیع فتاویٰ۔

علم دین کی نشر واشاعت کیلئے آپ کی زندگی وقف تھی، صبح وشام آپ علمی سفر طے فرماتے، تبلیغی اسفار بھی کثرت سے فرمانے کے عادی تھے، ضعف ونقاہت، بیماریٔ پیہم آپ کے لئے کسی علمی مشغلے، دینی خدمت یا تبلیغی سفر سے مانع نہ ہوتیں، یوپی کے مختلف دیہی وشہری علاقوں کے سفر فرماتے، بیرونی ممالک کے سفر سے آپ انکار فرمادیتے، اصرار بسیار کے بعد کبھی غیر ملکی سفر بھی فرمالیتے مگر اس کو پسند نہ فرماتے اس کی عموماً دو وجہیں بیان فرماتے۔

اول یہ کہ وہ حلقے دوسرے علماء بزرگان دین کے حلقے ہیں وہاں جانا گویا ان کے مریدین ومتوسلین کو اپنے حلقہ میں داخلہ کی دعوت وترغیب دینا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ مالداروں کے یہاں تو ہر شخص جانے کو تیار ہوجاتا ہے ان بیچارے غرباء کے پاس کون جاتا

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ کا سفر دیہات میں ہوتا، دولت مندوں سے زیادہ غرباء وفقراء کا تعلق آپ کو پسند تھا، بعض اہل تعلق کے اصرار پر بمبئی، گجرات، کلکتہ، بنگلور، بنگلہ دیش، برما، کشمیر، بنکاک، افریقہ وغیرہ کا سفر بھی فرمایا ہے، گواس طرح کے دلفریب مقامات پر جانا آپ پسند نہ فرماتے تھے۔

سفر وحضر میں کثرت سے لوگ آپ سے بیعت بھی ہوتے، ہندوستان کے مختلف مقامات میں کثرت سے آپ کے مریدین ملتے ہیں، ایک خلق کثیر نے آپ سے راہ سلوک میں استفادہ کیا ہے، اخیر عمر میں تو آپ مرجع العوام والخواص بن گئے تھے، وقت کے بڑے بڑے علماء آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے ترقی کی آخری معراج تک پہنچ گئے، منزل مقصود تک واصل ہوکر اجازت بیعت وارشاد حاصل کرنیوالے چند علماء کے نام بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہٗ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور، حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، حضرت مولانا مفتی نصیر احمد بڑوتیؒ، علامہ محمد عثمان غنی صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم، مفتی مہربان علی بڑوتیؒ، حضرت مولانا حبیب احمد صاحب باندوی مہتمم جامعہ ہتھورا باندہ، مولانا مفتی عبید اللہ صاحب اسعدی شیخ الحدیث باندہ، مولانا محمد سورتی برما، مولانا محمد الیاس میرٹھی گجرات، مولانا محمد اسلم کاشف العلوم چھٹمل پور، مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی۔

مدت العمر آپ علمی دریا بہاتے رہے، علم حدیث کی لازوال خدمت انجام دیتے رہے، آپ ہی کی نظر کرم نے سیکڑوں کو اس میدان کا شناور بنادیا، کتنے ہی لوگ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے بحر حدیث کے غواص بن گئے، کتنے ہی محدث کہلائے، کتنے ہی مفسر بنے، بہت سے جامع العلوم والفنون بن گئے، ایسے ہی چند افراد کے نام درج ذیل ہیں جو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے آج منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔

مولانا اطہر حسین شیخ الادب مظاہر علوم (وقف) مولانا سید وقار علی بجنوری استاذ الفرائض مظاہر علوم (وقف) شیخ الحدیث مسند الہند مولانا محمد یونس جون پوری مولانا محمد یعقوب سہارنپوری صدر المدرسین مظاہر علوم (وقف) مولانا رئیس الدین بجنوری، استاذ حدیث مظاہر علوم (وقف) مولانا عبد الخالق استاذ حدیث مظاہر علوم (وقف) مولانا نسیم احمد غازی شیخ الحدیث جامع الہدیٰ مرادآباد، مولانا محمد عاقل سہارنپوری، مولانا محمد اسلام قاسمی استاذ (وقف) دار العلوم دیوبند، مولانا سید محمد سلمان سہارنپوری، مولانا قاری رضوان نسیم، مولانا غلام محمد وستانوی (اکل کنواں) مولانا مفتی محمد عبد اللہ مظہر سعادت بانسوٹ گجرات، مفتی محمد زید مظاہری ندوی استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا وسیم احمد شیخ الحدیث اشرف العلوم گنگوہ، مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی، مولانا قاری عاشق الٰہی محدث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، مولانا محمد انور استاذ حدیث گنگوہ، مولانا عبد الحفیظ مکی (مکۃ المکرمہ)،

مولانا حبیب اللہ مدنی (مدینہ منورہ) مولانا یوسف متالا (لندن) مفتی عبدالودود مظاہری (حیدرآباد) مولانا عبدالرحمٰن حیدرآبادی (جدہ) مولانا محمد ایوب مظاہری (انگلینڈ) مولانا محمد وادی، مولانا موسیٰ وادی (افریقہ)

حضرت فقیہ الاسلامؒ اپنی مجلس میں اکثر خاموش رہتے، بہت کم بولتے، سوال ہی پر جواب ارشاد فرماتے لیکن جب درس دیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ کسی بڑے دریا کا دہانہ کھل گیا ہے، دوران وعظ بھی مضامین کا اس قدر ورود ہوتا کہ بات سے بات نکلتی جاتی، ایسا محسوس ہوتا کہ عالم ناسوت سے تعلق ختم ہوکر عالم پاک سے رابطہ قائم ہوگیا ہے، آپ کا بیان انتہائی موثر و جامع ہوتا، سادہ الفاظ میں بھرپور معانی کا ورود ہوتا، آپ خالص الہامی بیان فرماتے، کبھی خود ارشاد فرماتے ''آمد ہوتی ہے آورد نہیں ہوتی'' بسا اوقات خالی الذہن ہوتے لیکن جب بیان شروع ہوتا تو مضامین کی آمد بخوبی ہونے لگتی، اس طرح بڑی خوش اسلوبی سے بیان مکمل ہوجاتا، کبھی آپ اپنی مجلس میں محیر العقول واقعات بھی ارشاد فرماتے، بسا اوقات سوال کا جواب فوراً نہ دیتے بلکہ تحقیق و مراجعت کے بعد ارشاد فرماتے۔

ایک صاحب نے ملا علی قاریؒ کی مرقاۃ کے حوالہ سے عرض کیا کہ اس میں جامی کی نفحات الانس سے ایک بزرگ شیخ موسیٰ سدرانی کا معمول نقل کیا ہے کہ وہ ستر ہزار قرآن کریم روز ختم کرتے تھے، میں سمجھا کہ علی قاری سے نقل تعداد میں غلطی ہوگئی ہے، میں نے نفحات دیکھی تو اس میں صراحت کے ساتھ ہفتاد ہزار مذکور تھا، اس پر مجھے حیرت ہوئی حضرت مفتی صاحب یہ سنکر خاموش رہے پھر ایک روز وہ صاحب تشریف لائے تو حضرت فقیہ الاسلام کے دست مبارک میں لوامع العقول شرح رموز الحدیث تھی، ان صاحب کو دیکھ کر فرمایا کہ لیجئے آپ ستر ہزار پر حیرت ظاہر کرتے تھے یہ دیکھئے اس کتاب میں ختم قرآن کی اس سے بڑی تعداد بھی مذکور ہے، اس میں علی مرصفی کا معمول منقول تھا کہ ''علامہ شعرانی کے استاذ علی مرصفی دن رات میں تین لاکھ ساٹھ ہزار قرآن کریم ختم فرماتے تھے''۔

شعرانی نے جب اس بڑی تعداد میں اپنے استاذ کا یہ معمول سنا تو استاذ سے پوچھا کہ حرفاً حرفاً آواز سے پڑھتے ہیں؟ فرمایا جی ہاں، کیونکہ میں رسول اللہ کے متبعین میں سے ہوں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اعزاز و اکرام میں میرے لئے زمانہ کو دراز فرمادیا ہے، صاحب لوامع العقول فرماتے ہیں کہ یہ کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے جب روحانیت جسمانیت پر غالب آجاتی ہے تو اس طرح کی برکت و آسانی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، ملا علی قاریؒ نے اس کو طیّ لسان و بسط زمان پر محمول کیا ہے۔

آپ کی مجلس میں پریشان حال لوگ حاضر ہوکر اپنی پریشانی کا علاج معلوم کرتے تو آپ ایسا شافی جواب عنایت فرماتے کہ آنے والے کی تسلی ہوجاتی گویا اس کا مرض کافور ہوجاتا، آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ ایسے شخص کا ہاتھ ہاتھ میں لیکر اس کے لئے تسلی کے کلمات ارشاد فرماتے، ایک بار ایسے ہی پریشان حال نے اپنا دکھ درد ظاہر کیا تو آپ نے یہ واقعہ سنایا کہ

ایک شخص بہت پریشان تھا، گھریلو پریشانیاں بھی تھیں، کاروبار کی طرف سے بھی الجھنوں میں مبتلا تھا، وہ چاہتا تھا کہ حضرت خضرؑ سے ملاقات ہو جائے، اس نے اللہ رب العزت سے دعا کی ''اے اللہ میرے لئے کوئی راستہ کھولدے، میں بہت پریشان ہوں تیرا ذلیل وخوار بندہ ہوں، خضرؑ سے ملا دیجئے، دعا قبول ہوگئی، ایک روز حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی مگر اس شخص نے حضرت خضرؑ کو نہ پہچانا، خود حضرت خضرؑ نے ہی فرمایا کہ میں خضرؑ ہوں کیا بات ہے کیوں پریشان ہو، اس شخص نے اپنا پورا حال سنایا کہنے لگا میرے لئے ہمیشہ بہت راحت وآرام سے زندگی بسر ہونے کی دعا کر دیجئے، حضرت خضرؑ نے انکار کیا اس نے کئی بار اصرار کیا تو حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ یہ دعا کرنا تو بے ادبی ہے۔

ہاں تم کوئی بے فکر خوشحال آدمی تلاش کر کے مجھے بتاؤ پھر میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے حق میں اس جیسا ہونے کی دعا کردوں گا، یہ شخص مطمئن ہوگیا، اس نے ایسے ہی خوش حال آدمی کی تلاش شروع کردی ایک روز دیکھا کہ ایک شخص ایک بڑے عالیشان مکان میں بیٹھا ہوا ہے، جو ہر طرح کے سامان عیش کیساتھ بڑے اطمینان وسکون سے گدے پر بیٹھا ہے، چھوٹے چھوٹے بچے ادھر ادھر گھوم رہے ہیں، حشم وخدم اس کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، بہت دیر تک یہ منظر دیکھتا رہا سوچنے لگا کہ اب میرا کام ہوگیا ہے، حضرت خضرؑ سے ایسا ہونے کی دعاء کراؤں گا جب حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوئی تو عرض کیا کہ حضرت آپ نے خوش حال آدمی تلاش کرنے کیلئے فرمایا تھا، نہایت مطمئن خوشحال آدمی مجھے مل گیا، فرمایا کہاں ہے؟ عرض کیا فلاں جگہ ہے، حضرت خضرؑ اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر لے چلے، اسکے مکان پر پہنچے، سلام کیا صاحب خانہ نے معلوم کیا کہاں سے آئے ہو، تعارف ہوا، تعارف کے بعد حضرت خضرؑ نے مزاج پوچھا، وہ خاموش رہا پھر بولا کہ حضرت میرا مزاج کیا پوچھتے ہو، اس دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی پریشان نہیں، جتنی پریشانیاں مجھے ہیں شاید ہی کسی کو ہوں، فرمایا کیا پریشانی ہے، عرض کیا اظہار کروں تو پریشانی، نہ کروں تو مشکل، لیکن جب آپ پوچھ رہے ہیں تو بتاتا ہوں، قصہ یہ ہے کہ میری بیوی بہت حسین وجمیل، بڑی با اخلاق تھی، مجھے اس سے بہت زیادہ محبت تھی، اتفاق سے وہ بیمار ہوگئی، یہ بیماری اتنی بڑھی کہ مرنے کا وقت قریب آ گیا جوں جوں اس کی بیماری بڑھی میرے رنج والم میں اضافہ ہوتا گیا، ایک روز پریشانی کے عالم میں اسکی چارپائی کے قریب بیٹھا تھا اس کی حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے، میری حالت دیکھ کر کہنے لگی کیوں آنسو بہاتے ہو، مجھے پتہ ہے کہ میرا دم نکلتے ہی تم دوسری شادی کرلو گے، مجھے اس کی اس بات کا بڑا احساس ہوا، میں نے اس سے بہت وعدے کئے مگر اسے یقین نہ آیا، میں نے اسکو اطمینان دلانے کیلئے اپنا عضو تناسل کاٹ ڈالا، اسکے بعد اللہ کی قدرت وہ اچھی ہوگئی، میرے لئے یہ مصیبت کہ عضو تناسل کاٹ کر اسکے لئے بالکل بیکار ہوگیا، آپ یہ بچے جو دیکھ رہے ہیں ان مزدوروں کی اولاد ہیں، ہر قسم کا سامان عیش موجود ہے مگر بیکار ہے، حضرت خضرؑ اسکو دعا دیتے ہوئے واپس لوٹنے لگے، پھر اس شخص سے فرمانے لگے بولو تمہارے لئے ایسا ہی ہوجانے کی دعا کردوں، کہنے لگا حضرت میں جس حال میں ہوں ٹھیک ہوں، اللہ جس حال میں رکھے اس پر راضی رہوں گا۔

یہ قصہ سنا کر حضرت نے فرمایا تم بھی پریشانی محسوس کرتے ہو، میاں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، ضروری تدبیر کے ساتھ صبر و تحمل کرو، اللہ سے دعا کرتے رہو، خدا جس حال میں رکھے راضی رہو۔ اس شخص کو حضرت والا کی اس گفتگو سے غیر معمولی تسلی ہوئی شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گیا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ انتہائی رقیق القلب تھے، فکر آخرت ہمیشہ دامن گیر رہتی، شب بیداری فرماتے، رات دیر گئے تک یاد خداوندی میں مصروف رہتے، کبھی تنہائی میں بہت روتے، دعا میں عموماً آواز بھرا جاتی، اندرون قلب سے مغفرت کی دعاء فرماتے، وہ طلب مغفرت کے الفاظ پر اکثر رو دیتے آپکے گریہ و بکاء سے مجمع بھی رو پڑتا، دعا میں سوز و گداز ہوتا، آپ اپنے کمالات کی نفی فرماتے، باوجود بے شمار کمالات کے فکر آخرت سے اکثر روتے، ایک بار ارشاد فرمایا۔

(اعزاز و اکرام کا یہ منظر دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ) کہیں یہ استدراج تو نہیں، یہ فرما کر رو دئے، عرض کیا گیا کہ جہاں استدراج ہوتا ہے وہاں اس طرف توجہ نہیں ہوتی یہ احساس خود استدراج نہ ہونے کی علامت ہے، اسی دوران ارشاد فرمایا۔

دیوبند میں ایک بزرگ تھے، بہت بڑے محدث تھے علامہ انور شاہ کشمیریؒ، ان کا حافظہ بہت قوی تھا ایک روز تنہائی میں بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ زار و قطار رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا کیا بات ہے؟ فرمایا میں نے جتنی عمر گذاردی سب بیکار گئی، عرض کیا آپ نے عمر بھر حدیث پاک کی خدمت کی، ہزار ہا ہزار شاگرد پیدا کئے، جو دین کی خدمت پر لگے ہوئے ہیں یہ سب آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں، فرمایا میں نے ساری عمر اسی میں گذاردی کہ امام اعظمؒ نے یہ فرمایا، امام شافعیؒ نے یہ فرمایا، فلاں کا قول زیادہ قوی ہے، فلاں کا کمزور ہے، ساری عمر اسی میں گذر گئی، اب احساس ہو رہا ہے کہ قبر میں ان چیزوں کے بارے میں سوال نہیں ہوگا، منکر نکیر میری تقریر نہیں سنیں گے۔

یہ واقعہ سنا کر فرمایا کہ یہ ان حضرات کے کامل الایمان ہونے کی علامت تھی کہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی یہ احساس ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تواضع، فکر آخرت کی جو کیفیت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تھی یہی کیفیت دیگر اہل اللہ میں بھی پائی جاتی ہے، حضرت والاؒ میں بھی یہ وصف بدرجۂ اتم موجود تھا جس کا اہل نظر نے بارہا مشاہدہ کر کے اپنے لئے نصیحت و موعظت کا سامان فراہم کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ چین و سکون عطا فرمائے، ان کے فیوض و برکات کے تابندہ نقوش کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین

ایک بلند پایہ عالمِ دین

..........حکیم مولانا محمد اسلام صاحب، مہتمم جامعہ عربیہ نور الاسلام میرٹھ

فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک بلند پایہ عالم، علامہ وقت ماہر علوم وفنون، علوم متداولہ میں وسیع النظر محقق، حدیث کے حِکَم ونکات غوامض ولطائف کے مبین اور نامور محدث اور فقہ میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے، آپ متبع سنت تقویٰ وطہارت کے امام، تواضع وسادگی میں اسلاف کا نمونہ عابد وزاہد، مخلص ومتواضع صاحب کشف وکرامات ومستجاب الدعوات تھے اور استغناء کامل اور توکل علی اللہ آپ کا امتیازی وصف تھا۔

آپ شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہٗ کے علوم کے وارث اور رئیس المتکلمین سراج الفقہاء اسعد الملۃ مصلح الامۃ حضرت مولانا الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ کے خلیفہ راشد و جانشین اور مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ تھے۔

آپ کی تربیت آپ کے والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مفتی اعظم جامعہ مظاہر علوم کی زیرنگرانی ہوئی جو جبل العلم ہونے کے باوجود تواضع سادگی بے نفسی، استغناء اور توکل علی اللہ کے ساتھ متصف تھے بقول علامہ اقبال صاحبؒ

باپ کا علم گر بیٹے کو نہ ازبر ہو پھر پسر قابل میراث پدر کیوں کر ہو

حضرت والا کی شخصیت بھی اپنے والد ماجد کے ان تمام صفات حمیدہ کا نمونہ تھی۔

آپ کے والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ ہی سے میرا دیرینہ تعلق رہا، اس وقت جامعہ عربیہ گلزار حسینیہ اجراڑہ کا جلسہ ضلع میرٹھ میں سب سے بڑا ہوتا تھا حافظ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر وقت کے تمام اکابر ومشائخ شریک ہوتے تھے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ اس جلسہ کی خاص زینت ہوتے تھے استاذ محترم حضرت مولانا محمد اختر شاہ خانصاحب امروہویؒ کی معیت میں میری بھی اس جلسہ میں شرکت ہوتی تھی۔ تین سال مسلسل حضرت الاستاد مولانا محمد اختر شاہ خانصاحبؒ اور حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کا ایک ہی گھوڑا تانگہ سے سفر ہوا اور خادم بھی ہمراہ رہا۔ ایک مرتبہ راستہ میں سخت بارش ہونے لگی جس کی وجہ سے قصبہ منڈالی جو اجراڑہ کے راستہ میں ہے قیام کرنا پڑا۔ بارش اس قدر کثیر تھی کہ رات میں مسجد سے نکلنے کا موقعہ نہ ہوا۔ امام صاحب نے بمشکل تمام مکی کی روٹی اور گڑ پیش کیا جس کو سب نے تناول کیا، بعد فجر اجراڑہ کیلئے

روانہ ہوئے، حضرت الاستاد مولانا محمد اختر شاہ خانصاحب کی معیت میں اکثر و بیشتر سہارنپور بھی جانا ہوتا تھا جو فقیہ الاسلامؒ کے حصول علم کا زمانہ تھا آپ کا انہماک علمی بلند کرداری اور خودداری ضرب المثل تھی، چونکہ میرا اور آپ کا تعلق للہ تھا جو الحمدللہ آخر دم تک باقی رہا۔

حضرت موصوفؒ کو جامعہ عربیہ نورالاسلام اور یہاں کے اساتذہ کرام وطلباء عزیز سے خصوصی انسیت تھی، جس کی بناء پر ہر سال ختم بخاری شریف کے اجلاس میں شرکت فرماتے، یہاں تک کہ انتقال سے دو ماہ قبل علیل وضعیف ہونے کے باوجود بھی ختم بخاری شریف کے اجلاس میں تشریف لائے، اجلاس کی صدارت فرمائی اور متواتر تین گھنٹے جامعہ ہذا میں جلوہ افروز رہے آنے والے علماء کرام و مہمانان عظام نے آپ سے استفادہ اور ملاقات کی ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہوگی! اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے منور فرمائے۔

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ جوارِ رحمت میں

مغربی یوپی کے مشہور ومعروف بزرگ، مظاہر علوم وقف سہارنپور کے ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب علیہ الرحمہ گذشتہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو دن میں بارہ بجے کے قریب دہلی کے ایک اسپتال میں واصل بحق ہوئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مفتی صاحب موصوف ایک کامیاب اور مقبول مدرس، ہوشیار اور زیرک منتظم اور ہزاروں بندگان خدا کے پیر ومرشد تھے، موصوف کی فقہی بصیرت بھی عوام وخواص میں مسلم تھی، اللہ تعالیٰ نے علاقہ میں بڑی مقبولیت عطا فرمائی تھی جس کا کچھ اندازہ آپ کے جنازہ میں شامل عظیم مجمع کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے کہ مجمع کی کثرت کی وجہ سے مدرسہ مظاہر علوم سے قبرستان (کمال شاہ) کا معمولی فاصلہ تقریباً تین گھنٹہ میں طے ہوا، آپ کے شاگردوں اور متوسلین کا سلسلہ ملک کے طول وعرض میں پھیلا ہوا ہے۔

مظاہر علوم میں آپ نے ۳۳ سال تک ترمذی شریف کا درس دیا جو اپنی الگ شان رکھتا تھا، اس کے علاوہ چند سال بخاری شریف بھی آپ سے متعلق رہی، نیابت اور نظامت کے فرائض بھی آپ نے انجام دئے، اور مدرسہ مظاہر علوم کو ترقی دینے کے لئے اخیر تک کوشاں رہے۔ آپ نے کم وبیش ۷۴ سال کی عمر پائی، شرح عقود رسم المفتی پر آپ کا مختصر حاشیہ شائع شدہ ہے، اس کے علاوہ چند رسائل فقہی موضوعات پر تالیف فرمائے جو آپ کی علمی یادگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

(یہ مضمون ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد میں شائع ہوا تھا جس کو ماہنامہ ''ضیاء الاسلام'' مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڑھ جنوری، فروری کے ۲۰۰۴ء کے شمارہ میں شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت کیا تھا وہیں سے ماخوذ ہے)

آہ ! فقیہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا علامہ محمد عثمان غنی صاحب، شیخ الحدیث مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

آج سے تقریباً ۲۰ رسال قبل حضرت فقیہ الاسلام نوراللہ مرقدہٗ سے احقر کی پہلی ملاقات ہوئی پھر چندروز حضرت کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا ،اس دوران حضرتؒ اس ناکارہ کو اپنے ساتھ مختلف تقریری پروگراموں میں شرکت کیلئے اپنے ساتھ لے گئے اور حضرتؒ کے حکم سے احقر کومختلف مواقع پرتقریر کرنے کا موقع ملا، اس زمانے میں یہ ناکارہ دارالعلوم تاراپور گجرات میں خدمت حدیث میں مصروف تھااوراحقر کا یہ معمول بن چکا تھا کہ گجرات سے واپس مکان (بیگوسرائے) جاتے ہوئے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ملاقات اورزیارت کیلئے سہارنپور قیام کرتا اورحضرتؒ کی مبارک صحبت سے فیضیاب ہوتا ،ایک بار احقر حسب معمول سہارنپور حاضر ہوا اور حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے ارادتمندوں میں اس سیہ کار کا نام بھی شامل فرمالیا۔ ذالک فضْل اللّٰہ یو تیہ من یشاء ۔

خلعت خلافت واجازت سے مالامال ہوکراحقر دارالعلوم تاراپور گجرات چلا گیااور تین سال کے بعد جب چوتھی مرتبہ حاضر خدمت ہواتو حضرت والاؒ نے اپنے قلم سے خلافت نامہ بھی عنایت فرمایااور یہ بھی فرمایا کہ کم ازکم دس لوگوں کو بیعت کرو،بارگاہ عالیہ سے اجازت کے بعداسی سال امریلی شہر میں احقر کے دس روز تک تقریری پروگرام ہوتے رہے، تقریری سلسلہ کے بعد کچھ دیندار حضرات بیعت کے طالب ہوئے ،احقر نے ان سے وعدہ کرلیااوراسی روز بعدنماز مغرب میں نے دیکھا کہ دس حضرات اسی تمنااورامید پرموجود ہیں کہ ان کوسلسلۂ مسترشدین میں داخل کروں؟میری حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ مرشد گرامی نے جتنی تعداد بتلائی تھی ٹھیک وہی تعداد یہاں موجود تھی۔

تقریباً ۶ رسال کے بعد حضرت مرشد گرامی کے حکم سے یہ ناکارہ عالمی شہرت یافتہ ادارہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور حاضر ہوگیااوراحقر کی تمنا جوحضرت مرشد گرامی کے ساتھ رہنے کی تھی وہ پوری ہوگئی اوراحقر کا معمول بن گیا کہ عصر اورمغرب کے بعد حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہتا اوراپنے دل کی دنیا روشن کرتا ،احقر کو جب کبھی کسی مسئلہ کے سلسلہ میں خلجان اورتردد ہوتا تو بلا تکلف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اورمسئلہ پوچھتا تو حضرتؒ فوراً کسی خادم کوحکم فرماتے کہ شامی کی فلاں جلدلاؤ اورشامی لائی جاتی حضرتؒ ایک اندازے کے مطابق شامی کھولتے اوردوایک صفحات ادھرادھر پلٹتے اورفوراً انگلی رکھ کرفرماتے کہ یہ ہے مسئلہ!

برسہابرس یہ معاملہ رہاحدیث سے متعلق ہویافقہی مسائل،حضرتؒ برجستہ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرماتے تھے،موجودہ دور میں پورے ملک میں بلاکسی مبالغہ احقر نے اتنا بڑا فقیہ،محدث اورعالم نہیں دیکھا،آپ کی کون سی خوبی لکھوں میں تواس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرتؒ سراپا خوبی تھےاوران کی پوری زندگی سنت نبوی ﷺ سے عبارت تھی۔

پیکرِ خلقِ عظیم

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الدین سنبھلی، استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یہ حقیر اگر چہ اس کا اہل تو نہیں کہ اس جلیل القدر شخصیت پر خامہ فرسائی کرے، کیونکہ احقر کو اپنی بد قسمتی سے حضرت مرحوم سے نہ تو کوئی خاص استفادہ کا موقع ملا اور نہ طویل صحبتیں ہی میسر آئیں، البتہ چند مرتبہ شرف ملاقات ضرور حاصل ہوا جس سے موصوف کی بے نفسی، للّٰہیت، خوردنوازی، تواضع اور وسیع القلبی جیسی صفات حمیدہ کے نقوش لوحِ قلب پر ثبت ہوئے نیز اللہ والوں کی خاص پہچان ''اذا رءُ وا ذُکر اللّٰہ'' حضرتؒ میں اپنی کور باطنی کے باوجود نظر آئی، اور ایک دوسری نبوی صفت ''متواصل الأحزان دائم الفکرۃ'' کا بھی مشاہدہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ یہ ان کے قلب مصفّٰی کے نبوی انوار سے منور اور پیکر خلق عظیم سے متاثر ہونے کی کھلی علامت ہے (اعلی اللّٰہ مراتبہٗ وانبغ علیہ شابیب رحمتہ) یوں بھی جس سے آں مخدوم کا تذکرہ سنا تعریفی انداز میں ہی سنا اسی طرح جو کچھ آں مخدوم کے متعلق پڑھا اس سے بھی حسن ظن میں ہی اضافہ ہوا۔

ان گنہ گار آنکھوں نے کوئی ثلث صدی قبل یہ منظر بھی دیکھا جو ابھی تک حافظہ میں تازہ ہے کہ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ مرشدنا ومولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ العزیز حجاز مقدس تشریف لائے اور مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں قیام فرماتے تھے، سینکڑوں (بلکہ شاید ہزاروں سے متجاوز) مجمع تھا جن میں بکثرت علماء وصلحاء بھی تھے، وہاں جب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب جو اس وقت بوڑھے بھی نہیں تھے تشریف لائے تو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے بڑے تپاک سے معانقہ فرمایا (اور حضرت کا جو تکیۂ کلام اہل تعلق کے لئے تھا) پھر ''پیارے'' کہہ کر فرمایا (جس کا مفہوم ذہن میں یہ ہے) تمہاری ہی خاطر آیا ہوں (اس وقت غالباً ہجرت کی نیت حضرت نے نہیں کی تھی) حضرتؒ کے اس رویہ سے قلبی تعلق کا اور حضرتؒ کی نظر میں مفتی صاحب کی جو وقعت تھی اس وقت وہاں موجود ہر شخص کو نہ صرف اندازہ ہوا بلکہ قلوب متاثر ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے مفتی صاحب پر اعتماد کا اندازہ اس ارشاد سے بھی ہوتا ہے جس میں انہیں اپنے شیخ (حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ) کے باغ کا مالی قرار دیا (دیکھئے مفتاح الخیر جلال آباد شمارہ جنوری وفروری ۲۰۰۴ء) مفتی صاحب موصوف کی فقہ وفتاویٰ پر وسیع النظری اور جزئیات کے استحضار کا بکثرت تذکرہ سننے میں آتا

رہا، جس سے ان کی عظمت میں برابر اضافہ ہوتا رہا اور یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ حسن ظن بڑھتے بڑھتے اعتقاد وعقیدت میں گویا تبدیل ہو گیا۔

علاوہ ازیں آں ممدوح، صحیح معنیٰ میں ''الولد سر لابیہ'' کا مصداق تھے آپ کے والد ماجد مفتی محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ کی شہرت علمی حلقوں میں آج بھی گونج رہی ہے، وہ اپنی زندہ جاوید کتاب ''معلم الحاج'' کی بدولت، اب بھی ہزاروں، بلکہ شاید لاکھوں، علماء وحجاج کے محسن بنے ہوئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ مناسک (مسائل حج) پر ایسی جامع اور جزئیات پر حاوی کتاب اب تک کم از کم اردو زبان میں آسان پیرایہ میں اور کوئی نہیں لکھی گئی (فجزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء) مفتی مظفر صاحب بڑے باپ کے بڑے بیٹے تھے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مفتی صاحب مرحوم کی زیادہ شہرت کامیاب استاذ حدیث، بالخصوص ترمذی شریف کے باکمال استاذِ حدیث کی حیثیت سے زیادہ ہوئی آخری دور میں تو موصوف چند باکمال گنے چنے اساتذہ میں شمار کئے جانے لگے۔

اہل درس جانتے ہیں کہ صحاح ستہ میں تدریسی نقطۂ نظر سے ترمذی شریف سب سے اہم اور مشکل سمجھی جانیوالی کتاب ہے کیونکہ وہ صرف متون احادیث ہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس میں اور بھی بہت کچھ اس فن سے متعلق موجود ملتا ہے، جسے موجودہ دور کی رائج اصطلاح میں شاید فقہ تعارن (تقابلی مطالعہ) کی ایک اہم کتاب اسے کہنا غلط نہ ہوگا۔

تدریس کی راہ سے مفتی صاحبؒ نے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ شاید فقہ کے راستہ سے چھوڑے نقوش کے مقابلہ میں کہیں بڑھے ہوئے اور گہرے نظر آتے ہیں اس طرح صدقۂ جاریہ کی اعلیٰ شکل ''عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهٖ'' جسے صحیح حدیث شریف میں موت کے بعد بھی نفع بخش بتایا گیا ہے کی توفیق ملی، بلکہ خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے یقین ہے کہ اس کا نفع موصوف کو مل کر رہے گا کہ اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہزاروں شاگردوں سے یہ صرف اس نافعیت کے علمی وعملی مظاہر سرزد ہوں گے (بلکہ ہو رہے ہیں) بلکہ دعائے مغفرت وعلو مرتبت کی توفیق سے بھی بہرہ یاب ہونگے! اس طرح مفتی صاحبؒ کے اجر وذُخر کا صحیح اندازہ لگانا کسی انسان کیلئے آسان نہیں ہے پھر یہ معنوی علمی اولاد انشاء اللہ تعالیٰ صلبی اولاد کا نعم البدل ثابت ہوگی جس کا مشاہدہ انشاء اللہ وہاب وکریم تعالیٰ جب دکھائے گا تب ہو سکے گا (جمعنا الله و اياه فی جنات النعيم) آمین یارب العالمین۔

بس اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے اسے بھی مفتی صاحبؒ کی ایک طرح سے کرامت ہی کا اثر کہا جانا چاہئے کہ یہ حقیر کوتاہ قلم بھی آں محترم کے بارے میں مذکورہ بالا سطور لکھنے کے قابل ہو گیا۔

☆☆☆

شریعت وطریقت کے امام

مفتی جمیل الرحمن قاسمی جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ دیو بندی جماعت کے اہم بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ حدیث مفتی اعظم ناظم ومتولی کی حیثیت سے ان کی شہرت ثانوی درجہ رکھتی ہے اصل ان کا تعارف ایک جید عالم، محقق، فقیہ، پاکباز، پاک طینت، روشن ضمیر بزرگ، ملت اسلامیہ کے ایک مدبر، مفکر، روشن خیال، کشادہ دل، مصلح ومربی کی حیثیت سے ہے۔

حضرت مفتی صاحب کا تقویٰ تقدس اور فقہی بصیرت وادراک کا شہرہ عالمگیر سطح پر رہا، آپ کو برطانیہ افریقہ بلاد خلیج ریاست ہائے برصغیر ہند پاک بنگلہ دیش کے عوام وخواص علماء ربانیین راہِ طریقت کے طالبین وعارفین کی مرجعیت ومرکزیت کا شرف حاصل رہا، عمر مبارک کی آخری دہائی میں حضرت کی مقبولیت کا یہ عالم رہا کہ باہر کی عظیم شخصیات کا کشور جہاں ہندوستان آمد کا اولین اور اہم مقصد حضرت مفتی صاحب کی زیارت وملاقات ہوتا، ہم نے بارہا مشاہدہ کیا کہ طلب حق کے ان متوالوں نے حضرت سے علمی، روحانی استفادہ کرکے اطمینان ومسرت کا بھرپور اظہار کیا اور ایسا تاثر پیش کیا گویا ان کو متاع گراں مایہ کا حصول ہوگیا اور وہ اہم مقصدِ زندگی سے بہریاب ہوگئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ میرٹھ کے اہم مردم ساز قصبہ اجراڑہ کے باشندہ، حضرت مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحب قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند، جماعت دیوبند کے مؤقر بزرگ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سابق ناظم مظاہر علوم کے خلیفہ ارشد ہیں۔ جو مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ اور تلمیذ خاص تھے، حضرت مفتی صاحبؒ قطب عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ اور معتمد خاص تھے شیخ العارفین حضرت اقدس حافظ محمد حسین اجراڑویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ کے فیض یافتہ اور مبارک نسبت سے بہرہ یاب ہیں ان بزرگوں کی فیض صحبت نے مفتی صاحب کے کمالات کو مزید تاباں ودرخشاں بنایا۔ اساطین امت کی نسبتوں صحبتوں اور برکتوں نے مفتی صاحب کی شخصیت کو جامعیت اور آفاقیت عطا کی۔

حضرت مفتی صاحب اپنی مبارک مجالس اور عام جلسوں میں اتباع سنت اور پیروی شریعت پر زور دیتے،

اہل علم اور اہل طلب کو سلوک وطریقت کا رمز آشنا بناتے ،کوئی بھی عالم اور خادم دین خواہ وہ کسی درس گاہ سے وابستہ ہو مفتی صاحب کی آنکھ کا تارا تھا ،فروغ دین حق اور احیاء سنت کے لئے کام کرنے والے افراد اور جماعتوں کی مفتی صاحب توقیر فرماتے اور بلاامتیاز اپنی شفقت اور سرپرستی سے نوازتے اور تمام خدام دین حضرت مفتی صاحب کے وجود مسعود سے تقویت اور حوصلہ محسوس کرتے ،حضرت کی دعاء اور توجہات کو اپنے لئے بیش قیمت سرمایہ سمجھتے ،سینکڑوں مدارس عربیہ دینیہ مفتی صاحب کی زیرسرپرستی طلب رضاء الٰہی اور خدمت دین متین کی راہ پر گامزن رہے۔

۱۹۹۸ء میں حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی قدس سرہٗ نے نئی دلی میں آل انڈیا ملی کونسل کنونشن منعقد کیا ،ملت کی اہم ناگزیر ضرورت اور حضرت قاضی صاحب کے اصرار و پیہم کے پیش نظر ناسازی طبع کے باوجود مفتی صاحب نئی دلی تشریف لائے اور کنونشن کو رونق بخشی۔

۲۰۰۰ء میں جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر حضرت غایت درجہ علیل تھے ،حضرت مولانا عبداللہ مغیثی صاحب دامت برکاتہم کے شدید تقاضے اور اصرار پر اجلاس میں شرکت فرمائی ،نصائح عالیہ سے نوازا ،اجلاس کے آخر میں دردوسوز میں ڈوبی ہوئی ایسی دعاء کرائی کہ ہر شخص کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں جاری ہوگیا ،خشیت الٰہی استعانت خداوندی کا ایمان افروز روح پرور نظارہ چشم فلک نے دیکھا ، حاضرین نے مفتی صاحب کے کلمات طیبات کو حاصل اجلاس سمجھا اور انابت الی اللہ کی سعادت کو زندگی کا بیش قیمت ارمغان قرار دیا۔

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی عمت فیوضہم نے حضرت مفتی صاحب کو راز دار جاں نثار مخلص رفیق کا درجہ دیا ،حضرت مفتی صاحب حضرت مولانا محمد سالم صاحب کو اپنا غمگسار دردمند اور پشتیبان محسوس فرماتے تھے ،حضرت خطیب الاسلام مدظلہم العالی نے جس اجلاس اور جس مشاورت کے لئے مفتی صاحب کو زحمت دی ،مفتی صاحب نے بسروچشم قبول فرمائی ۔اور خداداد فہم وفراست اور بالغ نظری سے پیچیدہ مسائل کا حل پیش کیا ،تلقین وتعلیم سے مجالس کو فیض یاب فرمایا۔

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ یوم جمعہ وقف دارالعلوم کی جدید عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا ،فقیہ ملت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے سنگ بنیاد رکھا اور اس مقدس تاریخی عمل میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو بھی شریک کیا۔

اکابر مشائخ اور علماء ربانیین کے اس تاریخ ساز اجتماع میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نے جو تقریر کی اس کا ایک اقتباس پیش کررہا ہوں ،مفتی صاحب نے فرمایا۔

''آج ہم سب کے لئے بیحد خوشی ومسرت کا دن ہے، وقف دارالعلوم جن حالات میں جاری کیا گیا وہ آپ سب پر واضح ہیں۔''

حضرت حکیم الاسلامؒ کی اس قیمتی یادگار کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی اس تقریب میں شرکت ہم سب اپنی بہت بڑی سعادت سمجھتے ہیں اور نہایت مسرت کے ساتھ آپ سب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ انجام بخیر فرمائیں۔

ان عمارات کے علاوہ بھی (جن کی آج بنیاد رکھی جارہی ہے) دوسری تمام عمارات کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ وسائل اور آسانیاں فراہم فرمائیں اور قدم قدم کامیابیوں سے نوازیں۔ (ندائے دارالعلوم ۱۵؍جولائی ۱۹۹۴ء)

والد ماجد حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ اور ان کے ادارہ جامعہ رحمانیہ ہاپوڑ سے مفتی صاحب اور ان کے والد محترم حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا بہت گہرا تعلق رہا، دونوں بزرگ یہاں کے جلسوں اور خاص وعام اجتماعات میں شرکت فرماتے اور اہل علاقہ کو فیضیاب فرماتے۔

نومبر ۱۹۹۲ء میں حضرت قاری صاحب نے رحلت فرمائی، حضرت مفتی صاحب کئی ہفتے سے شدید علیل چل رہے تھے، اس کے باوجود اگلے دن بنفس نفیس تعزیت کے لئے ہاپوڑ تشریف لائے اور میرے اور دیگر بھائیوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنی نگرانی پشتبانی اور سرپرستی کا یقین دلایا، اپنی دعاؤں سے تقویت اور حوصلہ عطا فرمایا۔

عمر مبارک کی آخری تین دہائیوں میں حضرت مفتی صاحب نے سہارنپور، ہریدوار، دہرہ دون، مظفر نگر، مرادآباد، میرٹھ، بلندشہر، علی گڈھ، کانپور، دہلی، ہریانہ، راجستھان، اڑیسہ، بہار، بنگال اور جنوبی ہند کے سینکڑوں مقامات کا دورہ فرمایا۔ لاکھوں فرزندانِ توحید حضرت کے مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہوئے اور رشد وہدایت کا فیضان جاری ہوا، تعلیمات شرعیہ کے انوار فروزاں ہوئے۔

سفر آخرت سے چند ماہ پیشتر حضرت نے میرٹھ، ہاپوڑ، بلندشہر اور علی گڈھ کے بعض مقامات کا دورہ کیا، غایت درجہ کمزوری، ضعف پیری کے باوجود طالبین وعارفین کی مجالس میں طویل وقت گوہر افشانی فرمائی جیسے ہاتف غیبی نے سرگوشی کی ہو، یہ آپ کا آخری سفر ہے۔ نواز دیجئے، وصایا تلقین فرمادیجئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ علم وفضل کے درجۂ کمال پر فائز ہونے کے باوجود کبر ونخوت سے پاک تھے، عاجزی، انکساری، سادگی اور تواضع کے ساتھ شان استغناء اور خودداری کے مزاج نے حضرت کی ذات والاصفات کو تقابلی محاسن وکمالات کا پیکر بنایا اور مخلصین کی نگاہِ رشک اور رقیبوں کے دیدۂ تحاسد کے لازمی اثرات نے حضرت کی شخصیت کو کمال وجمال کے گلہائے رنگارنگ سے مزید آراستہ کردیا۔

آزمائشوں کی منزلیں آئیں، آلام کے پہاڑ ٹوٹے، صبر آزما مراحل سے گزر ہوا، حضرت مفتی صاحبؒ صبر واستقلال کا دامن تھامے رہے، جادۂ حق کو نہ چھوڑا، اکابر کی سونپی ہوئی امانت مظاہر علوم کے دفاع وتحفظ

میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں، قلب وجگر کا خون کیا، راتوں کی نیند کو خیر باد کہا۔ ہفوات سنیں، طعن وتشنیع سے دل برداشتہ ہوئے، لیکن انبیاء صدیقین وصالحین کے نقش قدم پر چل کر موقفِ حق پر ڈٹے رہے، اور اپنے کردار وعمل سے یہ واضح فرمایا۔ ؎

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

سلف صالحین کے نقش قدم پر رواں دواں یہ مرد مجاہد مادیت کے اس دور عروج میں کاخ فقیری میں فروکش، بوریہ نشین، آہ سحر گاہی کو بلند کرنے والا دردمند عوام اپنی مثال آپ رہا، اسوۂ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کردار سلف کو زندہ تابندہ رکھنے والا یہ مرد حق آگاہ سرخیل علماء اور قدوۃ الاولیاء رہا۔

الخلق عیال اللّٰہ پر اذعان رکھنے والا یہ درویش خلقِ خدا کیلئے ہر لمحہ مضطرب اور بے چین رہتا، امت مسلمہ زوال وانتشار کی شکار، ایثار واتحاد کا فقدان، اخلاقی قدروں کی پامالی، ہر طرف بلاؤں کا طوفان، آزمائشوں کی یلغار، ایمان ویقین کی راہوں سے دوری کے عواقب سے دوچار معاشرہ، فہم وفراست سے محروم سماج کی حالت زار پر فکرمندی دن کے اجالے میں حضرت مفتی صاحب کے خدوخال سے ظاہر ہوتی اور شب کی تاریکی میں حضرت کی گریہ وزاری کی صدائے عرش رسا، خالق ومخلوق کے درمیان اتصال وارتباط پیدا کرتی اور پورا ماحول جلوہ گہ طور بن جاتا۔

نہ پوچھ حال مرا وہ چوبِ خشک صحرا ہوں
لگا کے آگ جسے کارواں روانہ ہوا

چند سال گزرے ایک شب موسم سرما کی شدید ترین ٹھنڈ، شہر کے مضافات اور دور دراز کے عقیدتمندوں کا ہجوم، عصر سے عشاء تک یکے بعد دیگرے متوسلین کی مراجعت کا سلسلہ جاری، نماز عشاء کا وقت آیا، بعض ضیوفِ کرام کو عرض مدعا کا موقع نہ ملا، حضرت نے معمول کے خلاف عشاء بعد بھی مجلس جاری رکھی۔ ایک شوریدہ حال پراگندہ بال مسافر بھی حضرت تک پہنچا، عرض کیا، حضرت میں کشمیر سے آیا ہوں۔ دہلی جانا ہے، یہاں کوئی تعارف نہیں، ٹھکانہ نہیں، رات گذارنی ہے، ہو سکے تو زادراہ کا بندوبست ہو جائے، پوری مجلس منتظر تھی حضرت کیا جواب دیتے ہیں، وہ وقت بہت نازک چل رہا تھا، مدارس میں اجنبی مہمانوں کے ٹھہرانے پر پابندیاں تھیں، حضرت نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی، پھر مہمان خانہ کے نگراں کو بلایا فرمایا کہ یہ مہمان ہیں ان کو اپنے کمرے میں اپنے ساتھ ٹھہرانا، طعام کا چائے کا نظم کرنا اور صبح میری مجلس میں لے کر آنا، صبح جب شخص مجلس میں آیا، حضرت نے زادراہ کے طور پر خاموشی کے کچھ اس کو دیا اور دعا دے کر رخصت کیا، اس قوت جس طرح کی نازک

اور پیچیدہ صورت حال تھی، اس اجنبی مہمان کے اس انداز کا حسن سلوک وہی مرد مومن کرسکتا تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایقان ہو، خلق خدا سے درجۂ کمال کی محبت وفریفتگی رکھتا ہو، ہر خوف وخطر سے بے نیاز ہو کر، محض اللہ کی رضا جوئی اس کا مدعا ومقصود ہو۔

تزول جبال الراسیات وقلبهم
عن الحب لا یخلو ولا یتزلزل

تعزیت کے سلسلہ میں آنے والے افریقی مہمانوں نے بتایا کہ جنوبی افریقہ کے محبین ومتوسلین ایک مدت سے درخواست کرتے تھے، حضرت ہمارے یہاں تشریف لائیں، حضرت نے عمر کے آخری مرحلہ میں درخواست کو قبول فرمایا، حضرت کی آمد ہمارے لئے عید سے بڑی خوشی لے کر آئی، حضرت نے جگہ جگہ تقریریں فرمائیں، مجالس منعقد کیں، بہت علمی روحانی فیض پہنچایا، واپسی کے وقت احباب نے کچھ رقوم حضرت کی ذات کو بطور عطیہ دینا چاہیں، حضرت نے معذرت فرمائی، کوئی پیسہ کسی طرح کا قبول نہیں کیا، فرمایا میں ذاتی ہدایا نہیں لیتا، مدرسہ کے لئے جو دینا چاہیں وہاں پہنچائیں، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے اس طرز عمل نے ربانیین کے وقار کو اور درویشی کا وصف تاباں وفروزاں ہوا۔

دارا وسکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسداللّٰہی

حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات ملک وملت کا عظیم ترین خسران ہے، مظاہر علوم سوگوار ہیں، رشد وہدایت کے رجالِ کار علوم دینیہ اور معرفت الٰہیہ کے طالبین ایک عظیم خلا محسوس کر رہے ہیں، مظاہر علوم کا ذرہ ذرہ نوحہ کناں ومرثیہ خواں ہے اور اشکہائے رنج والم کا سیلاب رواں ہے۔

ویراں ہے میکدہ خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار میں

حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر سچا خراج عقیدت یہ ہے کہ حضرت کے تلامذہ محبین ومتوسلین اس جادۂ حق پر تیز گام ہوں جس کیلئے حضرت والا نے عظیم ترین تکلیفیں برداشت کیں، اپنے قلب وجگر کو پارہ پارہ کیا، اعصاب وجوارح کو مضمحل کیا، جس راہ عزیمت پر چل کر حضرت والا نے قرب خداوندی کا اعلیٰ وارفع مقام حاصل کیا، ایثار واخلاص تقویٰ خشیت اور انابت الی اللہ کی جو قدریں روبہ زوال تھیں ان کو حیات نو بخشی اور اولیاء کاملین کے اوصافِ گراں مایہ کو زندہ جاوید بنایا۔

آسماں اس کی لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

قابل تقلید شخصیت

حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہٗ، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ عوام وخواص کے درمیان زیادہ تر مفتی صاحب کے نام سے پہچانے جاتے تھے بعض حضرات ناظم صاحب کے نام سے آشنا تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ نہ صرف مفتی اعظم تھے نہ صرف ناظم اعلیٰ تھے بلکہ بہت سی صفات حسنہ کے مالک تھے اس زمانہ میں تفقہ کے اعتبار سے یکتا تھے، علمی استحضار درجہ کمال کو پہونچا ہوا تھا فقہی مسائل کو نہایت آسان انداز میں حل فرمادینے میں ان کو امتیاز حاصل تھا۔

فدوی کو بہت مرتبہ حضرت مفتی صاحب سے مختلف قسم کے امور میں مراجعت کی ضرورت پیش آئی بعض روایات کتب کا حل جو حضرت والا نے بیان فرمایا اسی سے تسلی وتشفی ہوئی بعض مرتبہ فقہی مسائل عزیزم مولوی عبدالخالق سلمہٗ استاذ مدرسہ مظاہر علوم کے ذریعہ تحریری طور پر حضرت سے معلوم کرائے حضرت والا کے ہاتھ میں رعشہ ہونے کے باوجود اکثر باتوں کا جواب اپنے دست مبارک سے لکھا اور بعض کا لکھوا کر اس پر دستخط فرمائے، حالانکہ اس وقت آپ دارالافتاء کی خدمات انجام نہیں دے رہے تھے مگر شفقتاً جواب تحریر فرمادیتے، غالباً اس کا منشا حضرت کے نزدیک یہ ہوگا کہ پرچہ چونکہ میرے ہی نام ہے اسلئے جواب نہ دینا اور دارالافتاء کے حوالہ کردینا مناسب نہیں ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ بندہ اپنی قلبی تسلی کیلئے حضرت ہی کے جواب کا خواہاں رہتا تھا۔

یوں تو بندہ ہمیشہ تمام ہی علماء حق کی عظمت کا معترف رہا ہے اور اپنے اکابر ہی نہیں بلکہ اصاغر کو بھی اپنے سے مافوق خیال کرتا رہا ہے مگر حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی ذات عالی کے متعلق بندہ کا یہ یقین رہا ہے کہ علمی صلاحیت واستعداد کے اعتبار سے آپ کو بحمداللہ درس نظامی کی چھوٹی بڑی سبھی کتابوں پر دسترس حاصل ہے جبکہ بعض حضرات بڑی کتب بالخصوص کتب حدیث میں جلالت شان کے مالک ہیں مگر ہر فن کی کتاب پر عبور یہ صرف حضرت والا ہی کا حصہ ہے چنانچہ بندہ سے متعلق تقریباً بیس سال سے بخاری شریف کا درس ہے بندہ کی خواہش ہمیشہ یہ ہی رہی ہے کہ بخاری کے افتتاح واختتام کیلئے حضرت کی

تشریف آوری فدوی اور مدرسہ کی واقعی اور اہم ضرورت ہے۔ بحمد اللہ ارکان جامعہ اسلامیہ نے بھی کبھی اس سلسلہ میں پس و پیش نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ حضرت کو ایسے مواقع پر مدعو کرتے رہے اور حضرت والا کی بے پناہ صلاحیت سے ہم برابر محظوظ ہوتے رہے۔

حضرت کی افتتاحی تقریر ہوتی یا اختتامی، ہر موقع پر حضرت بندہ کے ساتھ اپنے تعلق کا اظہار فرماتے، جامعہ اسلامیہ سے اپنی وابستگی اور محبت کا تذکرہ فرماتے جب کہ ہم لوگ حضرت والا کا کما حقہ احترام بجالانے سے اکثر قاصر رہتے، حضرت والا کی مدرسہ میں تشریف آوری ابتداءًا اکثر بس وغیرہ سے ہوتی، سڑک سے مدرسہ تک پیدل تشریف لیجاتے ایک مرتبہ تشریف لانے میں دیر ہوگئی اہل مدرسہ کو خیال ہوا کہ چونکہ گاڑی کا نظم نہیں کیا گیا ہے اسلئے شاید آپ تشریف نہیں لائے، تھوڑی دیر بعد حضرت والا کرایہ کی گاڑی کر کے تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کسی وجہ سے بس نہیں چل رہی تھی جس کی وجہ سے آنے میں تاخیر ہوگئی کبھی آپ حضرات یہ خیال فرمائیں کہ گاڑی کا نظم نہ ہونے کی وجہ سے میں نہیں آیا تھا، حضرت والا کا یہ جملہ سن کر ہم لوگوں کو خجالت ہوئی اور محسوس ہوا کہ حضرت کو ہماری بات کا کشف ہوا ہے، اس لئے آپ نے اس کا دفعیہ فرمایا۔

واقعی یہ حضرت والا کا حصہ تھا بڑی بات جو دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ کبھی بھی حضرت مدرسہ میں مسند نظامت پر نہ بیٹھتے بلکہ ذرا فصل سے بیٹھتے یہ حضرت کا سنت پر عمل تھا جیسا کہ حدیث میں ہے ولا یجلس الرجل علی مکرمۃ اخیہ الا باذنہ مگر آپ باوجود اجازت واصرار کے بھی وہاں نہ بیٹھتے افتتاحی واختتامی درس بخاری کے موقع پر حضرت والا کی تقریر مبسوط ہوتی، علمی موتی بکھرتے، اساتذہ وطلباء سب محظوظ ہوتے، اس میں شرکت کرنے والے عوام کیلئے پند ونصائح، علم اور علماء سے تعلق کی باتیں ہوتیں، حضرت ہی کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوتا دعا کے وقت گریہ وزاری کا قابل دید منظر رہتا ہم جیسے سخت دل لوگوں کو بھی رونا آجاتا جو دعا کی قبولیت کی علامات میں سے ہے، باوجود ناسازطبیعت کے مجلس میں اخیر تک تشریف فرمارہتے حتی کہ طلبہ وعوام کے مصافحہ کرنے کی درخواست کو بھی رد نہ فرماتے مدرسہ کی جانب سے کسی رقم کو قبول نہ فرماتے، حضرات اساتذہ کرام ذاتی طور پر کچھ پیش کرتے تو بھی بہت اصرار کے بعد قبول فرماتے، کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت والا بغیر کسی اطلاع کے اچانک مدرسہ میں یا گھر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ فدوی فلاں جگہ سے واپس ہورہا تھا خیال ہوا کہ آپ سے بھی ملاقات کرتا چلوں۔

ایک مرتبہ فدوی کی حج سے واپسی پر اچانک تشریف لے آئے ایسے ہی عزیزم مولوی عبدالخالق سلمہ کے دو نوعمر بچوں کی وفات پر اطلاع پاتے ہی تشریف لے آئے اور نماز جنازہ پڑھائی ،فدوی کو بہت تعجب ہوا اور حضرت والا کے تعلق وشفقت کا اندازہ ہوا غالبًا اسی تعلق کے پس منظر میں اس سال ماہ رمضان میں ایسا ہوا کہ فدوی نے رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف کا ارادہ ترک کردیا جب کہ ایک زمانہ سے دل تھا کہ اچانک ۲۸؍رمضان کو حضرت والا کی وفات حسرت آیات کی غمناک خبر ملی اور بندہ کو جنازہ میں شرکت کی سعادت میسر ہوئی چنانچہ بہت سے حضرات متعلقین ومحبین اعتکاف کے عذر کی بناء پر شرکت نہیں فرما سکے اور بندہ غالبًا اُس اللہ والے کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے اعتکاف نہ کرسکا ہوسکتا ہے کہ یہ شرکت ہی بندہ کی نجات کا باعث بن جائے۔

ع۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

اللہ رب العزت ہم سب کو صبر جمیل اور حضرت والا کے اوصاف حمیدہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ،آمین۔

احب الصالحین ولست منهم
لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحاً

.....

حضرت فقیہ الاسلامؒ ...... کچھ یادیں

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری شیخ الحدیث جامع الہدیٰ مرادآباد

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم

حضرت فقیہ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے وصال ۲۸/۹/۱۴۲۴ھ کے فوراً بعد ایک آٹھ صفحات کا کتابچہ طبع کرا کر تقسیم کر چکا ہوں جو حضرت والا کی بہت مختصر سوانح حیات منثور اور ''اشکہائے غم'' کے عنوان کے تحت بیاسی اشعار پر مشتمل تھا سہارنپور ناظم اعلیٰ مظاہر علوم (وقف) کی خدمت میں بھی پچاس نسخے روانہ کر چکا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ اس کمترین راقم الحروف کی طرف سے اتنا ہی کافی تھا مگر مزید کچھ لکھنے کی فرمائش پہنچنے پر سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں ہشت پہلو ہیرے کا ہر پہلو عجیب خوشنما اور جگمگ ہے، فقیہ الاسلام کی کتاب زندگی کا ہر باب روشن اور ہر صفحہ تابان و درخشاں ہے، اب خامہ فرسائی کے لئے کی ایک کا انتخاب اور تعیین ترجیح بلا مرجح کا مصداق اور کشمکش و تردد کا موجب ہے۔ اس لئے چند منتشر و محفوظ یادیں جو دل و دماغ میں کنقش الحجر انمٹ اور مستحضر ہیں ان کو لکھ کر تعمیل فرمائش کی کوشش کرتا ہوں گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

والدین کے ہمراہ لاہور سے وطن واپس ہوتے ہوئے کم سنی و بے شعوری کی عمر میں سہارنپور سے گذر ہوا تھا بلکہ نجیب آباد جانے والی گاڑی کے انتظار میں چند گھنٹے اسٹیشن پر قیام بھی رہا تھا، والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ جب ہم لوگ سہارنپور کے اسٹیشن پر کچھ دیر ٹھہرے تھے تو تم (راقم الحروف) نے سہارنپور رہنے کی دعا کی تھی چنانچہ زندگی کا بیشتر حصہ سہارنپور و نواح سہارنپور میں رہ کر یا اس سے قلبی تعلق میں گذرا۔ ؎

وہ نقش پا کہ رہبر منزل کہیں جسے
میرے لئے تو پاؤں کی زنجیر بن گیا

اس کے ۸۔۹ سال بعد بعمر ۱۳ر سال بغرض تحصیل علم سہارنپور کا سفر پیش آیا، شوال ۱۳۷۲ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور پہنچ کر دار الطلبہ قدیم کے ایک کمرہ میں فروکش ہوا، نماز عصر سے قبل رفقاء کے ہمراہ مسجد مدرسہ قدیم پہنچا، گرمی کا موسم تھا اور مسجد کا برآمدہ بھی تعمیر نہیں ہوا تھا برآمدہ تو ہماری فراغت کے بعد جب حضرت شیخ کے اجتماعی اعتکاف کا سلسلہ شروع ہوا اب تعمیر ہوا تھا۔ صحن مسجد میں عصر کی نماز کے لئے علماء و صلحاء اور طلبہ کا مختصر سا ایک بے مثال مجمع موجود تھا ایسا عجیب نورانی مجمع و منظر زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا، اس مجمع میں اکثر سرخ و سفید

لحیم شحیم عظیم الجثہ وعظیم اللحیہ مشرع ومتدین لوگ نظر آرہے تھے محلہ کے شیوخ کے علاوہ اس نورانی مجمع میں حضرات علماء وطلبہ بھی تھے جن میں حافظ القرآن والحدیث شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم شیخ المشائخ قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جامعہ رئیس الفقہاء حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتیٔ اعظم جامعہ، یوسف زماں حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مجاز حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ واستاذ معقولات جامعہ، سید الاتقیاء حضرت مولانا سید ظہور الحق صاحب استاذ جامعہ، حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب (والد بزرگوار امیر جماعت مولانا انعام الحسن صاحب) مہتمم مالیات جامعہ وغیرہم قابل ذکر ہیں جو بسطۃ فی العلم والجسم کے سچے مصداق تھے اس مجمع میں نگاہیں خیرہ وحیران تھیں کہ اقامت صلوۃ کا وقت ہوگیا تو دفتر کی جانب سے بھولی بھالی اور نورانی صورت دبلا پتلا نوجوان اگلی صف میں برآمد ہوکر مصلی پر جا کھڑا ہوا اور مصلی کے محاذ میں اگلی صف پر بیٹھے ہوئے ملا اللہ بندہ نے (جو ملا عبد اللہ موذن کے والد علی الدوام تکبیر اولیٰ کا اہتمام کرنے والے ذاکر وشاغل بھاری بھرکم آدمی تھے) انہوں نے تکبیر پڑھی اور اس نوجوان صالح نے ہلکی پھلکی نماز پڑھائی یہ امام عالی مقام سعید بن سعید فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب تھے جو امام الفقہاء مفتیٔ اعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے لخت جگر وجانشین تھے۔

لطیفہ:۔حضرت شیخ کے وطن کاندھلہ میں ایک مرتبہ متعدد علماء ومشائخ مسجد مولویان میں مجتمع تھے نماز کا وقت ہوا تو شیخ المشائخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (جو نحیف وضعیف نوجوان عالم تھے) کو امامت کے لئے آگے بڑھادیا حضرت کے برابر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کھڑے تھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے کان میں کہا کہ انجن بہت چھوٹا ہے حضرت نے برجستہ جواب دیا مگر اس میں پاور بہت ہے، یہاں پر امام الاعلام کا معاملہ بھی ہو بہو ایسا ہی تھا۔

ہلکی پھلکی نماز:۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **من ام قوم فلیجوز فی صلوته فان فیھم المریض والضعیف وذاالحاجة** (جو تم میں سے لوگوں کی امامت کرے تو نماز ہلکی پھلکی پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں بیمار کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں) حضرت فقیہ الاسلام نماز بہت ہلکی پھلکی پڑھاتے تھے جوانی سے لیکر اعذار کے پیش آجانے تک آپ مسجد مدرسہ قدیم میں امامت فرماتے رہے، ایک مرتبہ شیخ المشائخ حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ تشریف لائے حسب معمول مہمان خانہ مدرسہ قدیم میں قیام تھا نماز مسجد مدرسہ قدیم میں پڑھی اور اوپر مہمان خانہ میں تشریف لے گئے، مفتیٔ اعظم حضرت مفتی سعید احمدؒ

سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہیں جنہوں نے امامت کی، مفتی صاحب نے فرمایا غلام زادہ ہے، حضرت رائپوریؒ نے فرمایا نماز بہت ہلکی پھلکی پڑھائی مفتی صاحب نے فرمایا وہ نوجوان ہے اس پر حضرت رائے پوریؒ ہنسے اور خاموش ہو گئے۔

میرے استاذ ذوالاحترام :۔داخلوں کی تکمیل کے بعد اسباق شروع ہوئے تو پہلے گھنٹہ میں پہلا سبق شرح جامی بحث فعل کا حضرت اقدس مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندی (متولد ۱۳۰۱ء متوفی ۱۳۸۴ھ) سے پڑھا حضرت والا عبادت و زہد اور ورع و تقویٰ میں اعجوبہ روزگار تھے نورانی چہرہ سفید چمکدار ڈاڑھی لباس ہی نہیں ہر ادا سنت کے مطابق تھی، حضرت علامہ صدیق احمد صاحب کشمیریؒ ان کو حضرت جبرئیل کہا کرتے تھے، حضرت والا سے بندہ نے شرح جامی بحث فعل و حرف، الفیہ بن مالک، شرح ابن عقیل، مختصر المعانی وغیرہ پڑھیں اور جب حضرت فقیہ الاسلام نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب ناظم اعلیٰ و محدث مظاہر علوم و بحر العلوم امیر العلماء رئیس المدرسین حضرت مولانا امیر احمد صاحب محدث کاندھلویؒ کے ہمراہ برما کا سفر فرمایا تو اس وقت کنز الدقائق کا معتدبہ حصہ بھی حضرت موصوف سے پڑھا تھا، دوسرے گھنٹہ میں کنز الدقائق کا سبق اسی نوجوان صالح امام الاعلام نے پڑھایا، مقدمہ کنز میں جو ضروری امور بیان فرمائے اسی سے علم کی گہرائی و گیرائی اور قوت تفہیم کا اندازہ ہو گیا تھا، یہ حضرت فقیہ الاسلام کے تدریسی سفر کا اولیں مرحلہ تھا، کنز الدقائق کا اکثر حصہ اور تعلیم المتعلم کا حضرت نے درس دیا اور خادم کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

دوسرے سال شرح وقایہ اور تیسرے سال ہدایہ اولین پڑھائیں گویا راقم نے کتب فقہ اکثر حضرت والا ہی سے پڑھیں علاوہ ازیں نور الانوار خارج اوقات میں حضرت ہی سے پڑھی، حضرت والا نے ہدایہ چار بار پڑھائی، تفسیر جلالین سات بار اور ۱۸ھ سے تا وفات کتب حدیث اور جملہ صحاح ستہ کا درس دیا۔

آپ کا فقہ و تفسیر و حدیث کا درس بے مثال ہوتا تھا حضرت والا ہر سبق بڑی تحقیق و تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ پڑھاتے تھے اور طلبہ جب تک پورے طور پر سمجھ نہ جائیں آپ مکرر اور سہ بار سمجھاتے، کسی طالب علم کے معقول یا نا معقول سوال پر کبھی خفا نہیں ہوتے تھے آپ نے ترمذی شریف ۳۳ بار پڑھائی آپ کے درس ترمذی شریف کی شہرت دور دور تک تھی، راقم الحروف کو بحر العلوم حضرت مولانا امیر احمد صاحب محدث کاندھلوی (م۔۱۳۸۴ھ) کے بعد حضرت فقیہ الاسلام سے سے استفادہ کا موقع میسر آیا جزاھم اللّٰہ عنا کما ھو اھلہٗ۔

فقیہ الاسلامؒ :۔اس لقب کے سچے مصداق تھے گویا تفقہ آپ کو میراث میں ملی تھی حضرت والا کے پدر بزرگوار اپنے دور کے فقیہ اعظم تھے تو آپ ان کے بعد ان کے جانشین صادق تھے، قطب العالم

حضرت شیخ الحدیث وحجۃ الاسلام حضرت اقدس ناظم صاحب وغیرہ اکابر کو آپ کے فتاویٰ پر مکمل اعتماد تھا، بعض مسائل میں حضرات مفتیان کرام کا اختلاف ہوا تو ان اکابر نے حضرت فقیہ الاسلام کی مکمل ومدلل رائے گرامی کی تصویب وتائید کی گوناگوں مشاغل اور اخیر عمر میں کثرت امراض وعوارض کے باوجود جزئیات فقہیہ کا استحضار اور قواعد کلیہ شرعیہ کا انضباط حیرت انگیز تھا، حضرت والا فراغت کے اگلے سال ۱۳۷۰ھ ہی میں معین مفتی اور ۱۳۷۱ھ میں نائب مفتی پھر ۱۳۷۷ھ میں صدر مفتی مقرر کئے گئے، تدریس وانتظام وغیرہ امور ومشاغل کے ساتھ عمر عزیز کا بیشتر حصہ فقہ وفتاویٰ کی خدمات میں گزرا۔ چنانچہ دیگر تصانیف کے ساتھ حضرت والا کے ہزاروں فتاویٰ بھی باقیات صالحات میں ہیں جو کئی مجلدات پر مشتمل ہوں گے۔

آپ کے فتاویٰ پر اکابر کو پورا اعتماد تھا کئی بار مشہور مفتیان کرام میں متعدد مسائل میں اختلاف کی نوبت آئی قوت دلیل کی بنیاد پر اکابر نے آپ ہی کے فتاویٰ کو ترجیح دی۔

بحیثیت ناظم مدرسہ:۔ آپ کی شخصیت علمی وعرفانی شخصیت تھی، آپ علوم وفنون میں مشغول ومستغرق رہتے خصوصاً علوم فقہ وتفسیر وحدیث میں آپ کو زبردست مہارت حاصل تھی، طلب علم کے زمانہ ہی سے فقہ حنفی آپ کی جدوجہد کا خاص مرکز وموضوع رہا ہے آپ نے نہایت ہی شوق اور رغبت کے ساتھ سید الفقہاء ومحدث اعظم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب اور مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب قدس اللہ سرہما سے باقاعدہ افتاء کی مشق کی اور اس علم شریف میں ہر دو ائمہ کی زیر نگرانی مہارت تامہ حاصل کی اور دونوں حضرات کی نگرانی میں فتاویٰ لکھتے رہے، آپ کی تمام توجہات علوم تفسیر وحدیث اور فقہ وفتاویٰ پر اس طرح مرکوز ہو چکی تھیں کہ گویا ان میں مصروفیت آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، تعلیم وتدریس، مطالعہ کتب اور افتاء کے علاوہ کسی طرف توجہ نہ فرماتے تھے بالکل آپ کے طبعی رجحانات کے برخلاف قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب وحجۃ الاسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ودیگر اراکین مدرسہ نے آپ کو ۱۳۸۵ھ میں نائب ناظم مدرسہ بنا کر انتظامی امور کی طرف کھینچا کیونکہ آپ جیسا مدبر وصائب الرائے ان حضرات اکابر کی نظر میں دوسرا کوئی نہ تھا پھر ان اکابر کے بعد آپ کو ۱۴۰۱ھ میں ناظم اعلیٰ ومتولی مدرسہ بنا دیا گیا۔

بہت پس وپیش کے بعد آپ نے اس عہدہ جلیلہ کو قبول فرمایا اور تادم واپسی اس پر قائم رہے اس دور میں خوشگوار وناگوار حالات کیا کیا اور کیوں پیش آئے اس کے لئے ایک طویل دفتر درکار ہے۔

(باقی آئندہ)

عظیم عالم

ہونے کے ابتداہی سے قرائن وآثار

حضرت مولانا انعام الرحمٰن صاحب تھانوی، استاذ مظاہر علوم وقف سہارنپور

بالائے　سرش　زہوشمندی　ے　تافت　ستارۂ　بلندی

بلند وبالاشخصیات جوعلم وعرفان اورسیادت وقیادت کے آسمان پرآفتاب عالم تاب ہوکرجلوہ افروز ہوئی ہیں ان کے سلسلہ میں ابتدائے عہد طفولیت سے رونما ہونیوالے قرائن ہی بعض دفعہ اس کی نشاندہی کردیتے ہیں اس کا اندازہ ہر دور میں بعض طبائع اوراذہان کو ہوتا رہا ہے، ماضی متوسط میں ایک عظیم المرتبت عالم حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانویؒ، حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کے دور طفلی ہی میں ان کے روز افزوں علمی وعملی نشوونما کے پیش فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد یہاں یہ لڑکا (علوم شریعت ومعرفت کی مرکزی شخصیت) ہوگا اسی طرح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی جب وہ یہیں مدرسہ سے فارغ ہوکر مدرس ہوگئے تھے تو ایک صاحبِ منصب قابل فرد نے ان کی ایک تفصیلی گفتگو سن کر فرمایا تھا کہ "ایک روز تم کو بہت بڑا آدمی ہونا ہے"، مستقبل کیلئے ہونیوالے یہ قیاسات جن کو بعد میں حقائق کا درجہ حاصل ہوابڑوں کی باتیں اوران کی آرائے گرامی تھیں لیکن کبھی چھوٹوں سے بھی اس قسم کے اندازے وقوع پذیر ہوجاتے ہیں اسی ذیل میں اس امر کا اظہار بھی ناگزیر ہے کہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب جب تعلیم کی تکمیل کرکے ۱۳۷۰ھ میں معین مفتی متعین ہوگئے تھے اورعلم وعمل کے ابتدائی حالات ہی میں تھے اس وقت گاہ بگاہ کسی مؤقر مہمان سے ان کیلئے بیان تعارف کے ساتھ احقر راقم الحروف کا ایک جملہ ہوتا تھا "مستقبل کے بڑے عالم" چنانچہ چشم عالم نے دیکھا کہ وہ مستقبل میں جواَب ماضی بن چکا ہے جس عظیم عالم کی حیثیت سے منصۂ شہود پر درخشاں وتاباں ہوئے اس کی زریں کیفیات کو جو اس مجموعہ کے صفحات قرطاس پر آپ کے ہاتھوں میں ہے باحسن وجوہ دعوت ملاحظہ دے رہے ہیں۔

ان کا ابتداء ہی سے علوم میں درک ورسوخ رکھنے والے فضلاء میں شمار ہوتا تھا وہ مسلسل شاہراہ ترقی پر گامزن تھے کہ ۱۳۷۷ھ میں کماً وکیفاً حسن کارکردگی پر ان کو صدر مفتی تجویز کیا گیا وہ فقہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کی طرح ایک بلند وبالا مرتبہ، مہارت تامہ، دسترس کاملہ اور ید طولیٰ رکھتے تھے اس امر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو طبع رسا اورذہن مجلّا ودیعت فرمایا تھا اوراس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب کے

وہ بھی قائل تھے جوان سے کسی نوع سے اختلاف رکھتے تھے۔

فقہ میں اس منتہائے عروج کے باعث حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب سابق ناظم مدرسہ جو بہت کم کسی کے معتقد اور معترف ہوتے تھے، مسائل کے استفسار میں ان کو اہمیت اور ترجیح دیتے تھے۔

۲۹؍رمضان المبارک کو رویت ہلال کا قضیہ پیش آتا تھا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے یہاں اعتکاف میں انتہائی قابل ترین صاحب علم وافتاء موجود ہوتے تھے اور ان میں بعض تو بہت ہی اونچے درجہ کے۔ مگر حضرت شیخؒ، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے پاس کسی شخص کو بھیج کر یہ معلوم فرماتے تھے کہ ''اس بارے میں مفتی مظفر صاحبؒ کی کیا رائے ہے''، جس سے افتاء کے باب میں ان کی انفرادیت اور تبحر ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔

ان کے فہم وتدبر کا یہ واقعہ بھی قابل تحریر ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے طلبہ کے ہنگامی حالات کے بہت شدید ہونے پر معتد بہ مختصر تعداد میں بعض نمایاں افراد کو مدعو کیا جن کے اجتماع سے مجلس کی شکل ہوگئی، ختم مجلس پر آئندہ اسکی میٹنگ ہونیکا اعلان کردیا گیا جب اس مجلس کے افراد رخصت ہوگئے تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے مفتی صاحب سے فرمایا کہ ''کہو مفتی صاحب ٹھیک رہا'' حضرت مفتی صاحب نے جواباً عرض کیا کہ ''حضرت! بالکل نہیں'' اور پھر مختصراً اس کی تشریح فرمائی، حضرت شیخؒ کی بصیرت کہ یہ اہم جواب سننے کے بعد پھر حضرت شیخؒ نے اس مجلس کو طلب نہیں فرمایا۔

۱۳۸۱ھ میں ان کے استاذ حدیث ہونے کی تعیین ہوئی انہوں نے دوسری جملہ کتب کے بعد بخاری شریف اور ترمذی شریف بھی متعدد بار پڑھائیں حتی کہ بحرانی دور میں تو دورہ حدیث شریف کی جملہ کتب بہمہ خوبی تدریس ختم کرائیں اور نہایت عمدگی اور محنت وجانفشانی سے تعلیم وتدریس کا حق ادا فرمایا، ان کی تدریس کے بہترین اسلوب، افہام وتفہیم اور نکات آفرینی نے تعلیم حاصل کرنیوالے طلبہ کو انکا گرویدہ بنادیا تھا اور انکی ترمذی شریف کا درس تو مثالی معیار، زبان زد خاص وعام علمی حلقوں میں معروف رہا ہے، یہ امر متعارف ہے کہ وہ ترمذی شریف کی ایک ایک حدیث کے متعلق بہت سی جزئیات بیان فرماتے تھے اس طور پر کہ طلبہ کے اذہان پر ثبت ورَاسخ ہوجائیں ان کے تلامذہ میں بہت سے قابل وفاضل اور جید الاستعداد علماء ہیں۔

۱۳۸۵ھ میں حالات وضرورت کی بناء پر نائب ناظم کے اہم ترین منصب پر تعیین کیلئے غور ہونے لگا اس تخیل کیساتھ کہ اَب نائب ناظم اس کو مقرر کرنا ہے جس کو آئندہ ناظم بھی ہونا ہے اس کے تفحص میں سب سے آخر میں ارباب حل وعقد کی نظر عمیق تر، گوناگوں علمی عظمتوں، بوقلموں عملی رفعتوں اور ان میں بیش وافزوں عرفانی صلاحیتوں کے باعث آپ پر آکر ٹھہر گئی، اور نائب ناظم کے متعلق آپ سے معلوم کیا گیا مگر چونکہ آپ تعلیم وتدریس وافتاء کے مشاغل کا بہت زیادہ ذوق اور شغف رکھتے تھے۔

اس لئے آپ نے اس منصب کو قبول کرنے سے عذر فرمادیا، ارباب حل وعقد کے آپ سے معلوم کرنے کا امر مشعر ہے کہ یہ حضرات اس عہدہ کیلئے آپ کے حق میں تھے اس لئے عالی جناب شاہ محمد مسعود صاحب رئیس بہٹ

نے سربراہ حضرات سے گفتگو کرنے اوران کے فرمانے پر بڑی جدو جہد سے مفتی صاحب کو اس منصب کے منظور کرنے کیلئے آمادہ اور تیار فرمایا چنانچہ دوسرے روز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا اور جملہ ارباب حل وعقد سے باہمی کے مشورہ کے بعد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ نے حضرت مفتی صاحب کو نیابت نظامت کیلئے منتخب فرمایا اوراس طرح ع۔ قرعہ فال بمولانا مظفر بزدند

۱۳۹۹ھ میں آپ کو قائم مقام ناظم اور ۱۴۰۱ھ میں ناظم کا منصب جلیلہ تفویض کیا گیا۔

آپ کے دور نظامت میں من جملہ دوسری عمارات ایک اہم عمارت کتب خانہ جدید اور مہمان خانہ کی تعمیر ہے اس کی تعمیر کی تاریخ ذیل احقر کی مرتب کردہ اس کی پیشانی پر جلی خوشخط قلم سے تحریر ہے۔

آں کتب ہست کہ گنجینۂ علم وعرفاں — بہرش ایں کاخ بنا شد چو بفضل رحمں
گفت انعامؔ سنہ ہجری تعمیر بفور — ایں کتب خانہ بنا بودہ چہ عمدہ ایواں

۱۴۰۴ھ

کتب خانہ جدید اور مہمان خانہ کے احاطہ میں احقر کی برآمد کردہ تاریخ ذیل کا یہ کتبہ نصب ہے۔

حضرت مفتی مظفر کی نظامت میں بنا — یہ کتب خانہ ومہماں خانہ عمدہ خوشنما
تھے بہم انیس سو چوراسی اور چودہ سو چار — عیسوی اور ہجری بالترتیب سن ہائے بنا

۱۹۸۴ء ۱۴۰۴ھ

مہمان خانہ کا عقبی زیریں حصہ اور بالائی حصہ (دارالمطالعہ) بعد میں تعمیر ہوا اس لئے اس کی تواریخ مندرجہ ذیل تواریخ بالا سے مختلف ہے۔

ہوئی یہ عمدہ منزل بالا وزیر کی تعمیر — پئے مطالعہ واضیاف خوب و باتوقیر
لکھا بنا کا دونوں کی انعام نے مسیحی سنہ — زہے بدہ دارالمطالعہ ومہمان خانہ نوتعمیر

۱۹۹۸ء

انعامؔ کردہ بہر سال ہجری تعمیر مصرع ایں افزوں — بودہ بنا دارالمطالعہ مہمان خانہ نو موزوں

۱۴۱۸ھ

دارالحدیث کی تجدید وتوسیع اور دارالتفسیر کی تعمیر بھی حضرت ہی کے دور سے متعلق ہے۔

ظاہری علمی فضیلت کے بیان کے بعد اب معنوی عملی عظمت کا تذکرہ اس طور پر ہے کہ عمل میں وہ ابتدائے سنہ شعور ہی سے دیندارانہ فکر وطرز پر مواظبت رکھتے تھے مرور ایام کیساتھ ان میں ازدیاد آپ کا مسلسل شعار رہا تھا، ورع وتقویٰ اور انابت الی اللہ ان کی زندگی کا جزو لاینفک بن گیا تھا وہ نام ونمود سے دور، تکلف وتصنع سے نفور تھے ان کی عارفانہ کیفیات کا امکانی طور پر اس عجلت کے ساتھ عروج وارتقاء ہو چکا تھا جو مستقبل میں ان کے اس سلسلہ کی بھی عظیم شخصیت

ہونیکی شہادت دے رہا تھا وہ علم نافع اور عمل صالح سے تو بدرجہ اتم بہرہ مند ہی تھے کچھ ہی ایام میں رشد وہدایت کے اس اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگئے جو اہل دل کا مقام، لائق احترام ہوتا ہے انکی اس پیش رفت پر حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہؒ خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے ان کو بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

مستحق بودایں اعزاز را آں فرد فرید شاہِ اسعد باُوچوں ''تمغۂ عرفاں'' بخشید

گویا اب وہ علوم وفنون کی جامعیت کے ساتھ رجوع الی اللہ اور اخلاص واحسان کی گرانقدر لامعیت سے بھی شرف اندوز اور طالبین ومتعلمین اور مسترشدین وسالکین کے لئے شریعت وطریقت کا مرجع وآماجگاہ تھے ۔
سب سے عظیم اور قابل قدر امر یہ ہے کہ جس کی مضمون بالا میں بھی نشاندہی ہوچکی ہے کہ اپنے علمی اور عملی فضائل ومحامد صاحب الرائے اور صائب الرائے ہونے کے سبب استاذ العلماء حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے یہاں وہ قبول عام کا درجہ رکھتے تھے ۔ان حضرات کے وہ بہمہ نوع معتمد تھے اور یہ حضرات بڑے اطمینان کے ساتھ یہ محسوس فرماتے تھے کہ ہمارے بعد کے لئے بزرگان سلف کے طرز پر جس کے ہم اب تک امین رہے ہیں اسی نوع کی ایک شخصیت کا جس کی حیات طیبہ کے تابندہ نقوش اظہر من الشمس ہیں، مدرسہ کے لئے نظم ہوگیا ہے، مزید برآں یہ کہ مدرسہ میں ان بزرگوں کے متعین کردہ ہمہ گیر محاسن کے ناظم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے عوام وخواص کے ادب وعقیدت اور احترام وعزت کے وافر رجانات ان سے وابستہ ہوگئے تھے۔

وہ ایک عالی منزلت شخصیت ہونے کے باوصف سادگی متانت، مکارم اخلاق، حسن طبیعت، تواضع وانکساری، حزم واحتیاط، زہد واستغناء، حلم وتدبر اور کریم النفسی کے پیکر اور اپنے کو کچھ نہ سمجھنے کے خوگر تھے، ملنے والوں خاص طور پر قدیم ملنے والوں سے مخلصانہ وضعداری اور ان کی ہر بات کا خیال واحساس رکھنا ان کا طرۂ امتیاز تھا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا کرم تعلق تواضع، بےلوثی اور بےنفسی کہ وہ ایک واقعہ کا مدرسہ کے بعض بےتکلف ملنے والوں سے کبھی ؛ی اپنی زبان فیض ترجمان سے تذکرہ فرماتے تھے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ مدرسہ کی جانب سے جن طلبہ کو تمرین تقریر کیلئے میرے یہاں بھیجا گیا ان میں آپ بھی شامل تھے لیکن مجھے ہمیشہ آپ کا انتہائی ادب واحترام ملحوظ رہا۔

وہ اس راقم الحروف پر ابتداء ہی سے بےانتہا کرم فرماتے تھے، ایک زمانہ میں قرب وجوار کے بہت سے اسفار بھی حضرت کے ساتھ ہوئے، مدرسہ میں ہر روز کا ان سے رابطہ وواسطہ تھا، ان کی کرم فرمائیوں میں کس کس کا بیان کیجئے، ان کے لطف ورأفت کی یادیں اس طرح گہرے طور پر ذہن ودل پر مرتسم ہیں کہ ان کے اظہار کی نزاکت الفاظ تاب وتواں سے ماوراء ہے، افسوس ہے کہ ایک جامع علم وعرفاں، مرد حق آگاہ، مدرسہ اور ملت کے سر سے اٹھ گیا جو آج کے دور قحط الرجال میں نقصان عظیم ہے۔اس حادثۂ عظمیٰ پر قلوب غمناک اور آنکھیں نمناک ہیں۔

لحد ان کی بہرسو بقعۂ انوار ہوجائے دریچہ اس میں جنت کا کھلے گلزار ہوجائے

حضرت فقیہ الاسلام

پہلی اور آخری ملاقات

مولانا مشاد علی قاسمی مہتمم جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور ضلع مظفر نگر

اہل اللہ کا حال تو ہم ایسے لوگ لکھنے کی کیا جرأت کر سکتے ہیں البتہ ان حضرات سے وابستہ اپنے کچھ واقعات اور چشم دید حالات اس نیت سے لکھ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ اس سے بزرگوں سے نسبت اور ان کی یاد تازہ رہتی ہے اور طالب صادق کو ان میں بہت سی کام کی باتیں بھی مل جاتی ہیں۔

پہلی ملاقات

سنہ وتواریخ سے مجھے بہت کم مناسبت ہے واقعات تو یاد رہ جاتے ہیں البتہ ان کی تاریخ اور سن وقوع (اگر لکھا ہوا نہ ہو) تو اکثر بھول جاتا ہوں، غالباً ۸۷۔۱۹۸۶ء کی بات ہے میں جلال آباد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا ایک خادم نے اندر آکر حضرت کو بتایا کہ حضرت مفتی مظفر حسین سہارنپور سے آئے ہیں اس کے ساتھ ہی مفتی صاحب مع چند احباب تشریف لے آئے اور مصافحہ وسلام، دعا کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت، ہم مقدمہ جیت گئے، جس پر حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور فرمایا کہ چائے پئیں گے؟ اس سوال پر مفتی صاحب گردن جھکا کر خاموش رہے یعنی ع۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے کا منظر تھا چنانچہ حضرت نے خادم کو چائے لانے کا اشارہ فرمایا اس دوران دونوں بزرگوں نے بہت سی باتیں کیں اور حضرت مفتی صاحبؒ دعا ومشورہ لے کر رخصت ہو گئے، یہ حضرت مفتی صاحب سے پہلی ملاقات یا زیارت تھی۔

آخری ملاقات

۲۰ رمضان ۱۴۲۴ھ کو میں عصر کے بعد حاضر ہوا حضرت مظاہر علوم میں اپنی مسند پر تشریف فرما تھے، ہمیشہ کی طرح محبت وبشاشت اور خصوصیت کے ساتھ پیش آئے، تھوڑی دیر حال احوال پوچھنے کے بعد مولوی احمد صاحب سے فرمایا مولانا کو گھر لے کر چلیں، مجھے اندر سے احساس تھا کہ اہلیہ کے انتقال کے بعد حضرت اپنے کو اب کتنا تنہا محسوس کر رہے ہوں گے اور طبیعت پر اس کا شدید اثر ہوگا لیکن حضرت کی گفتگو اور کسی بھی انداز سے ایسا ظاہر نہیں ہوا ان کے اندر ضبط وتحمل کی جو غیر معمولی قوت تھی اس کا ظہور اس وقت بھی ہو رہا تھا معمول کے مطابق افطار وغیرہ ہوا بعد میں جامعہ کے احوال وکوائف پوچھتے رہے فی الجملہ طبیعت میں بشاشت

تھی، عشاء کے بعد بھی مختلف حالات پوچھتے رہے اور دلچسپی سے باتیں کرتے رہے رات ساڑھے نو بجے کے قریب اٹھنے سے پہلے بڑی اپنائیت سے فرمایا اب آرام کر لیجئے، صبح ان شاء اللہ پھر ملیں گے۔

رات میں مولانا یعقوب بلند شہری نے ایک جگہ پروگرام رکھا ہوا تھا وہاں جانا ہوا، ڈیڑھ بجے واپسی ہوئی، سحری بھی حضرت کے ساتھ گھر پر ہوئی، صبح نو بجے دفتر میں حاضر ہوا تو سماج وادی پارٹی کے کچھ مقامی وصوبائی لیڈران ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے، ہروڑہ اسمبلی سیٹ جو سابق وزیر اعلیٰ مایاوتی کے استعفیٰ دینے سے خالی ہوئی تھی اور اب موجودہ وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ اور مایاوتی دونوں کے لئے وقار کا مسئلہ بنی ہوئی تھی۔

ملائم سنگھ یادو کو حضرت مفتی صاحبؒ سے قربت رہی ہے اور کچھ ہی دنوں پہلے وہ حضرت کی خدمت میں حاضر بھی ہوئے تھے اس مناسبت سے ان کی پارٹی کے سبھی قائدین حضرت سے نیازمندانہ تعلق رکھتے ہیں میں تھوڑی دیر بیٹھا تھا کہ ملائم سنگھ یادو کے چھوٹے بھائی وزیر زراعت شیو پال سنگھ یادو اور رشید مسعود وغیرہ ملنے آگئے اور انہوں نے دعا کی درخواست کی۔

حضرت نے فرمایا دعا ہوگئی وہ حضرات کچھ دیر بیٹھ کر خوشی خوشی چلے میں نے تنہائی دیکھ کر کچھ باتیں عرض کیں، حضرت نے حسب معمول ہدایت سے نوازا، اخیر میں مصافحہ کرتے ہوئے میں نے اجازت چاہی اور عرض کیا کہ حضرت میں بہت ہی ناکارہ ہوں کسی بھی کام کا نہیں، حضرت سے خصوصی توجہات کی درخواست ہے انہوں نے رخصت کرنے کے بجائے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر شفقت سے اپنے قریب کر لیا اور دوسرا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر فرمایا مولانا! آپ نے ماشاء اللہ بہت کام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ سے بہت کام لے گا ان شاء اللہ آپ بہت کام کریں گے، حضرت کی زبان سے اس طرح کے الفاظ اور الفاظ سے بڑھ کر ان کا پرسوز شفقت بھرا انداز دیکھ کر دل بھر آیا رقت طاری ہوگئی اور میں رونے لگا، اس وقت ہمارے درمیان ایک موٹا سا تکیہ رکھا ہوا تھا جو ہمیشہ حضرت کی مسند پر رہتا تھا میری حالت دیکھ کر وہ تکیہ ذرا ایک طرف کر دیا اب میرا سر حضرت کے زانو پر تھا، ایک ہاتھ بدستور ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور دوسرا ہاتھ میرے سر اور کندھوں پر گردش کر رہا تھا دو تین منٹ کے بعد میں نے خود کو سنبھالا سر اوپر کیا آنسو صاف کئے تو دیکھا کہ حضرت کی آنکھیں بھی نم ہیں اور ایک سوز سا، ایک کرب سا ان شفاف آنکھوں سے جھلک رہا ہے۔

میں سیدھا بیٹھ گیا تو چند لمحے خاموشی کے بعد فرمایا کہ مولانا میں تو کچھ بھی نہیں سب آپ حضرات کی محبت ہے، تقریباً نصف منٹ گہرے سکوت کے بعد ہلکی سی اداس مسکراہٹ کے ساتھ پھر گویا ہوئے کہ مولانا وہ ایک ڈاکو تھا ساری عمر تو اس نے ڈاکے ڈالے جب بڑھاپا آیا تو ڈکیتی وغیرہ تو بس کا نہیں رہا اس لئے سوچا کہ اب کیا کروں؟ اس کو کسی نے مشورہ دیا کہ تم ایسا کرو پیر بن جاؤ، بڑھاپا آرام سے گذر جائے گا، اس کی بات سمجھ میں

آ گئی اور وہ پیر بن کر بیٹھ گیا، کچھ لوگ آنے لگے انہوں نے خلوص نیت سے بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شروع کیا تو اللہ کے فضل سے ان کو فائدہ ہونے لگا انہیں میں سے بعض مریدین کو اللہ تعالیٰ نے خاص مقام عطا فرمایا وہ ترقی کر کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے، ایک دن ان صاحب مقام مریدین نے مشورہ کیا کہ آج مراقبہ کر کے دیکھیں گے کہ پیر صاحب کس مقام پر فائز ہیں اب چونکہ پیر صاحب کورے تھے ...... حضرت نے واقعہ سناتے ہوئے جب یہ الفاظ ایک خاص لہجہ اور فنائیت واپنائیت کے مخصوص درویشانہ انداز میں ادا کئے اگر چہ مقصد تو ان کا یہ واقعہ سنانے سے اس ڈاکو درویش کو اپنے اوپر منطبق کرنا تھا لیکن اس جملہ کا ان کی زبان سے نکلنا تو بس قیامت کا انداز تھا میں ضبط نہ کر سکا، آنسو رواں ہو گئے میرا ہاتھ پہلے ہی ان کے ہاتھ میں تھا میں نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اسی دست متبرک سے ملا دیا اور قدرے سختی سے دبا کر اپنا سر ان کے زانو پر رکھ دیا، روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی، حضرت نے بھی واقعہ سنانا موقوف کر دیا اور مجھے ان کا دست شفقت برابر اپنے سر اور گردن کے آس پاس پھرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، تقریباً تین چار منٹ تک یہ کیفیت رہی اور جب یہ گنہگار آنکھیں ندامت وشرمندگی کی زبانی آنسوؤں کی روانی کے ساتھ خراج عقیدت پیش کر چکیں تو میں نے دل ودماغ کو بہت ہلکا اور مطمئن سا محسوس کیا، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک ولی کے طفیل اس کے دامن میں گرے ہوئے ان بے قیمت آنسوؤں کو بھی شرف قبولیت سے نواز دیا ہو اس کی شان کریمی سے تو کچھ بھی بعید نہیں ۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

لیکن میرے لئے یہی بات کیا کم سعادت اور اطمینان کا باعث تھی کہ میرے بے حقیقت آنسوؤں کو جذب کرنے کے لئے ان کا پاک دامن مجھے حاصل تھا جو اپنی پوری وسعت ومحبت اور اپنائیت کے جذبات لئے میرے اشک ندامت کے ساتھ میرے شرمندہ چہرے کو بھی اپنے اندر چھپائے ہوئے تھا ورنہ ایسا دامن اتنے بے حقیقت آنسوؤں کو کہاں نصیب ہوتا ہے اور یہاں کون کس کے آنسو پوچھتا ہے ۔

اشک غم لے کے آخر کہاں جائیں ہم
آنسوؤں کی یہاں کوئی قیمت نہیں

آپ ہی اپنا دامن بڑھا دیجئے
ورنہ موتی زمیں پر بکھر جائیں گے

لیکن میرے لئے اس سے بھی حیرت واستعجاب یا سعادت وافتخار کی یہ بات تھی کہ رونے دھونے کے بعد

خودکو ذرا سنبھال کر میں نے جب ان کے پائے ناز سے سر اٹھایا اور چہرے پر نظر ڈالی تو ہمیشہ محبت و ہمدردی کے جذبات لٹانے والی حضرت مفتی صاحبؒ کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے، میرے لئے یہ ایک غیر معمولی بات تھی اور شفقت کا اعلیٰ ترین نمونہ اور یادگار ساعت تھی جو آگے چل کر حقیقت میں یادگار بن گئی۔

حضرت کی یہ حالت دیکھی تو مجھ پر پھر رقت سی طاری ہوئی اس دوران کئی لوگ وہاں آ کر بیٹھ چکے تھے جن سے میں قطعی بے خبر تھا، حضرت نے بھی غالباً ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی، حضرت نے ایک نظر میری طرف دیکھا اور قریب بیٹھے ایک خادم سے رومال طلب کیا، چہرہ صاف کیا اور شفقت بھری سنجیدگی کے ساتھ میری طرف متوجہ ہو گئے، میں ہمہ تن گوش تھا، میرا ہاتھ دوبارہ اپنے ہاتھ میں لے کر اور دوسرا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر کچھ باتیں ارشاد فرمائیں ان باتوں اور ہدایات کا سلسلہ ۶۔۷ منٹ تک رہا اس کے بعد خود ہی فرمایا ''اچھا خدا حافظ''

مصافحہ اور بیٹھے بیٹھے ہی معانقہ کرنے کے بعد میں چلا تو آہستہ سے میری زبان سے بھی نکلا خدا حافظ مگر یہ تو حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا کہ حضرت سے یہ الوداعی ملاقات اور وداعی معانقہ ہے، میں ہلکے پھلکے دل پر ان کی شفقت و محبت اور اعتماد کی امانت کا گرانقدر احسان لے کر رخصت ہو گیا، دو تین دن ہی گذرے تھے کہ برادر عزیز مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فکرمند سے میرے پاس آئے اور بتایا کہ سہارنپور سے اطلاع ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو دل کا دورہ پڑا ہے ہم لوگ فوراً ہی سہارنپور حاضر ہوئے حضرت ہسپتال میں تھے، مرض کی نقاہت اور دوائیوں کے اثر کی وجہ سے بات چیت ممکن نہ تھی بس زیارت ہی ہو سکی، کچھ دیر ہسپتال میں رہ کر (جہاں اور بھی متعلقین و متوسلین کی آمد و رفت جاری تھی) ہم لوگ واپس آ گئے اگر چہ حضرت کی شفایابی کی پوری امید تھی، ڈاکٹر بھی مایوس نہ تھے لیکن چند روز پہلے کی تفصیلی اور جذباتی ملاقات کا ایک ایک نقش ذہن میں گردش کر رہا تھا وہ الوداعی منظر اور ''خدا حافظ'' یاد کر کے بار بار دل و دماغ میں گونج سی پیدا ہو رہی تھی۔

کچھ اس انداز سے اس نے کہا تھا الوداع مجھ کو

ابھی تک وہ لبوں کا تھرتھرانا یاد آتا ہے

آخر تیسرے دن یہ افسوسناک خبر ملی کہ دہلی ہسپتال میں حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الحمد للہ حضرت اس دار فانی سے کامیاب و سرخ رو گئے اور جاتے جاتے مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کی نظامت کا بار مولانا محمد سعیدی صاحب کے مضبوط کندھوں اور امین ہاتھوں کے سپرد کر کے اس عظیم ادارہ کی حفاظت و ترقی کا بہترین انتظام کر گئے رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

☆☆☆

ایک خدا رسیدہ بزرگ، ایک تابندہ علمی شخصیت

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر استاد دارالعلوم وقف دیوبند

محرومیوں کا سلسلہ دراز ہے اور مایوسیوں نے پوری طرح پاؤں پسار رکھے ہیں، علم وعمل کی دنیا میں ایک اور خلا پیدا ہوا، حکمت ودانائی کا ایک اور ستارہ آسمان سے ٹوٹا، ایک اور شخصیت ہمارے درمیان سے اٹھ گئی، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ بھی رمضان کے مقدس مہینے اور آخری مسعود عشرہ میں واصل بحق ہو گئے، کہنے والے یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ ایک بلند انسان رخصت ہو گیا اور لکھنے والے یہ لکھ کر مطمئن ہو جائیں گے کہ ان کی کمی پوری نہ ہو سکے گی، لیکن یہ سچ ہمیشہ سچ ہی رہے گا کہ مفتی صاحب کی صورت میں فکر وعمل، تقویٰ وپرہیز گاری، صدق وامانت، خشیت وللّٰہیت کی جو ہفت رنگ اور نورانی مجلس جمی ہوئی تھی وہ بے رونق ہو گئی، وہ شمع گل ہو گئی، جس کی روشنی پاکیزگیٔ کردار، پاکیزگیٔ اخلاق اور پاکیزگیٔ معاملات کو جلا بخشتی اور اس راہ کے سناٹوں کو چیرتی ہوئی بہت دور تک پہنچتی تھی۔

مفتی مظفر حسین صاحبؒ اکابر کی روشن زندگیوں کا پرتو تھے اور خدا نے ان کی ذات میں کچھ ایسی خوبیاں سمودی تھیں، جو ان ہی کی ذات کا حصہ تھیں، یہ کہنا آسان اور یہ سمجھ لینا سہل ہے کہ فلاں آدمی عظیم ہے اور فلاں صاحب نسبت اور صاحب اخلاق ہے مگر یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ ان نسبتوں کا حصول کتنا دشوار اور اخلاق کا مسلسل مظاہرہ کس قدر نفس کشی کا طالب ہے، بڑا کہلانے کا شوق تو بہت سوں کو ہے مگر بڑا بننے کیلئے کتنے ایثار اور قربانی کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے اس کو صرف وہی جان سکتے ہیں، جو واقعی اور حقیقی معنی میں بڑے ہیں، مفتی صاحبؒ نے اپنی ذات کو مٹانے اور اپنی خواہشات کو فنا کرنے میں بے انتہا ہمت اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا، ہر کسی کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا، ہر آنے والے کی جانب توجہ اور ہر پہنچنے والے سے گفتگو، سب کے لئے پیش قدمی کرنا، خاطر مدارات اور تواضع ان کی خوبیاں تھیں، جن کو وہ اپنے ساتھ ہی لے کر رخصت ہو گئے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو خداوند قدوس نے علم اور عمل دونوں کمالات، خوبیوں اور اوصاف سے نواز ا تھا و

بیک وقت ایک کامیاب مدرس، صاحب نظر فقیہ، دیدہ ور عالم اور خانقاہی سلسلوں کی مرجع خلائق شخصیت تھے اور ہر مسند پر اس طرح براجمان تھے کہ اس مسند پر ان کی ہی شخصیت جچتی اور ان سب کا وجود صرف ان ہی کیلئے موزوں تھا، علم حاصل کرنا، ذوق اور لگن ومحنت کے ساتھ تحصیل علم میں مشغول رہنا ان ہی لوگوں کا امتیاز ہے جو واقعی علم دین کیلئے منتخب کرلئے جاتے ہیں اور جن میں اخلاص نیت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، مفتی صاحب نے محنت اور رغبت کے ساتھ پڑھا اور پھر اس پر عمل کرنے کیلئے کمر بھی کس لی، حق بات بھی یہی ہے کہ علم باقی بھی وہی رہتا ہے، جس میں عمل بھی صاف اور پاکیزہ ہو، عمل اگر علم سے میل نہیں کھاتا تو نہ وہ صاحب علم کیلئے نفع بخش ہوتا ہے اور نہ مخلوق خدا ہی کو اس سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے، مفتی صاحبؒ چونکہ عالم باعمل تھے اس لئے تشنگان علوم خوب سیراب ہوئے، اصلاح باطن کیلئے بھی بے شمار لوگوں کا آپ کی جانب رجوع رہا، تھانوی سلسلہ سے آپ کا تعلق تھا، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ سے چوں کہ آپ کو خلافت (اجازت بیعت) بھی حاصل تھی، اسلئے طلباء کے علاوہ عوام وخواص بھی آپ کے یہاں حاضر رہتے اور دامن مراد بھرتے آپ کے والد صاحبؒ تفقہ میں مثالی تھے، اس میدان میں مفتی صاحبؒ نے بھی امتیازی حیثیت حاصل کی، اپنے والد کا بھی نام روشن کیا، اور اپنی ایک انفرادی حیثیت بھی بنائی۔

مجھے یہ تو یاد نہیں کہ مفتی صاحبؒ کے نام سے کان کب آشنا ہوئے، ہاں دس برس قبل ہوئی ان سے پہلی ملاقات ضرور حافظہ میں موجود ہے میرٹھ کے ایک مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں وہ تشریف لائے تھے ان سے نیاز حاصل کرنے اور انکا قرب پانے کیلئے مجمع بے چین تھا، وہ انتہائی سکون اور سکوت کے ساتھ جلسہ کی آخری نشست میں شروع سے آخر تک تشریف فرما رہے، ان کے قیمتی کلمات اور دل سوز دعا کے ساتھ یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا، یہ مفتی صاحبؒ سے ملنے اور ان کو دیکھنے کا پہلا موقع تھا، ان کی شخصیت میں غیر معمولی کشش تھی، جو ہر ملنے والے کو ان کی جانب کھینچتی اور متوجہ کرتی تھی، پھر جس محبت، شفقت اور اپنائیت کے ساتھ وہ ملتے اور نرمی کے ساتھ گفتگو کرتے اس سے دل میں ان کی عظمت اور بڑھتی، زیادہ دیر تک ان کے پاس بیٹھنے کو دل چاہتا وہ خاموش طبع، منکسر المزاج اور انتہائی متواضع انسان تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے کافی مواقع حاصل ہوئے، حضرت امام العصر علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کے حوالے اور نسبت سے ہمیشہ انہوں نے اپنی محبتوں اور کرم فرمائیوں سے نوازا، زمین اور آسمان جیسے واضح فرق کے باوجود جس خلوص کے ساتھ وہ پیش آتے اہل خانہ کی خیریت دریافت فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے، وہ ان کے انتہائی بلند اخلاق ہونے کی نشانی ہے۔

آخری بار وہ ماہ ستمبر ۲۰۰۳ء میں ایک شادی کے موقع پر دیوبند تشریف لائے تو ضعف، کمزوری، پیرانہ سالی اور اضمحلال کی بناء پر سلام ومصافحہ کرنے کے علاوہ کوئی اور بات نہ ہوسکی، ان کے لئے خود سے چلنا بھی دشوار تھا، نکاح پڑھایا اور شاید کچھ دیر کے بعد ہی وہ رخصت ہو گئے، ان کی مسلسل بیماری کے باوجود یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ان سے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے گی، وہ دیوبند سے ایسے رخصت ہوئے کہ اب تمام عمر آنکھیں ان کو تلاش کرتی رہیں گی۔

مفتی صاحبؒ نے بے شمار تلامذہ معتقدین، مریدین چھوڑے ہیں اس کے ساتھ ساتھ چند کتابیں بھی انکی یادگار ہیں فضائل مسواک، فضائل تہجد، فضائل جماعت، فضائل اعمال، جماعت مودودی کے عقیدۂ تنقید پر تبصرہ، الدر السنی فی حیات النبی، حاشیہ رسم المفتی طباعت کے مرحلہ سے گذر چکی ہیں، ابتدائی دو کتابوں نے بے انتہا مقبولیت پائی، کئی معروف زبانوں میں ان کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں، ملفوظات فقیہ الاسلام کے نام سے بھی کتاب فراہم ہے، ان ملفوظات کے پڑھنے کے بعد اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مفتی صاحبؒ کا اصلاح وتربیت کا خاص انداز تھا، اور علم وتحقیق ان کے مزاج کا حصہ تھا۔

۱۳۴۸ھ کو مفتی صاحبؒ نے اس دنیا میں پہلی سانس لی، والد ماجد نے مظفر حسین اور احمد سعید نام تجویز کئے مگر اپنے تاریخی نام مظفر حسین سے ہی انہوں نے شہرت پائی، حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ جیسی شخصیات آپ کے اساتذہ میں سے ہیں، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف کے علاوہ بخاری شریف بھی ایک عرصہ تک آپ کے زیر درس رہیں، حافظ بھی تھے اور خوش الحان قاری بھی، خداوند عالم نے جن مخصوص کاموں کے لئے پیدا فرمایا تھا ان کو زندگی بھر آپ نے احسن طریقہ پر انجام دیا، مفتی صاحبؒ کا جانا بلاشبہ ایک خدارسیدہ بزرگ اور ایک تابندہ علمی شخصیت کا جانا ہے، مگر انسان کے خمیر میں حیات وموت کی جو آمیزش ہے اور موت کا جو اٹل فیصلہ ہے اس سے مفتی صاحبؒ بھی دوچار ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے شیرازۂ حیات منتشر ہوگیا، ان کے الوداع کہنے پر بار بار یہ مصرعہ سامنے آتا اور ایک بڑی سچائی کو باور کراتا ہے۔

ع۔ ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخاست ہوئی

آہ! بڑے بھائی

مولانا حکیم احمد اللہ خاں حمیدی صدر مہتمم جامع مظاہر العلوم رجسٹرڈ پاکستان

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ماہ رمضان المبارک کے آخری ایام میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ،حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب کے فرزند ارجمند تھے ، حضرت مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحب شہرہ آفاق کتاب معلم الحجاج کے مؤلف اور مشہور ومعروف کتاب بہشتی زیور کے محشی تھے اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب کے مشہور تلامذہ میں سے تھے ،مظاہر علوم سہارنپور کے مفتیٔ اعظم اور مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوریؒ کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز رہے میرے خسر حضرت اقدس مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحبؒ پرکشش اور پروقار شخصیت کے حامل تھے ،کم گو اور عزلت پسند بزرگ تھے پھر بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ ولد صالح کا مصداق اور اوصاف حمیدہ کا منبع ثابت ہوئے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ مادر علم وفن جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے ممتاز فضلاء میں سے تھے اور حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کا ابنائے مظاہر علوم سہارنپور میں بلند و بالا مقام تھا ،حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ حضرت اقدس استاذی و محبی الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ خاص تھے، حضرت ناظم صاحب (مولانا محمد اسعد اللہ صاحب) نے اپنی حیات میں مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو نائب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور بنادیا تھا پھر حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے ۱۳۹۹ھ میں انتقال پرملال کے بعد ناظم و مہتمم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور قرار پائے اور تادم اخیر اس عہدہ پر فائز رہے۔ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ مجسمہ علم وعمل اور سراپا فضل وکمال تھے ،زہد وقناعت ،تقویٰ طہارت میں یکتائے روزگار تھے برصغیر میں بزرگ وبرتر شخصیت گردانے جاتے تھے ،حضرت مفتی صاحب کی اہلیہ صاحبہ حضرتؒ کی حیات میں تقریباً دو ماہ بیشتر ماہ شعبان المعظم کی شروع تاریخوں میں انتقال کر گئیں ،انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب کہ حضرت مفتی صاحبؒ کا انتقال ۲۸ ؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو ہوا ،انا للہ وانا الیہ راجعون ۔حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے پسماندگان میں ایک بھائی جناب عالی مولانا اطہر حسین صاحب جو بذات خود موصوف بصفات کثیرہ ہیں اور دو بہنیں ہیں حضرت مولانا مفتی صاحبؒ کی بڑی ہمشیرہ بندہ احمد اللہ خاں حمیدی کے عقد نکاح میں یعنی میری اہلیہ ہیں چھوٹی بہن میرٹھ میں جناب قاری شفیق احمد صاحب کی اہلیہ ہیں۔ حضرت

مفتی مظفر حسین صاحبؒ سب بھائی بہنوں میں بڑے تھے اور سب خورد و کلاں اعزہ و اقارب پر نہایت شفیق و مہربان تھے حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ لاولد تھے مگر علمی روحانی بہت بڑی تعداد سوگوار چھوڑی ہے۔

حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے انتقال پر ملال سے دینی ملی اور روحانی جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ بظاہر پر ہونا مشکل ہے حضرت مفتی صاحبؒ کا صبر و ضبط تحمل و بردباری عجز و انکساری وعظ و نصیحت جیسی بے مثال خوبیاں شہرہ آفاق تھیں۔ آہ یہ سب باتیں بھلائی نہ جا سکیں گی۔ حضرت مفتی صاحبؒ گویا مہتاب عالم تاب تھے حضرت مفتی صاحبؒ کے ایشیاء یورپ افریقہ امریکہ مشرق و مغرب میں بے شمار تلامذہ اور شاگرد رشید ہیں جگہ جگہ قریہ بقریہ مسترشدین و معتقدین موجود ہیں یہ سب علماء صلحاء حضرت مفتی صاحب کیلئے صدقہ جاریہ ہیں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کی تالیفات و تصانیف بھی متعدد ہیں، آداب السلام، فضائل تہجد، فضائل مسواک، شرح عقود رسم المفتی وغیرہ نہ صرف یادگار بلکہ اجر و ثواب کا ذریعہ اور صدقۂ جاریہ ہیں۔

تنظیم ابنائے مظاہر کی تعزیتی نشست

بتاریخ ۲۴ ردسمبر بروز بدھ فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے سانحۂ وفات پر تنظیم ابنائے مظاہر الہ آباد کی ایک تعزیتی نشست حضرت مولانا احمد حسن صاحب مظاہری کی زیر صدارت منعقد ہوئی، فرائض نظامت مولانا عابد صاحب مظاہری نے انجام دئے، جناب مفتی جمال احمد صاحب مظاہری نے حضرت مفتی صاحب صاحبؒ کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے درس کی یہ ایک اہم خصوصیت تھی کہ طلبہ میں علمی تحقیق و جستجو اور کثرت مطالعہ اور فن کی جملہ کتب کی ورق گردانی کا ذوق پیدا ہو جاتا تھا، علم نبوت کی اہمیت و عظمت دل پر ایسی نقش ہوتی تھی کہ مادیت اپنی تمام تر رعنائی اور دلکشی کے باوجود اس نقش کو مٹا نہیں سکتی۔ موصوف نے فرمایا کہ آپ کی نظامت بھی ہمارے لئے ایک مثال اور نمونہ ہے، حضرت الاستاذ ہمارے لئے خواہ تدریسی لائن ہو یا منصب رشد و ہدایت یا نظامت کا عہدہ ایک نقش راہ چھوڑ گئے۔ ناظم جلسہ مولانا عابد مظاہری نے حضرت مفتی صاحبؒ کی مقبولیت اور دلآویز اور پرکشش شخصیت پر روشنی ڈالی۔

صدر جلسہ جناب مولانا احمد حسن صاحب مظاہری نے بہت مختصر مگر جامع کلمات میں حضرت مفتی صاحب کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا "یا تو اللہ نے حضرت مفتی صاحب کی ذات میں ضرر رسانی کا مادہ رکھا ہی نہیں یا اگر رکھا ہے تو پھر آپ نے اس کا استعمال نہیں کیا" اس تعزیتی جلسہ میں مولانا صہیب قاسمی، مولانا انوار الحق مظاہری نے بھی خطاب کیا، مولانا سعید الرحمٰن مظاہری نے اپنی علالت کے سبب پیغام ارسال کیا۔

آخر میں حضرت مفتی صاحب کے دعاء مغفرت اور موجودہ ناظم مولانا محمد سعیدی کے تئیں مکمل یکجہتی ہمدردی اور ہر قسم کے تعاون کے اظہار پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

مولانا بختیار ثاقب قاسمی
نائب مدیر ماہنامہ ''الکاشف'' بریلی

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں بار بار دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے، لیکن یہ خواہش اس کے کسی منصب وجاہ، مال ومتاع یا بے پناہ حسن وجمال کی وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اس لئے ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کتنا سادہ اور کیسا پیکر اخلاق ہے، اس کے دل میں بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت ومحبت کا کیسا جذبہ موجزن ہے، علم ومعرفت کا بحر بیکراں ہونے کے باوجود اس کے سطح سمندر پر کس قدر خاموشی ہے وہ منصب وحشمت کا حق دار ہونے کے باوجود کس قدر بیزار ہے، کچھ اسی طرح کی شخصیت تھی حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی، جنہوں نے اپنی حیات مستعار کی ہر حرکت وسکون کو اشاعت دین اور تبلیغ اسلام کے لئے صرف کیا اور داعیہ یہ رہا کہ پوری امت دین کے بنیادی اصولوں پر قائم ودائم ہوجائے۔

آپ کی پیدائش ۱۱ر ربیع الاول ۱۳۴۸ھ کو سہارنپور میں ہوئی، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں علیا درجے کے استاد تھے، آپ کی پوری تعلیم اسی مظاہر علوم میں ہوئی ناظرہ ودینیات کے بعد جب آپ نے حفظ قرآن شروع کیا تو اپنی بے پناہ ذہانت وفطانت اور لگن کی وجہ سے صرف گیارہ سال کی عمر میں حفظ مکمل کرلیا، حفظ قرآن کریم کے بعد آپ کی فارسی وعربی کی بھی تعلیم مدرسہ مظاہر علوم میں ہی ہوئی، اور اس طرح سے ۲۱ر سال کی عمر میں آپ نے فضیلت حاصل کرلی، فضیلت کے بعد اپنے طبعی میلان کی وجہ سے فقہ وفتاویٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور تخصص فی الافتاء کا نصاب مکمل کیا۔ افتاء کی تعلیم کے بعد اپنے اساتذہ واکابر کی نگرانی میں سر دست مظاہر علوم میں ہی معین مفتی کی حیثیت سے مقرر ہوئے اور بعد ازاں عربی کے استاذ بنادئے گئے۔

عربی درجات کی تقریباً اکثر کتابیں آپ نے پڑھائیں لیکن خاص طور پر آپ کا تعلق فقہ وفتاوی اور علم حدیث سے رہا، علم حدیث سے آپ کے تعلق وشغف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سنن ترمذی جیسی متداول اور اہم کتاب کو آپ نے اپنی زندگی میں ۳۳ مرتبہ پڑھایا جو یقیناً آپ کی بہت بڑی خوش نصیبی اور سعادت مندی تھی یہ سعادت مندی آپ سے قبل اکابر دار العلوم دیوبند میں صرف شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کو حاصل ہے۔

اُن کے بعد دوسری آپ ہی کی وہ شخصیت گرامی ہے جنہیں ۳۳ مرتبہ سنن ترمذی شریف پڑھانے کا شرف حاصل ہوا اور آخرت کیلئے اتنا بڑا سرمایہ اکٹھا کرلیا، درس وتدریس کے علاوہ آپ کی زندگی کا ایک اہم مشن بیعت وارشاد اور تزکیہ نفس تھا اس سلسلہ میں آپ کے شیخ ومرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم) تھے جن کی صحبت سے فیض یاب ہوکر آپ نے تصوف وسلوک اور معرفت کی قندیل روشن کی اور سینکڑوں گم گشتہ راہ کو دین مبین کی حقانیت اور مقصد زندگی سے روشناس کرادیا، تصنیف وتالیف کے حوالے سے آپ کی کتاب فضائل مسواک، فضائل تہجد اور فضائل جماعت بڑی مقبول ومشہور ہوئیں اس کے علاوہ آپ کیہزاروں فتاویٰ ہیں جو آپ کی علمی بصیرت اور فقہی مہارت کے شاہکار ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں جہاں دینی علمی اور اصلاحی امور پر توجہ مرکوز رکھی اور مسائل کا تصفیہ کرتے رہے وہیں آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ مدرسہ کے انتظامی امور پر بھی صرف ہوا، آپ کی انتظامی صلاحیت کے پیش نظر ہی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی نگرانی میں مدرسہ مظاہر علوم کا ناظم مقرر فرمایا تھا پھر جب مدرسہ میں ناخوش گوار حالات پیش آئے اور مظاہر علوم دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تب بھی متفقہ طور پر مظاہر علوم وقف کے عہدہ اہتمام پر جلوہ افروز رہے اور تاعمر اس عہدے پر فائز رہ کرحتی الوسع مدرسہ کو ہمہ جہت ترقی سے ہمکنار کرتے رہے اور بالآخر کچھ دنوں کی علالت کے بعد ۲۸/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو دار فانی سے رحلت فرماگئے (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو راقم الحروف نے بہت قریب سے نہیں دیکھا ہے لیکن ان کی علمی بصیرت، تقویٰ وطہارت اور زہد وعبادت کا چرچا بہت دور دور تک تھا وہ ہمارے ان اکابر میں سے تھے، جن کی زندگی بزرگوں کی صحبت میں گزری اور جن کا مشن علوم دینیہ کی اشاعت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس اور اصلاح معاشرہ تھا، اب جبکہ حضرت ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن ان کی روشن کی ہوئی شمع ضوفشاں ہے جس سے ان شاء اللہ زندگی کی راہیں روشن ہوتی رہیں گی، خدائے پاک حضرت مفتی صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

(بشکریہ ماہنامہ الکاشف مدرسہ کاشف العلوم بازار سرائے خام بریلی فروری ۲۰۰۴ء)

وہ اک ستارہ جو ضوء فگن تھا......

......مولانا سید نجم الحسن تھانوی مظاہری، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر

خلاق عالم کے فیصلۂ برحق ان اجل اللّٰہ اذاجآء لا یؤخر سے کسی متنفس کومفر نہیں لیکن طبعی طور پر رنج والم سے تو روئے زمین کی سب سے مقدس اور محبوب ترین ہستی بھی اپنے آپ کو مبرا نہ رکھ سکی، اپنے لخت جگر کے فراق پر آپ کی زبان پر یا ابراھیم انا بفراقک لمحزونون کے الفاظ آگئے، اس لئے کسی عظیم عالم، محدث و مفکر اور علوم نبوت کے سچے وارث کے وصال پر ہم جیسوں کا مغموم اور ہماری آنکھوں کا اشک بار ہونا فطری امر ہے۔

محسن شخصیت : میرے لئے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات گرامی کا شمار ان شخصیات میں سے ہے جن کی توجہات سامیہ اور شفقت ومحبت نے مجھے نوعمری ہی میں یتیمی کے احساس کو بھلانے کا نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۷۲ء میں جب والد محترم حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولویؒ نے احقر کو مظاہر علوم سہارنپور میں داخل کرایا تو دفتر مدرسہ قدیم کمرہ نمبر ۶ میں حضرت مفتی صاحب کی زیر نگرانی قیام کا موقع ملا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کا مہمان خانہ بھی یہیں تھا، اس وقت مولانا نور الحسن راشد، مولانا زبیر الحسن، مولانا محمد علی منیار، قاری الیاس، بندہ الٰہی، مولانا احمد لولات، مولانا قاضی محمد یوسف سب اسی احاطہ میں مقیم تھے، سبھی سے حضرت مفتی صاحبؒ بے انتہا شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے۔

حضرت نہایت ہی سادہ، متواضع، بے تکلفی اور بے ساختگی کا مظہر تھے، رنگ گندمی مائل بہ سرخی، جسمانی اعتبار سے منحنی، چہرۂ مبارک ورع وتقویٰ اور زہد وعبادت کے انوار وبرکات سے مجلی ومنور، نیز علوم وفنون کے بحر بیکراں اپنے اندر جذب کر لینے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کی انوکھی اور البیلی ادا سے بھی آپ پوری طرح متصف تھے، اس کے باوجود حضرت کا رعب خداداد تھا، سامنے سے سبھی ڈرے سہمے خاموشی سے باادب گذرا کرتے تھے۔

اس وقت سے آج تک راقم الحروف کا ایسا تعلق رہا جو تقریر وتحریر اور الفاظ وبیان سے باہر ہے، حقیقت یہ ہے کہ آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ کر شفقت پدری کی ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی اور نہ معلوم کتنے مسائل اور وساوس واعتراضات اور علمی اشکالات حضرت کی صحبت بابرکت میں پہنچتے ہی حل ہوجاتے تھے، آپ کی کرم گستری اور شفقت بے پایاں ہی کا نتیجہ ہے کہ بچپن اور زمانہ طفلی سے حضرت کی وفات تک تعلق میں روزافزوں اضافہ ہی ہوتا رہا۔

سادگی : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کو سال میں کئی بار اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے اور سالانہ

اجلاس کے موقع پر فارغین حفظ کو دعاؤں سے نوازتے ،اس موقع پر آپ کے بصیرت افروز بیان سے مستفید ہونے کا موقع بھی ملتا تھا ، تھانہ بھون اور قرب وجوار کے مسلمان حضرت فقیہ الاسلامؒ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی امنڈتے ہوئے سیلاب کی طرح خانقاہ اشرفیہ کا رخ کرتے اور حضرت کے عالمانہ وعارفانہ خطاب سے محظوظ ہوتے ،حضرت کے وعظ کا انداز بھی اپنی مثال آپ تھا، آپ کے بیان میں اللہ نے غیر معمولی تاثیر ومقبولیت عطافرمائی تھی، آج کل کے خطباء کی طرح نہ جوش وخروش ، نہ عبا وقبا، نہ فریق مخالف پر فقرے کسنے کی عادت ، نہ مخالفین ومعاندین سے گلہ بلکہ نہایت ہی سنجیدگی ومتانت اور پروقار انداز میں وعظ فرماتے تھے، الفاظ بھی مجمع عام کے مطابق لیکن مضامین انتہائی عالمانہ، عارفانہ اور محققانہ، انداز بیان ایسا کہ عوام وخواص یکساں مستفید ہوتے اور تقریر کے اختتام پر گویا پورا مجمع زبان حال سے هل من مزيد کی صدائیں بلند کرتا ہوا رخصت ہوتا۔

علوم دینیہ کی ترویج واشاعت : حضرت نے اپنی پوری زندگی علوم دینیہ کی ترویج واشاعت اور مدارس کی سرپرستی وحفاظت میں صرف فرمائی ، آہ! آج نہ جانے میری طرح کتنے افراد پر عالم حسرت طاری ہے کہ اس قدر شفقت وعنایت قرب وتعلق کے باوجود حضرت مفتی صاحب جیسے مربی وشیخ کامل ،پیکر شفقت اور عارف باللہ سے جو فائدہ اٹھانا چاہیے تھا اپنی نااہلی کی بناء پر اس سے تہی دامن ہی رہا، حضرت کے بعد نہ صرف مظاہر علوم وہاں کے درودیوار، ملازمین و منتظمین اور طلبہ ومدرسین نیز اہل شہر زاروقطار رو رہے ہیں بلکہ نہ جانے کتنے ادارے، کتنے مدرسے، کتنے علاقے، کتنی تنظیمات اور کتنی اہم شخصیات اپنے آپ کو لق ودق صحرا میں تنہا کھڑا محسوس کررہی ہیں۔

حسن انتظام کا پیکر: دفتر اہتمام میں مسند نظامت پر آپ کو جلوہ افروز دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس مسند پر جلوہ افروز ہونا آپ ہی کا حصہ ہے اور یقیناً آپ حسنِ انتظام کا پیکر جمیل تھے، مسند درس وتدریس پر جب آپ ہوتے تو یوں لگتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو درسیات ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

درسی خصوصیات : آپ نے خود کو درس وتدریس، علم حدیث اور فقہ وفتاویٰ کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا، درس نظامی کی تقریباً ہر کتاب آپ سے متعلق رہی یوں تو حضرت والا کو جملہ علوم وفنون پر کامل دسترس تھی لیکن علم فقہ سے آپ کو خصوصی شغف تھا آپ کے نکات آفریں اور گوہر بار قلم سے نکلے ہوئے ہزارہا فتاویٰ آپ کی فقہی بصیرت کے عظیم شاہکار ہیں، آپ کی مناسبت طبعی کے پیش نظر کتابوں میں سب سے زیادہ زیر درس کتاب جامع ترمذی شریف رہی، حضرت کی تقریر ترمذی سننے سے تعلق رکھتی تھی، آپ کا درس ترمذی ہندوستان بھر میں مشہور تھا، اندازِ تدریس نہایت ہی عام فہم، سادہ مگر دل نشین، الفاظ سہل، زبان میں بلا کی روانی اور سلاست لیکن اس کے باوجود سبق کا رنگ عالمانہ، محققانہ، معیار تحقیق نہایت ہی بلند وبالا، فقہ اور حدیث کی جملہ جزئیات پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ اسماء رجال پر مفصل، مدلل اور پر مغز تبصرہ، حدیث کے سندی معیار کا صحیح تعین اور اس سے مسائل کا استنباط، جدید مسائل کے

احکام، احادیث رسول کا حالات حاضرہ پر انطباق، ساتھ ہی حدیث کی عمدہ اور دل نشین تشریح اور پس منظر پر ایسا کلام فرماتے کہ سننے والے محو حیرت رہ جاتے، غرض کہ حضرت کے درس میں علوم وفنون کا ایک سیل رواں بہتا ہوا محسوس ہوتا اور طالبان علوم نبوت اپنے قلب ودماغ کو اس سے نہال کرتے رہتے تھے اس سب کے باوجود فقہ وفتاویٰ سے آپ کو اس درجہ شغف اور لگاؤ تھا کہ ''مفتی صاحب'' کا لقب آپ کے نام کا جزو لاینفک بن گیا تھا، علمی حلقوں میں بالخصوص اور عوام میں بالعموم جب بھی کسی کی زبان پر ''مفتی صاحب'' کا نام آتا تو اس سے حضرت اقدس ہی مراد اور متعین ہوتے۔

شان جامعیت :حضرت کو اللہ تعالیٰ نے شان جامعیت عطا فرمائی تھی، جس طرح علمی حلقے آپ کی علمی کاوشوں اور تحقیقی کارناموں سے متأثر تھے اسی طرح عوام بھی بڑی تعداد میں آپ کی ذات سے منسلک تھے اس کی بڑی وجہ میری نظر میں یہ ہے کہ حضرت نے صرف درسیات کی تکمیل، مطالعہ کی وسعت اور نرے علم پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ع۔ پیش مردِ کامل پامال شو

بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہ ہوسکا اور آپ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم فرمایا، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی نظر فیض اثر نے نہ صرف آپ کی شخصیت میں چار چاند لگائے بلکہ آپ کی علمی فقہی وعملی صلاحیتوں کو جلا بخشا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ اصلاح نفوس کی عظیم ذمہ داری یعنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور اس طرح بزرگوں کی شفقتوں کے سایہ تلے آپ رفتہ رفتہ مقبولیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے، حضرت کو بزرگان دین اور اپنے اسلاف سے حد درجہ کا تعلق رہا، خاص طور سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے عشق کی حد تک محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کی تالیفات وتصنیفات اور آپ کی تعلیمات پر گہری نظر تھی، آپ کے جملہ نکات، معارف وعوارف پر بھی کامل عبور تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ حضرت تھانویؒ کا مزاج ومذاق آپ کی رگ رگ میں رچ بس گیا تھا اور موقع بموقع آپ کے علمی استحضار سے اس کا نمایاں اظہار بھی ہوتا تھا۔

ذوق مطالعہ :راقم الحروف سے حضرت مفتی صاحبؒ ہمیشہ نئی کتابوں کے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے اور جب کوئی نئی کتاب شائع ہوتی تو اس کو خرید لیتے تھے، میں نے ایک صاحب سے معلوم کیا کہ حضرت کو مطالعہ کا موقع تو ملتا نہیں ہوگا، پھر اتنی کتابیں کیوں خریدتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آداب علم میں کتابوں کا خریدنا بھی ہے شاید اسی لئے خریدتے ہیں ان کے اس جواب سے میرے علم میں اضافہ تو ضرور ہوا مگر تسلی نہیں ہوئی اور حقیقت سے پردہ اٹھانے میں یہ جواب ناکام رہا، حقیقت کا انکشاف اس وقت ہوا جب ایک دوسرے صاحب نے بتایا کہ حضرت کے پاس رات گیارہ بجے تک لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ رہتا ہے حضرت اسی دوران تھوڑا بہت سو لیتے ہیں پھر نیند اچاٹ ہوجاتی ہے اور بعد میں پوری رات مطالعہ اور معمولات کی ادائیگی میں بسر ہوتی ہے، یہ کوئی نوعمری اور عہد شباب کا واقعہ نہیں ہے بلکہ

زمانۂ پیری اور آخری وقت تک کا مشغلہ رہا، حضرت کا ذوق مطالعہ کبھی ماند نہ پڑ سکا، آپ کے اعضاء وجوارح کمزور ولاغر ہو گئے مگر شوق مطالعہ تادم آخر جوان رہا اور اخیر عمر میں بھی حضرت نے دین وملت کیلئے کارہائے نمایاں انجام دئے جو عصر حاضر کی سربرآوردہ اور عظیم شخصیات کے لئے قابل رشک اور مشعل راہ ہیں۔

ہمہ جہت خدمات: حضرت نے نہ صرف اپنی علمی اور فقہی بصیرت سے مظاہر علوم اور مدارس اسلامیہ پر عظیم احسان کیا بلکہ اپنے بعد ملت ابراہیمی اور امت محمدیہ کے لئے ہزار ہا لائق اور قابل تلامذہ بھی چھوڑے جو دنیا کے گوشے گوشے اور چپہ چپہ پر پھیلے ہوئے ہیں اور اسلام کی ہمہ جہت خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

حضرت کے شاگردان رشید میں ایسے بھی افراد ہیں جو دعوت کی لائن سے پورے عالم میں مشہور ومتعارف ہیں، اسی طرح تزکیۂ باطن اور اصلاح نفوس کے میدان میں بھی آپ نے قابل قدر کارنامے انجام دئے اور اپنے مشفقانہ انداز تربیت سے نہ معلوم کتنے گم گشتہ راہ افراد کو راہ راست پر لگا دیا۔

ان ساری خدمات اور خصوصیات کے باوصف اللہ تعالیٰ نے آپ کو انتظام وانصرام کی بھی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ۱۳۸۵ھ سے ۱۴۲۴ھ تک کم وبیش چالیس سال تک (تادم وفات) اس منصب نیابت ونظامت کو پوری عمدگی کے ساتھ نبھایا، آپ کی نظامت کے دور میں نہ جانے کتنے کٹھن اور مشکل مراحل پیش آئے لیکن حضرت نے نہ صرف ان تمام فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا بلکہ ساری کٹھنائیوں اور جھمیلوں کو خوش اسلوبی سے فرو کیا اور اپنی پوری زندگی مظاہر علوم کی تعمیر وتدریس اور اس کی ترقی کے لئے وقف کردی۔

راہیٔ دار البقاء: ماضی قریب میں حضرت پر پے در پے بیماریوں کے حملے ہوتے رہے، چند سال قبل دماغ کی رگ پھٹ گئی اس وقت سے آپ کی حالت تشویش ناک بتائی جاتی رہی، تمام افراد یاس وآس کے عالم میں مبتلا رہے لیکن حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ نے اس بیماری سے شفا عطا فرمائی جب کہ اس بیماری میں مبتلا کم ہی لوگ شفایاب ہو پاتے ہیں، اللہ کو چونکہ ابھی حضرت سے اپنے دین کی مزید خدمت لے کر آپ کے مراتب کو اور بلند وبالا کرنا مقصود تھا اسلئے اس کے بعد بھی حیرت انگیز طور پر بقید حیات رہے اور تقریباً معمولات زندگی پر رفتہ رفتہ گامزن ہو گئے لیکن امراض واسقام کی متواتر یلغار سے روز بروز نقاہت اور ضعف واضمحلال بڑھتا ہی رہا اور ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴؍نومبر ۲۰۰۳ء کو وہ وقت بھی آ گیا کہ حضرتؒ مخالفین حاسدین اور معاندین کے نرغہ سے دامن چھڑا کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ حضرت فقیہ الاسلام کو غریق رحمت فرمائے اور جس طرح حضرت کی ذات بابرکات اپنی زندگی میں بڑے بڑے فتنوں کیلئے سد راہ بنی رہی اسی طرح آپ کی وفات بھی ان شاء اللہ انسداد فتن پر مہر ثبت کرے گی۔

☆☆☆

ایک نوجوان کے دل میں ان کی ولایت کا اثر

مولانا محمد اسمٰعیل صادق، جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور، مظفر نگر

میں اس وقت ۱۷ سالہ نوجوان تھا، تعلیمی اعتبار سے جلالین شریف کا سال پورا کر چکا تھا، جب میرے روحانی مقتداء میرے مرشد اول حضرت مفتی مہربان علی شاہ بڑوتی قدس سرہٗ نے ایک بند خط لے کر کسیروہ مدرسہ میں بھیجا اور کہا کہ سہارنپور سے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب (قدس سرہٗ) تشریف لائے ہوئے ہیں، انہیں پیش کر دیں، کسیروہ کا مدرسہ یک سالہ تعلیم گاہ رہنے کی وجہ سے میرے لئے غیر معروف نہ تھا، میں اس درس گاہ میں پہونچا جس کو حضرت کی رہائش کی بنیاد پر خصوصیت کا درجہ حاصل ہو گیا تھا، میں حضرت کو پہچانتا نہ تھا لیکن مجھے فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا جب میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف فرما ہیں جنکے چاروں جانب اہل علم جمع ہیں ...... بارعب چہرہ، گندمی رنگ، ہلکا پھلکا جسم، چند سیاہ بالوں کے علاوہ پوری ڈاڑھی سفید، درمیانہ قد، خاموش طبیعت، چہرہ سے جھلکتے ہوئے بزرگی اور شرافت کے آثار، چمکتی ہوئی آنکھیں جسم پر سادہ لباس اور پوری مجلس میں روحانی کیفیت، میں نے اپنا تعارف کرا کے احترام کے ساتھ عریضہ پیش کر دیا، یہ حضرت کی پہلی زیارت تھی میں ان کے علمی مقام سے واقف نہ تھا، نہ مجھے ان سے اس وقت کوئی عقیدت تھی اور نہ میرے استاذ ومربی حضرت مفتی مہربان علی شاہ صاحبؒ کی ان سے براہ راست ملاقات تھی کہ ان کی زبانی ان کی بزرگی کے تذکرے سنے ہوں، بس ایک طالب علمانہ حیثیت سے غیر جانبدار خالی الذہن فرد تھا، لیکن پہلی ملاقات نے دل میں انکی ولایت کا تاثر پیدا کر دیا، اور بے ساختہ ذہن میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ برگزیدہ شخصیت اللہ کے ولی ہیں اس کے بعد جب ان کے دامن سے وابستگی ہوئی تو بڑے کمالات اور خوبیوں کا جامع پایا، بڑے کریم النفس، شریف الطبع، سلیم العقل، صالح العمل، فہیم الذہن، صادق القول، صحیح القلب انسان تھے جس کسی خالی الذہن آدمی نے ان کی زیارت کی اور اس کی ذرا بھی انصافی نظر ہوئی تو اس کا تاثر میرے اس تاثر سے مختلف نہیں ہوگا۔

علامہ شامیؒ کے جنازہ جیسا منظر

ان کی بیماری، انتقال اور تدفین کے سلسلہ میں متعدد حضرات نے اپنے اپنے انداز سے نقشہ کھینچا ہوگا مضمون نگار نے بھی اپنی کتاب ''تذکرہ فقیہ الاسلام'' میں بالتفصیل اس کا ذکر کیا ہے یہاں اجمالی طریقے سے ایک تشبیہ تحریر کرتا ہوں۔

راقم نے علامہ شامیؒ کے حالات میں ان کے انتقال کا واقعہ پڑھا تھا جس کا نقشہ ان کے فرزند علامہ سید محمد علاؤالدین آفندیؒ نے اس طرح کھینچا ہے۔

''جنازہ میں اتنا مجمع تھا جس کی نظیر نہیں ملتی، مجمع کی کثرت کی وجہ سے جنازہ کی چار پائی انگلیوں پر اٹھانی پڑی اور مجمع کو قابو میں کرنے کے لئے فوج کا سہارا لینا پڑا، شہر واطراف کے بڑے چھوٹے مرد وعورت سب پر گریہ وبکا طاری تھا، زبردست اژدحام کی وجہ سے جامع مسجد سنان پاشا میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی پوری مسجد اور اس سے ملحق وسعتیں وراستے نمازیوں سے اٹے پڑے تھے''

میری آنکھوں نے جس وقت اپنے مرشد کے جنازہ کا منظر دیکھا تو بے ساختہ علامہ شامیؒ کے جنازہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا، میں نے دیکھا کہ جنازہ میں اتنی بھیڑ تھی کہ جس کی وجہ سے پولیس فورس کا انتظام کرانا پڑا، جوان طبقہ جنازہ کو اپنی انگلیوں کے سروں پر اٹھائے ہوئے تھا، جس راستہ سے جنازہ گزر رہا تھا اسکے دونوں جانب مکانات کی چھتیں عورتوں اور بچوں سے بھری ہوئی تھیں، جو اپنے آنسوؤں اور چیخوں سے حضرتؒ کو خراج عقیدت پیش کر رہے تھے لاکھوں عقیدت مندوں کے سیلاب کی وجہ سے قبرستان حاجی شاہ کمال الدین کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں سب نمازی سمانہ سکے۔ اور اس سے ملحق راستوں پر بھی صف بندی کرنی پڑی، یہ تمام مناظر سامنے آنے پر میرے ذہن نے فیصلہ کیا کہ اپنے حسن اخلاق، صالح نیت، شفاف کردار، بے داغ طریقۂ کار، عالمانہ طرز، فقیہانہ نظر وفکر، صدق وخلوص، انتظامی بیداری اور مشفقانہ انداز نے ان کو ایسی محبوبیت عطا کر دی تھی جو کسی طرح علامہ شامیؒ کی محبوبیت سے کم درجہ نہیں رکھتی تھی اور گویا ہم اس دور کے علامہ شامیؒ کے جنازے میں شریک ہو رہے ہیں۔

ایک صحت مند نوجوان کی آواز نے قدموں کو روک دیا

ہم لوگ تدفین کے بعد قبرستان سے واپس لوٹ رہے تھے تو میرے قدموں کو ایک نوجوان کے جملے نے ذرا ٹھہرا دیا اور میں ہمہ گوش اس طرف متوجہ ہو گیا وہ کہہ رہا تھا کہ ''میں جنازہ کی چار پائی کے قریب بہت مشکل سے پہنچا میرا سانس رک گیا لیکن میں نے بھی کوشش کر کے چار پائی پر ہاتھ لگا ہی دیا'' میری نظر اس بولنے والے کی جانب اٹھیں تو دیکھا ماشاء اللہ وہ ہٹا کٹا قد آور اور صحت مند نوجوان تھا جس کا پورا جسم گھٹا ہوا اور مضبوط تھا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ناتواں اور کمزور تو قریب جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ان کے تفصیلی حالات راقم نے اپنی کتاب ''تذکرہ فقیہ الاسلام'' میں جمع کر دئے ہیں یہ مختصر اور بے سلیقہ مضمون ان کی شخصیت کے لئے کافی نہیں۔ چند تحریری اجزاء پیش کرنے کا مقصد کاتب سطور کے سامنے یہ ہے کہ اہل علم، اصحاب قلم اور باذوق حضرات کے مضامین کے ساتھ اس کو بھی شرف قبول حاصل ہو جائے۔

فردِ واحد کی شکل میں کارواں جاتا رہا

مولانا میر زاہد مکھیالوی جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور، مظفر نگر

راقم الحروف نے اپنے استاذ ومربی حضرت مولانا مفتی مہربان علی شاہ بڑوتیؒ کی مجالس میں یہ مثال بہت دفعہ سنی کہ اولیاء کرام دینی چمن کے پھول ہیں، باغیچہ میں پھولوں کی قسمیں ان کے رنگ اوران کی خوشبوئیں الگ الگ ہوتی ہیں گلاب کا رنگ الگ ہے اوراس کی خوشبو الگ نوعیت کی، چمیلی اپنا رنگ اورخوشبو الگ رکھتی ہے، گیندے کا رنگ اورخوشبو علیحدہ قسم کی ہے...... اسی طرح ہر صاحب ذوق آدمی کی پسند بھی جدا جدا ہوتی ہے کسی کو گلاب پسند ہے تو کوئی چمیلی کو محبوب رکھتا ہے اور کسی کو گیندے سے مانوسیت ہوتی ہے، کسی ایک کی پسندیدگی دوسرے کسی گل کی عمدگی اور خوبی پر اثر انداز نہیں ہوسکتی بلکہ باغیچہ کا ہر پھول اپنی خوشبو اور رنگ میں انفرادی شان رکھتا ہے، یہی حال اصحاب دل درویش صفت انسانوں کا ہوتا ہے کسی پر تواضع وعبدیت کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی کے یہاں استغنائیت اور شان بے نیازی ہوتی ہے پھر بعض کا اصلاحی اور تربیتی مزاج ہوتا ہے اور بعض پر سکوت وخاموشی غالب رہتی ہے۔

ملت اسلامیہ کی متاع محترم سیدنا حضرت فقیہ الاسلام قدس سرہٗ کی روشن ترین شخصیت کچھ انہیں صفات کی جامع تھی وہ دین اسلام کے عظیم باغیچے کے محبوب وہر دلعزیز سدا بہار پھول تھے جن کی علمی وعرفانی خوشبو سے لطف اندوز ہورہے تھے ان پر حقیقی تواضع اور فنائیت غالب تھی اسی لئے وہ ہمیشہ اپنی اوراپنے تمام کمالات کی نفی فرماتے رہے وہ اپنی نشست میں اکثر خاموش رہتے اوراسی خاموش فضاء میں ہی ان کی باطنی توجہ طالبین ومسترشدین کی تربیت واصلاح کے لئے مؤثر بنتی...... وہ جب ترمذی وبخاری کا درس دیتے تو معلوم ہوتا کہ کسی بڑے دریا کا دہانہ کھل گیا ہے، جب وعظ فرماتے تو محسوس ہوتا کہ عالم ناسوت سے تعلق ختم ہوکر عالم پاک سے رابطہ رہ گیا اور خالص الہامی بیان ہورہا ہے۔

راقم السطور ان کی خدمت میں ایک لمبے عرصہ تک حاضر ہوتا رہا شروع میں اس کی حاضری ایک قاصد کی حیثیت سے ہوتی کہ اس کے مرشد اول حضرت مفتی مہربان علی شاہ بڑوتیؒ اپنے ذاتی یا مدرسہ وتنظیم کے کام سے بھیجتے، حضرت مرشد کے وصال کے بعد مستقل حضرت والاؒ سے اصلاحی وابستگی ہوئی اوران کی اخیر عمر تک ان کی خدمت میں بارہا حاضر ہونے کا شرف ملتا رہا، اس برگزیدہ شخصیت کو جہاں میں نے بہت سی خوبیوں اور کمالات کا جامع پایا ان میں سے ایک خوبی یہ بھی دیکھی کہ انکی زبان سے کبھی کسی کا برائی سے ذکر نہیں سنا وہ بڑی خاموش

طبیعت کے انسان تھے انکا کلام مختصر جامع اور ضروری امور پر حاوی ہوتا اسلئے جب وہ بولتے تو حاضرین ہمہ گوش ان کی طرف متوجہ ہوجاتے اور پورے غور سے انکی باتیں سنتے، بلاشبہ وہ پیغمبرانہ صفت طویل والصمت اور دائم الفکر کا عملی نمونہ تھے۔

انہیں خواص وعوام اور اپنوں و بیگانوں کے درمیان جو بے مثال محبوبیت ومقبولیت عطا ہوئی تھی یقیناً ایسی قبولیت و پذیرائی امت کے چیدہ چیدہ صاحب دل حضرات ہی کے حصہ میں آتی ہے علمی حلقوں میں ان کی ذات گرامی جس بلند مقام پر فائز تھی، فقہ وفتاویٰ میں جو عبور اور فقیہانہ ذوق انہیں وراثت میں ملا تھا، جوانی کے دور میں ہی اکابر مظاہر کا جو مشفقانہ اعتماد ان کو حاصل ہوگیا تھا، دور حاضر کے علماء ومشائخ اور سینکڑوں مدارس اسلامیہ کے نظماء و مہتمم حضرات کی جو وابستگی انہیں حاصل ہوئی تھی۔ امت کے جو ہزاروں افراد ان سے فیضیاب ہوتے رہے، یقیناً یہ ان کی عنداللہ مقبولیت ومحبوبیت کا زندہ ثبوت ہے لیکن ان کی باوقار زندگی جس فنائیت وعبدیت اور ایمانی سادگی کیساتھ گذری وہ بڑی عبرت آمیز ہے، اس حیات فانی کو انہوں نے جس فقیرانہ طرز اور سبق آموز طریقہ سے پورا کیا کہ وہ ''کن فی الدنیا کانک غریب '' کی عملی تصویر بنے رہے'' ان العلماء ورثة الانبیاء '' کا وہ حقیقی مصداق تھے اس کم گو اور فرشتہ صفت انسان نے ہمیشہ ''مَنْ صَمَتَ نَجا '' پر عمل کیا، انہیں زندگی میں ناز یبا و ناہموار حالات بھی پیش آئے لیکن اس حلیم و بردبار شخصیت نے حلم کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہمیشہ ہر موقعہ پر رضا بالقضاء کی علمی تشریح بنے رہے۔ اللہ رب العزت انہیں مقام علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

ان کے وصال سے اہل علم اور مشائخ کی صف میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا تو مشکل ہے اس لئے کہ فرد واحد کی شکل میں ایک بڑا کارواں اور تنظیم رخصت ہوگئی البتہ جو نقوش وہ ہمارے لئے چھوڑ کر گئے ہیں ان کو اختیار کرنے میں ہمارا نفع اور ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہوگا...... ہم سب کی کوشش یہ ہے کہ ان کے طریقے اپنائیں کہ یہی ان کی محبت کا تقاضا ہے اور یہی ان کے حق کی ادائیگی ہے۔

ایک صاحب مولوی احمد رضا خانؒ کو گالیاں دے رہے تھے اس پر حضرت والاؒ نے فرمایا لا تسبوا الاموات کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ فضل کا معاملہ فرمائے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور کسی کو برا کہنے سے گریز کرنا چاہئے۔

(ارشاد: حضرت فقیہ الاسلامؒ)

سخاوت میں، فصاحت میں، فقاہت میں، ثقاہت میں
لطافت میں، نظافت میں، تورُّع میں، طہارت میں
فتاویٰ پر تھا ان کے اعتماد اعیانِ امت کو
مساعی جمیلہ سے بڑھایا شانِ امت کو

(مولانا نسیم احمد غازیؔ)

حضرت اقدس فقیہ الاسلامؒ

مولانا مفتی محمد عبید اللہ الاسعدی، جامعہ عربیہ ہتھوڑا باندہ

تعلیمی عہد کے آخری تین سال احقر نے دارالعلوم دیوبند میں گذارے ان تین سالوں میں بکثرت مظاہر علوم آنا جانا رہا جس کے مختلف اسباب تھے اس لئے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی ذات سے خوب واقفیت تھی مگر کوئی قریبی ربط نہیں تھا۔

حضرت باندوی علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد حضرت مفتی صاحب سے خصوصی تعلق اور بار بار خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اس سے پہلے تک حضرت کو باکمال فقیہ اور سنن ترمذی کا صاحب اختصاص مدرس جانتا و سمجھتا تھا، مگر اس تعلق خاص کے بعد حضرت کی مجالس میں شرکت اور حضرت کے مزاج سے واقفیت پر یہ انکشاف ہوا کہ حق تعالیٰ نے حضرت کو بڑے کمالات سے نوازا ہے۔

تواضع وانکساری اور خوش خلقی، نرم کلامی خاص شیوہ، الحمدللہ کہ حضرت باندوی علیہ الرحمہ کے قریب رہنے کا ایک طویل عرصہ تک شرف حاصل ہوا حضرت مفتی صاحب کی محبت وشفقت اور ملنے والوں کے ساتھ مروت نے بار بار حضرت باندوی کی یاد کو تازہ کیا۔

احقر اس کو اپنی سعادت ہی سمجھتا ہے کہ حادثۂ وفات سے چند دن قبل خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور دو دن افطار وطعام میں ساتھ رہا، پہل ہی دن حضرت ایک جگہ مدعو تھے احقر بھی ساتھ گیا تو داعی صاحب کا مکان اوپر کی منزل پر تھا اور زینہ بھی کچھ قاعدہ کا نہ تھا حضرت بے تکلف اوپر تشریف لے گئے اور میں یہ سوچتا رہ گیا کہ ان حضرات کے اخلاق کریمانہ کی کوئی حد نہیں، اور معلوم ہوا کہ عوارض اور تکلیفوں کے باوجود برابر افطار کی دعوتوں میں نیز تراویح میں ختم کلام پاک کی مجلسوں میں تشریف لے جا رہے ہیں حتی کہ جس دن مرض وفات کا حملہ ہوا اس دن بھی حضرت تشریف لے گئے تھے۔

مختلف مجلسوں میں تربیت وارشاد کے قبیل کی حضرت کی زبان مبارک سے کچھ عجیب باتیں سنیں جو دل میں نقش ہو گئیں اور ان سے اس میدان میں حضرت کے کمال کا اور حضرت ناظم صاحب (مولانا اسعد اللہ صاحب) علیہ الرحمہ سے خاص استفادہ کا اندازہ ہوا وہ چند باتیں پیش خدمت ہیں۔

فرمایا: حضرت ناظم صاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے۔

"بھولو مت پھولو مت"

تم خود کیا ہو اس کو بھولو مت اور اگر کوئی کمال اللہ کی طرف سے ملا ہو تو اس پر پھولو مت کہ یہ تمہارا کوئی کمال ہے بلکہ اس کو محض اللہ کا عطیہ سمجھو۔

فرمایا: حضرت فرماتے تھے ہمارا تصوف فقیہانہ ہے ہمارے بزرگوں وسلسلے کا تصوف ایسا ہے کہ اس پر فقہ وشرع کی لگام لگی ہے'' آزاد نہیں کہ جو دیکھا جائے اچھا لگے اس کو کرنے لگیں۔

فرمایا: مدرسہ والوں کو نوافل وغیرہ مسجد کے اندر بھی ادا کرنا چاہیے تاکہ طلباء دیکھیں مقصد اس کا ریا نہیں بلکہ تربیت ہے کہ تربیت وارشاد اور اصلاح میں قول سے زیادہ عمل کا دخل ہوتا ہے ایسا کرنے پر طلباء کے سامنے عمل آئے گا کہ جو ہم سے کہا جا رہا ہے اور چاہا جا رہا ہے اس پر ہمارے بڑے خود بھی عمل کر رہے ہیں۔

حق تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو علم ومعرفت دونوں میں بڑا مقام عطا فرمایا تھا ان کے علمی مآثر ترمذی سے متعلق افادات نیز دیگر چیزوں کو منظم طور پر شائع کر کے عام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ حضرت کے حق میں یہ صدقۂ جاریہ ہو اور حضرت کے علمی مآثر کا نفع وافادہ عام ہو۔

دکھاوٹ، بناوٹ اور سجاوٹ سے پاک زندگی

....عالی جناب پنڈت ویدسوم دت محلہ دینا ناتھ سہارنپور

ہمارے شہر سہارنپور معروف ہستی پوجیہ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مرحوم چوک محلہ مبارک علی شاہ میں رہتے تھے جو کہ ہر دل عزیز، اونچی روحانیت والے نیک انسان تھے، عربی مدرسہ مظاہر علوم میں کافی ٹائم تک پرنسپل رہے۔

مولوی صاحب کی اونچی تعلیم تھی، شہر کا ہر مذہب کا آدمی موصوف کی عزت کرتا تھا ان کے دل میں ہر شخص کیلئے اونچا پیار تھا سبھی کے یہاں تقریب میں شرکت کرتے تھے ہر محکمہ کے اونچے افسران ان سے ملنے آتے اور ان کا آشیرواد پراپت کرتے تھے کوئی بھی کیسی بھی مصیبت میں دکھی ہو اس کی تکلیف سن کر اس کا دکھ درد دُور ہونے کا اپائے بتاتے اور مدد کرتے تھے، ان کا جیون بہت سادہ تھا، زیادہ سمے ایشور بھجن اور ایشور بھگتی میں لگاتے تھے ان کے کسی بھی کام دکھاوٹ، بناوٹ، سجاوٹ نہیں تھی۔

میرے اوپر بھی ان کا بہت آشیرواد تھا میں جب کبھی ان سے ملتا تو کہتے کہ حکیم جی آپ تو میرے بڑے بھائی ہیں اور ان کا یہ کہنا مجھے بہت یاد آتا ہے، قدرت کے نظام میں کسی کی دخل اندازی نہیں چلتی افسوس کہ بیمار ہو گئے اور ان کے گھر والے، دوست واحباب، رشتہ دار اونچے اونچے ہسپتالوں میں یہاں تک کہ دلی کے ہسپتالوں تک میں علاج کراتے رہے یہاں تک کہ دلی ہی میں ان کی وفات ہو گئی اور ہم سبھی تڑپتے اور روتے رہ گئے، بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ ان کو جنت کی نعمتیں عطا فرمائے۔

عظیم جامع شخصیت

مفتی محمد اکبر الحسنی (سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل اتر پردیش)

حضرت فقیہ الاسلامؒ میں سیرت طیبہ ؐ صحابہ کرام اورمتقدمین کی جھلک

حضرت حسن بصریؒ نے صحابہ کی سیرت میں فرمایا۔

انھم کانوا ابر ھذہ الامۃ قلوباً واعمقھا علماً واقلھم تکلفاً قوماً اختارھم اللّٰہ لصحبتہٖ نبیہٖ فتشبھو باخلاقھم وطرائقھم فانھم ورب الکعبۃ علی الصراط المستقیم.

وہ لوگ اس امت میں سب سے زیادہ نیک دل سب سے بڑھ کر گہرا علم رکھنے والے بیحد بے تکلف بے تصنع لوگ تھے۔ان لوگوں کو اپنے نبی کی صحبت کیلئے اللہ نے پسند فرمالیا تھا پس تم لوگ ان جیسے اخلاق اور طریقہ کو اپنالو، رکعبہ کی قسم وہ صراط مستقیم پر گامزن تھے۔

اسی طرح علامہ ذہبیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے ایک رفیق اور ہم عصر کا بیان نقل کرتے ہیں۔

لم ار الفقیر فی مجلس اعزمنہ فی مجلس الی عبداللّٰہ کان مائلاً الیھم مقصراً عن اھل الدنیا وکان فیہ حلم ولم یکن بالعجول وکان کثیر التواضع لتعلوہ السکینۃ والوقار اذاجلس فی مجلسہٖ للفتیابعد العصرولا یتکلم حتی یسال (ترجمہ للامام صفحہ ۵۵)

میں نے غریب آدمی کو جتنا امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں معزز دیکھا کہیں نہیں دیکھا وہ غرباء کی طرف متوجہ رہتے تھےاور امراء سے بے رخی، ان میں حلم ووقار تھا ان کے مزاج میں عجلت نہ تھی بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے، طمانیت ووقار ان کے چہرہ سے عیاں تھا عصر کے بعد جب درس کیلئے بیٹھتے تو جب تک ان سے سوال نہ کیا جائے گفتگو نہ فرماتے تھے۔

ایک بزرگ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں

مارأیت عینای احسن خلقاًولا وسع صدراً ولا اکرم نفس ولا الطف عھدا ووداً من سیدنا الشیخ عبد القادر ولقد کان مع جلالۃ قدرہٖ وعلوہ منزلتہٖ

میری آنکھوں نے حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النفس رقیق القلب، محبت اور تعلقات کا پاس رکھنے والا نہیں دیکھا آپ عظمت اورعلو مرتبت

ووسعة علمهٖ يقف مع الصغير ويوقر الكبير يبدأ بالسلام ويجالس الضعفاء ويتواضع للفقراء وما قام لاحدٍ من العظماء ولاعيان ولاالم بباب وزير ولاسلطان .(الطبقات الكبرىٰ)

اور وسعت علم کے باوجود چھوٹے کی رعایت فرماتے ،بڑے کی توقیر فرماتے، سلام میں سبقت فرماتے،کمزوروں کے پاس اٹھتے بیٹھتے غریبوں کے سامنے تواضع وانکساری سے پیش آتے حالانکہ آپ کسی سربرآوردہ یا رئیس کیلئے تعظیم سے کھڑے نہیں ہوئے اور نہ کسی وزیر یا حاکم کے دروازے پر گئے۔

امام شبلیؒ ان الفاظ میں آپ کی تعریف فرماتے ہیں۔

كان مستجابة الدعوة ، سريع الدمعة دائم الذكر ،كثير الفكر ،رقيق القلب ، دائم البشر ،كريم النفس ،سخى اليد،غزير العلم ،شريف الاخلاق، طيب الاعراق مع قدم راسخ فى العبادة و الاجتهاد .(قلائد الجواهر ص.۱۹)

آپ مستجاب الدعوۃ تھے جلدی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہمیشہ ذکر فکر میں مشغول رہتے ، بڑے رقیق القلب ،خندہ پیشانی ،شگفتہ رو،کریم النفس ،فراخ دست ،وسیع العلم،بلند اخلاق عالی نسب،عبادات ومجاہدات میں آپ کا پایہ بلند تھا۔

حافظ سراج الدینؒ البزار قسم کھا کر کہتے ہیں۔(علامہ ابن تیمیہ)

لا واللّٰه ما رأيت احداً اشد تعظيماً رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم ولا احرص على اتباعهٖ ونصرِ ماجاء به منه (الكواكب الدرية ص. ۱۴۱)

خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب واحترام کرنے والا اور آپ کے اتباع اور آپ کے دین کی نصرت کی حرص کرنے والا ابن تیمیہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔

علامہ عماد الواسطیؒ فرماتے ہیں۔

مارأينا فى عصرنا هذا من تستجلى النبوة المحمدية وسننها من اقوالهٖ وافعالهٖ الا هذا الرجل يشهد القلب الصحيح ان هذا هو الاتباع حقيقةً.(جلاء العينين ص.۸)

ہم نے اپنے زمانہ میں ابن تیمیہ کو ایسا ہی پایا کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اُنکی زندگی میں اور سنتوں کا اتباع ان کے اقوال وافعال میں عیاں تھا قلب سلیم اس کی شہادت دیتا تھا کہ حقیقی اتباع اور کامل پیروی اسکا نام ہے۔

نیز صاحب کواکب لکھتے ہیں۔

قالوا ومن امعن النظر ببصرته لم ير

لوگ بیان کرتے ہیں کہ جو ذرا غور سے کام لیگا وہ دیکھے گا

عالماً من اھل ای بلدشاء موافقاًله الاوراء ہ متبع علماء بلده للكتاب والسنة واشغلهم لطلب الآخرة والرغبة فيها وابلغهم فی الاعراض عن الدنياوالاهمال لها ولايرى عالماً مخالفاً لـه متحرفاًعنه الاوهومن اكبرهم نهمة فی جمع الدنياواكثرهم رياء وسمعة (والله اعلم)

کہ ان کا جو موافق جس شہر میں بھی ہے وہ اس شہر کے علماء میں سب سے زیادہ کتاب وسنت کا متبع اور طلب آخرت میں مشغول اور سب سے زیادہ اس کا حریص اور دنیا سے بے پرواہ اوراس کی طرف غیر متوجہ نظر آئیگا اوراس کے برخلاف انکا جو مخالف نظر آئیگا وہ دنیا کا حریص ،بوالہواس، ریاکار اور شہرت کا طالب دکھائی دے گا۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں

واخيف فی نصر السنة المحفوظة حتى اعلى الله تعالى مناده وجمع قلوب اهل التقوىٰ على محبته والدعاء لهٗ.

سنت کی نصرت کے جرم میں ان کو بہت ڈرایا دھمکایا گیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کو سرخ رو اور معزز کیا اور اہل تقویٰ کے قلوب کو ان کی محبت اور دعاء کیلئے مجتمع کردیا۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے اوصاف وخصوصیات کا خلاصہ اوران کا صحیح ترین وجامع تعارف ان کے شیخ ومرشد حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ کی زبان سے عطائے خلافت کے وقت نکلے فرمایا کہ

''باری تعالیٰ ترا علم وعشق دادہ است ہر کہ بدیں صفت موصوف باشد از وخلافت مشائخ نیکو آید''

اللہ نے تعالیٰ نے تم کو علم وعقل وعشق کی دولت عطا کی ہے اور جو ان صفات کا جامع ہو وہ مشائخ کی خلافت کی ذمہ داریاں خوب اداء کرسکتا ہے۔

حضرت خواجہؒ کی سیرت اسی جامعیت کا مرقع ہے یہاں علم وعقل وعشق تینوں پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں محبت معرفت حقیقی اور مشائخ کبار کی تربیت وصحبت جو بہترین اثرات مرتب کرتی ہے اور جن کے مجموعہ کا نام دور آخر میں تصوف پڑ گیا ہے جس کا حاصل اخلاص اخلاق ہے اور حضرت خواجہؒ کا یہ حال امیر علامہ سنجریؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت نے ایک مرتبہ یہ مصرعہ پڑھا

ہر کہ ما را رنج دادہ راحتش بسیار باد

جو ہم کو رنج دے خدا اس کو بہت راحت پہونچائے

اس کے بعد یہ ارشاد ہوا۔

ہر کہ او خارے نہد دَ ر راہ ما از دشمنی
ہر گل کز باغ عمرش بشگوفد بے خار باد

جو ہمارے راستہ میں کانٹے بچھائے اللہ کرے اس کے گلشن حیات میں جو کھلے بے خار رہے

اس قسم کی سینکڑوں تحریریں پڑھنے کے بعد سوچنا پڑتا ہے کہ یہ سطور، ان اولیاء کرام صلحاء عظام ائمہ سلوک ومعرفت کے بارے میں ہیں یا فقیہ الاسلام مرشدنا حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے بارے میں الحمد للہ حضرتؒ ان تمام صفات کے جامع تھے۔

مثلاً جس طرح آج تک حضرت سیدنا الامام احمد بن حنبلؒ کے صبر واستقامت کے تذکروں سے پورا عالم اسلام گونج رہا ہے، احقاق حق کے لئے آپ نے ہمیشہ تکالیف برداشت کیں اور اس پر پامردی سے جمے رہے اپنے سب دشمنوں کو حتی کہ اس خلیفہ وقت کو جس کے حکم سے ان کو سخت ترین اذیت دی گئی تھی معاف کر دیا ہمارے حضرتؒ نے بھی تمام دشمنوں کو نہ صرف معاف کیا بلکہ ذاتی طور پر ان کی خیر خواہی فرماتے رہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے ایک ساتھی یحیٰی بن معین فرماتے ہیں مارأیت مثل احمد حنبل صحبته خمسين سنة ما افتخر علينا بشيء مما كان فيه من الصلاح والخير .

میں نے احمد بن حنبلؒ جیسا آدمی نہیں دیکھا میں پچاس برس تک ان کے ساتھ رہا انہوں نے کبھی ہمارے سامنے اپنی صلاح وخیر پر فخر نہیں کیا۔

الحمد للہ اس ناکارہ کا تعلق برابر حضرات والاؒ سے ۲۷/سال رہا اس طویل مدت میں کبھی بھی حضرت نے نہ کسی کارنامہ پر فخر کیا اور نہ اپنے علوم ومعارف، کشف وکرامات دشمن نوازی اور کسی بھی صلاح وخیر کا ذکر فرمایا اور نہ کسی کی غیبت اور نہ کسی کی برائی فرمائی، جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت امام احمد بن حنبل کو عظمت وقبولیت نصیب فرمائی اور خلیفہ وقت تک قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے اسی طرح حضرت فقیہ الاسلام کی آخری زندگی میں ملک کے ارباب اقتدار جبین عقیدت لئے اس فقیر کے آستانہ پر بار بار حاضر ہوئے اور یہاں وہی شفقت ومحبت کے ساتھ تواضع واستغناء کا عالم رہا۔

عند اللہ بھی یہ مقبولیت بڑھتی چلی جارہی تھی اور اس امام سنت کے جنازہ میں تقریباً تین لاکھ لوگ اُمڈ پڑے جب کہ سردی کا موسم، رات کے ۱۲/بجے کا وقت، تراویح کا زمانہ، مدارس خالی، اور بہت محبین ومریدین اعتکاف کی حالت میں۔

چند امتیازی صفات

تواضع فنائیت:۔ آپ کی صفات میں سے سب سے زیادہ نمایاں صفت جو آپ کا مزاج و مذاق بن گئی تھی اور جس کے بارے میں آپ بالکل بے اختیار تھے وہ صفت نیستی و فنائیت ہے۔

حضرت والاؒ کا جو حال ہم نے ان گنہ گار آنکھوں سے دیکھا اس باب میں اس سے آگے کے درجہ اور مقام کے تصور سے بھی کم از کم کور باطن کا ذہن تو عاجز ہے۔

بحمد اللہ ہمیں حضرت کے کشف و کرامات کا بھی تجربہ ہوا لیکن بخدا ہزاروں کھلی کرامتیں اس نعمت عظمیٰ، فنائیت کے برابر معلوم نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے حضرت کے قلب مبارک کو جاہ و جلال کے جذبہ سے بالکل پاک صاف کر دیا تھا وہی جاہ جس کے متعلق ائمہ تصوف معرفت کا ارشاد ہے کہ آخر ما یخرج من قلوب الصدیقین حب الجاہ۔

میں نے کبھی بھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی بھی کلمہ کنایہ اپنی تعریف، توصیف کا نہیں سنا۔

راقم السطور جب اسی رمضان سے قبل حاضر ہوا چلتے وقت حسب معمول دعاء کی درخواست کی تو فرمایا آپ بھی میرے لئے دعاء فرماتے رہیں (ہمیشہ کئی سالوں سے یہ فرماتے تھے) اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کی دعاء کو اپنی مغفرت کا سہارا سمجھتا ہوں اللہ اکبر کہاں حضرت والا کا مقام اور کہاں یہ گنہ گار اور اس سے دعاء کے لئے فرمانا اور پھر اتنی بڑی بات۔

اخلاص و اخلاق: آپ کی زندگی کا بہترین جوہر جس نے آپ کے اپنے معاصرین ہی میں نہیں بلکہ مشائخ عصر میں ایک بلند مقام قبول عام اور محبوبیت کے خاص مقام سے نوازا تھا وہ اخلاص کی وہ خاص کیفیت ہے جس میں رضائے الٰہی کے سواء کوئی چیز مطلوب و مقصود نہ رہی محبت و یقین کے شعلہ نے ہر طرح کے خس و خاشاک کو جلا کر رکھ دیا تھا حب دنیا و حب جاہ کا وہاں نام و نشان تک نہ تھا۔

ایک روز ایک صاحب نے کوئی چیز پڑھنے کے لئے پوچھی تو آپ نے کوئی اسم ارشاد فرمایا اور فرمایا عقیدہ رکھنا کہ اللہ ہی سب کچھ کرنے والے ہیں یہ اسم نہیں اور احقر سے مخاطب ہو کر اشاد فرمایا سمجھ گئے احقر نے کہا حضرت سمجھ میں نہیں آیا فرمایا مؤثر بالذات صرف اللہ کی ذات ہے یہ اسماء نہیں۔ چونکہ احقر کا ذہن اس سے خالی تھا اس لئے دوسری بار پھر سمجھایا یہ تھا توحید خالص کا مقام۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے کبھی کسی کی تحقیر و تنقیص نہیں فرمائی، میں نے ایسے اخلاق اپنے اساتذہ و مشائخ میں بھی کسی کے نہیں دیکھے۔

سرور دو عالم کی سیرت طیبہ میں آپ کا ایک عجیب وغریب وصف بیان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے کوئی بات کرنا شروع کرتا تو آپ اس وقت تک بات کو توجہ سے سنتے رہتے تھے جب تک وہ خود بات ختم نہ کر دیتا۔

کہنے کو تو یہ بات آسان ہے لیکن ایسی شخصیت کے لئے جس کے کندھوں پر بے شمار مصروفیات کا بوجھ ہو اس پر عمل کرنا کتنا مشکل ہے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا ہو اور اس عظیم سنت نبویؐ کی جھلک احقر نے جن گنے چنے افراد میں دیکھی ان میں حضرت والاؒ سرفہرست تھے مصروفیات کے ہجوم میں آپ ہر مخاطب کا پورا پورا حق ادا کرتے تھے اور آپ کے سامنے کوئی خواہ کتنی طویل گفتگو کتنے بے ربط اور بے فائدہ انداز میں گفتگو کر رہا ہو احقر نے کبھی بھی جھنجھلاہٹ اکتاہٹ میں نہیں دیکھا۔

بلکہ کتنے حضرات تھے جو اپنی ناقبل عمل تجاویز بے ربط تبصروں کے دفتر آپ کے سامنے کھولتے رہے حتی کہ بعض بدنصیب حضرتؒ کے اقدامات پر تنقید بھی کرتے رہے مگر آپ پورے صبر وتحمل کے ساتھ نہ صرف ان کی پوری بات سنتے بلکہ حتی الامکان ان کا اطمینان بھی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

پیکر صبر واستقامت

حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ اس قافلہ دعوت وعزیمت کے ایک فرد تھے جس نے اپنی حمیت اور مسلک صحیحہ کی حفاظت اور حق کی شمع روشن رکھنے کیلئے اپنی جانیں کھپائیں اور وقت کی تیز وتند آندھیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا، خارجی خطرات کے مقابلے داخلی خطرات زیادہ مضر ہوتے ہیں خارجی خطرات کے لئے ہمیشہ دینی تحریکات اور ان کے قائدین کی سرپرستی فرماتے رہیں گاہے بگاہے ان میں شرکت بھی فرماتے تھے لیکن چونکہ آپ کا سیاسی مسلک کا مزاج نہ تھا اس لئے بہت احتیاط فرماتے۔

داخلی فتنوں کیلئے آپ سر بکف میدان میں نکل پڑے، رجسٹریشن وقف کا مسئلہ زیر بحث آیا صرف اور صرف حضرت مفتی صاحب حق کی علامت وبنے علمبردار رہے، اسی طرح شوریٰ/اہتمام کے مسئلہ میں بھی حضرت والاؒ ہی حق واضح کرنے کے لئے آگے آگے رہے۔

مخالفین وقف کی طرف سے آپ کو ڈرایا دھمکایا گیا لالچ دیا گیا، بدنام کیا گیا، الزامات رکھے گئے، لیکن آپ کے پائے استقامت میں ذرہ برابر لغزش نہ ہوئی تائید حق آپ کیساتھ رہی، مبشرات ومنامات، رجوع عام، علماء حق، صلحاء عظام کی شہادت نے آپ کو برابر حوصلہ دیا تا آنکہ بالکل حق واضح ہو گیا، اور اس امام سنت کے جنازہ میں لاکھوں کے ہجوم نے ثابت کر دیا کہ یہ حق پر استقامت کا صلہ ہے اور یہ سیجعل لھم الرحمن ودًا کی

آج عملی تفسیر ہے۔ غالباً کسی نے امام احمد ابن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''ہمارے حق پر ہونے کی علامت جنازے کے ہجوم سے دیکھنا''۔

حضرت والا کی خدمات کا صلہ اخیر میں ان کے چھوٹوں نے جو اخیر زندگی میں دیا وہ انتہائی تکلیف دہ ہے لیکن حضرت اس معاملہ میں بھی بے زبان رہے اور ثابت فرمایا کہ اخلاص اور مؤمن کامل کسے کہتے ہیں؟

اس کے علاوہ کبھی بھی رخصت پر تسلسل کے ساتھ عمل نہیں فرمایا ہمیشہ عزیمت پر عمل پیرا رہے، آخری سالوں میں پیشاب میں خون آتا تھا شدت سے تکلیف ہوتی تھی پھر بھی بار بار احتیاطاً وضو غسل فرماتے نماز میں وہی سکون وہی خشوع وخضوع جو حالت صحت وشباب میں تھی، تلاوت، اوراد کی پابندی الغرض آپ کم از کم اس ربع صدی میں دعوت وعزیمت کے امیر کاررواں تھے۔

پیکرِ صبر واستقامت کی بھرپور زندگی اور قابل رشک موت

زندگی آخری سالوں میں آپ پیکرِ تسلیم ورضا بن گئے تھے طرح طرح کے امراض، تکالیف، حوداثات لیکن کسی تکلیف کا اظہار تک نہیں فرماتے نہ کسی کی شکایت زبان مبارک پر آتی۔

تقویٰ وطہارت تسلیم ورضا کا یہ مجسمہ جو کئی سالوں سے ضعف وامراض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا بالآخر ۲۸؍رمضان ۱۴۲۴ھ کو ہمیشہ کیلئے بجھ گیا، چہرہ انور پر واضح تبسم تھا جو تحقیقی طور پر ایمان پر خاتمہ کی علامت تھی۔

یہ خبر پورے ملک میں بجلی کی طرح پھیل گئی، دہلی اسپتال میں لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی ہزاروں کا مجمع ہوگیا سرکاری احترام کے ساتھ فقیر کو سہارنپور لایا گیا یہاں لاکھوں کا مجمع ہو چکا تھا مجمع کا کوئی اندازہ نہ تھا لحظہ بلحظہ ہجوم بڑھتا جارہا تھا میدان گلیاں بازار سب بھر گئے کاندھا دینے کا بھی موقع نہ تھا جنازہ انگلیوں اور سروں پر جارہا تھا بلکہ ایسا محسوس ہورہا تھا جیسا کہ جنازہ تیر رہا ہو۔ بعض اہل ادراک کو نئی مخلوق بھی نظر آرہی تھی جنات وملائکہ کا جم غفیر تھا ہر آنکھ اشک ریز، ہر لب خاموش جنازہ میں ایسا ہجوم سہارنپور بلکہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں ہمارے علم میں کہیں نہیں دیکھا گیا۔ ھکذا تکون جنائز ائمة السنة۔

حضرتؒ اپنی منزل پر پہونچ گئے اللہ کی رحمت سے پوری امید ہے کہ ان شاء اللہ اس نے اپنے خاص بندے کے ساتھ خصوصی رحمت کا معاملہ فرمایا ہوگا لیکن آپ کی ذات والا صفات سے محرومی پورے ملک اور عالم کا عظیم نقصان ہے، یہ صرف ایک شخص کی وفات نہیں بلکہ پورے عہد کا اس کے مزاج ومذاق اور اس کی دلآویز خصوصیات کا خاتمہ ہے۔

آپ کی ذات درحقیقت جامع الکمالات والصفات اورشریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھی آپ اکابرین بالخصوص اکابر مظاہر علوم کی روایات کے امین و پاسبان تھے۔

علم وعمل زہد وتقویٰ تفقہ وتدین، صاحب ارشاد، جذبہ خدمت خلق ،فکرآخرت ،خلوص للّٰہیت ،کمال اتباع سنت ،دینی حمیت ،مسلمانوں اوراسلام کے لئے فکرمندی اوردل سوزی ،ذوقِ عبودیت وانابت دعاءوابتہال ، زہدوتقدس،تواضع وفنائیت ،شفقت ورحمت ،رافت وملاطفت وغیرہ صفات سے متصف اورامت کے سواداعظم کے معتمد علیہ ومعتمد شخصیت تھے،علمائے حقہ واسلاف واکابر کانمونہ تھے۔

نادرۂ روزگار،صالحین میں مقبولیت اولیاءوصلحاءکی شہادت متعلقین ومحبین کی دینداری آپ کی عظمت کا بین ثبوت ہے۔

زبان خلق نے نقارۂ خدابن کرفقیہ الاسلام عارف باللہ کالقب وخطاب عطا کیا۔

لیس علی اللّٰہ بمستنکر — ان یجمع العالم فی واحد

احب الصالحین ولست منهم — لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحاً

''اہل دل اورکامل بندوں کے تذکرے،اسلام کی عملی زندگی کا راستہ آسان بنانے میں بڑے مددگار ہوتے ہیں،ان کے مطالعہ سے آدمی کے اندرصفات ذمیمہ مغلوب ومضمحل ہوتی ہیں اورمحاسن قوی ومستحکم ،نفس اورشیطان کا تسلط کمزورہوتا ہے اورفکرآخرت والی زندگی گذارنے کا شوق پختہ ،دینا کی بے ثباتی قلب ونظرمیں سماجاتی ہےاوررضائے الٰہی تمام کاموں کامقصدومنشاءبن جاتا ہے''

(فقیہ الاسلام حضرت مولانامفتی مظفرحسین صاحبؒ)

مفتی محمد ارشد فاروقی

آہ! مفتی مظفر حسین

برصغیر کے علمی وروحانی حلقوں میں حضرت مفتی مظفر حسین کے سانحہ ارتحال سے صف ماتم بچھ گئی ان کا وصف امتیازی جامع شریعت وطریقت ہونا تھا، جب کہ وہ مفتی اور ناظم سے مشہور تھے وہ مشہور ادارہ مظاہر العلوم سہارنپور کے عہدۂ نظامت پر چار دہائی سے زیادہ فائز رہے ان کے زیر انتظام ادارہ ہر پہلو سے ترقی کرتا رہا جب کہ انتظامی امور غایت درجہ فہم وحلم کے متقاضی ہوتے ہیں یہ صفات ان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں جب اختلافی امور پیش آتے اور ہر فریق سخت وتند کہتا تو مرحوم سراپا سکوت بن کر فتنہ کو ٹال دیتے، کف لسان میں تو ان کو ایسا ملکہ تھا کہ جب مظاہر علوم کی تقسیم کا سانحہ پیش آیا اور افواہوں کا ہر طرف بازار گرم رہا، فریق ثانی نے براہ راست مفتی صاحب کو ہدف بنایا تب بھی کف لسان کا دامن نہ چھوٹا اور ہر ایک کو اچھے کلمات سے یاد فرماتے رہے یقیناً یہ مخلصین وصادقین کی علامت ہے ان کا طرز نظامت منفرد وجداگانہ تھا، ملازمین کی کوتاہیوں پر براہ راست تنبیہ شاید کبھی نہ فرمائی وہ ایسا ماحول بنادیتے کہ صاحب معاملہ خود نادم ہوکر تلافی کی کوشش کرتا سوائے ان کے جن پر پند ونصیحت اثر ہی نہیں کرتی ان کی نرم خوئی سے کچھ لوگ غلط فائدہ بھی اٹھاتے ان کے پیش نظر مظاہر میں رونما ہونے والے بہت سے مسائل وواقعات پر وہ برابر خاموشی اختیار فرمائے رہے کہ شبہ چشم پوشی کا ہونے لگتا، وہ مظاہر علوم کیلئے ایک ایسا مضبوط دروازہ تھے کہ فتنے رکے ہوئے تھے اللہ خیر کا معاملہ فرمائے۔

دوران ملازمت خاکسار کو وہ ناظم سے زیادہ شفیق باپ، محسن ومربی، عالم راسخ، مآخذ شریعت ومصادر فقہ پر عمیق ووسیع نگاہ رکھنے والے، تزکیہ وتربیت کے شناور نظر آئے۔

راقم جب کسی علمی مسئلہ میں الجھتا تو وہ سلجھاتے یا مختلف کتابوں کے برجستہ حوالے دیتے، وہ فن حدیث کی مشکل کتاب سنن ترمذی کے برصغیر میں استاذ اول تھے، اسلیئے فقیہانہ ذوق غالب تھا وہ فقہ میں متصلب تھے، مروجہ فقہی مذاکروں میں شرکت سے گریز تو فرماتے لیکن ان کیلئے نیک خواہشات ضرور رکھتے، وہ اخیر تک دارالافتاء کے صدر مفتی رہے، ہزاروں فتوے دئے یا تصویب فرمائی وہ جو فقہی رائے قائم کرلیتے اس پر جمے رہتے۔

جب مدارس کے رجسٹریشن کا مسئلہ اٹھاتو وہ اس کو غلط سمجھتے رہے اوراپنے معاصرین سے برابر جواز کے دلائل کا مطالبہ کرتے رہے لیکن ان سے اس بات میں کوئی معاصر باوزن گفتگو نہ کرسکاوہ میدان طریقت میں شیخ اسعد اللہ کے ساختہ وپرداختہ اوراجازت یافتہ تھے،یادالٰہی میں رطب اللسان رہتے اوران کا قلب جاری رہتاوہ قلب سلیم لے کراللہ کے پاس گئے ان کے نسبی اولادتو نہ تھی لیکن روحانی اولادشاگردوں اورمریدوں کی ہزاروں سے متجاوز ہے،وہ مظاہرالعلوم میں پلے بڑھے فارغ ہوئے،مدرس ومصنف،مفتی اورناظم ہوئے،شیخ مسیح اللہؒ وقاری صدیقؒ کے بعدتو مرجع خلائق بنے رہے،کئی سال قبل برین ہیمرج سے جانبر ہوگئے،لیکن دورۂ قلب جان لیوا ثابت ہوا،رمضان کے آخری عشرہ میں رحلت،مغفرت ورفع درجات کی کھلی علامت ہے۔دنیا میں وہ پیشوا رہے اللہ آخرت میں بھی انھیں پیشوابنائے۔آمین

ع۔ آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

چند تفسیروں کا ذکر

ارشادفرمایا کہ علامہ انورشاہ کشمیریؒ اردو میں علم کے قائل نہ تھے لیکن جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن شائع ہوئی تو اس کو ملاحظہ کرکے فرمایا واقعی اردو میں بھی علوم ہوتے ہیں اسی سلسلہ میں یہ فرمایا کہ بعض حضرات نے ربط آیات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

علامہ شاطبی کی ایک کتاب ہے موافقات ہے حیرت یہ کہ مصنفؒ نابینا ہیں اور کتاب لکھوادی اس کو پڑھنا چاہئے ایسے ہی مولانا حبیب احمد کیرانوی کی کتاب ''حل القرآن'' کو پڑھو بہت عجیب کتاب ہے دو جلدوں میں ہے اس کتاب کے لئے حضرت والا نے خصوصیت سے پڑھنے کوفرمایا مزید ارشادفرمایا کہ تفسیروں میں تین تفسیریں زیادہ مستند سمجھی جاتی ہیں تفسیر ابوالسعود جو پہلے تفسیر کبیر کے حاشیہ پر چھپی تھی دوسرے تفسیر ابن کثیر تیسرے تفسیر روح المعانی بعض حضرات کا قول ہے تفسیر کبیر کے بارے میں کل العلوم فیه الاّالتفسیر ، ترجمان جومولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ہے وہ بھی بقول بعض اچھی تفسیر ہے غالباً اٹھارہ پارہ ہوئے تھے مکمل نہیں ہے لیکن اس میں سنت اوراجماع امت کی مخالفت پائی جاتی ہے۔اسی سلسلہ میں ارشادفرمایا کہ مشکلات القرآن کا مقدمہ بھی دیکھنا چاہئے۔

(ارشادات فقیہ الاسلام ص۔۲۱)

پیکر زہد وتقویٰ اور صبر وقناعت کے کوہِ عظیم

مفتی فرید الدین القاسمی استاذ دار العلوم (وقف) دیوبند

فقیہ الاسلام حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور ومعروف عالم دین اور دینی رہنما و پیشوا نیز ہندوستان کی دوسری عظیم درس گاہ مظاہر علوم وقف کے متولی اور ناظم اعلیٰ ہونے کیساتھ رشد وہدایت کا درخشاں ستارہ تھے۔ آپکا نورانی چہرہ اسلاف کا آئینہ تھا۔ آپ کی طہارت و پاکیزگی بزرگاں رفتہ کی ترجمان تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی و بے نفسی خانقاہ امدادواشرف کی آبرو تھی تو زہدوتقویٰ اور صبر وقناعت حضرت اسعد اللہ طاب ثراہ کی آرزو۔

آپ علم وفن کے یگانہ روزگار اور بحر تصوف کے شناور تھے، آپ کو علم حدیث سے نہایت شغف تھا اور فقہ وفتاویٰ میں عمیق نظر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مظاہر علوم کے اساطین علماء نے آپ کو صدر مفتی کے عہدہ پر فائز کیا اور تادم حیات آپ نے بڑی خوش اسلوبی اور مستعدی کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دیا۔

اللہ رب العزت نے حضرت کو نظم ونسق کی صلاحیتوں سے بھی خوب نوازا۔ آپ کے سینہ خالی از کینہ میں فراست ایمانی ودیعت فرمائی تھی، آپ کی نظر ''ینظر بنور اللّٰہ'' کا مصداق تھی۔ درس ترمذی ایک زمانہ تک، ایک کے لئے باعث فخر تو دوسرے کیلئے موجب تشویق، آپ کے مجلسی ملفوظات ہوں یا اسٹیج کی تقاریر نہایت پر مغز ہونے کے ساتھ اس کا تعلق خلاصۂ باطن اور اصلاح نفس سے ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ سامعین کے قلوب پر ایک ایک بات کا اثر ہوتا خاص وعام ان سے مستفیض ہوتے۔ اپنی اپنی صلاحیت واستعداد کے مطابق ہر ایک اس چشمۂ فیض سے اکتساب فیض کرتا، کوئی بھی تہی دامن واپس نہیں جاتا، مجلس میں شریک ہونیوالا ہر فرد یہ محسوس کرتا کہ کسی اللہ والے کی مجلس میں ہماری شرکت ہے جو زندگی میں باعث خیر وبرکت ہے اور آخرت میں ذریعہ نجات گویا بوقت رخصت ہر ایک کی زباں پر یہ شعر جاری ہوتا۔

شنیدم کہ در روز امید وبیم بداں را بنیکاں بجشد کریم

زہدوتقویٰ

کتب تاریخ وسوانح میں راقم الحروف نے تارک دنیا بزرگوں کے احوال پڑھے، اساتذۂ کرام سے سنے واعظین ومبلغین نے تذکرے کئے انہوں نے اپنی موعظت وخطابت میں زہدوتقویٰ کا عنوان اختیار کیا، فارسی کا

ایک مقولہ بہت مشہور ہے ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است''۔

احقر نے حضرت حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ کو قریب سے دیکھا اور خدمت کا موقع نصیب ہوا۔ حضرت کی شان یہ تھی کہ ''ان المنتقم لا یکون ولیا'' حضرت حکیم الاسلام علیہ الرحمۃ کا آخری دور ایسا ہی گذرا کہ لوگوں نے اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، افتراء و بہتان کا طوفان اٹھا اور اس کے باوجود حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ نے انتقاماً ایک لفظ بھی نہیں کہا، آپ نے اپنے ساٹھ سالہ دور اہتمام میں کسی ملازم کو معزول یا معطل نہیں کیا اور نہ کسی استاذ کی تنخواہ وضع کی اور نہ ہی اپنے قلم سے کسی طالبعلم کا کھانا بند کیا۔

اگر کسی طالب علم کی پٹائی ہوتی تو آپ اس بات پر خفگی و ناراضگی کا اظہار فرماتے اور خود اس کا خیال رکھتے کہ ان کی ذات سے اللہ کی کسی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق تک کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

علامہ آلوسی نے ابرار کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا ہے ''قال الحسن البصری الابرار الذین لا یئوذون الذر'' حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ چیونٹی کی ایذا رسانی سے بھی گریز کرتے۔ بلاشبہ حضرت کا سفر آخرت ''وتوفنا مع الابرار'' کا مظہر تھا اور حشر ''ان الابرار لفی نعیم'' کا مصداق۔

حضرت فقیہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جرأت و بے باکی کی مثال تھے، حق گوئی ان کی فطرت ثانیہ تھی، باطل کے خلاف سینہ سپر ہونا ان کا شیوہ تھا ہمیشہ باطل کے طوفان بلاخیز کے مدمقابل آہنی دیوار بن کر حائل ہو جاتے، ارباب اقتدار کی تہدید و توبیخ ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتی، ان کی شان ''لم یخش الا اللّٰہ'' تھی، خداوند قدوس نے مزاج خسروانہ عطا فرمایا تھا۔ اپنے خوردوں، رفیقوں، ہم عصروں کے ساتھ الطاف خسروانہ کا برتاؤ کرتے۔

آپ پر اپنے والد بزرگوار مولانا مفتی قاری سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کی تعلیم و تربیت کیساتھ شفقت پدری بھی سایہ فگن رہی، حضرت فقیہ الاسلام نے اپنے والد بزرگوار سے جہاں دوسرے علوم و فنون میں استفادہ کیا وہاں بطور خاص فتاویٰ نویسی میں بھرپور استفادہ کیا، انہیں کی نگرانی میں فتاویٰ کی تمرین فرماتے رہے اور فقہ و فتاویٰ میں ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے، خداداد صلاحیت اور مشفق باپ کی تربیت نے وہ گل کھلایا کہ پندرھویں صدی کے اوائل کے فقیہ الاسلام کہلائے، ہزاروں فتوے اور ہزاروں فتوؤں کی تصویب و توثیق فرمائی، جب کوئی فقہی رائے قائم کر لیتے تو مضبوطی کے ساتھ اس پر جمے رہتے تھے۔

راقم الحروف اکثر بروز جمعہ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور گاہ بگاہ غیر جمعہ کو حاضری ہو جاتی تو حضرت تادیباً استفسار فرماتے کہ آج کیسے آگئے (سبق کا ناغہ حضرت کو بڑا ہی ناگوار گذرتا) بندہ اپنی حاضری کا

سبب بیان کرتا اس پر حضرت دعاء دیتے اور غایت شفقت سے سر پر اور کبھی کاندھے پر ہاتھ رکھتے تو بندہ کا دل بھر آتا اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں، حضرت کی شفقتیں تازندگی یاد رہیں گی، حضرت کی ذات گرامی ان ہستیوں میں ہے جن کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اہل علم ومعرفت دنیا سے اٹھ جاتے ہیں لیکن کردار و گفتار اور فکر و عمل کے ایسے نقوش اپنے اخلاف کیلئے چھوڑ جاتے ہیں جو کبھی محو نہیں ہو سکتے بلکہ اخلاف انہیں نقوش پر چل کر اپنی دنیا و آخرت سنوارتے ہیں، شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانیؒ نے اہل علم کی بقاء ودوام پر شعر کہا اور کیا ہی خوب فرمایا۔

اخو العلم حی خالد بعد موته   واوصاله تحت التراب رميم

حسن بن علی معروف بہ مرغینانی کہتے ہیں

الجاهلون فموتىٰ قبل موتهم   والعالمون وأن ماتوا فاحياء

فقیہ الاسلام علیہ الرحمۃ اگرچہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، عالم برزخ میں ''نم کنومة العروس'' کے تحت محو خواب ہیں لیکن ہمارے دلوں میں زندہ ہیں ان کی یادیں قائم رہیں گی، علم وعرفان کا ایسا چشمہ چھوڑ گئے ہیں جس کے سوتے کبھی خشک نہیں ہوں گے ان شاء اللہ۔

فقہ وفتاویٰ کی تربیت جس انداز سے والد محترم نے کی اسے حضرت نے اس طرح بیان فرمایا کہ آج لوگ محنت سے جی چراتے ہیں اور بڑوں کی تنبیہ پر چیں بہ جبیں ہو جاتے ہیں فرمانے لگے جب میں فتاویٰ نویسی کر رہا تھا فتاویٰ لکھ کر والد صاحب کو دکھاتا تو اس تحریر کو خوب غور سے پڑھتے اور کوئی نقص رہ جانے پر صرف اتنا فرماتے کہ ابھی یہ جواب ناقص ہے لہٰذا اس نقص کو دور کرو، کبھی فرماتے کہ یہ جزیہ سوال سے مطابقت نہیں کرتا لیکن نشاندہی کبھی نہیں فرماتے بلکہ استفسار پر خفگی کا اظہار فرماتے اور فرماتے کہ اس میں جو کمی ہے اور عدم تطابق ہے خود نکالو اور اس کا حل بھی نکالو۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ والد صاحب کے اس طرز عمل نے کتب بینی اور تحقیق وتفحص کا ذوق پیدا کر دیا، فجزاه الله عنا خير الجزاء۔

اسی طرز نے آپ کو کندن بنا دیا اور فقہ وفتاویٰ میں ایسی مناسبت اور ممارست تامہ حاصل تھی کہ اکابر فرحت ومسرت سے جھوم اٹھے، معاصر انگشت بدنداں رہ گئے۔

تفقه فان الفقه افضل قائدٍ   الى البر والتقوىٰ واعدل قاصدٍ

قادر مطلق نے جس طرح آپ کو علوم ظاہرہ سے نوازا تھا اسی طرح علوم باطنہ سے بھی خوب سرفراز فرمایا تھا ایک طرف مظاہر علوم کی نظامت تھی تو دوسری طرف مسند بیعت وارشاد پر جلوہ افروز، حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ کی تربیت وتزکیہ نے آپ کے قلب کو اس طرح مزکیٰ بنا دیا تھا کہ دنیا کی آلائش یکسر نکل گئی تھی۔ صبر واستغناء کامل درجہ کا حاصل تھا، صبر مصیبت سے بھی سخت ترین چیز ہے۔

علامہ محلیؒ نے صبر کی تفسیر اس طرح کی ہے"الصبر لا جزع و لا افزع فیه" پیش آمدہ مصائب کو اس طرح انگیز فرماتے کہ دوسرے کو احساس تک نہ ہوتا چہرہ پر بشاشت رہتی لبوں پر تبسم، شکوہ تو شکوہ کبھی لبوں پر"اف" بھی نہ آتا کئی سالوں سے آپ پیشاب کی تکلیف میں مبتلا رہے، پیشاب کے راستے سے خون آتا رہا لیکن معمولات میں کوئی کمی نہیں، انتظامی امور میں کوئی بے التفاتی نہیں بڑی چستی اور پامردی کے ساتھ اسے انجام دیتے رہے متعلقین و متوسلین کا اتنا خیال کہ کھانے پینے سے لے کر سونے تک کی خود نگرانی فرماتے، ایسی تکلیف میں بھی آپ محبین کے اصرار پر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے، قوم و ملت کی اصلاح کے پیش نظر اپنی تکالیف فراموش کر جاتے جس سے تکلیف میں اضافہ بھی ہو جاتا اس کے باوجود ان کے پائے عزیمت میں کوئی تزلزل نہیں آتا۔

دنیا سے بے رغبتی اور استغناء کا عالم یہ تھا کہ آخری دم تک اپنے لئے ایک جھونپڑا بھی تیار نہیں کیا جب کہ محبین و مخلصین نے پیش کش بھی کی لیکن کبھی حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کو قبول نہیں فرمایا بلکہ پسند ہی نہیں فرمایا اگر آپ چاہتے تو سہارنپور میں عالیشان محل تیار ہو سکتا تھا لیکن اس دنیاء دنی کی طرف آپ کی رغبت نہ ہوئی۔ حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمۃ کے واقعات استغناء اتنے ہیں کہ اسی کے لئے ایک دفتر چاہئے۔صرف ایک واقعہ نہایت اختصار کے ساتھ نذر قارئین کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

بمبئی میں حضرت کے ایک مرید نے دس روپے کا ہدیہ پیش کیا اس پر حضرت نے تفصیل معلوم کی کہ تمہاری یومیہ آمدنی کیا ہے، تم کتنے افراد ہو، مرید نے تفصیل بتائی اس پر شیخ تھانویؒ نے فرمایا جاؤ اسے اپنے عیال پر خرچ کرو اس پر مرید بہت مایوس ہوئے، حضرت نے اس چیز کو محسوس فرمایا اور فرمایا کہ یہ تو زائد ہے صرف مجھے دو روپے دیدو۔اسی استغناء کو دیکھ کر اصغر گونڈوی نے کہا اور کیا ہی خوب کہا۔

نہ لالچ دے سکیں تجھے سکوں کی جھنکاریں
کہ تیرے دست توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں

بعینہ ایسا ہی واقعہ مرشدی حضرت فقیہ الاسلام علیہ الرحمۃ کے ساتھ پیش آیا، ضلع مظفر نگر کے ایک گاؤں ہرسولی کے مدرسہ میں سالانہ جلسہ کے موقع پر تشریف لے گئے۔(یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت مولانا مہربان علی بڑوتوی مرحوم و مغفور باحیات تھے) اسی مدرسہ کے ایک مدرس نے حضرت مفتی صاحبؒ کو پچاس روپے کا ہدیہ بند لفافہ میں پیش کیا اولاً تو حضرت نے انکار کیا آخر انکار پر اس مدرس صاحب کا اصرار غالب آ گیا تو حضرت نے صرف دس روپے قبول فرمائے اور فرمایا کہ بھائی آپ کے بچوں کا حق زیادہ ہے ان پر صرف کیجئے۔

یہ کہتے ہوئے حضرت نے انہیں خوب دعائیں دیں، صبر واستغناء، زہد وتقویٰ کے یہ نقوش چھوڑ گئے ہیں جو ہم خوردوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴ نومبر ۲۰۰۳ء بروز پیر یہ رشد وہدایت کا سورج غروب ہوگیا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور قدسیوں میں جا پہنچا اللہ کریم جوار رحمت نصیب فرمائے۔ آمین۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ اس پیکر زہد وتقویٰ کے اٹھ جانے پر قلوب سے صدائیں آرہی ہیں۔ وانہ فی الآخرۃ لمن الصالحین۔

مولانا مفتی مظفر حسین کا انتقال

(ماہنامہ دعوت وعزیمت دہلی جنوری ۲۰۰۴ء)

مولانا مفتی مظفر حسین ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کا اچانک انتقال ہوجانے سے دلی رنج ہوا مولانا محترم کی ذات بابرکات ہندستان کے مسلمانوں کے لئے ایک نعمت سے کم نہ تھی، زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کیا، کس کا کس وقت بلاوا آجائے، کوئی نہیں جانتا۔

مفتی مظفر حسین ایک ایسی ہی جامع کمالات شخصیت تھے جن کی آج کے دور میں نظیر ملنا ناممکن سی لگتی ہے، افتاء وتدریس اور انتظام وانصرام میں یدطولیٰ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک پیکر روحانیت وتقویٰ اور صاحب بیعت وارشاد بزرگ کی حیثیت سے بھی مرجع خلائق تھے۔

مفتی مظفر حسین مرحوم کی ساری زندگی دین کی خدمت میں گزری آپ دینی کاموں کے ساتھ ساتھ ملی پروگراموں میں بھی بھرپور حصہ لیتے تھے، مفتی صاحب کی وفات دینی وعلمی حلقوں میں ہی نہیں پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم نقصان ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مفتی صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے اور ان کے ورثاء کو صبر وتحمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(مولانا) احمد علی قاسمی

چراغ لاکھ ہیں لیکن ....

مولانا رئیس الدین صاحب استاذ حدیث مظاہر علوم وقف سہارنپور

ولی کامل، قطب وقت، محدث اجل، استاذ الاساتذہ فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ وہاں تشریف لے گئے جہاں سب کو جانا ہے اور جہاں جاکر کوئی واپس نہیں آتا، پسماندگان کے پاس ان کی یادیں باقی رہ گئی ہیں، ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم کے اصحاب ادارت ان یادوں کو دستاویز بنا دینا چاہتے ہیں تاکہ اس مرد درویش کی حیات کے صالح نمونے آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیں اسی سلسلہ میں مجھ سے بھی فرمائش ہوئی کہ میں اپنے تاثرات قلم بند کروں۔ آنے والی سطور اسی فرمائش کی تکمیل کے لئے سپرد قلم کی گئی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ میرے محترم استاذ تھے مجھے ان سے جامع ترمذی مکمل اور بیضاوی شریف کا کچھ حصہ اور الاشباہ والنظائر پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تھا اس لئے ان کی شخصیت کا سب سے پہلا تاثر جو ایک طالب علم کے طور پر ذہن نے قبول کیا وہ ایک کامیاب مدرس و معلم کا تھا، ان کا سبق نہایت مقبول تھا، باری تعالیٰ نے ان کو تفہیم کی بہترین صلاحیت سے نوازا تھا اسی کے ساتھ وفور علم تعمق فہم اور قوت حافظہ جیسے اوصاف نے ان کے درس میں انفرادیت پیدا کردی تھی ان کا درس مواد سے بھرپور عام فہم اور نہایت مرتب ہوتا تھا انہوں نے تقریباً ۳۴ سال تک ترمذی شریف کا درس دیا، یہ ان کا امتیازی درس تھا جس کی شہرت مظاہر علوم تک ہی محدود نہ تھی، ان کی مدت تدریس نصف صدی سے زائد ہے اس طویل مدت میں ان سے ہزاروں تشنگانِ علم نے استفادہ کیا ہوگا، اس طرح ان کا علمی فیضان بہت عام ہوا اور دور دور تک پھیلا۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا دوسرا خصوصی وصف ان کی انتظامی صلاحیت تھی جس کا ادراک کرکے اکابر نے ان کو ان کے اور ہمارے مرشد حجۃ الاسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے دور نظامت ہی میں نائب ناظم مقرر فرمادیا تھا اور حضرت کے زمانۂ علالت میں حضرت مفتی صاحب ہی تمام انتظامی امور کی دیکھ بھال فرماتے تھے حضرت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ باقاعدہ ناظم اعلیٰ کے منصب جلیل پر فائز ہوگئے۔ اس عظیم الشان ذمہ داری کو حضرت مفتی صاحب نے حضرت حجۃ الاسلامؒ کی وفات (رجب ۱۳۹۹ھ) سے اپنی وفات (رمضان ۱۴۲۴ھ) تک یعنی ربع صدی تک جس سلیقہ و دیانت سے نبھایا وہ انہی کا حصہ تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے آرام و راحت سے بے پرواہ ہوکر مدرسہ کی بے مثال خدمت کی

اور دیانت وامانت، اخلاص نیت اور حسن انتظام کی ایک مثال قائم کر گئے۔

مذکورہ بالا دونوں اوصاف کے ساتھ اوران سے بڑھ کران کا امتیازی وصف ان کی ولایت اور بے مثال تقویٰ اور طہارت ہے یہ وصف ان کی زندگی کا ایسا نمایاں عنوان ہے جس سے جدا کر کے ان کے کسی کام کو دیکھنا مشکل ہے وہ شیخنا ومرشدنا حضرت اقدس مولانا الشاہ اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ کے خلیفہ اجل تھے اور خودان سے ہزاروں فرزندان توحید نے روحانی فیض حاصل کیا ان کی صحبت کیمیا اثر تھی ان کی مجلس میں حاضر ہونیوالے عالم ہوں یا عامی، ایک خاص تاثر لے کر اٹھتے تھے۔

احقر کا اپنی فراغت کے بعد اپنی مادر علمی مظاہر اور اس کے میر کارواں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے ہمیشہ رابطہ رہا لیکن بہت زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع اس وقت ملا جب انہوں نے مجھے مشہور تعلیمی ادارہ مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ سے (جہاں میں تقریباً ۱۴ ارسال سے مصروف تدریس تھا) مادر علمی مظاہر علوم کی خدمت کے لئے بلایا یقیناً یہ میرے لئے ایک اعزاز تھا جس کا ظاہری سبب حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات گرامی تھی، حضرتؒ نے مجلس شوریٰ کے سامنے درجہ علیا کے لئے ایک مدرس کی ضرورت کا اظہار فرمایا اور خود ہی اس کے لئے احقر کا نام پیش فرمادیا یہ ان کی انتہائی شفقت تھی کہ انہوں نے احقر کے بارے میں حد درجہ اعتماد کا اظہار فرمایا اور تقررنامہ میں انتہائی وقیع الفاظ سے نوازا۔ تعمیل حکم میں احقر یہاں آ گیا۔

اب ہمارا تعلق حضرت مفتی صاحبؒ سے صرف استاذ وشاگرد یا محض ایک خورد وبزرگ کا ہی نہیں رہا بلکہ ضابطہ میں ایک منتظم اور ماتحت کا بھی تعلق ہو گیا اس حیثیت سے ہم نے حضرت مفتی صاحبؒ کو ہر قسم کے مواقع پر دیکھا اور بلا خوف تردید ہم یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی ان کو خوف خدا سے بے نیاز یا خلاف شرع کسی ادنیٰ فعل پر بھی آمادہ نہیں پایا۔ کبھی ان کو دنیا کے لئے کسی کے سامنے جھکتے نہیں دیکھا، بڑے بڑے ارباب مناصب اور اصحاب اقتدار کے سامنے بھی مفتی صاحب کو وقار واستغناء کا پہاڑ پایا اور ہر آنے والا ان کی روحانیت سے متاثر ہو کر گیا۔

انہوں نے مدرسہ کے تنازعات کے دوران بھی (جب اکثر لوگ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں) اپنی ذات کو کسی گھٹیا فعل یا ادنیٰ حرکت پر آمادہ نہیں کیا اور ہمیشہ عالی ظرفی کا نمونہ پیش کیا البتہ شریعت کی روشنی میں جس بات کو صحیح سمجھا اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ اس بارے میں ان کی طبعی نرمی بھی آڑے نہ آئی اور وہ ہمیشہ اپنے موقف پر تصلب کے ساتھ قائم رہے، اس کی بے شمار مثالیں ذہن میں ہیں جن کو دامن تحریر کی تنگی کی بناء پر لکھنا مشکل ہے۔

ذاتی طور پر احقر کے ساتھ حضرت کی شفقتیں بے شمار وبے حساب رہیں جن کی تفصیلات جمع کی جائیں تو

ایک طویل داستان تیار ہوجائے گی مزید یہ کہ خودستائی کے الزام کا بھی ڈر ہے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ہر ہر قدم پر ان کی شفقتوں سے واسطہ رہا، ہر معاملہ میں ان کا اعتماد حاصل رہا، مشورہ میں انہوں نے شریک کیا اور ہمیشہ رائے پر اعتماد کیا اور انتظامی و علمی معاملات میں ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی احقر کے تقرر کے فوراً بعد اپنا ترمذی شریف کا خصوصی سبق احقر کے حوالہ کردیا، اور یہ انہی کی برکت تھی کہ ترمذی شریف جلد ثانی پر احقر کی تقاریر درس کا مجموعہ ''انتھاب المنن'' (جسکی زمین گنگوہ کے زمانۂ تدریس ہی میں تیار ہوگئی تھی) حضرتؒ ہی کے زیر سایہ منظر عام پر آیا اور حضرتؒ کی دعاء کی برکت سے علمی حلقوں میں مقبول عام ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی ذات اس دورِ زوال میں بڑی مغتنم تھی ان کی برکت سے رحمتوں کا نزول ہوتا تھا، فتنوں سے حفاظت ہوتی تھی، اور خاص بات یہ کہ کسی بھی اہم موقع پر احساس تنہائی کا شکار نہیں ہونا پڑتا تھا بلکہ ان کی ذات سے ایک ڈھارس بندھی رہتی تھی اب ایک ایسا خلا ہے جس کا پر ہونا بظاہر مشکل نظر آتا ہے۔

بلاشبہ افراد ہیں اور اچھے لوگوں سے دنیا خالی نہیں ہے لیکن اس وقت تو بہر حال اس ولی کامل کے رخصت ہونے سے ہماری دنیا جو تاریک ہوئی ہے اس کی تعبیر کے لئے کسی شاعر کا یہ شعر موزوں معلوم ہوتا ہے جس کے ایک ٹکڑے کو میں نے عنوان بنایا ہے۔

چراغ لاکھ ہیں لیکن کسی کے اٹھتے ہی
برائے نام بھی محفل میں روشنی نہ رہی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو اپنے شایان شان جزاء خیر اور مقام بلند عطا فرمائے اور جن اکابر کی وہ یادگار تھے ان کے ساتھ ان کو بھی شامل فرمائے اور مدرسہ کو ان کا بدل عطا فرمائے آمین۔

فرمایا! مدرسین و ملازمین کو نظم میں غیر متعلق دخل اندازی نہ کرنی چاہیے، مہتمم و مدرسین کے درمیان جو بگاڑ پیدا ہوتا ہے اس کی ایک اہم وجہ یہ دخل اندازی بھی ہے، مدرسین و ملازمین اور منتظمین سب کو چاہئے کہ ہر ایک اپنے کام میں لگا رہے میرا خیال ہے کہ اگر ہر شخص اپنی اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کو انجام دیتا رہے اور ایک دوسرے کے کام میں دخل انداز نہ ہوں تو کوئی تنازع رونما نہ ہوگا ورنہ جب مدرسین نظم میں مداخلت کریں گے تو نظم میں خلط شروع ہوگا مہتمم اس کو برداشت نہ کرے گا نتیجتاً مہتمم کو معزولی مدرس کی فکر دامن گیر ہوگی، مدرس کو جب یہ معلوم ہوگا تو وہ آج کل کے معمول کے مطابق طلبہ کا سہارا لینے کی کوشش کریگا اور ان کو اپنے پاس لگا کر اہتمام و انتظام کے خلاف محاذ قائم کریگا اور اس طرح نظام درہم برہم ہوجائیگا۔ (ملفوظات فقیہ الاسلام ص۔۴۶)

بزرگ عالم دین

مولانا محمود حسن حسنی ندوی

۲۸/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو بزرگ عالم دین حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم ومتولی جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور ۷۶ سال کی عمر میں انتقال کر گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی صاحب اجراڑہ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے لیکن ان کا قیام سہارنپور میں رہا، وہیں پیدا ہوئے، اسی جگہ پلے بڑھے جہاں وہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر تعلیم وتزکیہ کا کام انجام دے رہے تھے، جب ان کے شیخ ومرشد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نے ۱۳۹۹ھ میں وفات پائی تو اکابر مظاہر نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی سرپرستی میں حضرت مفتی صاحب کو مظاہر علوم کی نظامت اور حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کی نیابت تفویض کی، مفتی صاحب کا بیعت وسلوک کا تعلق مولانا محمد اسعد اللہ صاحب سے تھا اور ان سے مجاز بیعت وارشاد تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی خصوصیات وامتیازات اور اوصاف سے نوازا تھا، تعلق مع اللہ، ورع وتقویٰ اور تفقہ میں آپ اپنے اسلاف کی یادگار تھے۔

جمعرات کے دن ۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ کو سہارنپور میں پیدا ہوئے، والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ نے مظفر حسین اور احمد سعید نام رکھا، پہلے نام سے مشہور ہوئے، ۱۱ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے اور ۲۱ سال کی عمر میں مظاہر علوم سے امتیاز وتفوق کے ساتھ فراغت حاصل کر لی اور پھر مظاہر علوم ہی میں مدرس اور معین مفتی کی حیثیت سے خدمت انجام دینے لگے، فقہ کی تمام اہم کتابیں اور تفسیر میں جلالین زیر درس رہیں، سنن ترمذی ۳۳ بار پڑھائی۔ کئی کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں فضائل مسواک، فضائل تہجد اور فضائل جماعت بڑی مؤثر اور مفید کتب ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا محمد یونس جونپوری شیخ الحدیث اور آپ کے بھائی مولانا اطہر حسین صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مغفرت کاملہ فرمائے اور درجات عالیہ سے نوازے آپ کی وفات سے علمی ودینی حلقوں میں جو بڑا خلا پیدا ہوا ہے اسے پُر فرمائے۔

حضرت ناظم صاحبؒ ندوۃ العلماء مولانا محمد رابع ندوی مدظلہ العالی نے حضرت مفتی صاحب کے انتقال پر ان کے برادر عزیز مولانا اطہر حسین صاحب کے نام اپنے تعزیتی مکتوب میں مفتی صاحب سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے ہوئے انکی وفات کو ایک بڑا سانحہ اور ملت کیلئے خسارہ کی بات بتایا ہے۔ (بشکریہ تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰ دسمبر ۲۰۰۳ء)

مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری، ناظم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور ضلع سہارنپور

درویش صفت شخصیت

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

کل نفس ذائقة الموت کا پیغام قرآنی ہر جاندار کے لئے ہے، موت سے کس کو رستگاری ہے، آج ان کی کل ہماری باری ہے، یہاں پہ جو بھی آیا ہے جانے ہی کے لئے آیا ہے جن کے لئے دنیا کی محفل سجائی گئی جو موجب تخلیق کائنات ہیں وہ پردہ فرما گئے۔ انبیاء علیہم السلام جیسے مقربین بارگاہ ایزدی کو دنیا میں دوام نصیب نہیں ہوا پھر دوسروں کی تو حیثیت ہی کیا ہے۔

لیکن جانیوالے کئی طرح کے ہوتے ہیں کوئی جاتا ہے تو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی بس گھر والے اور قریبی متعلقین اسے آخری آرام گاہ تک چھوڑ آتے ہیں مگر کوئی اس شان سے دنیا سے جاتا ہے کہ ایک عالم اس کی جدائی پر بیقرار ہو جاتا ہے، لاکھوں آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اپنے اور بیگانے دل پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں ایسی ہی شخصیت محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ الاسلام شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ مفتی مظفر حسین صاحب المظاہریؒ کی ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً دور دور تک پھیل گئی، یہ ناکارہ اس وقت گاڑی میں تھا کہ جو راجستھان سے گذر رہی تھی، گاڑی ہی میں حافظ محمد قربان شیخ پورہ نے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ ہمارے مربی و مشفق سرپرست اور رہنما مرجع عوام و خواص حضرت مفتی صاحبؒ اس دنیا سے رحلت فرما گئے اس وقت مجھ پر کیا گذری، زبان و قلم اس کے اظہار سے قاصر ہیں، سچ ہے موتُ العالِم موتُ العالَم ایک عالم ربانی کی موت پورے عالم کی موت ہے اس لئے کہ عالم ربانی کا وجود دنیا کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے، محدث اعظم حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات سے دین کے بہت سے شعبے وابستہ تھے، ان کی وفات کا صدمہ ایک عالم کی بے بسی اور محرومی و یتیمی کا موجب بن گیا ہے ؎

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک　　مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت مفتی صاحبؒ کی رحلت سے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ایک انجمن اور بزم ویران ہو گئی، ایک محفل اجڑ گئی،

ایک عہد ختم ہوگیا، ایک روایت نے دم توڑ دیا، زندگی کو حرکت وعمل دینے والا، مصیبت زدہ اور بیماروں کا مسیحا، آسمانِ علم کا ایک درخشندہ آفتاب، متعلقین واحباب کو روتا اور بلکتا ہوا چھوڑ کر غروب ہوگیا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس دَر کی نگہبانی کرے

کسی نے سچ کہا ہے ۔

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رہے گا رواں مگر ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

ایسے وقت میں جب کہ عالم اسلام ہر طرف سے فتنوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے ایسے عالم ربانی کا اٹھ جانا باعث صد رنج وغم ہے ۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

بے پناہ صدمہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے ایسا زیادہ ہوتا تھا کہ جو جاتا تھا اس کی جگہ کو پر کرنے والے سامنے آکر ذمہ داریاں سنبھال لیتے تھے لیکن اب یہ صورت زیادہ ہے کہ جو شخص بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے کوئی اس کی خلا کو پر کرنے والا نظر نہیں آتا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ مشہور ترین تابعی ہیں ان کو ''حجاج بن یوسف جو بڑا ظالم تھا جس نے بے شمار صحابہ، علماء اور عوام کو بے قصور قتل کیا تھا'' نے شہید کرادیا تھا، جب حجاج اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ کیا گذری تو اسنے کہا ہر مقتول کے بدلہ میں ایک مرتبہ قتل کیا گیا اور حضرت سعید بن جبیر کے بدلے میں دو مرتبہ قتل وموت کی سزادی گئی، کسی نے اس خواب کو سن کر امام بن حنبلؒ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ صحابہ کے قتل پر تو ایک مرتبہ قتل کی سزا ہوئی اور تابعی سعید ابن جبیرؒ جن کا درجہ صحابی سے کم ہے ان کے قتل پر دو مرتبہ قتل کی سزا جاری ہوئی اس کی کیا وجہ ہے تو آپ نے یہ جواب دیا کہ سعید ابن جبیرؒ سے پہلے جن حضرات کو قتل کیا گیا تو جاں نثاران امت کی کمی نہیں تھی جو بھی گیا اپنا جانشیں چھوڑ گیا جس نے دین کا کام سنبھال لیا لیکن حضرت سعید بن جبیرؒ کو جس وقت قتل کیا گیا تو ان کی جگہ پر کرنے والا امت میں کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا لہٰذا امت کو جو نقصان حضرت سعید بن جبیرؒ کی شہادت سے پہنچا ہے وہ دوسروں کے قتل سے نہیں پہنچا ہے اس دور کا المیہ بھی یہی ہے کہ جو عظیم شخصیت بھی اپنی جگہ سے اٹھ جاتی ہے اس کی جگہ کو پر کرنے والا کوئی دوسرا آدمی نظر نہیں آتا۔ آج صدیوں کے بعد دور قحط الرجال میں یہ فقرہ محدث اعظم، شیخ المشائخ حضرت مفتی صاحبؒ پر حرف بہ حرف صادق آرہا ہے وہ دنیا سے ایسے وقت رخصت ہوئے جب اہل اسلام ان کے علم وفقہ کے محتاج تھے، اہل دانش کو ان کے فہم وتدبر کی

احتیاج تھی، علماء ان کی قیادت وزعامت کے حاجت مند تھے، ان کی تنہا ذات سے دین وخیر کے اتنے شعبے چل رہے تھے کہ ایک جماعت بھی اس خلا کو پُر کرنے سے قاصر رہے گی، آپ نے جس طور پر عالَم کی فضاؤں کو علمی روحانی روشنی سے منور کیا اس کی بدولت اہل حق کے قافلے ہمیشہ منزلوں کا سراغ پاتے رہیں گے۔

زندگی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

حضرتؒ کی مقبولیت ومحبوبیت :۔وفات سے چند روز بعد احقر دفتر مدرسہ مظاہر علوم وقف میں حاضر ہوا جہاں حضرت مفتی صاحبؒ کی مسند ہے، آنے والوں کا تانتا لگا ہوا تھا مسند خالی دیکھ کر زار زار رو رہے تھے، احقر نے بہت چاہا کہ پیمانہ صبر نہ چھلکے لیکن پھر بھی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی، حضرت مولانا محمد سعیدی جانشین حضرت فقیہ الاسلامؒ پیکر صبر بنے ہوئے دوسروں کو بھی دلاسا دے رہے تھے، یہ حقیقت ومشاہدہ ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ کی محبت والفت علماء وصلحاء، عوام وخواص کے قلوب میں رچی بسی تھی، جو حب الٰہی کا ثمرہ ہے، بخاری ومسلم کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیلؑ سے فرماتا ہے میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، حسب الحکم جبرئیلؑ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان کے رہنے والوں میں منادی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین پر اس شخص کو مقبولیت عطا کر دی جاتی ہے اور اہل زمین اس سے محبت کرنے لگتے ہیں مرشد ومربی حضرت مفتی صاحبؒ کا یہی حال تھا ؂

عید گاہ ما غریباں کوئے تو انبساط عید دیدن روئے تو

جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی حضرتؒ کے پاس پہونچ جاتا فقیہ اسلام، محدث اعظم کے چند جملے تڑپتے ہوئے دل کو سکون واطمینان سے لبریز کر دیتے۔حضرتؒ کا دربار ایک ایسا دربار تھا کہ جہاں ہر کوئی اپنا درد دل سنا سکتا تھا، جس کا مشاہدہ حضرت والاؒ کی مجلس میں ہوتا رہتا تھا ؂

غموں کے جب بھی اندھیرے ہمیں ستائیں گے یہ سوچتے ہیں کسے حال دل سنائیں گے

درس مثال :۔حضرتؒ کے پڑھانے کا بھی دلکش انداز تھا جب تک طلباء اچھی طرح سمجھ نہ جاتے حضرتؒ آگے نہ بڑھتے تھے، ایک مرتبہ جلالین کے سبق میں ایک ہی مسئلے کو دیر تک سمجھاتے رہے ایک طالب علم جو میرے پاس بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے کہا کہ مسئلہ تو خوب واضح ہو گیا ہے آگے بڑھنے دو، حضرت نے سن لیا ناراض ہو کر سبق بند کر دیا کہ سوال کرنے سے کیوں روکا بندہ نے حضرت کو منایا اور معافی کا خواستگار ہوا تب سبق شروع ہوا یہ

شفقت تھی طلباء پر، مشکل سے مشکل کتاب کا درس بھی جب شروع فرماتے تو مغلق سے مغلق عبارات و مقامات حل ہوتے چلے جاتے، سب سے زیادہ شہرت آپ کے درس ترمذی کی تھی، دور دراز سے طلباء علماء آپ کے درس میں شرکت کی سعادت کے لئے کھنچے چلے آتے، دو مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ نے مکمل دورہ پڑھایا، ہنگامے کے وقت تنہا دورۂ حدیث پڑھاتے تھے۔اور خوب شرح وبسط کے ساتھ پڑھاتے تھے، سبق میں بیٹھ کر یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی بات ہی نہیں یہ سب تعلق مع اللہ کے اثرات تھے، خدا کرے آپ کا فیض تا قیامت جاری رہے۔

تحمل کے کوہ گراں:۔انتظامی امور میں خلاف طبع حالات پیش آتے ہی رہتے ہیں، سخت سے سخت نامساعد حالات میں بھی پیکر صبر وتحمل بنے رہتے، کوئی شخص حضرت مفتی صاحبؒ کی تحقیر وتنقیص کرتا تو بھی حضرتؒ اس کا جواب نہ دیتے اور اپنے محبین و متعلقین کو بھی ہدایت کرتے کہ وہ کوئی انتقامی رویہ اختیار نہ کریں اور آپ سے کوئی ایسا شخص ملتا تو اس سے خندہ پیشانی سے ملتے بلکہ شرافت نفس کے ساتھ معانقہ فرماتے کیونکہ حضرت نے اپنا وطیرہ برداشت اور رواداری کا بنا رکھا تھا۔

آسائش دوگیتی تفسیر این دوحرف است   با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

دوسروں کا برا چاہنا یا انتقام لینا آپ کے مزاج میں بالکل نہ تھا، مخالفین وحاسدین کا نام بھی ادب واحترام سے ہی لیتے تھے۔

حضرتؒ کی کرامت:۔جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور میں بورنگ ہو رہا تھا چند جگہ بورنگ کرایا گیا مگر ناکام رہے پریشان ہو کر حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اپنی پریشانی بورنگ کی ناکامی عرض کرنے کے بعد درخواست کی حضرت تشریف لیجا کر اپنے دست مبارک سے بسم اللہ کردیں۔علالت کے باوجود فوراً تیار ہو گئے، تشریف لا کر احاطہ شریفی میں اپنے دست مبارک سے نشان لگا کر فرمایا یہاں بورنگ کرو، باری تعالیٰ کامیاب فرمائیں گے۔آپ کی برکت سے اسی جگہ پر شاندار کامیابی ملی۔پانی کی قلت کثرت سے بدل گئی، آج تک یہ چشمہ خوب جاری ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تادیر قائم ودائم رکھیں۔آمین۔

لاریب ان کی شخصیت سدا یادگار رہے گی، اس وقت ان کی وفات سے گلستان مظاہر اجڑ گیا ہے، علماء یتیم ہو گئے ہیں اور اہل اسلام ان کے علم وفقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ان کی باتیں بے شمار ہیں ان کے سنانیوالے بھی بے شمار ہیں۔ان کی زندگی سے مختلف گوشے لوگوں کے سامنے ہیں اور زندگی ایک کھلی کتاب کے مانند ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ   عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب جامعہ اشرف العلوم رشیدیہ گنگوہ

بڑی مدت میں ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

این خموشی بسیار معنی دارد

وہ معصوم صورت، مستحکم سیرت، فقیہانہ بصیرت، مومنانہ فراست، نگاہِ محبت، لسان فصاحت، کلام سلامت، سادگی طبیعت، شمع عدالت، مینارہ ثقاہت، پیام طریقت، علم شریعت کہاں سے لائیں؟ آج اس مجسمہ تواضع کو نگاہیں تلاش کرتی ہیں، بے قراری کو کوئی مقام قرار نظر نہیں آتا، ہمیں وہ لمحات رہ رہ کر یاد آتے ہیں کہ جب زندگی سے مایوس، پریشان حال، غمزدہ لوگ آن واحد میں تسلی پاتے تھے آپ کی ایک مسکراہٹ تمام الجھنوں سے نجات کا ذریعہ بن جاتی تھی، آپ کی خاموش مجلس کی پرکیف حلاوت آج بھی محسوس ہوتی ہے، آپ کی زبان ساکت نے پوری امت کو جو پیغام دیا اس کو ہزاروں اجلاس عام انجام نہیں دے سکتے اتنے بڑے ادارے کے نظم وضبط کو خموشی حال کے ساتھ چلانا آپ کی ایسی کھلی کرامت تھی جس سے کسی کو مجال انکار نہیں، آپ بلاشبہ زمانہ کے شاندار فقیہ، محقق، مدقق، عالم بے بدل، یگانہ روزگار محدث نمونۂ اسلاف مرشد کامل شیخ طریقت، امام شریعت، محی السنہ قاطع بدعۃ، معلم احسان، متکلم اسلام، ہادیٔ امت، مربی خلائق، قدوۃ الانام، راس الاتقیاء، بہترین مجود، طبعاً شریف نہایت ذکی ہوشیار عالی ہمت صالح عابد ملنسار اور انتظامی امور میں خداداد صلاحیتوں کے مالک انسان تھے۔

طلبہ کی تعلیمی تربیتی سرگرمیوں پر برابر توجہ رکھتے، تعلیم کیساتھ ساتھ اخلاقی امور کی بطور خاص نگرانی فرماتے اور ان کیلئے ہر ممکن سہولت پیدا کرنے میں ہمیشہ کوشاں نظر آتے، اساتذہ سے بے پناہ محبت فرماتے اور بہتر کارکردگی پر حوصلہ افزائی بھی فرماتے، آپ کا فیض عوام وخواص دونوں کیلئے یکساں طور پر جاری تھا، چنانچہ علماء امت کی بڑی تعداد آپ سے رشتۂ سلوک میں منسلک رہی اور لاکھوں انسان عمومی طور پر آپ سے فیض یاب ہوئے۔

نیز آپ کے ہزاروں شاگرد ممتاز مقامات پر فائز اور اہم دینی خدمات میں سرگرم عمل ہیں۔

فقہ وفتاویٰ کی کتابوں کے مقدمات میں ایک فقیہ دین کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان کو پڑھ کر فقیہ کی ایک صورت مثالیہ ذہن میں منقش ہوتی ہے، آپ اس کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کو طبعی طور پر فقہ کا شوق تھا، آپ نے اپنے والد ماجدؒ کی نگرانی میں فتاویٰ نویسی کی مدتوں مشق کی تھی اس لئے آپ کے فقہی درک

وشعور کو ایک مخصوص نوعیت کا استحکام حاصل تھا۔

آپ کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا بہت بڑا ذخیرہ ضخیم جلدوں میں مدرسہ میں موجود ہے، اس کے علاوہ نہ معلوم کتنے مسائل ہوں گے جن کی گتھیاں زبانی طور پر سلجھائی ہیں اور ان کو قید تحریر میں لانا امر ناممکن ہے نیز آپ نے بہت سے مدارس مکاتب ومساجد کا سنگ بنیاد رکھا اور مختلف اداروں کی سرپرستی ونگرانی فرمائی، اکثر بڑے بڑے اجلاس صدارت کا سہرا آپ کے سر باندھا گیا۔

آپ نے مختلف موضوعات پر بعض کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جن میں سے چند زیور طبع سے آراستہ ہوکر مقبولیت تامہ حاصل کر چکی ہیں۔

فضائل مسواک، فضائل تہجد، فضائل جماعت، فضائل اعمال، حاشیہ رسم المفتی، جماعت مودودی کے عقیدۂ تنقید پر تبصرہ۔ الدر السنی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی لازوال تصنیفات ہیں۔

اول الذکر دونوں کتابیں بے حد مقبول ہوئیں اور ہندوپاک میں بارہا ان کی اشاعت عمل میں آئی اور دوسری زبانوں میں ان کے ترجمے ہوئے۔ آپ کی خاموشی عظیم الشان کمالات، پیش آمدہ حیران کن اور وسعت علمی کا پتہ دیتی تھی۔

کہہ رہا ہے موج دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

جہاں آپ ایک ولی کامل عارف ربانی قطب زماں تھے، ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے محدث مفسر بھی تسلیم کئے گئے آپ کا درس بخاری شریف بہتے دریا کا سماں پیش کرتا تھا۔

آپ یقیناً کم گو خاموش صفت انسان تھے لیکن جب سبق شروع فرماتے تو ایسا لگتا جیسے کسی بڑے دریا کا دہانہ کھول دیا گیا ہو، آپ کے درس ترمذی شریف کی شہرت حد تواتر کو پہونچی، اور جن خصوصیات پر مشتمل آپ کا درس تھا ان میں آپ کا ثانی نظر نہیں آتا، دوران درس ایسا محسوس ہوتا گویا منھ سے موتی بکھیر رہے ہوں آپ کا سبق حسین پھولوں کا گلدستہ معلوم ہوتا۔

آپ نے ایک طویل زمانہ تک انتظامی امور کی بحسن وخوبی انجام دہی کے ساتھ ساتھ حدیث وفقہ کی ایسی خدمت انجام دی، جس کی مثال مشکل ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مدت میں ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حقیقت یہ ہے کہ آپ ملت کے صحیح رہبر اور گروہِ علماء کے سلطان تھے، آپ نے بلا لومۃ لائم حق کی ترجمانی کی اور اختلافی مسائل میں حق سے سر مو انحراف نہیں کیا، اور آخر تک سچائی پر جمے رہے۔

آج آپ ہمارے درمیان نہیں رہے جس کا ہمیں بے حد قلق و افسوس ہے اور اس کے سواء کوئی چارہ نظر نہیں آتا کہ ہم کہیں۔

لائی حیات آئی قضاء لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ اور بانیٔ جامعہ حضرت اقدس الحاج مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ العالی سے آپ کا دیرینہ تعلق رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر آمد ہوتی تھی، متعدد مواقع پر تشریف لاتے تھے اور مختلف تقاریب میں شرکت فرما کر دعا فرماتے، ایک مرتبہ دوران بیان فرمارہے تھے کہ ہم تو بنے بنائے پر بیٹھے ہیں لیکن حضرت قاری صاحب نے اس پورے ادارہ کو اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے اور جب بھی اس ادارہ میں آیا ہوں، پہلے کے مقابلہ میں اضافہ ہی پایا ہے یہ حضرت قاری صاحب کے اخلاص کی برکت ہے اور ایسے ہی بہت سے مواقع پر آپ نے کھل کر حضرت اقدس مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ العالی کی خدمات کو سراہا ہے اور جامعہ اشرف العلوم میں آکر آپ بے حد خوشی محسوس کرتے تھے چنانچہ مختلف کتابوں کے اسباق شروع فرماتے حتی کہ انتقال سے آٹھ روز قبل والد بزرگوار حضرت اقدس مولانا قاری شریف احمد صاحب کے مکان پر تشریف لائے اور گھنٹوں دونوں حضرات نے آبدیدہ ہو کر سرگوشی فرمائی۔ آپ کی جدائیگی ہم سبھوں کے لئے المناک حادثہ واقع ہوئی ہے حق تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت سے حصہ وافر نصیب فرمائے اور جنت کے اعلیٰ درجات عطا کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگان سلف کے حالات وواقعات اور ملفوظات ومعمولات، بلاشبہ علم وعمل کی روح دنیا میں ذکر آخرت کے لئے رہبر، خلوت کدہ کے مونس، غم زدہ کے انیس ہر دینی ودنیوی مشکل کا حل اور نورِ ایمان کو بڑھانے والے ہوتے ہیں۔
ملفوظات فقیہ الاسلام ص۔ ۲۶

مومنانہ فراست کا پیکر جمیل

مولانا غلام نبی القاسمی
استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور برصغیر کی دو مثالی درس گاہیں شمار ہوتی ہیں ان درس گاہوں نے جن فخر روزگار شخصیات کو پیدا کیا وہ اپنی علمی خدمات اور اسلامی علوم وافکار کی ترویج واشاعت میں ہماری علمی تاریخ کا ایک عظیم سرمایہ ہیں۔

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ انہیں عبقری شخصیات کے آخری فرد تھے جو نصف صدی سے زائد مدرسہ مظاہر علوم میں تدریس وافتاء اور آخر میں انتظامی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان اہم ذمہ داریوں کے ساتھ بیعت وارشاد، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کیلئے بھی سینکڑوں بندگان خدا حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے۔ نہایت بامقصد اور نیک نام زندگی گزارنے کے بعد علم وعمل کا یہ درخشندہ ستارہ بالآخر ۲۸/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ غروب ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کو راقم السطور نے صرف ایک بار دیکھا ہے اور وہ بھی دیوبند میں، سرسری نظر میں، ذہن نے موصوف کی شخصیت کا جو مختصر ساخاکہ تیار کیا وہ یہ ہے کہ موصوف سادگی میں علمی وروحانی بوقلمونیوں کا ایک عجائب خانہ تھے، جسم پر نہ جبہ نہ قبہ، نہ کروفر، نہ تکلف، نہ مزاج میں طمطراقیت، نہ گفتگو میں تعلی، انتہائی منکسر المزاج، المومن غر کریم کی زندہ تصویر اور مومنانہ فراست کا پیکر جمیل، سیاست سے کوسوں دور بلکہ موجودہ دور کی مکارانہ سیاست کی ابجد سے ناواقف، دارالعلوم دیوبند کے قضیہ نامرضیہ کے بعد مدرسہ مظاہر علوم کی تقسیم اور خلفشار میں کیسے کیسے ثقہ افراد کی ثقاہت خطرہ میں پڑی، کیسے کیسے پروپیگنڈے اور تکلیف دہ حالات پیش آئے مگر یہ مفتی مظفر حسین صاحبؒ ہی تھے کہ ایسے نازک احوال وظروف میں بھی اپنی علمی وروحانی بضاعت کی جان سے زیادہ حفاظت کی .... اس کو اپنی بدقسمتی ہی سمجھتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے درس میں بیٹھنے کا کبھی موقعہ نہیں مل سکا۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ موصوف کا درس ترمذی نہایت مشہور تھا مختصر مگر نہایت جامع، مرتب، مربوط، اور مسلسل اور مدلل تفہیم اس شان کی کہ درس گاہ ہی میں طلبہ نفس مضمون اور ضروری تفصیلات کو ذہن میں اتار لیتے، فتاویٰ نویسی میں بھی اختصار اور احتیاط سے کام لیتے، گفتگو اور تقریر بھی مختصر اور مدلل ہوتی۔ تصانیف اور دستاویزی شکل میں جو کچھ بھی اب تک سامنے آیا اس میں بھی ان کی شخصیت کی یہ خصوصیات واضح نظر آئی ہیں۔ آخری عمر میں علالت اور ضعف نے پڑھنے لکھنے کے معمولات کو متاثر تو کیا مگر مضبوط علمی استعداد، ٹھوس صلاحیت اور طویل تجربہ کی بھٹی میں تپا ہوا ذہن جسمانی عوارض سے متاثر نہیں ہوا، وہ شدید بیماری کی حالت میں بھی ادارہ کے انتظامی کاموں کے لئے اسی طرح سرگرم نظر آتے جس طرح صحت کی حالت میں کمربستہ رہتے۔

ضرورت ہے کہ موصوف کی اس جلوہ صد رنگ شخصیت کے وہ علمی پہلو، علمی گوشے اور فکری زاویے ایک مستقل سوانح کی شکل میں ملت کے سامنے آئیں جن سے ایمان کو جلاء، فکر کو مہمیز اور جذبۂ عمل کو تحریک مل سکے۔

مولانا محمد اسرار الحق صاحب قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن

اسلاف کی عظمتوں کے عکس جمیل

علوم اسلامی کے غواص، فقہ وفتاویٰ کے شناور، اسلاف کی عظمتوں کے عکس جمیل ہمارے حضرت شاہ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عالی نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کا نمونہ تھی، ان کا تفقہ فی الدین، علمی رسوخ، مسائل کی روح سمجھنے کا فطری خداداد ملکہ اور استحضار علم ان کے فتویٰ کی شان اور بعد والوں کے لئے خضر راہ ہے، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے بعد گذشتہ ایک دہے میں فقہ وفتاویٰ کے ایک اور ستون کے گر جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اسے آسانی سے پر نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے خاندان کے چشم وچراغ تھے جو علم وتصوف کا گہوارہ رہا ہے، علمی گھرانہ، تقویٰ وطہارت کا ماحول اور خصوصی تربیت کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب کے اندر عہد طفولیت سے ہی مستقبل کے فقیہ ہونے کی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں، آپ کے والد حضرت مفتی سعید احمدؒ اپنے عہد کے ممتاز عالم دین اور فقیہ تھے، انہیں فقہ وفتاویٰ پر کس قدر دسترس حاصل تھا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی بعض تحقیقات کو راجح مان کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی اپنی بعض آراء سے رجوع کیا ہے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور دیگر ہم عصر اصحاب فقہ وفتاویٰ نہ صرف آپ کے تفقہ کا اعتراف کرتے تھے بلکہ ان کی رائے پر عمل بھی کیا کرتے تھے، علم وفضل اور شریعت وطریقت کی نابغۂ روزگار، عبقری وجامع شخصیت شیخ الحدیث الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے بھی حضرت مفتی سعید احمدؒ کی علمی رفعت اور پختگی کا ذکر کیا ہے۔

ہمارے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مظاہر علوم میں داخل ہوئے، جہاں حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ اور اپنے والد حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی تربیت میں صرف ونحو، قرآن وحدیث، فقہ وفتاویٰ اور جملہ علوم اسلامی سے فیضیاب وسرفراز ہو کر علمی دنیا کے آبدار موتی بن کر نکلے اور دوسری طرف صاحب نسبت بزرگوں کی نظر معرفت، تربیت وصحبت، تزکیہ باطن اور صدق وصفا کی منزلیں طے کرتے ہوئے دریائے عشق ومعرفت میں ڈوب کر اللہ پر مر مٹنے کی مختلف اداؤں اور جاں سوزی وجفاکشی کی لافانی تصویر بن گئے۔

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ کی علمی، روحانی اور عملی زندگی کی مختلف جہتیں تھیں اور ہر جہت اس قدر روشن کہ

جس کو جہاں موقع ملا ان سے فیض یاب اور منور ہوا، ان کی جامع ترین شخصیت امت کے لئے بضاعت گراں مایہ اور متاع بیش بہا تھی، علمی حلقوں میں ان کی ذات گرامی جس بلند مقام پر فائز تھی، فقہ وفتاویٰ میں جو عبور اور فقیہانہ ذوق قدرت نے انہیں عطا کیا تھا ان کی باوقار زندگی جس فنائیت، عبدیت اور ایمانی سادگی کے ساتھ گذری، اس حیات فانی میں انہوں نے جن فقیرانہ طرز اور سبق آموز طریقہ سے بتایا، خواص وعوام کے درمیان انہیں جو بے مثال محبوبیت اور مقبولیت، مرکزیت اور مرجعیت حاصل ہوئی یہ ان کی عنداللہ محبوبیت ومقبولیت کا زندہ ثبوت ہے۔

راقم الحروف یوں تو زمانہ طالب علمی سے ہی حضرت مفتی صاحبؒ کی عالمانہ درس، فقیہانہ شان اور درویشانہ انداز زندگی سے متاثر تھا مگر شوق واشتیاق کو تسکین اس وقت ملی جب حالیہ برسوں میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا اور میں نے قریب سے دیکھا کہ ان کی عبقری شخصیت علم وعمل، فکر ونظر، حکمت وبصیرت، جوش عمل اور سعی مسلسل، سوز دروں اور جذب وجنوں کے ساتھ توازن واعتدال کی قندیل رہبانی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی ذات عالی صفات کو حُسن کا قیمتی زیور سادگی سے مزین اور آراستہ فرمایا ہے، جب دل ودماغ احساس ووجدان خدا کی مرضی سے پورے طور پر ہم آہنگ ہوجاتے ہیں جب نہ دیکھ کر بھی نگاہیں خدا کو اپنے سامنے دیکھتی ہیں جب سانسوں میں خدا کا ذکر ہوتا ہے جب دل میں صرف خدا کی یادیں رچ بس جاتی ہیں تو زندگی کی سادگی عہد شباب کو پہونچتی ہے جب میں نے اپنے حضرتؒ کی سادگی میں رنگ وآہنگ، کشش وجاذبیت، حرارت وبرودت اور جلال وجمال اور پاک دل، پاک نفس، اور پاک نظر کے نورانی جلوے اور پاکیزہ روشنیاں دیکھیں تو میرا دل تڑپ اٹھا اور میری عقل نے فیصلہ کرلیا کہ ان کی نظر معرفت کا اسیر بن جاؤں، مگر میری زندگی کے بیشتر ایام تنظیمی وجماعتی آپادھاپی اور ملی سرگرمیوں میں تیزی سے گذرتے رہے اور مجھے اپنے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کا موقع میسر نہیں آیا لیکن میرے شکستہ دل کی تڑپ پر خدا کو رحم آگیا اور مجھے اس لمحہ کی سعادت میسر آگئی جب میرے دل ودماغ اصلاح باطن کی خاطر سلوک واحسان کی راہ طے کرنے کے لئے مضطرب اور بیقرار ہوا ٹھے اور میرے قدم سہارنپور کیلئے چل پڑے اللہ تعالیٰ میرے شیخ حضرت مفتی شاہ مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے کہ از راہ کرم انہوں نے مجھے گلے لگالیا، ڈھیر ساری دعائیں دیں اور اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما کر مجھ گنہگار اور ناکارہ انسان پر احسان عظیم فرمایا۔ شاہا چہ عجب گر بنوازند گدارا

گذشتہ نصف صدی میں جن اکابر علماء کرام اور فقہاء عظام نے اسلامی علوم وفنون اور فقہ وفتاوی کے میدان میں اپنی عظیم خدمات کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں ہمارے حضرتؒ ان کی صف اول میں نمایاں نظر آتے ہیں خاص کر فقہ وفتاوی کے میدان میں آپ جیسا علمی رسوخ کم لوگوں کو حاصل تھا، آپ فقہی بحوث میں احناف کے نقطہ نظر کے امین اور اسلاف کی اعتدال پسندی کے بہترین وکیل تھے، آپ کے اندر صالحیت وصلاحیت اور احتیاط

واعتدال پسندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپ نے فقہ وحدیث کی بیشتر مروجہ کتابیں پڑھائیں اور اپنے منفرد وجداگانہ انداز درس کے ذریعہ علم وعرفان کے اتنے چراغ جلائے تھے کہ دنیا کے کئی خطے روشن ہوگئے، داعی اجل کو لبیک کہہ کر جو داغ مفارقت آپ ہمیں دے گئے بے شک اس کے غم کا بوجھ ہم اپنے مضطرب دل ودماغ اور اشکبار آنکھوں میں ابھی تک اٹھائے پھرتے ہیں تاہم جب ہماری نگاہوں کے سامنے یہ روشن حقیقت آجاتی ہے کہ آپ واصل بحق ہوگئے اور آپ اپنے محبوب حقیقی سے جاملے مگر آپ کا علمی وروحانی فیض ہر خطہ میں جاری وساری ہے تو ہمارا اضطراب سکون سے بدلنے لگتا ہے اور ہماری بے قراری کو قرار آجاتا ہے۔

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ کی غیر معمولیذ ہانت اور علمی استحضار کے بے شمار نمونے لوگوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھے ہیں آپ سے جب کبھی کوئیمسئلہ پوچھتا یا پھر کسی کی فقہی الجھن دور کرتے ہوئے آپ کی زبان مبارک کھلتی تو مکمل حدیث اور ہدایہ وشامی کی عبارتیں زبانی اور بروقت پیش کردیتے، اگر کبھی کتاب دیکھنے کی نوبت آتی تو اس طرح مطلوبہ عبارت سکنڈوں میں ڈھونڈ نکالتے جیسے رکھی ہوئی چیز لوگ اندھیرے میں اندازہ سے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ کی تصنیفات کی فہرست بہت طویل نہیں ہے کیونکہ ان کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا کہ طالبان علوم نبوت کو اپنے تمام تر علمی اثاثے منتقل کردئے جائیں اور انہیں ایسی تربیت دی جائے کہ وہ امت کے لئے نمونہ راہ بن جائیں، شاید یہی وجہ ہے کہ علوم اسلامی کا یہ بحر بیکراں، قرطاس وقلم کے میدان میں لٹریچر کا ڈھیر نہ لگا سکا البتہ انہوں نے شرح عقود رسم المفتی پر عربی میں نہایت مفید حاشیہ تحریر کیا ہے جس سے اہل علم خوب خوب فائدہ اٹھارہے ہیں اس کے علاوہ وہ فضائل الاعمال، فضائل تہجد، فضائل جماعت، فضائل مسواک ان کے قلم سے نکلی ہوئی بہترین کتابیں ہیں جن میں ان کے تصنیفی ذوق کا عکس دیکھا جاسکتا ہے دراصل ان کی حقیقی تصنیفات ملک اور بیرون ملک پھیلے ہوئے وہ سینکڑوں شاگرد وتلمیذ ہیں جو اپنی علمی وفکری صلاحیتوں سے علم دین کی اشاعت، تبلیغ ودعوت اور امت کی اصلاح کی مخلصانہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ صبر وتحمل کے پہاڑ تھے، علم دین کی ترویج واشاعت کی راہ میں جتنی دشواریاں اور پریشانیاں سامنے آئیں ان کو برداشت کیا، کسی سخت گو کا جواب کبھی سخت انداز میں نہیں دیا، اتہامات تراشے گئے لیکن آپ خاموشی کے ساتھ سب کچھ دیکھتے اور سنتے رہے، آپ جادۂ حق کے ایک مسافر تھے اور اپنا سفر ختم کرکے منزل مقصود تک پہنچ گئے، ہزار صد ہزار آفریں ہیں اس رہ نورد پر، جو تاریکی اور خطرناکی سے کبھی نہ گھبرایا اور ہم سفروں کی قلت سے کبھی اس کا دل ملول نہ ہوا جس کو سامانوں کی کمی نے کبھی فکرمند نہ کیا اور جس نے مصیبتوں کے پہاڑ جھیلنے میں کبھی کوتاہی نہ کی، خدا کی رحمت ہو اس فرش خاک پر جہاں وہ ابدی راحت میں منتظر قیامت ہیں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ بیتے دنوں کی کچھ یادیں

مولانا محمد عبداللہ طارق صاحب ادارہ امور مساجد، نئی دہلی

حضرت مفتی مظفر حسین المظاہری بن حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی رحمۃ اللہ علیہما کی پیدائش اوران کی ابتدائی زندگی کے حالات تو ان کے اہل خاندان لکھیں گے (ان شاء اللہ تعالی) اور یہ انہیں کا حق ہے اوران میں بہت سے اہل علم اورارباب فہم وقلم موجود ہیں، خود ان کے برادر خورد مخدوم محترم حضرت مولانا اطہر حسین صاحب زید مجدہم سے بڑھ کر حضرت مفتی صاحب کے حالات زندگی سے آج کون واقف ہوگا۔

یہ ناچیز جب مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوا تو حضرت مفتی صاحبؒ کا وہاں کے نوعمر مدرسین میں شمار تھا، اور چلنے پھرنے میں اس وقت کے سبھی اساتذہ سے زیادہ پھرتیلے، چست اور چاق وچوبند تھے، ڈاڑھی کے اکثر بال سیاہ تھے، آواز باریک مگر بلند تھی، ہم نے حضرت مفتی صاحب سے جلالین شریف اور نخبۃ الفکر پڑھی ہے اور کچھ حصہ رسم المفتی اور درمختار کا بھی پڑھا ہے مگر یہ دونوں مؤخر الذکر کتابیں خارج میں پڑھی تھیں۔ باقاعدہ نصاب کے نظم کے لحاظ سے ہم نے اگرچہ حضرت سے زیادہ کتابیں نہیں پڑھیں لیکن حضرت کی شفقت ومحبت اور ہماری وابستگی اور نیازمندی بہت زیادہ رہی، اور یہ تعلق الحمد للہ حضرت کے آخری ایام تک رہا اور آج تک قائم ہے۔

حضرت کے مطالعہ کا طریقہ

مظاہر علوم کے جامع اور عظیم کتب خانہ (لائبریری) سے جن لوگوں نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا ان میں حضرت مفتی صاحب کے والد حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ **صدیق محترم مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں اس ناچیز کو بھی دو سال بڑی یکسوئی سے اس لائبریری سے مستفید ہونے کا موقع ملا ہے اور یہ سن ۶۶ء اور ۶۷ء کا زمانہ ہے۔**

حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کا اوران کی پیروی میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کا طریقہ یہ تھا اور بھی بہت سے حضرات کا یہی طریقہ ہے کہ مطالعہ کے دوران جو کوئی خاص بات نظر آتی جو عمومی فہرست کتاب میں درج نہیں ہوتی اس کا اشارہ جلد کے ساتھ والے ورق پر لکھ دیا کرتے تھے، مظاہر علوم کی لائبریری میں جا کر آپ کتابیں نکال کر دیکھیں گے تو اکثر کتابوں پر اس طرح کے اشارے درج ملیں گے یہ اشارات عموماً اسوقت بھی لکھے جاتے ہیں جب کسی خاص موضوع پر آدمی کوئی مضمون یا کوئی کتاب لکھ رہا ہوتا ہے یا کسی علمی موضوع پر تقریر کرنے کے لئے تیاری کررہا ہوتا ہے، یہ اشارے وقت پر بڑا کام دیتے ہیں، یہ یاد رکھنا تو نسبۃً آسان ہوتا

ہے کہ ہم نے یہ بات کس کتاب میں دیکھی تھی لیکن جلد اور صفحہ کا یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے یہ مشکل ان اشارات کے ذریعہ آسان ہوجاتی ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ نے اسی طرح کے متفرق فوائد پر مشتمل طحطاوی علی المراقی کی بہت مفصل ومبسوط فہرست تیار کی تھی جو غالباً چھپ چکی ہے میرے والد صاحب مولانا محمد رحمت اللہ صاحب میرٹھی دہلویؒ کا بھی یہ طریقہ تھا اور بھی بہت سے علماء ومشائخ کا یہ عمل ہے۔

ایک مشورہ

کچھ عرصہ ہوا ایک صاحب ذوق نے ایک بڑا مفید کام یہ کیا تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اپنی زیر مطالعہ کتابوں پر جو متفرق نوٹس (حواشی) لکھے تھے ایک ماہانہ پرچے میں ان حواشی کو قسط وار شائع کردیا تھا جو نہایت مفید کوشش ہے...... ضرورت ہے کہ مولانا محمد سعیدی ناظم مدرسہ مظاہر علوم (وقف) اپنی نگرانی میں مفتی صاحب کی کم از کم ان کتابوں کے حواشی پر یہ کام کرالیں جو کثرت سے حضرت مفتی صاحب کے مطالعہ میں رہی ہیں اور جن پر بہت سے حواشی ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے حاصل مطالعہ کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اس ناچیز کو ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۷ء تک حضرت کے ساتھ ان کے لامع الدراری علی جامع البخاری کے کام میں معاون کی حیثیت سے اور اخیر میں مرتب مسودہ کی حیثیت سے کام کرنے کا اتفاق ہوا ہے، اس وقت میں نے دیکھا تھا کہ حضرتؒ اکثر کتابوں پر ایسے حواشی لکھ کر رکھتے تھے خصوصیت سے تہذیب التہذیب لابن حجر کی تمام جلدوں میں تو ہر ورق کے بعد ایک سادہ کاغذ لگواکر جلد بندھوائی تھی اور بہت سے حواشی درج کئے تھے، حضرت شیخ کی کتابوں کے لائق خادم بلکہ بڑی حد تک ان کے علمی جانشین محترم مولانا محمد عاقل صاحب اگر اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ بڑا کام ہوگا، حضرت شیخ کی روح کو تسکین بھی ہوگی اور ہم جیسے طالب علموں کو بڑا علمی فائدہ ہوگا۔ واللہ الموفق

مظان پر نگاہ

مَظِنَّة (متوقع مقام) المعجم الوسیط میں بکسر الظاء ہے اور مصباح اللغات میں بفتح الظاء، لیکن اس لفظ میں کسرہ ہی درست ہے، امام لغت ابن الاثیرؒ نے اس گتھی کو سلجھایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ ظاء کو فتح دیا جائے لیکن لفظ کے اخیر میں جو ہاء ہے (جسے اردو والے گول تاء کہتے ہیں) اس کی وجہ سے کسرہ دیا گیا ہے۔

مَظِنَّة کی جمع مـظانّ ہے، جس کے معنی ہیں وہ مراجع و مصادر جن کی طرف کوئی عالم و محقق اپنی تلاش و تحقیق کے دوران رجوع کرتا ہے اور اس معنی میں یہ لفظ ''مظان'' مُولَّد ہے۔

ایک تاریخ و تذکرہ کے مضمون میں یہ لغوی تحقیق شاید کسی صاحب کو بے موقع لگے اس لئے معذرت خواہ ہوں لیکن لکھ اس لئے دی کہ شاید کسی کے لئے یہ مفید ثابت ہو، خصوصاً جو لوگ مظان کی اصطلاح سے ناواقف ہوں گے، استاذ محترم حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مظان پر بہت اچھی نگاہ تھی اور یہ چیز وسعت مطالعہ کے علاوہ کے حد میں صحیح (درست اندازہ) ذہن رسا اور قوی حافظے کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، مجھے اس کا اندازہ اپنی زندگی کے سب سے پہلے مضمون ''تسبیح مروجہ کی اصل اور اس کی شرعی حیثیت'' لکھنے کے دوران ہوا جو انہی ایام میں مظاہر علوم میں قیام کے دوران لکھا گیا تھا اور ماہنامہ ''نظام'' کانپور میں چھپا تھا۔ اسی دوران ایک دوسرا مضمون لکھا تھا ''بدھ کے دن کتاب شروع کرنے کا معمول اور اس کی اصل'' یہ دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ ''دارالعلوم'' میں چھپا تھا۔

میں نے جب حضرتؒ سے پوچھا کہ ان موضوعات کیلئے مجھے کون کونسی کتابیں دیکھنی چاہئیں تو حضرت نے بس دو تین حوالے بتائے جن تک میں بغیر رہبری کے نہیں پہنچ سکتا تھا، اور علمی تحقیق میں اس بات کی بڑی اہمیت ہوتی ہے کہ آدمی یہ جانتا ہو کہ اس کی مطلوبہ معلومات کہاں سے ملیں گی؟ مثال کے طور پر مذکورہ دوسرے عنوان کے لئے حضرت نے بتایا کہ سورہ قمر کی آیت فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ کی تفسیر میں دیکھو۔

بس یہ رہنمائی معلومات کے خزانہ کی کنجی تھی، وسیع لائبریری موجود ہی تھی اللہ غریق رحمت کرے مولانا علیم اللہ بستویؒ کو جو ناظم کتب خانہ تھے، ایک اور بہت معمر بزرگ کتب خانے میں ان سے بھی سینئر تھے اور غالباً وہی اصل ناظم تھے یہ دونوں میرے شوق مطالعہ کی قدر کرتے تھے اور تعاون فرماتے تھے، میں تلاش کرتا گیا اور معلومات حاصل ہوتی رہیں، سردست تو مضمون سامنے نہیں ہے یاد پڑتا ہے کہ دیگر مبسوط تفاسیر سے دیگر دلائل فراہم ہوئے لیکن روح المعانی میں تو خاص اس موضوع پر بھی لکھا گیا تھا، اسی طرح حضرت نے مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلیؒ کی کتاب " الفوائدالبهية في تراجم الحنفية "کا نام بتایا تھا کہ اس میں بھی صاحب ہدایہ کے حالات میں کہیں اس کا ذکر ہے چنانچہ اس سے بھی مزید کئی حوالوں کی طرف رہنمائی ہوئی۔

اہل علم اور ارباب تحقیق ان مثالوں سے جان سکتے ہیں کہ کون سی بات کہاں ملنے کا پتہ دیا گیا، یہی وجہ تھی کہ رسمی طور پر تعلیم مکمل ہونے اور مظاہر علوم سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی حضرت سے اس ناچیز کا تعلق برابر رہا۔ کثر الله فينا امثاله ۔

کسی مرحوم شخصیت کا تذکرہ کرتے وقت (خصوصاً جس شخصیت سے مضمون نگار کا قریبی اور جذباتی تعلق

رہا ہو) یہ بات تقریباً ناممکن ہوتی ہے کہ آدمی اپنا تذکرہ نہ کرے یا یوں کہئے کہ اس شخصیت کی کہانی سناتے سناتے خود اس کی اپنی کہانی نہ شروع ہوجائے لیکن اس دوہری کہانی میں ہمیشہ وہ باتیں سامنے آجاتی ہیں جو عموماً دوسرے مضمون نگار حضرات کے یہاں نہیں ہوتیں، اس لئے جگہ جگہ میری اپنی داستان شروع ہوجائے تو مجھے معذور رکھا جائے۔

آغاز تدریس کا ایک واقعہ

حضرت نے اپنے آغاز تدریس کا یعنی جب آپ اولاً مدرسہ مظاہر علوم میں مدرس ہوئے تو اس وقت کا ایک واقعہ درس کے دوران سنایا تھا جو ایک لطیفہ ہے فرماتے تھے کہ میں جب مدرس ہوا تو سب سے پہلے مجھے کنز الدقائق (فقہ کی مشہور کتاب) پڑھانے کو ملی، بڑے مدارس میں آپ جانتے ہیں ہر عمر کے طلبہ ہوتے ہیں چنانچہ طلبہ میں ایک طالبعلم خاصے عمر رسیدہ بھری ہوئی ڈاڑھی، چوڑا دار جسم اور عمدہ لباس والے بھی تھے، مفتی صاحب نے بتایا کہ عمر میری کم تھی، پہلا دن گزرا، دوسرا گزرا اور تیسرا گذرا، ہفتہ دس دن گزر گئے، حوصلہ بھی بڑھ گیا، جھجک بھی دور ہوگئی، فرماتے تھے ایک دن کوئی مسئلہ سمجھانے کے بعد میں نے تمام طلبہ سے پوچھا کہ سمجھ میں آیا؟ سب نے کہا جی ہاں سمجھ میں آگیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ پھر میں نے ہمت کر کے اس عمر رسیدہ شکیل و وجیہہ طالب علم سے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ کی سمجھ میں بھی آیا؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

''جی ہاں کؤس کؤس شوم زا'' (جی ہاں! کچھ کچھ سمجھا)

جن ناظرین کی مادری زبان اردو نہیں ہے ان سے بار بار معذرت کے ساتھ گذارش ہے کہ آپ برا نہ مانیں، ہوسکتا ہے کہ ہم اردو والے جب آپ کی زبان بولنے کی کوشش کریں تو اس سے بھی زیادہ سنگین غلطی کریں، بتانا یہ ہے کہ ایک نوعمر مدرس وجیہ اور بارعب طالب علم سے مرعوب سے تھے اخیر میں وہ بالکل برعکس ثابت ہوئے، ایسے حالات ہر میدان کے مبتدیوں کو پیش آتے ہیں اخیر میں حضرت مفتی صاحب نے دورۂ حدیث کی اہم ترین کتابیں بھی پڑھائیں اور فقہ کے علاوہ تفسیر، حدیث اور سبھی علوم میں کمال حاصل کیا۔

صدر مفتی اور نائب ناظم

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے استاذ بھی تھے اور ہمارے زمانے میں وہی ناظم تھے جب وہ بہت عمر رسیدہ ہوگئے تھے تو حضرت مفتی صاحب جو نائب ناظم تھے بیشتر انتظامی ذمہ داریاں مفتی صاحب کے ہی سپرد ہوگئی تھیں۔ دار الافتاء میں صدر مفتی تھے اور مدرسہ کی نظامت میں نائب ناظم تھے اور پھر اصل ناظم ہوگئے تھے جو اخیر تک رہے۔

انتظامی صلاحیت

پختہ درسی اور کتابی استعداد الگ چیز ہے اور انتظامی صلاحیت ایک بالکل دوسری شئے ہے لیکن حضرت مفتی صاحب میں یہ دونوں چیزیں پوری طرح موجود تھیں، انتہائی نرم مزاج اور ملنسار اور خوش گفتار ہونے کے باوجود رائے میں ڈھیلا پن اور کمزوری بالکل نہ تھی ان کو چکمہ دینا بہت مشکل تھا طلبہ کبھی کبھی ایسی کوشش کرتے تھے کہ کوئی حیلہ بہانہ کر کے کوئی فریب دیدیں لیکن ان کی ایک نہ چلتی تھی۔

ایک روز عصر کے بعد مدرسہ قدیم (دفتر) سے اٹھ کر اچانک مطبخ گئے جہاں اس وقت کھانا تقسیم ہوتا تھا یہ حضرت کے نائب ناظم ہونے کا دور تھا وہاں جا کر دیکھا تو ناظم مطبخ سے دو ایک طلبہ الجھ رہے تھے اور جھگڑا کر رہے تھے بعض دیگر طلبہ بھی ان کی حمایت میں بول رہے تھے اور قریب تھا کہ ہاتھا پائی ہو جائے، حضرت کے پہنچتے ہی سناٹا چھا گیا اور طلبہ باہر نکل گئے، یہ ان کی فراست اور چھٹی حس تھی کہ اس وقت فوراً وہاں چلوں۔

ایک واقعہ سناتا ہوں بہت بچ بچ کے سنانا ہوگا لیکن حضرت کے تدبر اور فہم صحیح اور الفاظ کے درست استعمال کی وہ ایک عمدہ مثال ہے اس لئے ٹالنا چاہتے ہوئے بھی ٹال نہیں پا رہا ہوں بس بعض حضرات کی رعایت میں اشاروں، کنایوں اور استعاروں سے کام لوں گا ؎

شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوق تکلم کی
چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

پھر بھی کچھ باخبر لوگ سمجھ جائیں تو مجبوری ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

اس وقت مظاہر علوم کی ایک اہم شخصیت نے ایک صاحب کا تقرر کرنا طے کر لیا تھا، اس وقت مفتی صاحبؒ غالباً نائب ناظم تھے مدرسہ کی ایک داخلی اور اندرونی مجلس شوریٰ تھی جو فوری اور وقتی معاملات کو طے کرنے کیلئے بنی ہوئی تھی اس کے رکن بھی تھے۔

اس خاص شخصیت نے یہ کیا کہ تقرریوں کا رجسٹر منگوا کر اس چھوٹی شوریٰ کے بہت فرماں بردار قسم کے دو ایک لوگوں کو بلا کر ایک تجویز لکھوا کر ان سے دستخط کرا لئے، پھر ایک ایک کر کے مزید لوگوں کو بلوایا اور بتایا کہ ''فلاں شخص کے تقرر کی درخواست آئی تھی اور فلاں فلاں اصحاب کی رائے تو ان کے تقرر کی ہے تم بھی متفق ہو تو دستخط کر دو'' یہ سب لوگ جانتے تھے کہ دستخط کر دینے ہی میں عافیت ہے چنانچہ سب لوگوں نے دستخط کر دئے، ایک دو جو کچھ اختلاف کر سکتے تھے ان کو اخیر میں بلایا گیا اس لئے انہوں نے سوچا کہ ہم ہی کیوں کچھ بول کر برے بنیں انہوں نے بھی اتفاق کر لیا اور دستخط کر دئے۔

جب یہ تمام کام مکمل ہو گیا تو اس شوریٰ کے صرف ایک رکن مفتی صاحبؒ ہی باقی رہ گئے تھے ان کے پاس رجسٹر لے کر چپراسی آیا، میں اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ کے پاس دارالافتاء میں ہی بیٹھا ہوا تھا اور کوئی تیسرا نہیں تھا، اس وقت دارالافتاء کتب خانہ کی چھت پر تیسری منزل پر چھوٹا سا تھا۔

مفتی صاحب نے تحریر پڑھی، مسکرائے اور مختصر سا کچھ لکھ کر دستخط کر دیئے، جب چپراسی رجسٹر لے کر چلا گیا تو تجسس تو مجھے بھی تھا کہ مفتی صاحب مسکرائے کیوں؟ مگر تنہائی میں بہت محتاط مزاجی کے باوجود قریبی لوگوں سے کچھ باتیں حضرت فرمادیا کرتے تھے، مجھ سے بولے کہ ''مولوی صاحب! سمجھے یہ کیا تھا؟'' میں نے عرض کیا حضرت مجھے تو معلوم نہیں؟ فرمایا کہ فلاں صاحب نے فلاں کا تقرر طے کرلیا ہے اور ایک ایک کر کے تحتانی شوریٰ والوں کو بلا کر دستخط کرالئے ہیں سب کو اکٹھا کرتے تو نہ جانے کون کیا کہہ دیتا اور پھر دوسرے بھی اسی کے ہم خیال ہو جاتے، اس لئے شوریٰ والوں کو اکٹھا بلانے کے بجائے ایک ایک کر کے ہموار کر کے سب سے منظوری لے لی ہے سب سے اخیر میں میرے پاس رجسٹر آیا ہے اب ظاہر ہے میں اختلاف بھی کروں تو کیا حاصل ہے۔

میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے کیا کیا؟ فرمایا: میں نے لکھدیا ہے ''اطلاع پائی۔ مظفر حسین المظاہری'' کوئی سمجھدار آدمی اس جملے کی بلاغت اور اس طرز عمل کی خوبی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اپنے آپ کو بچا بھی لیا اور اعتراض بھی شرافت کی زبان میں بھرپور کر دیا کہ ایک صاحب کا تقرر ہو گیا اور ہمیں خبر تک نہیں خبر بھی اب ہو رہی ہے جب سب کے دستخط ہو چکے ہیں۔

عام طور پر لوگوں کے پاس الفاظ کا سرمایہ کم ہوتا ہے بس جب اختلاف نہیں کرنا ہوتا تو ''بہتر ہے'' ''مناسب ہے'' وغیرہ جملے ہی لکھے جاتے ہیں، ایسے الفاظ عام طور پر لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہوتے کہ اختلاف کر کے برے بھی نہ بنیں اور اتفاق بھی نہ کریں، یہاں آپ دیکھئے کہ نہ اختلاف ہے نہ اتفاق ہے لیکن ایک زبردست اعتراض موجود ہے اور صرف ایک مختصر سے جملے میں۔

فقهی تصلّب

اس وقت جو حضرات مظاہر علوم (وقف) کے دارالافتاء میں کام کر رہے ہیں اگر وہ تلاش و تفحص کر کے نکالیں تو پرانے ذخیرے میں بھی ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں میں صرف ایک واقعہ درج کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ مدرسہ مظاہر علوم میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے پاس چاند کی گواہی دینے کیلئے لوگ آئے حضرت شیخ نے ان سے جانچ پڑتال کی حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ بھی موجود تھے انہوں نے بھی اطمینان کرلیا لیکن حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں سے (یعنی مدرسہ کی طرف سے) تو جب تک ہمارے مدرسہ کا مفتی نہ لکھدے تو فتویٰ جاری نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کو بلایا گیا غالباً یہ وہ وقت ہے جب

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ کانپور میں تھے، اور مدرسہ مظاہر علوم کے صدر مفتی حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ تھے، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب حضرت شیخ الحدیثؒ کے شاگرد بھی تھے اور خورد بھی تھے اور حضرت مفتی محمود صاحبؒ کا بھی وہ احترام کرتے تھے آئے اور بہت تواضع کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔

حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ پیارے مظفر یہ چاند کی گواہی لے کر آئے ہیں ہمارے یہ مفتی جی تو ان سے پوچھ تاچھ کر کے مطمئن ہو گئے ہیں تو بھی دیکھ لے اور لکھ دے (حضرت شیخ کا انداز اپنے چھوٹوں سے یہی ہوا کرتا تھا)۔

مفتی صاحبؒ جو اَب تک ایک خرد اور شاگردانہ اور متواضع انداز میں تھے اب ان کے اندر کا ''مفتی'' حرکت میں آیا اور مفتی صاحبؒ نے ان گواہوں سے جانچ پڑتال اور پوچھ تاچھ شروع کی ۔

تو لبِ سخن کشادی، ہمہ خلق بے زباں شد تو برہ خرام کردی، ہمہ دیدہا رواں شد

(آپ نے گفتگو کے لئے لب کھولے تو ساری مخلوق گونگی اور بے زبان ہوگئی، اور جب آپ نے راستے پر چلنا شروع کیا تو آپ کے پیچھے تمام آنکھیں رواں اور گریہ کناں ہوگئیں)

ان کے جوابات سے مفتی مظفر حسینؒ مطمئن نہیں ہوئے، حضرت شیخؒ کا رجحان شہادت قبول کر لینے کا تھا اس لئے فرمایا ''ارے مفتی محمود پوچھ تاچھ کر کے مطمئن ہیں تو لکھ دے''

حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اطمینان نہیں ہے آپ فرماتے ہیں تو میں یہ لکھ سکتا ہوں کہ ''بحکم حضرت شیخ الحدیث صاحب چاند کی گواہی قبول کی جاتی ہے'' حضرت شیخ الحدیثؒ اس کے لئے تیار نہ تھے، چنانچہ اس وقت شہر قاضی صاحبؒ کے پاس بھیجنا طے ہوا اور گواہ بھی گئے (معاملہ غالباً عید الفطر کا تھا) چنانچہ انہوں نے جو گواہوں سے پوچھ تاچھ کی تو انہوں نے بھی گواہی قبول نہیں کی اور چاند مانا نہیں گیا۔

ارشاد وسلوک

تصوف اور ارشاد وسلوک میں حضرت مفتی صاحب کا تعلق حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سے تھا جو خلیفہ ومجازِ بیعت تھے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں غالباً سب سے بلند مقام اور شہرت یافتہ خلیفہ حضرت مفتی صاحبؒ ہی تھے، خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھی بہت سے خلفاء کرام ہیں اور شاگردوں کی تعداد تو بے شمار ہے اللہ تعالیٰ حضرت کا علمی وروحانی فیضان ہمیشہ قائم رکھے اور ان کے لئے صدقۂ جاریہ بن کر ان کو فائدہ پہنچتا رہے، آمین۔ یہ ناچیز بھی آپ کے فیض یافتوں میں شامل ہے۔ ۔

ضوء سے اس خورشید کی اَختر مرا تابندہ ہے چاندنی جس کے غبارِ راہ سے شرمندہ ہے

حضرت فقیہ الاسلام

رویت ہلال اور قضاۃ سہارنپور

جناب قاضی سلطان اختر صاحب، قاضی شہر سہارنپور

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی رحلت یوں تو سارے عالم کیلئے باعث رنج والم ہے لیکن میرے لئے اس معنی کر نہایت اہم اور افسوس ناک ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ میرے محسن بھی تھے مربی بھی، سرپرست بھی تھے ہمدرد بھی، میرے لئے ان کا دل ہمیشہ گل ولالہ کی طرح نرم اور شبنم کی مانند خنک رہا ہے، دراصل حضرت کی ذات گرامی اس عہد میں اس لحاظ سے بہت ممتاز اور نمایاں تھی کہ وہ اسلام کی خاطر فکرمندیوں اور اس کی ہمہ جہت ترقیات کیلئے نئی امنگوں کا شاہکار تھے، انہوں نے جس طرح مجھے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا، جن اصولوں اور کلیدی باتوں کا مجھے خوگر بنایا، میری رہنمائی اور راہبری کے لئے جو اصول وضوابط وضع کئے، میرے خاندان سے مشفقانہ مربیانہ اور کریمانہ تعلقات وروابط استوار رکھے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان ہی کا خاصہ تھا۔

میرے خانوادہ کا مظاہر اور اکابر مظاہر سے تعلق کس قدر قدیم اور دیرینہ رہا ہے اس کو سمجھنے کے لئے مختصر طور پر تاریخ کے صفحات الٹنے ضروری ہیں۔

حضرت قاضی ظفر احمد صاحبؒ

شہر سہارنپور کی خدارسیدہ شخصیت، عبادت وریاضت، زہد وقناعت، صبر ورضا، خلوص ومروت، کشف وکرامت جیسی صفات کے حامل مرد مومن انسان تھے۔

ایام تشریق اور عیدین کے علاوہ پورے سال روزہ رکھنے کا معمول تھا، احتیاط وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ قربانی کے گوشت کے علاوہ کبھی بھی گوشت نہیں کھاتے تھے، نفاست اور طبیعت کی نزاکت کا یہ حال تھا کہ پیاز، لہسن اور اس قسم کی دوسری اشیاء سے قطعاً پرہیز کرتے تھے، مشکوک کھانوں اور مشکوک دعوتوں سے دور رہتے تھے، شہر سہارنپور اور اس کے نواح میں آپ کی شخصیت بڑی لائق اکرام وقابل احترام تصور کی جاتی تھی، اسلامی احکامات اور شرعی مسائل خاص کر رویت ہلال کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے نکتہ رس طبیعت، حساس ذہن اور دوررس فکر عطا کیا تھا، معاملات کی حساسیت، واقعات کی تہوں اور ثبوت وشواہد کی جڑوں پر ان کی یکساں نگاہ رہتی تھی، آپ کی

امانت ودیانت مسلم ،تقویٰ وپاکیزگی زبان زد اوراسلاف واکابر کے نقوش پر مشایعت مشہور ومتعارف تھی، بزرگوں سے تعلقات ، دینی اداروں سے محبت ، مظاہر علوم اوراکابر مظاہر سے جذباتی لگاؤ اور والہانہ تعلق تھا۔

آپ کی لیاقت وصلاحیت کو دیکھتے ہوئے ۱۹۰۹ء میں اکابر اہل اللہ نے سہارنپور کا قاضی شہر مقرر فرمادیا اور آپ نے اپنی گوناگوں لیاقتوں اور اسلاف واکابر کے ارشادات وفرمودات کی روشنی میں جس خوبی وخوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا فرمایا اس نے ثابت کردیا کہ بزرگوں کا حسن انتخاب کبھی بھی غلط نہیں ہوسکتا۔

حضرت ناناجانؒ (قاضی ظفر احمد صاحب) کے تقریباً پچپن سالہ عہد میں بہت سے پیچ وخم آئے ،ملت اسلامیہ کو چیلنج کرنے والے مسائل پیدا ہوئے ،اسلام اور باطل آمنے سامنے ہوئے لیکن ناناجانؒ نے کبھی بھی حالات کی کثافتوں سے پیٹھ نہیں پھیری ، مردانہ وار مقابلہ کیا، شریعت کی بات آئی تو مفتیان مظاہر کو پکارا، سیاست کی بات آئی تو قائدین ملت کا سہارا لیا، سماجی مسائل کھڑے ہوئے تو تن تنہا میدان میں آگئے ،اس طرح اکابر علماء کی رہنمائیوں، اپنے بڑوں اور بزرگوں کے حوصلوں سے بے نظیر خدمات انجام دیں۔

اپنی کمسنی کے باوجود میں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پورقاضویؒ ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ جیسے اعیان علم اور صاحبان فہم وذکا کو ناناجان کی خدمت میں پہونچ کر مختلف ملی مسائل اور رویت ہلال کے سلسلہ میں گھنٹوں محو گفتگو دیکھا ہے ، رویت ہلال جیسے اہم مسئلہ پر یہ بزرگان دین جس جذب دروں اور فکر جنوں سے تشریف لاتے اور دین وشریعت کی روشنی میں جس انداز میں بحث وتمحیص میں مصروف ہوتے ، اس منظر کو کمسنی کے باوجود میں نہیں بھلاسکا۔

بزرگوں کی موجودگی میں بحث ومباحثہ اور دلائل وبراہین کے بعد جب امت کا یہ عظیم سرمایہ کسی مثبت نتیجہ پر پہنچتا تو حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ اپنی فقہی مہارت اور خداداد لیاقت سے فیصلہ قلم بند فرماکر بغیر دستخط ناناجانؒ کے حوالے کردیتے ، اس فیصلہ کو ناناجانؒ نہایت باریک بینی سے پڑھتے اور کبھی کبھی میرے والد ماجد حضرت مولانا حافظ مظہر الحق صاحب مظاہری قاسمی سے فرماتے کہ تم بھی پڑھو اور اس پر غور کرکے بتاؤ کہ کوئی بات تشنہ تو نہیں ہے ، کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ والد ماجد کے کہنے پر حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کو دوبارہ فیصلہ قلم بند کرنا پڑا، لیکن انہوں نے کبھی بھی اس پر اپنی ناراضگی وناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف پورقاضویؒ ناظم مظاہر علوم (کی ذات گرامی سے کون شخص واقف نہیں) ناناجان سے بہت محبت کرتے تھے اور اپنی خصوصی مجالس میں کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ

''حضرت قاضی ظفر احمد صاحبؒ کا ایک ایک جملہ اور ایک ایک ملفوظ اس لائق ہوتا ہے کہ اسے قلم بند کیا جائے تاکہ آنے والی نسلیں ان ارشادات اور قیمتی نصائح سے فائدہ اٹھاسکیں''۔

۱۹۴۷ء میں ایک اہم اشتہار شائع ہوا جس میں تحریر تھا کہ امسال گائے کی قربانی نہیں ہوگی، اس فیصلہ کی تائید میں حضرت مولانا مدنیؒ، حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ جیسے بلند پایہ حضرات کے دستخط بھی ثبت تھے، اس پوسٹر کو لے کر دار العلوم دیوبند کے ایک عالم دین نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی تائید میں دستخط کروانا چاہے، نانا جانؒ وضو فرما رہے تھے کہنے لگے میرے ہاتھ بھیگے ہوئے ہیں آپ پڑھ کر سنا دیں، عالم صاحب نے پورا مضمون پڑھ کر دستخط کنندگان کے نام بھی گنوا دئے، اس فیصلہ کو سن کر نانا جانؒ نے نہایت رنج و غم میں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اس کو ہم کیسے حرام کر سکتے ہیں، مجھے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو جواب دے سکوں، پھر فرمایا کہ اس فیصلہ کو بڑے مفتی صاحب (حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ) کے دستخط ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! نانا جان نے فرمایا کہ مفتی صاحب کے پاس جاؤ اور ان کو دکھاؤ اگر انہوں نے دستخط کر دئے تو میں بھی کر دوں گا، عالم صاحب مظاہر علوم حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صورت حال بتا کر فیصلہ پر دستخط لینا چاہے تو حضرت مفتی صاحب نے بھی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر وہی جواب دیا جو نانا جان نے دیا تھا اور دستخط سے انکار کر دیا۔

عالم صاحب نے واپس آ کر نانا جان کو پوری صورتحال بتائی اور عرض کیا کہ مفتی صاحب نے دستخط سے انکار کر دیا ہے، نانا جانؒ نے فرمایا کہ بھائی یہ خالص شرعی اور فقہی مسئلہ ہے یہ مفتیان کرام کا کام ہے اور جب ہمارے مفتی صاحبؒ دستخط سے انکار کر رہے ہیں تو میں کس طرح کر سکتا ہوں۔

اس واقعہ سے بتانا یہ مقصود ہے کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی ذات گرامی پر نانا جان کو بھرپور وثوق اور اعتبار تھا، وہ مفتی صاحب کی ذات گرامی کو ملت اسلامیہ کا عظیم سرمایہ سمجھتے تھے، چنانچہ ۲۹ راگست ۱۹۵۷ء کو جب بڑے مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا تو نانا جان نے نہایت رنج و غم میں فرمایا تھا کہ اب ایسا عظیم مفتی اور عالم دین مظاہر علوم کو نہیں مل سکے گا۔

جس وقت بڑے مفتی صاحب کا انتقال ہوا اس وقت ہر شخص کا یہی خیال تھا کہ مظاہر علوم کو اب ایسا با کمال مفتی نہیں مل سکے گا، حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ جو اس وقت نئے نئے فارغ ہوئے تھے اور تدریس وافتاء کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے مشکل سے ۶۔۷ سال ہوئے تھے اور اپنے والد ماجد کی موجودگی اور ان کی قد آور شخصیت کی وجہ سے حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے فقہی جوہر مستور تھے، لیکن ایک واقعہ ایسا پیش آ گیا جس کی وجہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت نہ صرف نکھر کر سامنے آئی بلکہ اس واقعہ سے متاثر ہو کر نانا جانؒ (جو

اس وقت بقید حیات تھے) نے فرط خوشی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے فرمایا کہ

''میں اب تک یہ سمجھتا تھا کہ بڑے مفتی صاحبؒ جیسا عالم دین نہیں ملے گا لیکن مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے والد ماجد کی مسند کو بخوبی پر کر سکیں گے''۔

ہوا یہ کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کے وصال کے دو سال بعد تک مطلع بالکل صاف رہا اور رویت ہلال کے مسئلہ کی نوبت نہیں آئی، دو سال بعد عید الفطر کے چاند کی رویت سہارنپور میں نہیں ہوئی، عینی شاہدین بھی نہیں آئے لیکن دیوبند میں عید تسلیم کر لی گئی وہاں سے مولانا اسعد مدنی سہارنپور آئے تو روزہ سے نہیں تھے جب کہ یہاں روزہ تھا، مولانا اسعد مدنی کے افطار کی وجہ سے اکابر مظاہر حتیٰ کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کا خیال بھی ان کی حمایت میں ہو گیا اور قاضی شہر حضرت نانا جانؒ تک یہ مسئلہ پہنچا، نانا جانؒ نے بھی پوری صورتحال معلوم کرنے کے بعد مظاہر علوم کے مفتی کی رائے معلوم کی۔ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب غالباً اس وقت نائب مفتی تھے، انہوں نے اپنے عدم انشراح کا اظہار کر کے دستخط سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ عینی شاہدین کے نہ ہونے اور محض خبروں کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ یہ چاہتے تھے کہ چونکہ مولانا اسعد صاحب ثقہ ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ رویت ہوگئی ہو لیکن دلائل ان کے پاس نہیں تھے اس لئے پہلا فیصلہ جو رویت کی حمایت میں تھا اس کو کینسل کر کے نانا جانؒ نے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے دوسرا فیصلہ عدم رویت کا لکھوایا اور اس کی تصدیق وتصویب فرما کر باقی ماندہ روزہ پورا کرنے کا حکم دیدیا اور اس طرح ظہر سے لیکر عصر کے بعد تک چلنے والی اس بحث کا خاتمہ ہو گیا۔

افسوس کہ حضرت نانا جانؒ ۱۲/اپریل ۶۴ء مطابق ۲۹/ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ کو وصال فرما گئے۔ آپ کے انتقال سے یوں تو پوری قوم کا عظیم نقصان ہوا تھا لیکن مظاہر علوم سہارنپور نے اس نقصان کو ''حادثۂ عظیمہ'' قرار دیکر مدرسہ کی روداد میں مندرجہ ذیل وقیع الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا

> ''اس سال ۱۳۸۳ھ کا ایک زبردست حادثہ عالی جناب خان بہادر حضرت قاضی ظفر احمد صاحب قاضی ورئیس شہر سہارنپور کی وفات حسرت آیات ہے جو موصوف نے ۲۸۔۲۹/ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۲۔۱۳/اپریل ۱۹۶۴ء کی درمیانی شب میں بعارضہ بخار تقریباً نوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔
>
> آپ جامع مسجد اور عیدگاہ کے متولی اور منتظم تھے اور انگریزی دور میں آپ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے تھے اور حکومت انگلیشیہ نے آپ کو خان بہادر کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

مدرسہ کے دور اول کے خصوصی معاون عالی جناب قاضی فضل الرحمٰن صاحب رئیس اعظم سہارنپور (خلیفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی) کے خلف الرشید تھے، سب سے اہم امر یہ کہ رئیس ابن الرئیس اور ایک جلیل القدر شخصیت ہونے کے باوصف انتہائی سادگی کا پیکر تھے، رجوع وانابت الی اللہ کو آپ نے اپنی زندگی شعار فکر وعمل بنالیا تھا، آپ یادگار اسلاف ومنبع فیوض وبرکات تھے، بڑے عابد وزاہد اور اوراد ووظائف پر مواظبت رکھنے والے اور درویشانہ زندگی کے حامل تھے، صائم النہار وقائم اللیل تھے، حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانویؒ کے خلیفہ حضرت قاضی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوریؒ سے بیعت تھے، ہر مذہب ومسلک اور ہر طبقہ کے افراد آپ کی اہمیت وشخصیت کو محسوس فرماتے تھے اور آپ سے عقیدت رکھتے تھے، آپ کے جنازہ میں ہزارہا ہزار افراد کا مجمع تھا جس میں خواص وعوام سبھی تھے شہر کے ہر کوچہ وشاہراہ سے جوق در جوق آنے والوں کا ایسا تانتا بندھا ہوا تھا کہ ان بعض مشاہیر امت کی یاد تازہ ہورہی تھی جن کے متعلق سوانح میں آتا ہے کہ ان کے انتقال پر پورا شہر امنڈ آیا تھا۔

قاضی صاحب موصوف کی وفات ایک مرد حق آگاہ کی وفات ہے جو ایک زبردست نقصان عظیم ہے، اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے''۔

(روداد سالانہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ص۔ ۷ بابت ۱۹۸۳ء)

حضرت قاضی محمد امین الحق صاحبؒ

نانا جانؒ کے انتقال کے بعد ۱۳؍ اپریل ۱۹۶۴ء سے بڑے بھائی قاضی محمد امین الحق صاحب (جو حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے دو تین سال چھوٹے تھے) سہارنپور کے قاضی مقرر ہوئے۔

بھائی جان نے بھی مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی تھی اور استاذ الکل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدوسیؒ سے خاص طور پر استفادہ کیا تھا۔

قاضی محمد امین الحق صاحبؒ کے بھی حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے بڑے گہرے مراسم اور دوستانہ تعلقات برقرار رہے، کبھی کبھی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بڑے بھائی خود تشریف لے جاتے تھے ورنہ عموماً ایسا ہوتا کہ اپنے والد حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی روایات کے مطابق مفتی صاحب ہی تشریف لاتے رہے۔

قاضی محمد امین الحق صاحب بھی سراپا زہد وتواضع، عبادت وریاضت کے پابند اور علمائے کرام کے گرویدہ تھے وہ حضرت مفتی صاحب کی فقاہت پر بھرپور اعتبار اور اعتماد فرماتے تھے، آپ کے فقہی فیصلوں اور شرعی فتوؤں سے بھائی جان نے کبھی بھی اختلاف نہیں کیا، بزرگوں کے دور سے چلے آرہے اعتماد اور اعتبار کی چادر پھیلانے

میں دونوں نے اہم کردار ادا کیا۔

حضرت مفتی صاحبؒ سے بھائی جان کی رفاقت کا کل زمانہ ۱۷؍سال چند ماہ ہوتا ہے اس پوری زندگی میں یہ دونوں حضرات شانہ بشانہ چلتے اور کاروان حیات کو شیر وشکر ہوکر آگے بڑھاتے رہے اس دوران جو بھی حالات آئے دونوں نے مل جل کر مقابلہ کیا لیکن افسوس کہ عین عالمِ شباب میں ۱۳؍اگست ۱۹۸۱ء کو بھائی جان بھی داغ مفارقت دے گئے اور گویا مفتی صاحب کا ایک بازو ٹوٹ گیا، بھائی جان کی نماز جنازہ حضرت مفتی صاحب ہی نے پڑھائی تھی۔

بھائی جان کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ کے لئے زبردست نقصان اور خسارہ کا باعث تھا آپ کی رحلت پر مظاہر علوم کی روداد میں درج ذیل شذرہ تحریر کیا گیا۔

''اس سال کے تمام حوادث میں سب سے اہم حادثہ عالی جناب الحاج قاضی محمد امین الحق صاحبؒ قاضی شہر سہارنپور کا سانحۂ ارتحال ہے جو ۱۲؍شوال ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۳؍اگست ۱۹۸۱ء پنجشنبہ کو پیش آیا آپ اپنے ناناجانؒ عالی جناب قاضی ظفر احمد صاحبؒ کی وفات کے بعد شہر کے قاضی منتخب ہوئے، ۱۷؍سال تک آپ نے مسند قضاء کو زینت بخشی اس طویل عرصہ میں شہر سہارنپور کے دینی معاملات اور شرعی مسائل کو ذمہ داری کے ساتھ پورا فرمایا، عیدین کے فرائض رویت ہلال وغیرہ کی تحقیق وتفتیش میں پورا اہتمام فرمایا۔ بیعت وارشاد کا تعلق قاضی عبدالولی منگلوریؒ سے تھا۔

حادثہ وفات کی اطلاع شہر میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ہوئی، غسل اور تجہیز وتکفین میں مظاہر علوم کے ذمہ دار مسلسل شریک رہے، نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ زادمجدہٗ نے پڑھائی، ناناجانؒ کے پہلو میں آپ کی تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ۔ آپ کے جناب قاضی محمد اختر صاحب قاضی شہر بنائے گئے۔ (روداد ص۔۲۱۔۳۲۔ بابت ۱۴۰۱ھ)

میری سرپرستی

۱۳؍اگست ۱۹۸۱ء سے قاضی ایکٹ ۱۹۸۰ء کے تحت احقر کو قاضی شہر بنایا گیا، مسجد محلّہ قاضی اور اس کے ارد گرد ہزاروں کا مجمع تھا، ہر قبیلہ اور ہر طائفہ نمائندگی کے لئے اپنی اپنی پگڑی لیکر پہنچا تھا، ٹھاٹھیں مارتے ہجوم میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی ذات گرامی ایسی تھی جن سے مجھے بھرپور توقعات وابستہ تھیں۔ مفتی صاحب اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ قاضی مسجد کے اسٹیج پر جلوہ افروز تھے، مجھے اس عظیم منصب کو قبول کرنے میں اپنی نااہلیت کی بنا پر بہت تردد تھا اور حضرت مفتی صاحبؒ سے اپنی نااہلیت کا اظہار کرکے معذرت بھی چاہی لیکن

حضرت مفتی صاحبؒ نے نہایت محبت وشفقت کیساتھ حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ "سب ٹھیک ہو جائے گا اپنے آپ کو اکیلا مت محسوس کرو"۔

چنانچہ ۲۲ سالہ طویل مدت میں حضرت مفتی صاحب قدم قدم پر میری رہنمائی کرتے رہے، چونکہ میرے بڑوں کا وصال ہو چکا تھا اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ نے بھر پور سر پرستی فرمائی، پیار ومحبت اور شفقت ورافت سے نوازا۔ خود سراپا تواضع وللّٰہیت کا پیکر مجسم تھے لیکن جس طرح وہ میرا احترام کرتے تھے اس سے میں پانی پانی ہو جاتا، میں نے بارہا منع کیا کہ حضرت رویت وغیرہ کے سلسلے میں آپ غریب خانہ پر تشریف نہ لایا کریں میں خود حاضر ہو جایا کروں گا لیکن انکسار وتواضع کے اس پیکر نے میری یہ درخواست کبھی نہیں مانی، جب تک آپ کے قویٰ مضبوط رہے آپ خود آتے رہے اور جب پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت نے گھیر لیا تو اپنے خاص نمائندوں کو بھیجتے رہے۔

ہر موڑ اور ہر موقع پر میرا ساتھ دیا، تعاون سے کبھی دریغ نہیں کیا، رویت ہلال کی اطلاع کے لئے اور ثبوت وشواہد کے لئے اپنے نمائندوں کو شہر اور اس کے مضافات میں بارہا بھیجا، چھٹمل پور، کھیڑہ افغان، دہرہ دون اور مختلف جگہوں پر گاڑیاں دوڑائیں تاکہ فقہی اور شرعی ثبوت وشواہد کی روشنی میں فیصلہ صادر کیا جا سکے۔

جب تک آپ کے ہاتھوں میں رعشہ نہیں آیا آپ خود ہی فیصلے قلمبند کرتے رہے، دین اسلام کے لئے دردمندی اور ملت اسلامیہ کی رہبری ورہنمائی کے لئے ان کی جگر سوزی لائق دیدنی تھی۔

خبروں کی بنیاد پر کبھی فیصلہ نہیں کیا بلکہ ان کو تائید میں لیتے تھے، کم گوئی آپ کی نمایاں صفت تھی، وہ مظاہر علوم کے لئے سکون وثبات کی چٹان تھے، بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ اپنی خاموش مزاجی سے کیا اور کامیاب رہے شہر سہارنپور میں ان کا ثانی نہیں تھا، اہالیان شہران پر اپنی جانیں نچھاور کرتے تھے۔

بارہا ایسا ہوا کہ دوسری جگہوں پر رویت کا اعلان ہو گیا، لیکن حضرت مفتی صاحب اور میں تنہائی میں اس کی باریکیوں پر گفتگو شروع کر دیتے، باہر انسانی ہجوم رویت ہلال اور عید کے اعلان کا انتظار کرتا رہتا اور چہ میگوئیاں ہونے لگتیں کہ ہر جگہ عید کا اعلان ہو رہا ہے اور یہ دونوں سر میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔

مظاہر علوم کے مکمل اختلافات اور انتشار میں وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے، یہ ان کی عالی ظرفی، بلند ہمتی اور اخلاق کے علو کی بات تھی کہ اس پورے معاملہ میں انہوں نے کبھی بھی مجھے شامل نہیں کیا، طوفان ان کے سر سے گزر گیا مگر انہوں نے مجھ سے یہ بھی نہیں بتایا کہ کیسے حالات ہیں بلکہ ان سارے جھمیلوں سے حضرت مفتی صاحبؒ نے مجھے دور رکھا۔

ایک دہائی قبل دار جدید والوں نے "مجلس رویت ہلال" کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کا کام یہ تھا

کہ ثبوت وشواہد کے بعد فیصلہ دیا جائے گا، حضرت مفتی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ اس بارے میں تمہیں کچھ معلوم ہے یا نہیں؟ میں نے صاف طور پر عرض کر دیا کہ حضرت! مجھے اس کا علم تو ہے مگر میرا مشورہ نہیں ہے، بزرگوں کی سابقہ روایات پر ہمارا عمل رہا ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہے گا۔

رمضان المبارک ۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ء میں احقر کو حرمین شریفین کی زیارت کا موقع ملا، جاتے وقت ملاقات اور دعا کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے جا رہا ہوں؟ پہلے تو فکرمند اور متردد ہوئے کہ تمہاری عدم موجودگی میں رویت ہلال کے فیصلے وغیرہ کا کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت والا تو موجود ہی ہیں، جو مناسب ہو اس کے مطابق فیصلہ کر دیجئے گا! پھر میں حرمین شریفین کیلئے روانہ ہو گیا، خوب خوب دعائیں دیکر روانہ فرمایا، چونکہ رمضان شریف کا زمانہ تھا، جب رویت ہلال کا مسئلہ پیش آیا تو میرے بیٹے عزیزی ندیم اختر سلمہ کو بلایا اور جب تک پورا معاملہ نمٹ نہیں گیا اس وقت تک ندیم اختر کو ساتھ رکھا اور فیصلہ مرتب کرنے کے بعد اس سے دستخط بھی کرائے، ندیم نے نہایت منت سماجت کی کہ حضرت کی موجودگی میں میرے دستخط مناسب نہیں معلوم ہوتے لیکن میرے خانوادہ سے محبت اور رویت ہلال کی ذمہ داریوں کے پیش نظر حضرت نے دستخط کرائے اور پھر فرمایا کہ اب اعلان بھی تم ہی کرو! اور امتثال امر میں ندیم ہی نے اعلان کیا۔

اخیر وقت میں جب کہ آپ کو دہلی سہپتال کے لئے لیجایا جا رہا تھا، ندیم اختر سلمہ نے راستہ میں جلال آباد پہنچ کر حضرت سے ملاقات کی، حضرت نے شدید بیماری کے باوجود نہ صرف اسے پہچانا بلکہ دعائیں دیں اور مجھے سلام بھی بھیجا، یہ حضرتؒ کی بے پایاں عنایت اور نوازش کی بات تھی کہ ایسے وقت بھی یاد رکھا۔ اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے۔

حضرت مفتی صاحب کی فقاہت، دوراندیشی، مسلک اکابر پر مضبوطی اور شریعت اسلامیہ کے لئے ان کی فکرمندیاں ہمیشہ یاد رہیں گی، جب تک حضرت مفتی صاحب حیات رہے مجھے قلبی اطمینان تھا اور اب جب کہ حضرت مفتی صاحب ہمارے درمیان نہیں رہے تو میں اپنے آپ کو انسانی ہجوم میں تن تنہا محسوس کرتا ہوں اور یہ سوچ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ میں اپنے آخری سرپرست سے بھی محروم ہو گیا ہوں، افسوس! کہ اب مظاہر علوم کو ایسا باکمال عالم دین، جید الاستعداد مفتی اور دوراندیش منتظم نہیں ملے گا۔

سلطان اختر (قاضی شہر سہارنپور)

☆☆☆

مفتی محمد نعیم اللہ آبادی ایڈیٹر ماہنامہ مفتاح الخیر جلال آباد ....

رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ اپنی اختتامی منزلوں کو عبور کرتے ہوئے جانے کے مراحل میں تھا، عید الفطر کی خوشیاں اور شادمانیاں آنے کیلئے پر تول رہی تھیں، نار جہنم سے خلاصی کا عشرہ بھی ختم ہو رہا تھا اور افق مغرب سے صرف ایک روز بعد ہلال عید نکلنے ہی والا تھا کہ عالم اسلام کے جلیل القدر عالم دین، اسلام کی صف اول کے بطل جلیل، عالمی دینی ادارہ جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کے روح رواں، ہزاروں علماء کے استاذ گرامی، لاکھوں فرزندان توحید کی عقیدتوں کا مرکز اور سیکڑوں اکابر کے منظور نظر فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کا حرکت قلب بند ہونے سے دہلی کے ایسکورٹ ہاسپٹل میں انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے انتقال پرملال کی خبر سے عالم اسلام بالخصوص جامعہ مظاہر علوم کے لاکھوں ہمدردان، وابستگان، علماء، عوام اور طلبہ کے علاوہ سیاسی، سماجی اور ادبی حلقوں میں رنج وغم کی چادر تن گئی، جس نے سنا دل پر ہاتھ رکھ لیا، کانوں کو یقین نہیں، زبان کو یارائے تکلم نہیں، ذہن ودماغ ماؤف ہو کر رہ گئے، آپ کی اچانک موت کا وہم وگمان بھی نہ تھا اسلئے یقین کامل کے باوجود دل اس خبر کلفت اثر کو جلدی سے ماننے پر تیار نہیں کہ سلسلہ تھانوی کا وہ ستارہ ٹوٹ چکا ہے جس سے دنیا بھر کے لوگ روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے تھے اور انہیں صحیح سمت پر چلنے کی توفیق میسر ہوتی تھی۔

۲۸ رمضان المبارک کی صبح! تو نے کیا کیا؟ ابھی امت کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کی سرپرستی کی ضرورت تھی ابھی تو علماء اور عوام وخواص کو آپ کی ذات گرامی سے فیض رسانی کی امیدیں وابستہ تھیں۔ لیکن آہ! ؎

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہیں آستیں نہیں ہے
زمین کی رونق چلی گئی ہے، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی پر مرنے والے! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات گرامی مختلف اوصاف کا مجموعہ تھی، ذکاوت وذہانت، معلومات کی کثرت، ضبط واتقان، عبادت وریاضت غرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی صفات حسنہ اور کمالات محمودہ سے نوازا تھا۔

قوتِ حفظ اور کثرت مطالعہ پر ایک واقعہ یاد آیا جس کا براہ راست تعلق راقم الحروف سے ہے۔

ایک مرتبہ راقم الحروف سے مولانا عبدالحمید صاحب ناظم کتب خانہ دارالعلوم دیوبند نے معلوم کیا کہ کیا مسلمان کو احتیاطاً ہر روز تجدید ایمان اور ہر مہینہ تجدید نکاح کرنا چاہیے؟ یہ مسئلہ کہاں ہے؟ مزید یہ بھی فرمایا کہ اس جزیہ سے متعلق مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ لاعلمی ظاہر فرمارہے ہیں اور مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ نے شامی کا حوالہ دیا، تلاش کرو شامی میں کہاں ہیں؟ احقر نے شامی میں کتاب النکاح دیکھا مگر وہاں کا یہ جزیہ نہیں ملا (شامی میں جزیہ تلاش کرنا بھی مستقل مسئلہ ہے سب کے بس کی بات نہیں اور بالخصوص جب علم بھی نیا ہو) راقم الحروف اس وقت مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھا...... ایک دن حضرت فقیہ الاسلامؒ بعد نماز ظہر خالی بیٹھے تھے، موقع غنیمت سمجھ کر میں یہ جزیہ معلوم کرنے لگے اور یہ بھی عرض کیا کہ شامی میں کتاب النکاح میں مجھے یہ جزیہ نہیں ملا، حضرت فقیہ الاسلام نے فرمایا شامی جلد اول لے آؤ احقر لے گیا تو ایک اناز ے سے ایک ہی دفعہ میں شامی کھولی اور ایک آدھ ورق اِدھر اُدھر پلٹنے کے بعد فوراً انگلی رکھ کر بتایا کہ یہ ہے وہ جزیہ، میں دنگ رہ گیا کہ یا اللہ !اس ضعف اور بڑھاپے میں استحضار جزئیات کا یہ عالم ہے تو جوانی میں کیا حال رہا ہوگا، عبارت یہ تھی ......

والاحتیاط ان یجددالجاهل ایمانه کل یوم ویجدد نکاح امرأته عند شاهدین فی کل شهر مرة او مرتین الخ" (شامی ج۔اص۔۴۲)

اسی طرح اردو کی چھوٹی چھوٹی کتابیں جسے عامۃ علماء حضرات یاد تو کیا رکھتے پڑھتے بھی نہیں، مگر حضرت مفتی صاحبؒ کو خوب خوب یاد رہتا تھا کہ کس نے کہاں کیا لکھا ہے میرا تو بارہا کا مشاہدہ ہے۔

آپ کی زندگی کھلی کتاب تھی نہ اپنوا ، سے گلہ نہ غیروں سے شکوہ، دنیا اور دنیاداری کے گویا دشمن لیکن دین اور دینیہ ارحی پر جاں نثار، احقاق حق اور ابطال باطل میں بے مثال، صاف گوئی اور حقیقت پسندی آپ کی خو، طلبہ سے شفقت ونرمی کا برتاؤ، اساتذہ وملازمین مدرسہ سے محبت ودرگذر کا معاملہ، عوام اور خلق خدا سے اخلاقِ محمدی کا بھرپور مظاہرہ، مہمان نوازی، نادار طلبہ کی ہر ممکن مدد کی آپ نے وہ مثالیں پیش کردیں جو صرف کتابوں میں پڑھی اور وعظوں میں سنی جاتی تھیں، امورِ مدرسہ میں ہر وقت سرگرداں نہ دن کی فکر نہ رات کی خبر، امراض واسقام

کا تسلسل اور سفر پر سفر، ایک سفر سے واپسی دوسرے سفر کے لئے پا بہ رکاب، ہند و بیرون ہند کے متعلقین اور ہمدردان کی دعوت پر دعوتی اسفار، روزانہ آنے والے ہجوم سے ملاقاتیں، دعا کیلئے حاضر ہونے والے جم غفیر سے باری باری گفتگو، ایک شخص پانی کی بوتل لئے سر پر مسلط کہ حضرت اس پر دَم کر دیں اور دوسرا شخص اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی تیل کی شیشی بڑھا رہا ہے کہ حضرت اس پر کچھ پڑھ کر پھونک دیں، کچھ لوگ اپنے بچوں کو پکڑ پکڑ کر آگے بڑھا رہے ہیں کہ حضرت ان کے سروں پر اپنا بابرکت دست مبارک رکھ دیں، کسی کی فرمائش کہ دعا فرمائیں تو کوئی دوسرا تعویذ لینے پر مُصر، آپ سفر پر جانے کے لئے جوتے پہن رہے ہیں اور عقیدت مند لپک لپک کر مصافحہ کررہے ہیں، حضرت گاڑی میں بیٹھ رہے ہیں اور مدرسہ کا کوئی کارکن درخواست پر دستخط کے لئے حاضر اللہ اللہ! اس پیکر مجسم کا نام تھا فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین جو ہر موڑ اور ہر گام پر کامیاب وفائز المرام رہے، نصرت غیبی اور تائید الٰہی جن کے ساتھ رہی، انہوں نے زندگی بھر سنت نبوی اور اپنے اسلاف کی پاکیزہ روایات کو گلے لگایا، ہر موقع پر سنتوں کا خیال اور اپنے خوردوں کو سنت پر چلنے کی ہدایت، طلبہ سے فرماتے کہ تم احساس کمتری کا شکار مت ہونا اور اپنے ماتحت افراد کو نصیحت کہ متقیانہ زندگی بسر کریں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی ایمانی بصیرت اور مومنانہ فراست سے اور اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے ایماء و مشوروں کی بدولت مدرسہ مظاہر علوم کے سب سے بڑے عہدۂ نظامت پر فائز ہوئے اور مذکورہ بزرگوں کی حیات گرامی میں تقریباً ۱۴ رسال تک نائب ناظم کے عہدہ پر رہ کر اپنی دُور رسی، بالغ نظری، معاملہ فہمی اور بلندیٔ کردار کا بھرپور مظاہرہ فرمایا تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ تو فرمایا کرتے تھے کہ

"مظفر تو میرے شیخ (حضرت مولانا خلیل احمد صاحب) کے باغ کا مالی ہے"

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے ۱۳۹۹ھ میں انتقال کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب کو باقاعدہ نظامت کی باگ ڈور سونپی گئی جس میں آپ کے مشفق استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی بھرپور تائید حاصل تھی۔

چند سالوں سے حضرت فقیہ الاسلام مختلف بیماریوں سے دوچار رہے ۱۴۱۵ھ میں مظفر نگر کے ایک دینی جلسہ میں جب نماز تہجد کی ادائیگی کیلئے وضو بنا کر کھڑے ہوئے تو چکر آ گیا اور زینے پر سے گر پڑے، سر میں

شدید چوٹیں آئیں، میرٹھ میں علاج شروع ہوااورالحمدللہ ڈاکٹروں کی ناامیدی کے باوجود بہت جلد شفایاب ہوئے، دنیا بھر میں حضرت کی اس شفایابی کوآپ کی اہم کرامتوں میں شمار کیا جائیگا، خودآپ کے خصوصی معالج ڈاکٹرگریش تیاگی کوحضرت کے روحانی مقام کاتبھی پتہ چلااورآپ کے جاں نثاروں میں شامل ہوگئے۔

بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا شفایاب تو ہوگئے لیکن ضعف وعلالت کا سلسلہ برابر چلتا رہاحتی کہ ۲۷رمضان المبارک کودل کودورہ پڑا فوراًایسکورٹ ہوسپٹل دہلی میں داخل کیا گیا لیکن وقت قضا آچکا تھااورآپ جانبر نہ ہوسکےاوراگلے روزانتقال ہوگیا۔اور باشندگانِ سہارنپورنے جب یہ افسوسناک خبرسنی توان پرغم وآلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے،دوکانیں بند،گویااہل سہارنپور بزبان حال کہہ رہے تھے کہ

ع۔ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

مسیح الامت حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادیؒ کوبھی مظاہرعلوم اوروہاں کے بزرگوں سے بڑی محبت تھی،وہاں کے بزرگوں کااکرام واحترام اورخُردوں پرشفقت فرماتے تھے۔

نیزحضرت فقیہ الاسلامؒ اکثر وبیشتر مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب شیروانی کی خدمت میں حاضرہوتے تھےاورحضرت مسیح الامتؒ بڑامشفقانہ برتاؤ کرتے تھے،کبھی کبھی حضرت فقیہ الاسلامؒ سے فرماتے

''آپ کی ذات میرے لئےمفرح قلب اورمقوی قلب ہے''

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی آمدورفت کاسلسلہ حضرت جلال آبادیؒ کے بعدبھی قائم رہااورجب کبھی ادھر سے گذرہوا توجامعہ مفتاح العلوم کے روح رواں حضرت مولانا صفی اللہ خانصاحب (بھائی جان) صاحبزادہ وجانشین حضرت جلال آبادی کے پاس بھی تشریف لاتے اورنہایت شفقت ومحبت فرماتے رہے۔

حضرت فقیہ الاسلام کےکوئی صلبی اولادنہیں ہوئی البتہ روحانی اولادحدواحصاء سے باہرہےادارہ مفتاح الخیر حضرت فقیہ الاسلام کے پسماندگان سے اظہارتعزیت کرتاہے اوران کےغم میں برابرکا شریک ہے اوراپنے قارئین سے دعاءمغفرت اورایصال ثواب کی اپیل کرتاہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطافرمائے۔آمین

☆☆☆☆

عظیم شخصیت

مولانا عبدالجلیل مظاہری
امام وخطیب جامع مسجد گورکھپور

۱۹۸۲ء میں بحیثیت طالب علم کے مدرسہ مظاہر علوم میں پہونچا مدرسہ میں سب سے پہلے میرے رفیق اور ہم درس مولوی خبیب احمد صاحب جن سے شکلا شناسائی نہ تھی لیکن نام سے واقفیت تھی ملاقات ہوگئی مولوی خبیب احمد صاحب نے حضرت والا سے ملاقات کرائی اور حاضری کا مقصد بتایا احقر نے استاذ محترم مولانا جامی صاحب الہ آبادی کا تصدیقی اور حضرت مولانا ثانی صاحبؒ رائے بریلوی کا سفارشی خط خدمت والا میں پیش کیا حضرت والا نے پڑھ کر اطمینان دلایا، داخلہ فارم دفتر سے منگوا کر اور اپنے سامنے پر کرا کر دفتر میں جمع کروادیا یہ حضرت والا کی شفقت وعنایت میں اضافہ ہوتا گیا، فرصت کے اوقات میں حاضری ہوتی رہی، بعد عصر حضرت کے یہاں مجلس ہوتی ہے، ہمارے طالب علمی کے دور میں مولانا عبدالمالک صاحب (ناظم مالیات مدرسہ مظاہر علوم) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مواعظ مجلس سناتے احقر بھی مجلس میں پابندی سے حاضر ہوتا حضرت والا کی بزرگانہ نگاہ بھی پڑتی مدرسہ میں اور بھی حضرات اساتذہ کے دربار میں آمد ورفت تھی لیکن جو عقیدت حضرت والا سے تھی وہ اور کسی کے حصہ میں نہ جاسکی یہی عقیدت جو کل تک بحیثیت استاذ کے تھے بعد میں پیر ومرشد بننے کا سبب بنا اور ۱۹۹۷ء ماہ رمضان بروز دوشنبہ بوقت دس بجے صبح بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

پھر کیا ہوا از سر نو زندگی کا دور شروع ہوا، آمد ورفت کا سلسلہ بحیثیت مسترشد کے ہونے لگا، جب کبھی حاضری ہوتی سلام ومصافحہ کے بعد ہم سب کی خیریت معلوم کرتے، بچوں کا حال معلوم کرتے، ناشتہ کو پوچھتے اور چند منٹ بیٹھنے کے بعد فرماتے، لمبا سفر کر کے آئے ہو، آرام کرو، کبھی ٹرین تاخیر سے پہونچتی تو چونکہ حاضری کی اطلاع پہلے سے کردی جاتی تھی اس لئے بار بار مہمان خانہ کے نگراں سے پوچھتے، پہونچنے سے پہلے ڈاکٹر محمد حنیف صاحب کو بلا کر تاکید فرماتے کہ ہمارے مہمانوں کو کوئی تکلیف نہ ہو دوران قیام حضرت والا خود کبھی کبھی مہمان خانہ تشریف لاتے، خبر گیری فرماتے، نگراں کو بلا کر کمی بیشی پر ہدایت فرماتے، تھوڑی دیر کمرے میں بیٹھتے موسم کے لحاظ سے ٹھنڈا گرم مشروب پلاتے اور کبھی کھانے کے بارے میں ہم لوگوں کی خواہش معلوم کراتے، اللہ اللہ یہ شفقت ومحبت کا نمونہ اور حسن واخلاق کا مجسمہ اور نرالا انداز کہاں دیکھنے کو ملیں گے حدیث پاک میں آتا ہے حضور نبی کریم ﷺ اپنے پاس آنے والوں سے بہت ہی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، حضرت والا کا یہ معاملہ ہم لوگوں کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ ہر آنے والے شخص کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے، ایک بار مدرسہ ندوہ سے حضرت مولانا علی میاںؒ کے خاندان کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے احقر اس وقت خدمت میں

موجود تھا حضرت والا نے ان حضرات سے چائے پینے کے لئے کہا تو ان حضرات نے انکار کرتے ہوئے کہا حضرت ہم لوگ ابھی چائے سے فارغ ہوئے ہیں حضرت نے فرمایا کچھ تو ہونا چاہیے ہمارے استاذ مولانا منظور احمد خانصاحب فرماتے تھے من زار قوم ونم یذق شیئاً فکانما زار میتاً وہ لوگ رک گئے اور ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر تب گئے۔

بعض مرتبہ اتنی محبت سے چمکا کر بیٹے کہتے کہ آج کان ایسے الفاظ سننے سے محروم رہے ہیں ایسی عظیم ہستی کی جس قدر محاسن واخلاق کے تذکرے کئے جائیں کم ہیں کبھی کبھی اپنے پاس رکھے ہوئے پان بڑھاتے اور فرماتے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی سنت ہے ایک بار ہم لوگ حضرت کے دسترخوان پر حاضر تھے درمیان طعام حضرت والا نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا مولانا گوشت لیجئے قربانی کا گوشت ہے عاشورہ کے بعد حاضری ہوتی تھی، ایک ماہ کا عرصہ گذر چکا تھا پھر فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب گوشت کے بہت شوقین تھے، شیخ کے دسترخوان پر گوشت ضرور ہوتا تھا حضرت شیخ قربانی کا گوشت سال بھر رکھتے تھے قربان جاؤں ایسے الطاف وعنایات پر شہر گورکھپور کے بہت سے لوگ حضرت والا سے متعلق تھے سبھی حضرات سال میں دو تین بار احقر کی معیت میں حاضر خدمت ہوتے، احباب مختلف شکل میں ہدیۂ پیش کرتے کبھی لے لیتے اکثر انکار کر دیا کرتے احقر کچھ ہدیۂ پیش کرتا تو بڑی محبت سے انکار ہوئے فرماتے یہ سب تمہارے ہی وجہ سے تو مل رہا ہے بلکہ کئی بار حضرت والا نے خود دو دو سو روپیہ احقر کو عنایت فرمایا آج بھی کچھ روپے بطور تبرک احقر کے پاس رکھے ہوتے، سہارنپور دوران قیام جب کبھی خدمت عالیہ میں حاضری ہوتی قریب جگہ نے ہونے کے سبب میں اگر دور بیٹھتا تو قریب بیٹھنے کا اشارہ فرماتے ہوئے بعض مرتبہ دیکھا گیا واپسی پر رخصتی کا جب مصافحہ ہوتا تو دعاؤں سے نوازتے ہوئے حضرت والا کی آنکھیں ڈبڈبا ہو جاتیں فرماتے پہونچنے پر فون کر دینا اور جلدی پھر آنا افسوس کہ اب یہ ساری چیزیں خواب وخیال میں تبدیل ہو گئیں، حاضری کے موقع پر کئی بار میری ہارٹ والی تکلیف شروع ہو گئیں حضرت کو معلوم ہوتا تو پانی دم کر کے پلاتے مہمان خانہ میں پہونچتے دم کرتے، ڈاکٹر کو بلا کر دکھاتے جب تک تکلیف کم نہ ہو جاتی بے چین رہتے افسوس ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق اور محبت کرنے والی شخصیت اب کہاں سے ملے گی ایک بار حاضری کے موقع پر مجھے گھبراہٹ شروع ہو گئی عجیب سی بے چینی رہتی، پوری پوری رات نیند نہ آتی، بند کمرے میں افتاہٹ ہوتی کھلی جگہ میں رہنے کو دل کرتا حضرت کو ساتھیوں نے بتایا حضرت والا نے احمد بھائی کو حکم دیا کہ میرے ڈاکٹر صاحب آئیں تو مولانا کا بلیڈ پیشر چک کراؤ اور احقر سے فرمایا جو حال عین ممکن کا وہی حال غین کا بھی ہے مجھے نیند نہیں آتی، عشق کا جب مزہ ہے جب کہ دونوں ہوں بیقرار، دونوں طرف ہو آگ لگی ہوئی۔

۲۰۰۱ء میں دہلی میرے قلب کا آپریشن ہوا، آپریشن کے بعد فوراً میں نے حضرت والا کو اطلاع دی حضرت والا خود اس بڑھاپے اور بیماری میں عیادت کے لئے دہلی تشریف لائے اللہ اللہ اس ذرہ نوازی پر قربان جاؤں میرے حضرت نہایت درجہ کے رحم دل شفیق ومہربان اپنے اور غیر سب کے ساتھ یہی معاملہ رہا حضرت والا کے بارے میں ہر شخص یہی کہتا ہے کہ حضرت مجھے سب سے زیادہ مانتے تھے، سچ یہ ہے کہ اہل اللہ کی یہ خاص پہچان ہے۔

ایک بار ہم نے حضرت والا سے پوچھا کہ حضرت وطن میں کون لوگ ہیں آپ کا آبائی مکان وغیرہ فرمایا کہ والد صاحب نے جب سہارنپور کی سکونت اختیار کی تبھی جو کچھ وطن میں تھا چچا وغیرہ کو دیدیا سلسلہ کلام کو طویل کرتے ہوئے فرمایا میرے یہاں جو کچھ تھوڑا بہت ضرورت کی اشیاء ہیں وہ سب والدہ کے خریدی ہوئی ہیں، والد صاحب ماہانہ گھر کے خرچ کے لئے جو پیشہ والدہ کو دیا کرتے تھے والدہ اسی میں تھوڑا تھوڑا بچا کر کبھی پتیلی خرید لی کبھی لوٹا کبھی پلیٹ ان چیزوں کے لئے الگ سے کوئی پیسہ نہیں دیتے تھے اتنا کہتے کہتے حضرت والا کی آنکھیں ڈبڈبا گئی، آج بھی حضرت والا کے دسترخوان پر زیادہ تر المونیم کے برتن نظر آتے ہیں، آج کل کی طرح فائبر اور شیشے کے برتن کم دیکھنے کو ملتے ہیں حضرت والا علیہ الرحمہ کی اس سادہ زندگی کے تصنع و بناوٹ سے کوسوں دُور اسکی نظیر دور دور تک سننے اور دیکھنے میں نہیں آتی، سادگی پر بات یاد آگئی، احقر نے حضرت والا سے ترمذی شریف پڑھی ہے ایک مرتبہ بعد نماز مغرب سردی کا زمانہ حضرت والا ترمذی شریف کا درس دینے جارہے تھے، جمعرات کا دن تھا، حضرت نے کالی دھاری دار سوتی رومال سر پر اور کندھے پر سے کمبل اوڑھ رکھا تھا اتنے میں خادم آپہنچا اور کہا حضرت کل جمعہ ہے، رومال دیدیجئے اس کو دھل دیں حضرت نے اس کو دیدیا، خادم نے اپنا سفید رومال حضرت کو اڑھا دیا ابھی چند قدم حضرت چلے تھے رومال اتار کر فرمایا اجی مولوی جی یہ اچھا نہیں لگتا اور کمبل کو سر سے اوڑھ لیا اور چلے گئے اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کے پاس صرف ایک ہی رومال تھا حضرات صحابہ کرام کی زندگیوں پر نظر اٹھا کر دیکھتے تو پتہ چلتا ہے اللہ ورسول کے علاوہ کسی چیز کی اہمیت نہ تھی گھر میں ایک جبہ بھی سوتے وقت ہوتا تو اس کو تقسیم کرکے سوتے تھے ہمارے حضرت والا علیہ الرحمہ بھی بے ضرورت اشیاء کا گھر میں موجود رہنے کو پسند نہ فرماتے تھے ہدایا وتحائف میں بہت سی اشیاء لوگ پیش کرتے اول تو قبول نہ فرماتے عذر فرماتے اگر کوئی خاص شخص ہوتا یا سمجھتے کہ دل شکنی ہورہی ہے تو قبول فرمالیتے لیکن وہ چیزیں کبھی استعمال میں نظر نہ آئیں ایسا لگتا ہے کہ حضرت لوگوں پر تقسیم کردیا کرتے تھے ایک بار فرمایا کہ دنیا کہ یہ چند روزہ زندگی مثل مسافر کے ہے اور مسافر بحالت سفر کم سے کم سامان رکھتا ہے آخرت کی زندگی دائمی ہے وہاں کیلئے کچھ کرنا چاہیے۔

ایک بار ہم نے حضرت والا سے خیریت معلوم کی، فرمایا الحمد للہ اچھا ہوں دائم المرض صحت کی علامت ہے اور فرمایا بیماریاں تکفیر للسئیات ہوا کرتی ہیں فرمایا دعا کرو بہت گنہگار ہوں ایمان پر خاتمہ ہو سلسلۂ کلام کو

دراز کرتے ہوئے فرمایا پنجاب میں حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کے ایک خلیفہ حاجی صاحب مشہور تھے، حضرت تھانویؒ کے وصال کی خبر جب حاجی صاحب ملی عصر بعد کا وقت تھا مجلس ہورہی تھی ایک دم حاجی صاحب پر سکتہ طاری ہوگی سر جھکائے آنکھ کئے بہت دیر تک مغفرت کی دعا کرتے رہے تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھولی تو فرمایا ہمارے حضرت کے لئے مغفرت کی دعا کرو، حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ حضرت! حضرت تھانوی تو بہت بڑے لوگوں میں سے تھے مزندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق زندگی گذاری ان کیلئے دعا مغفرت کی کیا ضرورت۔ وہ تو بخشے بخشائیں ہیں۔حاجی صاحب نے فرمایا حضرت تھانوی ہم سب کے بڑے تھے لیکن اللہ کے سامنے چھوٹے ہیں معلوم نہیں زندگی کہ کونسی سانس شریعت کے خلاف گئی ہواسی پر پکڑ ہوجائے تو چھوٹے نہ چھٹائے گا اتنا کہتے ہی میں نے حضرت والا کی طرف دیکھا کہ حضرت والا کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے حضرت والا کی سادہ زندگی دینا بے رغبتی اور خوف خدا کا استحضار نظیر نہیں ملتی اے اللہ میرے حضرت کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرما۔ اِدھر چند سالوں سے میں نے دیکھا کہ حضرت والا کو کہیں دعا کرانے کا اتفاق ہوتا تو ابھی درود شریف کے بعد جہاں ربنا آتنا فی الدنیا یا ربنا ظلمنا کہتے آپ پر گریہ طاری ہوجا تا سسکیاں بندھ جاتی، پورا مجمع رونے لگتا۔ صحیح ہے بالکل سو فیصد درست ہے میرے حضرت کی پوری زندگی کا نقشہ اٹھا کر دیکھا جائے تو ایک انسان کامل کے اندر جو اوصاف سنت وشریعت کے مطابق پایا جانا چاہیے وہ ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجہ اتم موجود تھا فرشتہ صفت یہ انسان تواضع انکساری کا پری پیکر حسن کلام وحسن اخلاق کا مجموعہ اخوت وہمدردی کا شہسوار حسن وجمال کا بادشاہ تصنع وبناوٹ سے کوسوں دور صبر ورضا کا پہاڑ پختگی ایمان ویقین کا بے نظیر مستجاب الدعوات اللہ تعالیٰ کا محبوب ومقرب۔ سچ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمارے حضرت والا کو بین العوام والخواص بڑی مقبولیت فرمائی تھی سال بھر پہلے دیکھتے تھے حضرت والا سے اگر کوئی دعا کی درخواست کرتا تو فوراً اس کے صلاح وفلاح دارین کے لئے دعا کرتے لین اِدھر چند ماہ سے ایک خاص چیز حضرت والا کے اندر دیکھی اگر کوئی دعا کی درخواست کرتا تو فوراً آنکھیں بند ہوجائیں اور چند منٹ کے بعد ایسا معلوم ہوتا تھا ایک غلام اپنے آقا سے زبردستی کسی چیز کے لئے منوا کر لوٹا ہو بعض وقت دیکھا دارالاہتمام میں بیٹھے بیٹھے اچانک آنکھیں ٹنگ گئیں اور معلوم ہوتا اس وقت کسی اور دنیا میں ہیں چند منٹ بعد پھر پہلے جیسے ہوجاتے ایک بار احقر حاضر خدمت ہوا حضرت والا تنہا دارالاہتمام میں تشریف فرما تھے میں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت آج جیسے مدرسوں کے حالات چل رہے ہیں انحطاط کا دور ہے جب کوئی بڑا چلا جاتا ہے تو بس فتنہ ہی نظر آتا ہے کوئی کسی کو ماننے کے لئے تیار نہیں آپ کی طبیعت برابر خراب رہتی ہے آپ کے بعد کیا ہوگا ، بڑے درد کے ساتھ فرمایا مولانا فکر مجھے بھی ہے مدرسہ قوم کی امانت ہے کوئی اہل نظر نہیں آتا ہو سلسلہ کلام کو

دراز کرتے ہوئے فرمایا حضور ﷺ کے وصال کے بعد کونسا کام رکا ہوا جو اہل تھا اس کا انتخاب ہو گیا تھا (یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ) بس اللہ حفاظت فرماتے حضرت والا کی بات آج ہمارے نظروں کے سامنے موجود ہے اللہ رب العزت تمام شرور وفتن اور نظر بد سے محفوظ رکھے۔

کئی بار حاضری کے موقع پر ساتھیوں نے خدمت کرنا چاہا تو حضرت والا نے منع کر دیا بعد اصرار دو چار منٹ کے بعد پھر روک دیتے ایک مرتبہ میں نے کہا حضرت مقامی حضرات تو ہمہ وقت خدمت کا شرف حاصل کرتے ہی رہتے ہیں، ہم لوگ تو گاہے بگاہے آتے ہیں اس لئے ہم لوگ جس لحاظ سے بھی خدمت کرنا چاہیں ہم کو روکا نہ جائے اتنا کہنے پر حضرت مسکرانے لگے اور پھر اس کے بعد کبھی منع نہیں فرمایا۔

بہرحال بات طویل ہوتی جارہی ہے اور جیسا کہ احقر نے شروع میں لکھا ہے کہ اگر ہمارے حضرت والاؒ کی زندگی کے ہر ہر گوشہ کو اجاگر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے، بس اخیر میں حدیث رسول اللہ ﷺ اذکروا محاسن موتاکم کے عمل کر کے اور خریداران یوسف میں اس بڑھیا کی طرح سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ درجۂ قبولیت سے نوازے اور ہم سب کو حضرت والا علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا کا اثر

مدینہ مسجد (دھوبی گھاٹ) مصوری ضلع دہرہ دون کے امام جناب حافظ محمد کامل صاحب لکھتے ہیں

''حضرت فقیہ الاسلامؒ یوں تو دنیا کے مختلف خطوں اور علاقوں میں تشریف لے گئے جس سے وہاں خاطر خواہ دینی فائدہ ہوا، حضرت علیہ الرحمہ باشندگان مصوری کے اصرار وخواہش پر یہاں مصوری ی قتاً فوقتاً تشریف لاتے تھے۔

ایک مرتبہ باشندگان مصوری نے عرض کیا کہ حضرت مدینہ مسجد کے آمد ورفت کے لئے کوئی مناسب راستہ نہیں ہے اور جو فی الوقت استعمال میں ہے وہ بہت پریشان کن ہے، ایک مسلمان کی کچھ آراضی راستہ میں واقع ہے اگر وہ آراضی مسجد کے لئے چھوڑ دے تو بہت مناسب راستہ نکل سکتا ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ گھبراؤ نہیں انشاء اللہ مسجد کا راستہ وسیع ہو جائیگا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ کے بعد صاحب آراضی کو اللہ نے توفیق دیدی اور انہوں نے اپنی زمین مسجد کے لئے چھوڑ دی۔ حضرت علیہ الرحمہ کے معتقدین کی یہاں خاصی تعداد ہے جو حضرت پر اپنی جان نثار کرتی ہے ان کا تاثر ہے کہ یہاں آنے والے بزرگوں میں حضرت ہی کی ایسی ذات گرامی دیکھی گئی جنہوں نے ہزار کوششوں کے باوجود کسی کا کوئی ہدیہ قبول نہیں کیا۔

مولانا محمد انعام اللہ قاسمی، المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور

مقاصد نبوت کے امین

تفہیمات الٰہیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں

انبیاء علیہم السلام جن چیزوں کی اہمیت وخصوصیت سے دعوت دیتے ہیں وہ بنیادی طور پر تین چیزیں ہیں۔

(۱) ایک مبداء ومعاد وغیرہ سے متعلق عقائد کی تصحیح، اس شعبہ کو علماء عقائد واصول نے سنبھال لیا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے۔

(۲) دوسرے عبادات ومعاملات اور معاشرت وغیرہ انسانی اعمال کی صحیح صورتوں کی تعلیم اور حلال وحرام کا بیان...... اس شعبہ کی کفالت فقہائے امت نے اپنے ذمہ لی ہے اور اس میں انہوں نے امت کی پوری رہنمائی اور رہبری کی ہے۔

(۳) تیسرے اخلاص واحسان (یعنی ہر عمل خالص لوجہ اللہ اور اس دھیان کیساتھ کرنا کہ میرا مالک مجھے اور میرے عمل کو دیکھ رہا ہے) اور یہ تیسری چیز دین وشریعت کے مقاصد میں سب سے زیادہ دقیق اور عمیق ہے اور پورے نظام دینی میں اس کی حیثیت وہ ہے جو جسم میں روح کی اور الفاظ کے مقابلہ میں معنیٰ کی...... اور اس شعبہ کی ذمہ داری صوفیائے کرام نے لے لی ہے...... وہ خود راہ یاب ہیں اور دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں خود سیراب ہیں اور دوسروں کو سیراب کرتے ہیں وہ بڑے بانصیب اور انتہائی سعادت مند ہیں۔

دین مکمل جس طرح آیا تھا اسے اسی طرح قیامت تک محفوظ بھی رہنا ہے اور یہ ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے لی ہے اسی لئے اہل عالم کی ہزار سازشوں کے باوجود، یورپ کی اکثر زبانوں میں اس کے خلاف لٹریچر کے باوجود اور اسلام کش تحریکات کے ہزار پروپیگنڈوں کے باوجود یہ دین آج تک زندہ ہے، اور یہ اسکے دین الٰہی ہونے کی شناخت وپہچان بھی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ واقعتاً اس کی حفاظت وصیانت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے ورنہ اسکے علاوہ کوئی اور تہذیب، مذہب اور قانون مخالفتوں کے اتنے طوفانوں میں زندہ نہیں رہ سکتا تھا تاریخ کے مقبروں میں کتنے ہی ادیان، ازم، قانون اور تہذیبیں اسلیئے دفن ہوکر رہ گئیں۔ لیکن اسلام پر ایسا دور نہیں گذرا کہ یہ مکمل ملیامیٹ ہو گیا ہو اور اسکا آفتاب غروب ہو گیا ہو بلکہ یہ ہمیشہ زندہ، زندگی بخش، اور انسانیت کا درماں رہا ہے۔

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد آپ کے پروردہ اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس دین کی اس کی مکمل خصوصیات، کیفیات اور تاثیرات کے ساتھ امت تک پہنچایا، انہوں نے دین کے معاملہ میں کسی بھی طرح کا نہ کبھی سودا کیا، نہ ڈرے اور نہ سستی وغلفت کا شکار ہوئے، تاریخ اصحاب رسول اللہ ﷺ آج بھی اسکا زندہ شاہکار ہے ''اصحابی کالنجوم'' اور ان کی دینی غیرت، اسلامی حمیت اور تعلیمات اسلامی کے بارے ان کی جدوجہد آج بھی فکر وعمل کے چراغ روشن کرتی اور کوچۂ قلب کو منور وتاباں بناتی اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ، ولولہ بیدار کرتی ہے۔

تمدن آفریں خلاق آئین جہاں داری
وہ صحرائے عرب یعنی شتربانو کا گہوارہ

پھر ہر دور میں وارثین نبی کی ایک جماعت اس امت میں لازمی طور پر موجود رہی، جس نے دین کی حفاظت میں ذرہ برابر غفلت نہ برتی، تاریخ دعوت وعزیمت کے اس طویل سفر میں بہت سے وہ حضرات تھے جو تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع تھے، جنہوں نے تلاوت کتاب، تعلیم کتاب، تزکیہ اور حکمت کو مکمل بصیرت سے پیش فرمایا جن میں عالمانہ شان بھی تھی، فقیہانہ اعتماد بھی اور صوفیاء کرام کا سوز وگداز بھی۔

درکفے جام شریعت درکفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

ان کے یہاں مبداء ومعاد کی تعلیم بھی تھی، معاشرت کے قوانین کی گرفت بھی اور اخلاص واحسان پر توجہ بھی کچھ حضرات ایسے بھی رہے جن میں جامعیت کی یہ صفت نہیں تھی مگر اللہ تعالی نے جس مقصد کے لئے ان کا انتخاب فرمایا تھا اس میں وہ بے نظیر تھے اور اس طرح جدا جدا دوکانوں پر انسانوں کو عقائد، قوانین معاشرت اور اخلاص واحسان فراہم ہوجاتا تھا۔

جس دور سے ہم گزر رہے ہیں یہ مادہ پرستی کا دور ہے۔ مادیات اس طرح ذہن ودماغ پر حاوی ہے کہ اس نے روحانی مراکز پر اپنا سایہ ڈالنا شروع کردیا ہے اور یہ ایسا طوفان بلاخیز ہے جس نے عقل انسانی کو حیران کردیا ہے آج زبانوں پر تو لاالہ الا اللّٰہ ہے مگر کعبۂ دل میں لاالہ الّاالرغیف، لاموجود الّاالمعدۃ، کے بت آویزاں ہیں۔

دل جو چیرا تو صنم خانے سے بھی بدتر نکلا
لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں خدا رہتا ہے

دل کے ہنگامے، مئے مغرب نے خموش کردئے۔ تعلیمات اسلامی کو ایک بڑی جماعت نے دشمنی، عناد اور ایک تاریخی کشمکش کے پس منظر میں سب سے بڑا دشمن، دشمن انسانیت کا، امن کا، اخوت کا اور عروج وارتقاء کا منصوبہ بند طریقے پر بنا کر پیش کیا ہے کچھ نادانی میں اس فکر کے اسیر ہوگئے ہیں اور بہت سے حضرات برتری کے تناظر میں اس کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔

ان کا خیال ہے جو سراسر غلط ہے کہ اسلام چودہ سو سال قبل آیا تھا جب اونٹوں کا دور تھا اس وقت اس نے معاشرہ انسانی پر بڑا اچھا اثر ڈالا، تبدیلیاں اس کی وجہ سے آئیں۔ تہذیبیں بدلیں، زبانیں تبدیل ہوئیں، رسم الخط بھی بدل گیا، انسانی اذہان وافکار کو اس نے صالح سمت دی، سوچنے کی بھی، اور کام کرنے کی بھی۔ ان کی ہر میدان میں کامیاب ومؤثر رہنمائی فرمائی...... مگر اونٹوں کے دور کا یہ نقیب اس راکٹوں کے دور کا ساتھ نہیں دے سکتا، یہ موجودہ نت نئی ترقیات کے ساتھ چلنے سے عاری ہے اس میں اتنی سکت وہمت نہیں، عقائد کی حد تک اس کو اپنایا جاسکتا ہے، نکاح وطلاق تک اس کا استعمال مباح ہے لیکن معاشرت میں اس کی بالادستی، سیاست میں اس کی حاکمیت، اقتصادیات میں اس کی امامت، عدالت میں اس کی اقتداء اور معاشرہ کے عروج وارتقاء، حکومتوں کے بننے بگڑنے میں اس کی تاثیر نہ صرف غیر ممکن بلکہ محال اور مشکل ترین ہے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر خدا کا نام لیتا ہے اس زمانے میں

لیکن اس دور میں بھی اہل قلوب اور اہل یقین کی ایک جماعت برابر تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر شعبۂ زندگی میں قیادت وسیادت کی ترجمان ہی نہیں بلکہ بھرپور طاقت وقوت سے اس کی داعی اس پر مصر ہے اور مکمل بصیرت سے اس کے لئے کوشاں ہے۔ اور ان کے پاس اس ذہنی انتشار، روحانی کشمکش کا علاج، یاس وناامیدی کے ماحول میں ٹوٹے ہوئے دلوں، تھکے ہوئے دماغوں کا سہارا ہے اور وہ امید ویقین کا چراغ روشن کرنے میں کوشاں ہیں۔

ہوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دئے ہیں اندازِ خسروانہ

وہ برابر فرماتے ہیں کہ صحیح اسلامی اخلاق، اصلاح نفس اور اخلاص وروحانیت کے بغیر حکومتیں اور طاقتیں حباب اور ترقی کی کوششیں سراب سے زیادہ نہیں۔

اگر میکنی پادشاہی بروز دعا کن بشب چوں گدایا بسوز

الحمد للہ ہمارے حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ (جنہیں اب مرحوم کہتے ہوئے آنکھیں اشکبار ہیں اور جن کی شفقتوں عنایتوں اور ذرہ نوازیوں کے تذکرہ سے دل روتا ہے) بھی انہیں افراد میں سے تھے ،جن میں عالمانہ وقار بھی تھا ،فقیہانہ شان بھی اور احسان وسلوک کے بھی آپ اعلیٰ درجہ پر فائز تھے وہ ان لوگوں میں سے تھے جن سے شیطانی نظام ،ابلیسی عناصر اور طاغوتی طاقتیں لرزہ براندام تھیں ،جس حقیقت کا اظہار علامہ اقبال نے ابلیس کی زبانی بڑے ہی نادر اور زندہ اسلوب میں کرایا تھا۔

ہے اگر خطر مجھے کوئی تو اس امت سے ہے　　جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو

خال خال اس قوم میں ابتک نظر آتے ہیں وہ　　کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو

مختلف میدانوں میں کام کرنے والی تحریکوں ،جماعتوں ،تنظیموں اور کارناموں کی جس خاموشی سے سرپرستی، رہنمائی اور ہمت افزائی فرماتے وہ انہیں کا حصہ تھا۔

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدم ورنہ
عشق کاریست کہ بے آہ و فغاں تیز کند

ان کی زندگی بڑی سادہ تھی ،وہ غلاموں کی طرح رہتے تھے ،فقیرانہ بود وباش تھی ،دنیاوی کروفر سے بہت بیزار تھے ،اسباب زندگی ،جن کی انہیں ضرورت بھی تھی ،اور محبین پیش کش بھی کرتے مگر بوذر غفاریؓ کا وہ وارث ''کن فی الدنیا کانک غریب '' کا نمونہ۔اپنے وقت کا ولی کامل ،عارف باللہ نظر انداز کردیتا۔دراصل وہ جس مقام پر فائز تھے ،وہ ان لذتوں کے ترک کرنے ،خواہشات نفس کو کچلنے کے بعد ہی ملتا ہے ،یہاں تو تختۂ منزل کو سامان سفر پر ،بھوک کو سیرابی پر اور ذاتی منفعت کو قومی ،ملی منفعت پر ترجیح دی جاتی ہے ،جہاں تمناؤں کا خون کرنا پڑے رضائے مولیٰ کے لئے ہر طرح کا زیاں ،خسارہ برداشت کرکے دل کو زندہ وتابندہ ،ضمیر کو پاکیزہ رکھنا پڑتا ہے۔

مجھے ڈر ہے دلِ زندہ کہیں تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

تبھی چمن میں دیدہ ور پیدا ہوتا ہے وہ اسی ربانی ماحول میں سوچتے ،دیکھتے اور سنتے تھے جہاں انسان کا ہاتھ ،زبان ،پاؤں اور کان خدا تعالیٰ ہی کے ترجمان بن جاتے ہیں ،**اتقوا فراسة المومن فانہ ینظر بنور اللہ** اسی کی مؤید ہے...... اور **ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہٗ الخ**، اسی کی ترجمان ہے۔

جس کی محبوبیت کا اعلان عرش بریں پر ہوتا ہے آسمانوں میں فرشتوں کے درمیان اس کی محبت کے چرچے ہوتے اور پھر زمین پر اس کی محبوبیت کا اعلان کر دیا جاتا ہے پھر اس کی طرف قلوب کھینچتے طبیعتیں مائل ہوتیں، محبتیں بڑھتیں ،فیض عام ہوتا، علماء بھی فیض یاب ہوتے ،فقہاء بھی استفادہ کرتے ،صوفیاء کرام بھی ضیاء پاتے ،ذمہ داران مملکت بھی حاضری دیتے اور شہروں، قصبوں سے نکل کر دیہاتوں تک کے افراد اس کی چوکھٹ سے فائدہ اٹھاتے۔

تو ، مردِ میدان تو میرِ لشکر
نوری ، حضوری تیرے سپاہی

....

تری آگ اس خاکداں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں

ان کا سانحہ نا قابل فراموش سانحہ ہے یہ کسی ایک خاندان، جماعت اور تنظیم کا سانحہ نہیں، ملت کا...... پوری قوم کا سانحہ ہے جس کی ہلاکت سے تو پوری قوم کی بنیادیں لرز اٹھیں۔

فما کان قیس هلکه هلک واحد　　ولکنه بنیان قوم تهدما

کیونکہ حضرت مفتی صاحب کو خدا تعالیٰ نے ملت کے لئے ،احیاء اسلام کے لئے پیدا کیا تھا ان کی زندگی اسی کا شاہکار تھی ،ان کی موت بھی سبھی کا خسارہ ہے، جس طرح ان کا خاندان تعزیت کا مستحق ہے بہت سے افراد بلکہ جماعتیں ہیں جو ملک بھر میں نہیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں ان کا بھی یہ اپنا خسارہ ہے، اپنے گھر کے فرد سے زائد صدمہ وغم ہے، وہ تو اپنے رب کے جوار میں پہونچ گئے اور وہاں کی ابدی نعمتوں سے نہال ہو گئے۔ عمر بھر کی بے قراری کو قرار مل ہی آ گیا۔

عہدِ جوانی رو رو کاٹا پیری میں لی آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

موت انسان کی عاجزی بیچارگی اور کمزوری کی علامت تو ہے لیکن یہ زندگی کا اختتام نہیں بلکہ دوام زندگی کی صبح ہے پھر حضرت مفتی صاحبؒ جیسے افراد تو مرنے کے بعد زندہ رہتے ہیں ان کا پیغام، فکر، کاوشیں اور نیک اعمال انہیں جاوید رکھتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکس کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ابھی جو ایک جماعت انسانیت کی فلاح کے لئے کوشاں ہے جس کا مقصد زیست مقاصد نبوت کا فروغ ہے، مظاہر پرستی، دین کی بظاہر دھوم کے ماحول میں دین کی اندرونی اسپرٹ اور روح کے فروغ میں کوشاں ہیں جو رجل ذکر اللّٰہ خالیاً ففاضت عیناہ کی تصویر ہیں اور جو اس تھکی ہاری دنیا کو مکمل اعتماد سے اس کی تعلیمات پیش کررہے ہیں کہ یہی وہ شجرہ طیب ہے جس کی شاخیں پھل دار، پھول خوشبودار ہیں اس کے سایہ میں انسانیت کا سکون ہے، یہی وہ چشمۂ صافی ہے جو تمہارے قلوب کے اضطراب کا مداوا ہے، یہ جماعت ابھی بھی عسر و یسر کے ماحول میں رضائے مولیٰ کی جویا ہے۔ ؎

ترے حلقۂ سخن میں ابھی زیر تربیت ہیں
وہ گدا کی جانتے ہیں رہ و رسم کج کلاہی

باری تعالیٰ اس کی بھی حفاظت فرمائے، کیونکہ دین کسی فرد واحد پر منحصر نہیں، اس کی بقاء خود پالنہار نے اپنے ذمہ میں لی ہے، اگر کسی ایک فرد پر ہی اس کا انحصار ہوتا تو بڑے بڑے کاملین کی وفات پر یہ چراغ بجھ جاتا مگر ایسا نہیں، ابھی راہیں کھلی ہیں، میدان وسیع ہے ہم بھی بزرگوں کے ان تذکروں سے اور تعلیمات الٰہیہ سے اپنے ایوان قلب کو مجلی کر کے اس صف میں شامل ہو سکتے ہیں جسے اس سے تھوڑی بھی مناسبت ہو جائے اور جو لحات بھی انبیاء کرام کے ان مقاصد کی ترویج میں صرف ہو جائیں وہ ہی زندگی کا ماحصل ہے کاوشوں کا عطر مجموعہ ہے خواہشات نفسانی کے اس دور میں ہمیں مزاج نبوت سے لیس ہو کر کچھ سامان سفر تیار کرنا چاہئے جس ٹھاٹ باٹ، کروفر ظاہری شان وشوکت پر ہمارا اعتماد ہے وہ بہت بیوفا بھی ہیں بودے بھی اور کمزور بھی ......اس احساس کے ساتھ ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

فرمایا! ''مقرباں را بیش بود حیرانی'' جتنا قرب خداوندی ہوتا ہے اسی قدر حیرانی اور پریشانی بڑھ جاتی ہے (اپنے قول وفعل پر نظر رکھنی پڑتی ہے) ہر قدم پر سوچنا ہوتا ہے کہ منہ سے کیا بات نکل رہی ہے اور کیا کام ہو رہا ہے جائز ہے یا ناجائز؟

(ملفوظات فقیہ الاسلام ص ۱۴۹)

مولانا محمد رضوان مظاہری ناظم مدرسہ سراج العلوم فتح پور چھٹمل پور ضلع سہارنپور

ایسا کہاں سے لائیں تجھ سا کہیں جسے

فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور یقیناً ان قابل قدر اور مثالی مومنین میں سے تھے جن پر ملائکہ بھی ضرور رشک کرتے ہوں گے، درحقیقت وہ اس زمانہ کے قلندر تھے۔

دنیا ایک مسافر خانہ ہے، کتنے مسافر یہاں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں کوئی ان کو جاننے والا نہیں ہوتا مگر اس دنیا میں کچھ مسافر ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے کردار کی خوشبو تادیر قائم رہتی ہے اور جن کے تقویٰ وتعلق مع اللہ کی چمک ایک زمانہ تک لوگوں کے دلوں کو روشن کئے رہتی ہے، برسوں گذر جانے کے بعد بھی راستوں میں ان کے نقوش قدم محسوس کئے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب ہندوستان میں اپنے وقت کے ممتاز عالم دین تھے، مشہور فقیہ ومحدث اور بڑے درجے کے منتظم کار تھے، تین دہائی سے زائد عرصہ تک آپ نے ترمذی شریف کا درس دیا اور آپ کا یہ درس پورے ہندوستان میں ممتاز رہا ہے، حتیٰ کہ ترمذی شریف کی تدریس میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، دعوتی اسفار اور عہدۂ نظامت پر فائز، علالت ونقاہت کے باوجود مسلسل کئی کئی گھنٹوں تک آپ کا درس جاری رہتا اور حتی الامکان ناغہ نہیں فرماتے تھے، آپ کو مظاہر علوم وقف کے ساتھ ساتھ علاقہ کے دیگر مدارس سے بھی تعلق تھا، اور ارباب مدارس اپنے مدارس کا حضرت فقیہ الاسلامؒ سے انتساب باعث صد افتخار سمجھتے تھے ان ہی مدارس میں مدرسہ سراج العلوم فتح پور چھٹمل پور ضلع سہارنپور بھی قابل ذکر ہے۔

مدرسہ کے سرپرستان، اساتذہ وکارکنان اور پوری انتظامیہ کو آپؒ سے حقیقتاً قلبی لگاؤ تھا، آپ نے تاحیات اس مدرسہ کی سرپرستی فرمائی اور ہر نازک موڑ پر رہنمائی فرماتے رہے، رمضان سے قبل دو مرتبہ حضرت مفتی صاحبؒ نے ارباب مدرسہ کی درخواست پر مدرسہ ہذا کو قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا جب کہ آپ مسلسل علالت کی بناء پر بہت ہی نحیف ولاغر تھے، وقفہ وقفہ سے بیہوشی طاری ہو جاتی تھی مگر حد درجہ انسیت کی وجہ سے آپؒ نے مدرسہ کو اپنی تشریف آوری سے زینت بخشی، رجب ۱۴۲۴ھ بروز ہفتہ بوقت ظہر تشریف لائے بیماری اور نقاہت کے باعث بہت ہی تاخیر ہوگئی تھی، مگر آپ کی شخصیت اس درجہ مقبول تھی کہ عوام کا ایک جم غفیر زیارت

دعا اور روحانی استفادہ کے پیش نظر منتظر و مشتاق تھا، ہر آنکھ کو آپ کے دیدار کا اشتیاق تھا، ہر کسی کا دل آپ کی روحانی توجہ کی تمنا میں ڈوبا ہوا تھا۔ بہر کیف، منتظر ہجوم کی آرزوئیں بر آئیں، مدرسہ میں حفظ کلام اللہ کیلئے چار درس گاہوں کا سنگ بنیاد آپ نے اپنے دست مبارک سے عقیدتمندوں، تشنگان علوم نبوت، علاقہ کے مؤقر علماء کرام اور مدینۃ المنورہ سے تشریف لائے ہوئے مدرسہ ہذا کے سکریٹری حضرت الحاج مولانا حکیم محمد عثمان مدظلہ کی موجودگی میں رکھ کر اس کی تکمیل کیلئے رقت آمیز دعا فرمائی۔ باری تعالیٰ قبول فرمائے اور حضرت علیہ الرحمہ کو اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے (آمین)

۲۹ ر رجب ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۷ ر ستمبر ۲۰۰۳ء بروز ہفتہ بوقت عصر ختم کلام اللہ شریف کے موقع پر حضرت والا مع رفقاء تشریف لائے اور ۴۷ بچوں کو قرآن کریم کی آخری آیات پڑھا کر دستار بندی کرائی اور سبھی طلبہ و عوام و خواص اور مدارس دینیہ کیلئے دعا کرا کر اس متبرک مجلس کا اختتام فرمایا۔ کسے معلوم تھا کہ حضرت والا کی یہ ملاقات و زیارت اور تشریف آوری آخری ثابت ہوگی اور علوم اسلامیہ کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیش کیلئے غروب ہو جائے گا۔

خدا تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ نصیب چین و سکون نصیب فرمائے آمین۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی دستی تحریر جو ترمذی شریف کے افادات پر مشتمل ہے، انشاء اللہ حضرتؒ کے افادات ترمذی کی اشاعت عنقریب ہوگی

نسخ الکتاب

[illegible]

کن فی الدنیا کانك غریب کے پیکر

مولانا محمد عرفان صاحب ناظم مدرسہ تعلیم الاسلام کھیڑہ مغل سہارنپور

اس قحط الرجالی کے دور میں جب کہ پیر رومی کا شیخ ہاتھ میں چراغ لئے ''انسانم آرزو است'' الاپ رہا ہے، میں انسان کا متلاشی ہوں، اور مردم شماری کے اس عظیم ریکارڈ کے باوجود کہ یہاں ہر چیز کی قلت و تنگی کا گلہ ہے، زیادتی اگر ہے تو انسانوں کی انہیں کی شرح پیدائش میں اضافہ ہے مگر انسان جو صحیح معنی میں انسان ہو، جس میں انسانی ہی اخلاق بھی ہوں، کردار بھی، انسانی ہی ذہن بھی ہو دل بھی، انسانی ہی افکار بھی ہوں خیالات بھی، ایسے انسان نایاب نہ سہی لیکن کمیاب ضرور ہیں۔

در عرب گردیدم و در عجم — مصطفےٰ نایاب وارزاں بو لہب

آدمیت تری تلاش رہی — دیکھے ہیں پردہ ہائے نام بہت

حضرت مفتی صاحب مرحوم ایک مثالی انسان، قرن اول کے اصحاب کا ایک بہترین آئیڈیل ونمونہ تھے، جن کی ہر طبقہ میں پذیرائی ومقبولیت تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی خاندان، قبیلہ یا مخصوص دائرہ کے لئے پیدا نہیں فرمایا تھا بلکہ ملت کی چارہ سازی، انسانیت کی رہنمائی اور اسلام کی پاسبانی کے لئے وجود بخشا تھا اسی لئے ان کا علم وعمل، تقویٰ وطہارت، خلوص وللّٰہیت اور تواضع وخاکساری مسلم تھی، دنیا سے ان کی بے رغبتی، زاہدانہ زندگی اور آخرت کی فکر وتڑپ نے انہیں ربانی ماحول میں سوچنے، بولنے، چلنے، دیکھنے اور سننے کی وہ بلندی عطا کر دی تھی، جہاں انسان کا ہاتھ، زبان، قدم اور آنکھیں، اللہ ہی کے لئے ہو جاتے ہیں، جس کی قسم کو پورا اور ناز کا احترام کیا جاتا ہے، جس کیلئے عرش پر محبوبیت کی فضا بن جاتی، فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر زمین میں اس کی محبت کا اعلان کر دیا جاتا ہے اس کی طرف طبیعتیں مائل ہوتیں، قلوب متوجہ ہوتے، محبتیں بڑھتیں اور اس کی نیک نامی کا عام ماحول بن جاتا ہے، اس کی عشق ومحبت کی دوکان سے دلوں کو ایمان وایقان کی حرارت ملتی، زندگیاں بدلتی، احساسات کو پاکیزگی، فکر وشعور کو طہارت اور قلب وروح کو راحت وسکون فراہم ہوتا ہے۔

می نہ روید تخم دل از آب و گل

بے نگاہے از خداوندانِ دل

ان کے پاس کوئی ظاہری کر وفر نہیں تھا، مظاہر شخصیت کے جو مصنوعی خول ہیں، ان سے بھی وہ بیزار تھے زندگی کے بہت سے ضروری اسباب ووسائل میں بھی، وہ بہت پیچھے تھے اگر وہ چاہتے تو یہ ساری چیزیں حاصل

بھی کر سکتے تھے انہیں اس طرح کی پیش کش بھی کی جاتی تھی مگر وہ انہیں نظر انداز فرما دیتے اور اپنی قوت پرواز کو وہ ان مادی چیزوں سے بوجھل نہیں ہونے دیتے، ان کے والد گرامی، اساتذہ عظام اور مربی مرحوم کی نصائح انھیں ہر وقت پیش نظر رہتی، بڑے بڑے بنگلوں، کوٹھیوں والے جاہ وجلال کے مالک، علم وعمل کے پیکر، زبان وقلم کے شہسوار، اور اونچے عہدہ ومناصب والے ان کی قدم بوسی کو فخر سمجھتے، اس سے دیکھنے والوں کو احساس ہوتا کہ یہ دور بظاہر مادہ پرستی کا دور ہے، مال ودولت کی یہاں مسابقت ہے عہدہ ومناصب کی ریس ہے، بڑا بھی وہی ہے جوان ظاہری اشیا سے آراستہ ہے اسی کی ہے عزت بھی، شرافت بھی ...... لیکن ...... نہیں ...... اگر روحانیت اپنی مکمل صفات سے جلوہ گر ہوتو مادیات کے بڑے بڑے عناصر اس کے سامنے ہیچ ہے، یہ دنیا آج بھی نیک صفات انسانوں کی غلام ہے، آج بھی، اس کی تسکین کا سامان ان ہی خدا کے اولیاء کے پاس ہے جو الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کی بشارتوں کا مصداق ہے۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

حضرت مفتی صاحب مرحوم کی زندگی آج بھی ہمارے لئے نمونہ ہے ..... اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح رہیں، آخرت کی فکر دامن گیر، صرف دنیوی ذہن، یہاں کے نفع وضرر اور یہیں کی کامیابی وناکامیابی کے ذہن سے نہ سوچیں کسی کے دل پر خراش نہ آنے دیں، ناموری، شہرت اور بڑائی کے علاوہ کام کرنے کے اور بھی مقاصد ہیں انہیں بھی تحت الشعور سے فوق الشعور پر اجاگر کریں ..... اس بدکرداری کے دور میں ہمارا کردار بھی معاشرہ کے لئے ایک آئیڈیل ہو، بے چین مضطرب اور بہت ہی پریشان حال دنیا کو جس راحت کی سکون کی اور طمانینت کی تلاش ہے وہ ہمارے پاس ہے، ہم اسے پیش کریں اور بتائیں تمہاری روحوں کی تسکین کا سامان فلمی پردوں پر نہیں، حیوانیت کے مناظر میں بھی نہیں، درندگیت کا جو طریقہ اپنایا جارہا ہے وہ بھی ناکام ہے اور خواہشات نفس کی فرمانبرداری نے ہر رذیل کام کو جو اچھا عنوان دے دیا ہے وہ بھی مؤثر نہیں تمہاری ان صداؤں "ان افیضوا علینا من الماء اومما رزقکم اللہ" اور" انظرونا نقتبس من نورکم" جو تمہاری تشنگی، تاریکی، بے کیفی کی دلیل ہے ان کا مداوی ہم کر سکتے ہیں، دنیا کے کرب کو اس کے افلاس کو اور اس کی بے کیفی کو ہم سمجھیں اور بلا کسی طلب، تحریک، دعوت اور پذیرائی کے خود بڑھ کر پیش کریں۔

ہمہ آہوان صحرا سرِ خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

یقیناً حضرت مفتی صاحب مرحوم تو اپنا فرض منصبی ادا فرما کر" ارجعی الی ربک راضیة مرضية

''فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی '' کے مسرت بخش بلاوے پر اپنے رب حقیقی سے ہمیشہ ہمیش کی نعمتوں میں آرام فرما ہو گئے۔ مگر ان کا کام، فکر اور پیغام آج بھی زندہ ہے، یہ چیزیں مرا نہیں کرتی ہیں ایسے زندہ قلوب ہمیشہ زندہ ہی رہتے ہیں۔

ہم بھی کچھ وہاں کی تیاری کریں، اپنے ایمان کے سرمایہ کو محفوظ رکھیں، حضرت مفتی صاحب مرحوم نے کسی بھی وقت اپنی خودداری کو آلودہ نہیں ہونے دیا، آج تو ذرا سی منفعت کے لئے زبان بکتی، قلم فروخت ہوتے ہیں، افکار و خیالات کی نیلامی لگتی، نسبتیں بیچی جاتی، تحریکیں منڈی میں جاتی اور سب کچھ بیچا جاتا ہے، تھوک میں بھی، ریٹیل بھی، گراں بھی ارزاں بھی مگر وہ ولی کامل عارف باللہ وہ اس دھرتی پر جنت کا مکین نہ بھی جھکا نہ کبھی بکا۔

جن پاک سروں کی عظمت سے اعزاز ملا سرداری کو
اک لذت فانی کی خاطر وہ سر ہیں در اغیار پہ خم

نہ معلوم کس وقت کونسی تصویر کو قبر کے چوکھٹوں میں سجا دیا جائے اس ہمیشہ کے سفر کے لئے بھی کچھ تو سامان سفر کریں۔ معمولی زندگی کے لئے اسباب کی نا قابل شمار فہرست ہے کم از کم ایسی تو زندگی جس میں اگر کسی کا نفع نہ ہو تو نقصان بھی تو نہ ہو۔ اور اس کے لئے کسی محاسب کی چنداں ضرورت نہیں انسان کا دل بہت بڑا ہے وہ ہر خطرہ کی چیز پر الارم دیتا ہے آگاہ کرتا ہے حقوق کی پائمالی پر بھی وہ ریڈ لائٹ دیتا ہے، گناہوں کے ارتکاب پر خطرہ کے گھنٹے بجاتا ہے، کسی کی بے عزتی پر بھی گھنٹی دیتا ہے، مگر ہم اپنے ایوان قلب اور کوچہ دل کو بھی آلودہ کر دیتے ہیں ایسے وقت میں کسی بزرگ کی دعا بچا سکتی ہے۔

نہ ہی کوئی ولی کامل تقدیر بدل سکتا ہے جب انسان خود ظلم کرنے کی ٹھان لیتا ہے پھر اس میں کیونکر تبدیلی آسکتی ہے۔ الا ان فی الجسد مضغة اذا صلح الجسد صلح الجسد کلهٗ واذا فسدت فسدالجسد کله الا وھی القلب ۔

باری تعالیٰ بزرگوں کے ان تذکروں سے ہمارے کوچۂ قلب کو منور و تاباں فرمائیں اور ہماری زندگی بھی پیغمبری جذبہ، پیغمبری سوز اور مزاج نبوت کی امین و پاسبان ہو، مگر کیا پوچھتے ہو۔

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینہ میں بنالیتی ہیں تصویریں

☆☆

آہ! حضرت استاذی مظفر و منصور قدس سرہ

..........مولانا احمد نصر بنارسی مظاہری، بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ امداد بنارس کینٹ

یادداشت اگر درست ہے تو یہ ۱۹۶۹ء کی بات ہے جب میں مظاہر علوم میں داخل ہوا تو حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے دارالطلبہ قدیم کی مسجد کی امامت سپرد فرمائی اور احقر نے ۴/۶ ماہ یہ خدمت انجام دی تھی وہ بھی اس طرح کہ ہر جہری نماز کے بعد حضرت ناظم صاحب (مولانا محمد اسعد اللہؒ) کی طرف سے اور کبھی حضرت نائب ناظم صاحب (مولانا مفتی مظفر حسینؒ) کی طرف سے تنبیہ کی جاتی کہ سنت یہ ہے، یہ مستحب ہے مثلاً دونوں رکعتوں میں سورتوں کا پڑھنا افضل ہے کس رکعت میں کون سی سورت پڑھنا بہتر ہے اور کونسی خلاف اولیٰ؟

اس تنبیہ نے احقر کو حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ قدس سرہ کی طرف مائل کیا، چنانچہ دفتر جا کر ان کی خدمت میں حاضری دیتا حضرت فرماتے کہ "مولوی نصر آج تم نے کیا غلطی کی؟ آج حضرت ناظم صاحبؒ کی طرف سے کیا تنبیہ کی گئی" پھر اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے اور فرماتے ان شاء اللہ تعالیٰ تم کو اب امامت کرنا آجائے گا، آئندہ جہاں رہو گے ان شاء اللہ کوئی روک ٹوک نہ کر سکے گا۔

الحمد للہ علی احسانہٖ گذشتہ ۲۷ رسال سے احقر امامت کررہا ہے صرف دو مرتبہ نماز کے معاملہ یعنی مسائل میں ٹوکا گیا، حق تعالیٰ نے حضرت فقیہ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کہ واقعی فقیہ بنایا تھا، مسائل میں درک، جزئیات پر گہری نظر کہ بڑے بڑے حضرات سکوت اختیار کر جاتے۔

شرافت و اخلاق کا کیا کہنا سبحان اللہ سال گذشتہ عبدالرحمٰن نامی ایک طالب علم ساتھ تھا، آخری ملاقات کے وقت بندہ نے عرض کیا کہ بچہ کے سر پر دست شفقت رکھ دیجئے، حضرت نے نہ صرف دست شفقت رکھا بلکہ اپنی جیب خاص سے پچاس روپے بھی بچہ کو عنایت فرمائے جس سے وہ بچہ بہت مسرور ہوا۔

کتاب اصول حیات کے پانچویں ایڈیشن کو ملاحظہ فرما کر بہت بہت دعائیں دیکر رخصت فرمایا۔

اچانک ایک قصہ یاد آیا، زمانہ طالب علمی میں کسی وجہ سے مدرسہ سے کھانا بند ہو گیا احقر کو فکر ہوگئی کہ اب پیسہ بھی نہیں ہے کیا ہوگا حضرت کی خدمت سے اٹھ کر مسجد کے دروازے تک پہنچا تھا کہ کسی نے دس روپے دئے اور یہ کہا کہ حضرت نے دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کھانا خرید کر کھالینا اس واقعہ کے بعد حضرت فقیہ الاسلامؒ کی محبت میں بہت اضافہ ہوا۔

حلم ایک ایسی صفت ہے جو آدمی کو محبوب خلائق اور مرجع انام بنا دیتی ہے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

میں یہ صفت اس قدر نمایاں تھی کہ اس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

مظاہر علوم کے قضیہ نامرضیہ کے وقت بعض حضرات کی طرف سے قلم کی جولانی بہت دکھائی گئی، کیا کیا نہیں کہا گیا، ایک صاحب نے تو حد ہی کردی اور سوئے خاتمہ کی پیشین گوئی بھی کردی تھی معاذ اللہ، استغر اللہ۔ مگر زبان فقیہ الاسلام پر گہرا سکوت طاری تھا "جانے دو" "درگذر سے کام لو" "چھوڑو ان باتوں کو" جیسے مبارک کلمات ادا فرماتے اور خاموش رہتے۔

اور پھر دنیا نے دیکھا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کے آخری ایام میں روح نے ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کیا، نماز جنازہ میں لاکھوں عوام، علماء وصلحاء کی شرکت نے حضرت مرحومؒ کی مغفرت کی بشارت سنادی اور بعد میں مبارک منامات ومبشرات صلحاء نے اس میں تیقن پیدا کردیا رحمہ اللہ رحمةً واسعةً۔

واقعی وہ دنیا میں مظفر تھے اور منصور بھی اور ان شاء اللہ آخرت میں بلا حساب وکتاب کے مغفور بھی ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ پر بے پناہ رحمتوں کا نزول فرماتا رہے ؎

ان کے جانے کا شہیدی حادثہ ایسا نہ تھا — کچھ نہ روئے آہ گر عمر بھر رویا کئے

☆☆

عکس مکتوب گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ بنام حضرت فقیہ الاسلامؒ

مولانا عبدالعزیز القاسمی، مدیر جامعہ عثمانیہ جمنا نگر ہاپوڑ روڈ، میرٹھ یوپی

حضرت فقیہ الاسلامؒ کچھ یادیں

جو انسان بھی اس دنیا میں آیا وہ جانے کیلئے آیا یہاں رہنے کیلئے نہیں، موت کا ذائقہ تو ہر انسان کو چکھنا ہے۔

لیکن کچھ اموات ایسی ہوتی ہیں جن کی پڑوسیوں کو بھی کانوں کان خبر نہیں ہوتی، اور کچھ موت ایسی ہوتی ہیں جو پورے شہر کو رنج وغم میں مبتلا کر دیتی ہیں، اور کچھ اموات وہ ہیں جو ملکوں کو متاثر کر جاتی ہیں۔

لیکن بعض اموات ایسی بھی ہوتی ہیں جو پورے عالم کو سوگوار بنا دیتی ہیں اور ایسی ہی موت کے لئے کہا گیا ہے "مَوْتُ الْعَالِمِ مَوتُ العَالَمِ۔

بلا شبہ سیدی ومرشدی فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی موت پورعالم کی موت ہے اس دورِ قحط الرجال میں حضرت مرحوم مسلمانوں کے لئے خدا کی نشانی اور شکستہ دلوں کے لئے ڈھارس تھے ان کے وصال سے رزم وبزم دونوں سونی پڑ گئیں۔ وہ ایک نمونہ تھے، روشنی کا ایک مینار تھے، ایسی نادر ہستیاں ہمیشہ پیدا نہیں ہوتیں بلکہ ایسے عظیم انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

اب نہ آئے گا نظر ایسا کمالِ علم وفن
گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم وفن

غالباً ۱۹۹۴ء میں اسی شہر میرٹھ کے محلّہ گولہ کنواں پر اصلاح معاشرہ کے عنوان سے ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس کی نشست اول دن میں بعد ظہر فیض عام انٹر کالج میں تھی اور دوسری وآخری نشست شب میں گولہ کنواں پر چنیدہ اور مشاہیر علماء کو اس میں دعوت دی گئی۔

میرے پیرومرشد حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی اس میں مدعو تھے، حضرتؒ پروگرام کے مطابق ابتداءً فیض عام پہنچے اور نشست اول میں شرکت فرمائی تو وہاں فوٹوگرافر عام طور پر فوٹو کھینچ رہے تھے، جس پر کسی طرح کی وہاں نکیر سامنے نہیں آئی، حضرتؒ نے اپنی مخصوص عادت کے مطابق سخت الفاظ میں کبیدگی کا اظہار فرمایا اور اپنے خادم خاص مولوی محمد تحسین مرحوم سے کہا "تحسین ابھی سہارنپور چلنا ہے"

آپ کے بعض مریدین نے جب یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے بہت منت سماجت کی لیکن جب کچھ نہ بن پڑا تو کہنے لگے حضرت! ٹرین سے تکلیف ہوگی ہم اپنی گاڑی سے پہنچا دیں گے۔

لیکن حضرت نے بھانپ لیا کہ یہ لوگ قیام کی کوشش میں ہیں فرمایا نہیں میں ٹرین سے جاؤں گا۔ راقم السطور کو جیسے ہی اس واقعہ کا علم ہوا تو فوراً اسٹیشن پہونچا تو وہاں دیکھا ایک بنچ پر حضرت تشریف فرما ہیں، برابر میں مولوی محمد تحسین مرحوم بیٹھے ہیں دائیں بائیں کچھ معتقدین ومریدین ٹہل رہے ہیں۔

میں نے سلام ومصافحہ کیا مزاج پرسی کی اور عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ کا پروگرام گولہ کنواں پر ہے اور شب میں یہیں قیام رہے گا۔

تو آپ کا جواب تھا الحمد للہ ٹھیک ہوں! پھر مجھ سے بچوں کی خیریت معلوم کی، مدرسہ کے حالات معلوم کئے اور یوں فرمانے لگے

> ''مولوی صاحب میرے دماغ پر بہت بوجھ ہے، اصلاح اصلاح کا نعرہ لگ رہا ہے، خلاف شرع کام ہورہے ہیں، فوٹو کھنچوائے جارہے ہیں، ہم خود بگڑرہے ہیں پھر اصلاح معاشرہ کیسے ہوگا، جب علماء میں بگاڑ ہے تو امت کا کیا ہوگا ، بس اب میں سہارنپور ہی جارہا ہوں''

اتنے میں ٹرین آکھڑی ہوئی اور حضرت والا سوار ہوگئے۔

خط کشیدہ جملہ کو بار بار پڑھئے اور سر دُھنئے کہ اس درویش صفت انسان کو امت کا کس قدر درد تھا، آپ جہاں علوم وفنون میں اس دور کے غزالیؒ اور رازیؒ تھے تو دوسری طرف میدان طریقت کے جنید وشبلی بھی تھے، جس طرح آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے اسی طرح آپکے مریدین کی تعداد بھی شمار وحساب سے خارج ہے۔

جس نے ایک دفعہ آپ کے دست مبارک پر سچی توبہ کرلی تو اس کی زندگی کا رخ ہی بدل گیا خود ہمارے شہر میرٹھ میں ایسے سیکڑوں افراد موجود ہیں جن کی عقائد کی درستگی کے ساتھ ساتھ ظاہری شکل وصورت بھی متبع سنت نظر آتی ہے، یہ آپ کی زندہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے ؎

وہ جنید دورِ حاضر وہ طریقت کا امام
وہ زمانہ کا غزالی فخر رازی نیک نام

حضرت فقیہ الاسلام کے یہاں دفتر مظاہر علوم وقف سہارنپور ہمہ وقت آنے جانے والوں کا تانتا لگا رہتا، سیاسی غیر سیاسی، مسلم غیر مسلم، علماء کرام، ذمہ داران مدارس، عوام وخواص ہر طرح کے لوگ آتے اور حضرت والا سب سے ہی محبت سے ملتے سب کی باتیں سنتے، اور اپنے مخلصانہ مشورے اور دعاؤں سے نوازتے۔

جب کبھی سہارنپور جانا ہوا تو کبھی آپ کو تنہا نہیں پایا اور بڑا کمال یہ تھا کہ اس ہجوم سے نہ دل برداشتہ ہوتے اور نہ ہی کبھی ناگواری ظاہر فرماتے، ہر آنے والا یہ محسوس کرتا کہ حضرت میرے پر زیادہ مہربان ہیں۔

آپ نے اپنی قیمتی زندگی کا تمامتر حصہ چھوٹوں کو بڑا اور بڑوں کو مزید بڑا بنانے میں صرف کیا۔

ہم نے ہر ادنی کو اعلیٰ کردیا
خاکساری اپنی کام آئی بہت

وہ اپنے چھوٹوں کے سامنے اس طرح بچھ جاتے کہ بڑی شرمندگی ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے شہر میرٹھ سے دس پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ سے گڑھ روڈ پر ایک گاؤں ہے ''کاکستھ بڈھا'' وہاں مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا، حضرت والا وہاں تشریف لے گئے یہ راقم الحروف بھی ساتھ تھا آپ کی تقریر سے قبل میں نے بلامبالغہ کچھ تعارفی کلمات کہہ دئے۔ تو آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا

''کہ جیسا آدمی ہوتا ہے وہ دوسروں کو ویسا ہی سمجھتا ہے چور دوسروں کو چور سمجھتا ہے اور اگر کوئی شرابی ہے تو دوسروں کو شرابی سمجھتا ہے اور اگر کوئی برا ہے تو دوسروں کو برا ہی سمجھتا ہے اور اگر کوئی خود نیک ہے تو دوسروں کو وہ نیک ہی سمجھتا ہے اور چونکہ ہمارے مولانا (بندہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) خود نیک ہیں تو انہیں میں بھی نیک نظر آیا ورنہ میرے اندر تو کوئی خوبی نہیں ہے۔''

بات پر بات یاد آ گئی ایک بار گلاؤٹھی کا سفر ہوا، منبع العلوم وہاں کا قدیم عربی مدرسہ ہے، غالباً ظہر کی نماز وہاں ادا کی اس کے بعد ناظم صاحب کے دفتر پہونچے تو ناظم مدرسہ تو موجود نہیں تھے لیکن دفتر میں عمدہ قالین ایک ڈسک اور کچھ گاؤ تکیے سلیقہ سے رکھے ہوئے تھے۔

بندہ نے حضرت والا سے ناظم صاحب کی مسند پر بیٹھنے کے لئے عرض کیا تو آپ وہاں نہ بیٹھ کر سامنے کی جانب بیٹھ گئے جو عام نشست گاہ تھی، اور کچھ کم و بیش آپ نے یوں فرمایا

''یہ درست نہیں کہ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی جگہ پر بٹھا دیا جائے دیکھو وکیل کے پاس یا کسی ڈاکٹر کے یہاں جانا ہو تو اس کی کرسی پر نہیں بیٹھوگے اور علماء بھی دین کے وکیل اور ڈاکٹر ہیں تو ان کا احترام بھی دل میں ہونا چاہیے۔ اور عام لوگوں کی عادت ہے، جب کسی کے یہاں جاتے ہیں تو بلا اجازت فون گھمانا شروع کردیتے ہیں قلم کاغذ لیکر لکھنا شروع کردیتے ہیں کتاب وغیرہ اٹھا کر اس کے مطالعہ میں لگ جاتے ہیں ایسا کرنا بغیر میزبان کی اجازت کے جائز نہیں ہے''

اللہ اکبر، یہ تھا آپ کا فقیہانہ انداز اور یہ دو چار روز کا معمول نہیں بلکہ آخر زندگی تک یہی معمول رہا آپ کے اندر تعلّی اور بڑائی نام کی کوئی چیز نہیں تھی، آپ جماعت علماء میں ایک امتیازی مقام رکھتے تھے بڑے بڑے جید علماء کو میں نے کہتے سنا۔

''ہمارے مفتی صاحب جماعت علماء میں ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتے ہیں''

آپ کے پیرو مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ آپ کے متعلق یوں فرما گئے

"گو مفتی صاحب عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں لیکن علم وفضل میں مجھ سے بڑھے ہوئے ہیں"
مگران سب کے باوجود آپ مجسم تواضع اور سراپا انکسار تھے۔

آپ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا کہ رب کائنات نے آپ کا خمیر ہی تواضع اور انکساری کی خاک سے تیار کیا تھا نیز تواضع کی یہ شان نشست و برخاست، گفتار و رفتار، خورد و نوش ہر چیز میں نمایاں تھی۔

آپ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کی فقہی بصیرت اور سابق ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ کی دور اندیشی و اصابت رائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی دیرینہ آرزوؤں کا جیتا، جاگتا نمونہ اور اپنے شیخ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے معتمد علیہ اور سچے وارث تھے۔

آپ کی خاموشی اور مرنجا مرنج طبیعت کو دیکھ کر بعض لوگ انہیں کمزور اور بے ہمت سمجھتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان جیسا باہمت اور جری ان کے ہمعصروں میں شاید ہی کوئی دوسرا موجود ہو۔

حق پسندی آپ کا شعار، حق بیانی ان کا طرہ امتیاز، منکرات پر ایسی مضبوط دارو گیر کہ بڑے سے بڑا پیر مغاں ہو یا حکومت کی کابینہ کا وزیر سب آپ کی موجودگی میں غلطاں و پیچاں دکھائی دیتے۔

وہ زہر کے گھونٹ پلانے والے قاتلوں کو مبتلائے الم دیکھ کر تڑپ جانے والا غمخوار و غمگسار، سود و زیاں سے لاپرواہ، علماء سلف کی وہ ایک زندہ یادگار تھے۔

ظاہر ہے کہ انسان کی بلندی کا یہ وہ معیار ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب غلام ہی فائز ہو سکتے ہیں۔ان کی بلند سیرت، پاکیزہ شخصیت، بے داغ زندگی اور وہ مکارم اخلاق ہیں جنہوں نے ان کی ذات کو مرجع الخلائق بنا دیا تھا ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

افسوس ۱۱ر ربیع الاول ۱۳۴۸ھ بروز پنجشنبہ کو جو آفتاب علم وعرفاں طلوع ہوا تھا وہ ۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بروز دوشنبہ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔

مجله" الداعی"دارالعلوم دیوبند سهارنپور الشیخ نورعالم خلیل الامینی

المفتی مظفر حسین المظاهری رحمه الله

١٣٤٨-١٤٢٤هـ=١٩٢٩-٢٠٠٣م

ودعت الأوساط المدرسية والدينية فی الهند ،فی أواخر رمضان الفائت، عالماً جليلاً جمع بين العلم العميق والورع والتقویٰ ،وهو الشيخ المفتی مظفر حسين المظاهری ، الذی وافته المنية يوم الاثنين ٢٨/رمضان ١٤٢٤هـ الموافق ٢٤/نوفمبر ٢٠٠٣م فی الساعة الثانية عشرة ـ وذالك فی مستشفی "اسكارت"بد هلی ـوكان لدی الوفاة فی ٧٦ من عمره ، حيث كان من مواليد ١٠/ ربيع الثانی ١٣٢٨هـ الموافق ١٧/اغسطس ١٩٢٩م۔

تعرض الفقيد۔ رحمه اللّٰه۔ لنوبة قلبية فی الليلة المتخلة بين ٢١-٢٢/ نو فمبر ، فادخل مستشفی بمدينة "سهارنفور"ولكن ساء ت حالته فی مساء ٢٣/نوفمبر ، فنقل الی دهلی علی مشورة من الاطباء المحلين المشرفين علی علاجه ،فادخل مستشفی "اسكارت"ولكنهٗ ماعوفی من مرضه، وانتقل الی رحمة ربه، رحمه اللّٰه وادخله جنته العليا۔

ووُرِّیَ جثمانه بمقبرة "حاجی شاه كمال"بمدينة "سهارنفور"فی الساعة الثانية عشرة والنصف من الليلة المتخلفة بين ٢٨/٢٩/رمضان ١٤٢٤هـ الموافق ٢٤-٢٥/نوفمبر من مأة الف من العلماء وطلاب العلم ومحبيه والمنتمين الی شتی قطاعات المجتمع من داخل "سهارنفور"وخارجها ومن مختلف مناطق ولاية "يوبی"وقد اكد المسنون فی المدينة أنهم لم يشهدوا فی التاريخ القريب، مثل هذا التجمع الكبير فی جنازة ای من العلماء ،وصلی بالناس عليه ابن اخيه ونائب مدير جامعة مظاهر العلوم (وقف)الشيخ محمد سعيدی ،الذی اعلن فی المقبرة تعيينه مديراً للجامعة عقب دفن الفقيد۔

كان الشيخ المفتی مظفر حسين رحمه اللّٰه من العلماء المتقنين فی شبه القارة الهندية، وقد عُرِفَ بوقاره العلمی وصلاحه الدينی وتضلعه من الشريعة ، وتعمقه فی فن الفقه والفتویٰ ، وانقطاعه الی الطاعة والعبادة ، وايثاره السكوت والعزلة لحد كبير، فكان يخزن لسانه الا فيما

يعنيه ، وقد تخرّج عليه مئات من العلماء الاجلاء فی جامعة مظاهر العلوم التی فيها تعلم وعلم طوال حياته، وعمل فيها استاذاً ومسئولاً ، وظل محبوباً لعلمه الغزير وحلمه الكبير واهتمامه بما ينفع الناس۔

كان من سكان بلدة" اجراره"بمديرية "ميروت"بولاية "اترابراديش"الغربية' ولكنه كان قد استوطن "سهارنفور" التی اتخذها مقراً لجهوده التعليمية والتربوية والاصلاحية،فلم فكن عالماً كبيراً فقط وانما كان داعياً ومربياً كذلك ، فقد تخرج فی التزكية والاحسان على احد العلماء الاجلاء المربين وهو الشيخ محمد اسعد اللّٰه الرامفوری المظاهری المتوفی ١٣٩٩ه ـ ١٩٧٨م ـ

ولد الشيخ عام ١٣٤٨ه ـ ١٩٢٩م بمدينة "سهارنفور"حيث كان والده الشيخ المفتی سعيد احمد مفتياً بجامعتها "مظاهر علوم" وحفظ القرآن كاملا وهو فی ١١ من عمره، والتحق بجامعة مظاهر العلوم ليتلقى العلوم العربية والشرعية عام ١٣٦٣ه ـ، وتخرج منها عام ١٣٦٩ه، والتحق فيها بقسم الافتاء وتخرج منه عام ١٣٧٠ه، وعين فيها مفتياً بالنيابة عام ١٣٧١ه، ثم عيّن رئيساً لهيئة التدريس ،كما أنتخب مديراً لها عام ١٣٨٥ه، وعند ما توزعت الجامعة منذ سنوات بين جامعتين ، عيّن مديراً لجامعة مظاهر العلوم (وقف)والجدير بالذكر ان الشيخ رحمه اللّٰه درس كتب الحديث بالجامعة منذ ١٣٨١ه، بما فيها صحيح البخاری الذی درسه سنوات عديدة ، ودرس جامع الترمذی عبر ٣٢ عاماً۔

وكان يدعى احياناً لرئاسة أو رعاية بعض الحفلات الدعوية والاصلاحية فكان يلبی الدعوة ، كما كان يشرف على عدد من المدارس ، وكان عضواً فی هيئات اسلامية ذات اهمية۔ وألّفَ عدداً من الكتب بما فيها الحاشية التی الفها على "رسم المفتی" وفضائل الجماعة ، وفضائل التهجد، وفضائل المسواك۔ وبعض تلاميذه يُعدُّ ون من كبار المحدثين فی الهند، وعلى رأسهم الشيخ المحدث محمد يونس الجونبوری حفظه اللّٰه /شيخ الحديث بجامعة مظاهر علوم۔

☆☆☆☆

قاری مرغوب الرحمٰن صاحب مظاہری

نورانی باتیں — روحانی تذکرے

> زیرِ نظر مضمون کسی ادیب وانشاء پرداز کا نہیں بلکہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے ایک تلمیذ وعقیدت مند کا تحریر کردہ ہے اس لئے اس میں باذوق قارئین اور اصحاب قلم حضرات کو انشاء وادب ،کلمات ومترادفات اور تعبیرات واستعارات کے بجائے سنجیدگی ومتانت ،عقیدت ومحبت اور سادگی وصداقت کی فراوانی نظر آئیگی ۔صاحبان بصیرت اور قدر دانوں کو جگہ جگہ "لعل وگوہر" دستیاب ہوں گے اور بعض ایسے چشم کشا حقائق سے پردہ اٹھتا نظر آئے گا جس پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کی متواضع شخصیت سے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ (ناصرالدین مظاہری)

جس وقت سہارنپور میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے قیام کا آخری سال تھا اس وقت راقم الحروف جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ میں زیرِ تعلیم تھا ،بعض رفقاء کے ساتھ حضرت شیخؒ کی زیارت کیلئے ان کے مکان پر حاضر ہوئے ،مکان کے دروازے پر پہلے سے کچھ لوگ لائن لگائے کھڑے تھے ہم لوگ بھی لائن میں کھڑے ہو گئے ،مکان کا دروازہ بند تھا ،زیارت کے لئے آنے والوں کی لائن طویل ہو چلی گئی ،جو صاحب لائن میں سب سے آگے تھے وہ بار بار دروازے پر دستک دیتے کیونکہ زیارت کے مقررہ وقت سے کافی دیر ہو گئی تھی ،اندر سے ایک صاحب باآواز بلند کہتے "کیوں اتنی جلدی مچارہے ہو کچھ معلوم بھی ہے اس وقت حضرت شیخ تخلیہ میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے گفتگو کر رہے ہیں"۔

میری عمر اس وقت غالباً پندرہ سال ہوگی ،پہلی بار میں نے حضرت مفتی صاحب کا نام سنا تھا یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہیں ،میں نے اپنے آگے والے ایک صاحب سے جو بظاہر عالم معلوم ہو رہے تھے ان سے معلوم کیا کہ یہ مفتی صاحب کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بہت بڑے عالم اور بزرگ ہیں اس وقت مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ ہیں ،اب کچھ دیر کے بعد دروازہ کھلا اور لوگوں میں ایک شور ہوا کہ حضرت مفتی صاحب آرہے ہیں دیکھا کہ اندر سے ایک نورانی شکل کا انسان دھاری دار رومال کا سر پر صافہ باندھے ہوئے آنکھ پر چشمہ لگائے نصف ساق تک کرتا اور نیچے مغلائی پائجامہ زیب تن کئے ہوئے بڑی تیزی سے نیچی نگاہ کئے آرہے ہیں جیسے ہی یہ بزرگ دروازے سے باہر نکلے ،پیچھے سے حضرت شیخ کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ صاحب پان کی ڈبیا لے کر دوڑتے اور کہتے آرہے ہیں کہ

''حضرت مفتی صاحب! اباجان پان کے لئے فرمارہے ہیں پان لے لیجئے''

حضرت مفتی صاحب ٹھیک اس جگہ رک گئے جہاں یہ ناکارہ لائن میں کھڑا تھا، مولانا محمد طلحہ صاحب نے ڈبیا سے پان نکال کر پیش کیا اور یوں گویا ہوئے کہ

''حضرت! ابایوں کہہ رہے ہیں ارے میرے قاری کو پان نہیں دیا طلحہ جلدی سے پان دیکر آؤ''

تواضع :حضرت مفتی صاحبؒ کے چہرے اور لباس کی سادگی سے ہی عجیب بزرگی ٹپک رہی تھی اس کے بعد ہم لوگوں نے حضرت شیخ کی زیارت کی اور واپس مدرسہ آگئے، اب بار بار حضرت مفتی صاحب کی نورانی شکل تصور میں آتی مختصر عرصہ بعد جامعہ اسلامیہ کے ارباب اہتمام نے حضرت مفتی صاحب کو مدرسہ میں مدعو کیا اور آپ کے نائب ناظم ۔سے ناظم اعلیٰ ہونے پر ایک فارسی نظم میں مبارکباد پیش کی گئی، اس مرتبہ حضرت والا کی کافی دیر تک زیارت ہوتی رہی، اس کے بعد حضرت والا کا روح پرور بیان ہوا جس میں حضرت نے فرمایا کہ

''دوستو اس وقت میرے متعلق جو یہ نظم پیش کی گئی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ اچھا ہوا کہ یہ نظم فارسی زبان میں ہے اس میں جو کچھ کہا گیا بہت کم لوگوں نے سمجھا ہوگا اور جو الفاظ اس میں تعریف وتحسین کے کہے گئے ہیں میں حقیقت میں اس کے قابل نہیں ہوں یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے''

تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بیان ہوا، اس کے بعد دعا فرمائی اب حضرت کا یہ پہلا بیان سنا جس وقت حضرت والا بیان فرمارہے تھے اس وقت کا سماں آج بھی یاد ہے اب تو دل بار بار یہ کہتا کہ ان کی صحبت حاصل کرنی چاہیے اس وقت احقر حفظ کررہا تھا حضرت کی صورت دیکھ کر ایسا تعلق ہوتا چلا گیا جیسا کہ باپ سے ہوتا ہے۔

ہماری خوش نصیبی :آئندہ سال پھر جامعہ اسلامیہ ریڑھی میں دورہ حدیث کا آغاز ہوا اس کے افتتاح کیلئے ارباب انتظام نے حضرت مفتی صاحب کا انتخاب کیا، حضرت والا افتتاح بخاری کیلئے تشریف لائے اب پھر زیارت اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا اسی سال احقر کا قرآن پاک مکمل ہوگیا جب سال ختم ہوا تو بخاری شریف کے اختتام کیلئے حضرت پھر مدرسہ تشریف لائے، انتظامیہ نے یہ طے کیا کہ پہلے حضرت بخاری شریف کا ختم کرائیں گے اس کے بعد جن حفاظ کرام نے کلام پاک پورا کیا ان کا کلام پاک بھی حضرت والا ہی پورا کرائیں گے۔

ان حفاظ میں یہ ناکارہ بھی شامل تھا یہ معلوم ہوکر بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارا کلام پاک حضرت والا پورا کرائیں گے اس نورانی مجلس کا وقت آگیا حضرت والا نے پہلے بخاری شریف کا ختم کرایا پھر ہم لوگوں کا قرآن کریم پورا کرایا، حضرت نے جس وقت ہم کو اپنی زبان مبارک سے قرآن کریم کی آیات پڑھوائیں اس وقت ایسا معلوم ہورہا تھا کہ قرآن شریف کا نزول ہورہا ہے، آپ کی پیاری وشیریں قرأت نے قلوب کو گرما دیا تھا۔

مظاہر علوم وقف میں میرا داخلہ:شوال المکرم ۱۴۰۲ھ داخلہ کا زمانہ آگیا احقر مدرسہ

مظاہر علوم وقف میں بغرض داخلہ حاضر ہوا، دارالاہتمام میں جب آیا تو دیکھا حضرت والا اپنی مسند پر جلوہ افروز ہیں آپ کے چہرے سے نور کی شعائیں پھوٹ رہی ہیں میں نے آگے بڑھ کر سلام اور مصافحہ کیا حضرت والا نے بڑی ہی شفقت سے معلوم فرمایا کہ بیٹا کہاں سے آئے ہو؟ کیا کام ہے؟ بندہ نے عرض کیا حضرت آدم پور سے حاضر ہوا ہوں مدرسہ میں داخلہ لینے کی تمنا ہے فرمایا کیا نام ہے؟ میں نے کہا مرغوب الرحمٰن، فرمایا کیا پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا حضرت والا نے فارسی اور تجوید طے فرمایا۔

حضرت والا کے پاس ایک معمر آدمی بیٹھے ہوئے تھے ان سے فرمایا اس بچہ کو داخلہ فارم دفتر سے دلوادو، ان صاحب نے مجھے دفتر سے فارم دلوا کر اس کی تکمیل کرائی اور حضرت سے آکر کہا کہ حضرت ان کا کام ہوگیا حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے فلاں تاریخ میں پڑھائی شروع ہوجائے گی وقت پر آجانا، مدرسہ کا تعلیمی سلسلہ شروع ہوا، اب جیسے ہی تعلیم سے فارغ ہوتا فوراً دفتر میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوجاتا چند ہی دن میں حضرت والا بڑی محبت اور شفقت فرمانے لگے، مجھ کو روزانہ حضرت والا کی زیارت کئے بغیر چین حاصل نہیں ہوتا تھا کبھی کبھی حضرت والا اپنے ساتھ کہیں سفر میں ساتھ لیجانے لگے۔

اور مسجد روشن ہوگئی: ایک روز حضرت والا کا پروگرام مدرسہ حیات العلوم نلہیڑہ پوسٹ ناگل ضلع سہارنپور میں تھا یہاں سے حضرت والا اور آپکے ہمراہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدرس مظاہر علوم اور ایک حضرت کے پاس خادم رہتے تھے اللہ دیا صاحب وہ اور احقر بعد نماز ظہر بذریعہ بس ناگل پہنچے وہاں لوگ گھوڑا بوگی لئے کھڑے تھے کثیر تعداد نے حضرت کا استقبال کیا وہاں سے بذریعہ گھوڑا بوگی مدرسہ پہنچے، راستہ میں حضرت نے فرمایا حافظ صاحب! یہ گاؤں کا ہوائی جہاز ہے (گھوڑا بوگی) مدرسہ میں پہنچ کر نماز عصر ادا کی۔

بعد مغرب حضرت والا نے بچوں کا قرآن پاک پورا کرایا اس کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ قرآن کریم کی عظمت پر بیان فرمایا پھر کچھ لوگوں کو بیعت کیا اور دعا فرمائی۔

بعد نماز عشاء کھانا تناول فرما کر آرام کیلئے لیٹ گئے حضرت والا تین بجے تہجد کیلئے اٹھے، احقر بھی اُٹھ گیا، احقر نے وضو کے لئے پانی کا لوٹا بھر دیا، آپؒ نے وضو کیا، اور نماز تہجد ادا فرما کر مسجد کے اندر کونے میں ذکر شروع فرمادیا احقر بھی حضرت سے کافی دور بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے لگا تھوڑی دیر بعد میں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ حضرتؒ کے سر سے ایک روشنی اٹھی جس سے مسجد روشن ہوگئی، تھوڑی دیر بعد پھر ایسا ہی ہوا۔

ذکر سے فارغ ہوکر حضرتؒ نے احقر سے پان طلب فرمایا، میں نے حضرت کو پان دیکر عرض کیا کہ حضرت آپ کے ذکر کے دوران میں نے ایسا منظر دیکھا ہے، فرمایا ایسی باتوں کا اظہار نہیں کیا کرتے، اس لئے آج حضرتؒ کی وفات کے بعد یہ واقعہ ظاہر کرنے کی جرأت ہوئی اب یہ کیفیت دیکھ کر تو ناکارہ کو ایسی عقیدت ہوگئی

کہ بیان نہیں کرسکتا اور دل نے کہا کہ الحمدللہ قطب وقت کی صحبت حاصل ہوچکی ہے اب احقر نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے فرمایا کہ بیعت ہونے میں جلدی نہیں کرنا چاہیے دو چار بزرگوں سے ملو پھر جہاں دل کا رجحان ہو وہاں بیعت ہونا چاہیے۔ حضرت جلال آبادیؒ وغیرہ سے ملو، احقر نے جلال آباد وغیرہ تین بزرگوں کیدربار میں حاضری دی اس کے بعد حضرت مفتی صاحب سے عرض کیا حضرت فلاں فلاں بزرگوں کے پاس گیا ہوں لیکن دلی رجحان جناب کی طرف غالب ہورہا ہے تب حضرت والا نے مسجد میں لیجا کر بیعت کیا۔

ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ کا قیام: ۱۴۰۳ھ میں احقر نے حضرت والا اور علامہ محمد یامین صاحب ناظم تعلیمات مظاہر علوم کی غریب خانہ پر دعوت کی حضرت والا اور علامہ صاحبؒ بذریعہ رکشہ آدم پور تشریف لائے، آدم پور میں حضرت والا کی یہ پہلی آمد تھی حضرت سے احقر نے عرض کیا کہ مسجد میں کچھ لوگ آپ سے ملاقات کیلئے بیٹھے ہیں، کھانے سے فارغ ہوکر کچھ دیر کیلئے مسجد میں تشریف لے چلیں حضرت والا نے فرمایا ٹھیک ہے، جب حضرت والاؒ مسجد میں داخل ہوئے تو فرمایا ماشاء اللہ جامع مسجد ہے، اس پر گاؤں کے ایک صاحب محمد عارف نے کہا حضرت جامع مسجد کہاں ہے یہاں بستی بھی چھوٹی ہے اس لئے یہاں جمعہ نہیں ہوتا حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں تو جمعہ ہوسکتا ہے، ہم سہارنپور سے بذریعہ رکشہ آئے ہیں شہر سے بستی تک کی کیفیت سے تو یہی محسوس ہوا ہے معلوم کیا کتنی آبادی ہے اور فرمایا کہ اس میں ہندو مسلم اور ایک دن کا بچہ بھی ہو سب کی تعداد بتائیں یہ کیفیات لکھ کر آپ لوگ یہ فتویٰ لکھ کر مدرسہ لے آئیں، معائنہ تو میں نے کرلیا، حضرت والا کی اس بات سے لوگوں کو نماز جمعہ کا اشتیاق ہوگیا۔

اب لوگوں کے درمیان جمعہ کا مسئلہ موضوع بحث بن گیا دو چار دن بعد استفتاء لکھ کر احقر اور کچھ احباب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے وہ استفتاء حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب کو سونپ دیا اور فرمایا کہ میں اس بستی میں گیا تھا اس کا جواب تحریر فرمادیں کچھ معلوم کرنا ہو کر لیجئے تین دن بعد یہ فتویٰ مل گیا جس میں نماز جمعہ کی اجازت ہوگئی۔

حضرت والاؒ سے درخواست کی گئی کہ آدم پور میں نماز جمعہ کے آغاز کے موقع پر آپ تشریف لائیں، اہل بستی کی خواہش ہے کہ جمعہ کی پہلی نماز آپ کی اقتداء میں ادا کریں حضرت والا نے اہل بستی کی دعوت کو بخوشی منظور فرمالیا، اہل بستی نے اس کے لئے انتظامات کرلئے، قریبی گاؤں میگ چھپر، ایکھری، بھاؤپور کے کچھ لوگ آدم پور آئے اور کہنے لگے یہاں جمعہ کا فتویٰ جو ملا ہے دکھاؤ، فتویٰ دکھایا، فتویٰ میں لکھا تھا کہ گاؤں شہر سے اتنی دور ہے شہر کی اذانیں وغیرہ سنائی دیتی ہیں تقریباً بارہ سو لوگوں کی آبادی ہے یہ گاؤں میونسپلٹی کی حد میں ہے ان لوگوں نے کہا کہ یہ فتویٰ غلط ہے، میونسپلٹی کی حد چنگی کے اندر اندر ہے اور یہ گاؤں چنگی کی حد سے باہر ہے، اس لئے فتویٰ غلط ہے، یہاں جمعہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اب آدم پور کے بھی کچھ لوگ ان کے ساتھ لگ گئے گاؤں کے لوگ اس مسئلہ کو لے کر پھر حضرت والا کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ حضرت اس طرح کی بات ہو رہی ہے اور گاؤں تو چنگی کی حد سے واقعی باہر ہے اب کیا کریں حضرت والا نے ہنس کر فرمایا کہ ہم نے میونسپلٹی کی شرط پر فتویٰ نہیں دیا ہے ہم نے صرف فنائے مصر ہونے کی بنیاد پر جمعہ کا فتویٰ دیا ہے ان سے کہہ دو اور مزید کسی کو معلومات کرنی ہو تو کہہ دو کہ پرسوں کو مظفر آکر نماز جمعہ پڑھائے گا جس کو اشکال ہو میرے سے بات کریں۔

اب لوگوں میں ایک طرح سے جان آئی اور آکر یہ بات ان لوگوں سے بتائی اب حضرت والا نماز جمعہ کیلئے تشریف لائے آپ کے ہمراہ حضرت مولانا علامہ محمد یامین صاحب ناظم تعلیمات مظاہر علوم (وقف) سہارنپور، حضرت مولانا مکرم حسین صاحب مدظلہ سنسارپوری خلیفہ حضرت رائے پوری، حضرت مولانا بشیر احمد صاحب امام مسجد مبارک شاہ، حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مرزاپوریؒ تشریف لائے حضرت اقدس مفتی صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اس کے بعد حضرت مولانا بشیر احمد صاحب نے ایک گھنٹہ بیان فرمایا، حضرت مفتی صاحب نے پھر دعا فرمائی بہت لوگ لائن لگا کر سلام اور مصافحہ سے مستفید ہوئے اور حضرت والا کی ضیافت کیلئے ملا محمد یٰسین کے مکان پر تشریف لائے، کھانے سے فارغ ہونے پر وہ لوگ آگئے جو فتویٰ کو غلط بتا رہے تھے، انہوں نے ایک کتاب ہاتھ میں لے رکھی تھی حضرت سے کہا یہاں جمعہ کی اجازت کس بنیاد پر ہے، چھوٹا سا گاؤں ہے اور استفتاء میں لکھا ہے کہ گاؤں میونسپلٹی کی حد میں ہے یہ غلط ہے، میونسپلٹی چنگی کے اندر ہے اور گاؤں اس سے باہر ہے حضرت مولانا مکرم حسین صاحب نے فرمایا کہ حضرت والا مفتی اعظم ہیں معائنہ خود کیا ہے، نماز جمعہ خود پڑھائی ہے اس کے بعد اشکال کی گنجائش ہی نہیں، رہی بات میونسپلٹی کی، ہمیں کہیں اس میں نوکری کرنا ہے کہ اس کا ہونا ضروری ہے، مجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ آدم پور کہاں ہے، پہلی بار حاضر ہوا ہوں، جب یہاں کے لوگ یہ دعوت لیکر میرے پاس آئے میں نے کہا کس کا فتویٰ ہے، کون جمعہ پڑھائے گا؟ جب معلوم ہوا کہ مظاہر علوم کا فتویٰ ہے اور حضرت مفتی صاحب نماز جمعہ پڑھائیں گے، یہ نام سنتے ہی مزید کچھ معلوم کرنے کی گنجائش نہ رہی فوراً یہاں آنے کی دعوت قبول کر لی اسوقت حضرت والا ہی ہمارے مقتداء ہیں، علمی کارواں آپ کی قیادت پر فخر کرتا ہے، آپ کے فتاویٰ علمی حلقوں میں وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

حضرت والاؒ نے فرمایا میں نے اس گاؤں کا معائنہ کیا اور آج نماز جمعہ پڑھائی ہے میں فنائے مصر ہونے کی بنیاد پر فتوی دیا ہے یہ بستی فنائے مصر میں داخل ہے اور یہ شرط تمام شرطوں پر غالب ہے آپ کو جو مفتی بلانا ہو بلا کر معائنہ کرالیں اور مجھے بھی بلالیں اس کے بعد یہ لوگ ایک دوجگہ اس مسئلہ کو لیکر گئے جس مفتی کو معلوم ہوتا کہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نے معائنہ کیا ہے، نماز بھی آپ نے پڑھائی ہے تو سبھی علماء یہی کہتے کہ اگر حضرت والا نے نماز جمعہ پڑھائی اور معائنہ کیا ہے تو پھر اس مسئلہ پر کچھ لکھنے کی مزید گنجائش نہیں رہ گئی، اس کے بعد بھی حضرت والا کو اہل بستی نے جمعہ کے روز دعوت دی، حضرت نے بعد میں دوبار نماز جمعہ کی امامت فرمائی۔

اللہ اللہ کیجئے : ایک روز میں بعد نماز عصر آپ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ چودھری عبدالمالک صاحب بڑھا کھیڑہ سے آپ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ حضرت ایم ایل اے کا پرچہ بھرنے کا ارادہ کررہا ہوں ایک دوروز میں پرچہ ملنا ہے دعا فرمادیجئے اس پر آپ خاموش رہے کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا چودھری صاحب اب آپ کا وقت ان پرچوں کا نہیں ہے اب تو اللہ اللہ کرنے کا وقت ہے، اللہ اللہ کیجئے، اس کے بعد وہ لوگ چلے گئے، اگلے روز صبح کو یہ خبر ملی کہ چودھری عبدالمالک صاحب کا انتقال ہوگیا انا للّٰہ و انّا الیہ راجعون، حضرت والاؒ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، اس حیرت انگیز واقعہ کے بعد لوگوں کی عقیدت میں بہت اضافہ ہوا ہمارے یہاں محمد عارف صاحب ودیگر حضرات وخواتین بھی حضرت والاؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

حق کی همشه جیت هوتی هے : جس زمانہ میں مدرسہ مظاہر علوم میں رجسٹریشن کا مسئلہ اٹھا ہوا تھا اور حضرت والا نے صاف فرمادیا تھا کہ میرے اکابر جس نہج پر مجھے یہ امانت سونپ کر گئے ہیں اس نہج سے نہیں ہٹوں گا، چاہے کتنی بھی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے اس زمانے میں حضرت والا کے اوپر وقف کے منکرین نے طرح طرح کے الزامات لگائے لیکن حق ہمیشہ غالب رہتا ہے اور باطل کو مُنا پڑتا ہے میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ حق کچھ دن کے لئے دب تو سکتا ہے لیکن مٹ نہیں سکتا اور باطل انشاء اللہ مٹ کر رہتا ہے۔

حضرت جلال آبادیؒ کی تلقین که ثابت قدم رهئے : حضرت والا کے اوپر جوں جوں بہتان تراشیاں کی گئیں حق اور باطل کا مسئلہ صاف ہوتا چلا گیا اس زمانے میں حضرت والا کو حضرت علامہ رفیق احمد صاحب رکن شوریٰ مدرسہ ہذا کے دولت کدہ پر بھیسانی جانا تھا حضرت نے فرمایا کہ راستہ میں جلال آباد پہلے حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خانصاحب خلیفہ اجل حضرت تھانوی سے ملاقات کرکے آگے چلیں گے اس سفر میں حضرت کے ہمراہ قاری عبدالرحمٰن صاحب طیبی، حاجی جمیل الرحمٰن بھٹہ والے اور احقر بھی تھا، سہارنپور سے بعد نماز ظہر بذریعہ ٹیکسی روانہ ہوئے جلال آباد جب پہنچے تو حضرت والا کے داماد مولانا عبدالرحیم حضرت کو دیکھتے ہی دفتر سے باہر دوڑتے ہوئے آئے اور حضرت سے ملے اور مزاج پرسی کی حضرت نے فرمایا کہ حضرت والا سے ملاقات کے ارادے سے حاضر ہوا ہوں اس وقت حضرت جلال آبادیؒ آرام فرمارہے تھے، حضرت نے فرمایا کہ حضرت کے اٹھنے کا انتظار ہم لوگ مسجد میں بیٹھ کر کر لیتے ہیں، مولانا عبدالرحیم صاحب حضرت والاؒ کو سامنے والے دفتر میں لے گئے اور خود حضرت کی خانقاہ میں گئے، کچھ ہی دیر بعد مولانا عبدالرحیم صاحب نے آکر حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضرت والاؒ فرمارہے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب کو باہر کیوں بٹھادیا اندر میرے پاس بلالاؤ حضرت مفتی صاحب کے ہمراہ ہم لوگ حضرت جلال آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت جلال آبادی نے کھڑے ہوکر حضرت مفتی صاحب سے سلام ومصافحہ اور معانقہ فرمایا اور پھر

ہم لوگوں کو سلام ومصافحہ سے مشرف فرمایا پھر حضرت جلال آبادی نے حضرت مفتی صاحب سے فرمایا

''مفتی صاحب آپ کے اوپر اس وقت مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا ہوا ہے اشتہارات وغیرہ سے سب پتہ ہو جاتا ہے، آپ ثابت قدم رہیے آپ کا موقف حق ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے اور ایک بات اس موقع پر بتائے دیتا ہوں مجھے ایک دن میرے شیخ حضرت تھانویؒ نے بتائی تھی کہ جس وقت میرے متعلق مخالفین نے طرح طرح کے الزامات لگائے تو میں حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حضرت ایک بات کہہ دوں میں نے کہا ضرور فرمائیں اس کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے سکوت فرمالیا کچھ دیر بعد پھر فرمایا کہ کہہ دوں میں نے کہا کہ حضرت ضرور فرمایئے اس کے بعد پھر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کسی وقت کسی شخص سے کسی قسم کی امید نہ رکھنا اسی سے پریشانیوں کا نزول ہوتا ہے صرف اللہ سے مسئلہ کو وابستہ رکھئے انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا اس خیال کو خیال سے نکالدو کہ لوگ ہمیں برا کہتے ہیں اگر یہ بات ہوتی تو انبیاء کو برا نہ کہا جاتا اور انبیاء ہی کیا خدا کو بھی برا کہا گیا حضرت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اس کو سن کر مجھے عجیب قوت اور رہبری ملی آج میں مفتی صاحب! آپ کو یہ بتارہا ہوں اس وقت آپ سے متعلق طرح طرح کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ بھی ہمارے اکابر کا اسوہ ہے''

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا حضرت آپ کی بات سے الحمد للہ بڑی تقویت حاصل ہوئی ہے میرے لئے اور مدرسہ کے لئے دعا کی درخواست ہے اس کے بعد چائے ناشتہ حضرت جلال آبادیؒ نے اپنے پاس ہی کرایا اور ان دعاؤں کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کو رخصت کیا۔

''دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی ہر شر وفتن سے حفاظت فرمائے اور مدرسہ کو ہر آفات سے محفوظ فرمائے''۔

اس کے بعد جلال آباد سے نماز عصر پڑھ کر بھیسانی کیلئے روانہ ہوئے اور نماز مغرب حضرت علامہ رفیق احمد صاحب کے مدرسہ بھیسانی میں ادا کی اس کے بعد کھانا کھایا اور حضرت علامہؒ سے کچھ گفتگو فرمائی بعد نماز عشاء بھیسانی سے سہارنپور کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ آج حضرت جلال آبادی کی بات سے بڑا سکون ملا ہے۔

مجذوب صفت افراد کی حاضری: حضرت والا کی مسند کے پاس ہمیشہ دیکھا کہ عجیب عجیب پراگندہ حال لوگ جو بڑے ذاکر وشاغل ہوتے تھے اور بعض بڑے بڑے اکابر کے صحبت یافتہ تھے جن پر عجیب طرح کی رقت طاری رہتی تھی بڑے بڑے امراء لوگ ان کی تلاش میں رہتے تھے اور یہ حضرات اکثر حضرت والا کے پاس آتے اور کئی کئی روز آپ کی مسند کے پاس ہی قیام کرتے حضرت والا ان حضرات کا بڑا احترام کرتے اور ان کے طعام وغیرہ کا نظم فرماتے تھے بلکہ بعض لوگ ایسے ہوتے کہ نہ وہ کسی سے گفتگو کرتے نہ کوئی تعلق رکھتے صرف حضرت والا تک ان کا مسئلہ گفتگو وغیرہ قائم رہتا ان کی آمد ورفت بھی حضرت والا کے علم میں رہتی تھی اس

لئے ان کے بارے میں کیا کہا جائے کہ کونسی اللہ کی مخلوق تھی ان میں ایک صاحب حضرت تھانویؒ اور حضرت رائے پوریؒ کے صحبت یافتہ بزرگ حضرت صوفی پھول محمد صاحب تھے جن پر ہر وقت مجذوبیت کا غلبہ رہتا تھا اور بڑے مستجاب الدعوات تھے لوگ ان کی تلاش میں رہتے لیکن وہ جلدی سے کسی کو ہاتھ نہ آتے تھے اور اگر مل گئے تو بات ہونا بھی مشکل ہوتا تھا اسلئے کہ غلبہ مجذوبیت طاری رہتا تھا اس طرح کے تمام لوگ حضرت والا کی خدمت میں برابر آتے اور حضرت والاؒ سے تنہائی میں گفتگو فرماتے کبھی کبھی ان حضرات کی کوئی بات پلے پڑ جاتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ اس نورانی جماعت کے ہاتھوں میں عالم کا نظام ہے اور حضرت والا اس جماعت کے مقتدا ہیں اور یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

ایک صاحب خدمت بزرگ کے دربار میں حاضری: جب یہ صوفی پھول محمد صاحب آخر زمانہ میں بیمار ہوئے تو اپنے داماد حافظ محبوب حسن صاحبؒ کے مکان ساکن دجھیڑہ ضلع سہارنپور میں قیام پذیر ہوئے ایک روز احقر سے حضرت والا نے کہا صوفی جی بیمار ہیں کل ان کے پاس دجھیڑہ چلیں گے اگلے روز ۱۱ بجے مدرسہ کی چھٹی کے بعد حضرت والا دجھیڑہ کے لئے بذریعہ بس سہارنپور سے چلکانہ پہنچے پوری گرمی کا زمانہ تھا اور چلکانہ سے گھوڑا بوگی سے دجھیڑہ کے لئے روانہ ہوئے اس وقت حضرت والا نے فرمایا کہ صوفی جی صاحب خدمت بزرگ ہیں اور یہ حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم کے یہاں بہت جاتے تھے اور حضرت ناظم صاحبؒ ان کا بڑا احترام کرتے تھے ایک روز حضرت ناظم صاحبؒ نے مجھے بلایا اور فرمایا مفتی صاحب ذرا ایک جگہ جانا ہے میرے ساتھ چلیں میں نے عرض کیا ضرور تشریف لے چلیں مدرسہ سے باہر نکل کر رکشہ کیا، محلّہ قطب شیر سے کچھ پہلے حضرت نے فرمایا مفتی صاحب آپ ذرا ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر حضرت ناظم صاحب اندر ایک گلی میں تشریف لے گئے تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد حضرت واپس تشریف لائے اور رکشہ میں بیٹھ کر مدرسہ چلدئے اور فرمایا کہ مفتی صاحب یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں جو صاحب خدمت ہیں میں ان سے ملاقات کرنے آیا تھا ان کا اس وقت بالکل آخر وقت ہے انہوں نے مجھے تنہا بلایا تھا اس لئے آپ کو اندر ساتھ نہ لیجا سکا اور میں نے ان سے دو سوال کئے ابھی کچھ عرصہ پہلے قبرستان قطب شیر پر ہندو مسلم فساد ہوا تھا اس سے متعلق کہ حضرت کیا سہارنپور میں اب بھی ہندو مسلم فساد ہوگا اس پر انہوں نے جواب دیا کہ فساد تو ہوگا لیکن مسلمان انشاء اللہ غالب رہے گا دوسرا سوال میں نے یہ کیا کہ حضرت آپ کے بعد آپ کے مرتبہ پر کون ہوگا اس پر انہوں نے فرمایا کہ پھول محمد چنانچہ حضرت ناظم صاحبؒ فرماتے تھے کہ ان صاحب کے بعد صوفی پھول محمد صاحبؒ اس مرتبہ پر ہیں اب دجھیڑہ پہنچے، حافظ محبوب حسن صاحب سے ملاقات ہوئی، حضرت مفتی صاحب کو دیکھتے ہی بڑی مسرت کا اظہار کیا اور حضرت والا نے پوچھا کہ صوفی جی کا کیا حال ہے حافظ صاحب نے کہا

کہ حضرت تین دن سے کمرہ کو بالکل بند رکھتے ہیں مشکل سے دروازہ کھولتے ہیں اور بات تو کرتے ہی نہیں اور آپ کے تو بڑے عاشق ہیں امید ہے کہ آپ سے تو ضرور ملاقات کریں گے، حافظ صاحب حضرت والا کو لے کر اس کمرہ پر گئے جہاں صوفی جی کا قیام تھا حافظ صاحب نے دروازہ پر دستک دے کر کہا کہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب تشریف لائے ہیں فوراً صوفی جی نے اندر سے دروازہ کھولا اور فرمایا صرف حضرت مفتی صاحب اندر آئیں گے اور کوئی نہیں اور حضرت کو اندر لے کر پھر اندر سے دروازہ بند کرلیا تقریباً بیس منٹ کے بعد دروازہ کھولا اور حضرت والا باہر تشریف لائے اور صوفی جی نے پھر دروازہ بند کرلیا اس کے بعد حافظ محبوب حسن صاحب نے کھانا وغیرہ کھلایا اس وقت حضرت والا نے فرمایا کہ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ صوفی جی کا آخری وقت ہے اور یوں کہہ رہے تھے اگر میرے انتقال کی خبر ہوگئی تو آپ ہی نماز جنازہ پڑھائیں اور حسن خاتمہ کی دعا فرمائیں۔

اس کے بعد وہاں سے سہارنپور واپس ہوئے کمال تھا حضرت والا کا اتنا بڑا فقیہ اور محدث جس پر ناز کرتا ہو، ایسی دھوپ اور گرمی میں دیہات کا سفر اور گھوڑا بوگی جیسی سواری، کبھی آپ کے چہرے پر شکن نہیں آتی تھی حضرت والا کے زیر سایہ تقریباً ۲۲ سالہ زندگی اس ناکارہ کی گزری ہے سفر اور حضر میں آپ کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل رہا ہے، آپ کا ہر کام طریق رسول پر ہوتا تھا، دنیا کی نشو ونما پر آپ نے شاید نظر بھی نہ دوڑائی ہو حضرت والا کے اوصاف حمیدہ کا احاطہ کرنا بڑا مشکل کام ہے ظاہر بات ہے جب آپ کا ہر کام سنت نبوی کے مطابق تھا، بزرگی اور ایمان کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ انسان سنت رسول پر عمل پیرا رہے، آپ اکثر اپنے بیان میں فرمایا کرتے تھے کہ بھائی کشف وکرامت کوئی انسان دکھائے اور اس کا عمل سنت کے خلاف ہو وہ بزرگ نہیں ہوتا بہت سے غیر مسلم لوگ بھی کرامتیں دکھاتے ہیں وہ بزرگ تھوڑا ہی ہو جائیں گے، حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں ایک خادم کافی عرصہ تک رہے کوئی ظاہری کرامت اس نے حضرت جنید بغدادی کی نہیں دیکھی ایک روز اس خادم نے حضرت جنید بغدادی سے کہا کہ حضرت آپ کے بارے میں یہ سنتا تھا کہ آپ بہت بڑے بزرگ ہیں لیکن میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی حضرت نے ہنس کر فرمایا بھائی ایک بات تو بتا کیا تو نے میرا کوئی کام سنت کے خلاف بھی دیکھا ہے خادم نے کہا سنت کے خلاف تو آپ کا کوئی کام نہیں دیکھا تب حضرت جنید بغدادی نے فرمایا پھر اس سے بڑی کرامت کوئی نہیں ہے یقیناً ہم نے بھی حضرت فقیہ الاسلامؒ کا کوئی کام سنت کے خلاف نہیں دیکھا حضرت والا بھی اپنے وقت کے جنید بغدادی تھے باری تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے منور فرمائے حضرت والا کی ذات سے کسی کو ذرہ برابر بھی اذیت نہیں پہنچی آپ کا فیض پورے عالم میں جاری وساری ہے۔

حق گوئی وصاف گوئی جسوقت مدرسہ میں اختلاف شروع ہوا اور مسئلہ عدالت میں چلا گیا ہائی کورٹ کے سینئر وکیل ظفر احمد جیلانی جو مدرسہ کے مقدمہ کے وکیل کئے گئے وہ اس زمانہ میں مدرسہ تشریف

لائے انہوں نے بڑے مجمع میں تقریر کی اور کہا کہ

"دوستو جس وقت دارالعلوم دیوبند میں اختلاف ہوا اور وہاں کا مقدمہ ہمارے یہاں گیا وہاں کے لوگوں کے ہم نے بیانات لئے تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اب اس علماء کی جماعت میں بھی کوئی سچ بولنے والا نہیں رہا، عدل وانصاف اس جماعت نے بھی اٹھا کر رکھ دیا یہ بدظنی مجھے ہوگئی تھی لیکن مظاہر علوم کے مسئلہ سے میری بدظنی دور ہوئی ہے کہ نہیں آج بھی علماء ربانیین موجود ہیں ہوا یہ کہ میں نے حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر علوم وقف سہارنپور کو بیان دینے کے لئے ہائی کورٹ بلایا حضرت والا تشریف لائے میں نے کہا کہ حضرت جس وقت حاکم آپ سے پوچھے کہ آپ کو ناظم کس نے بنایا تھا آپ یہ نہ کہیں کہ مجلس شوریٰ نے بنایا بلکہ یوں کہیے کہ سابق ناظم حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب نے بنایا تھا امید ہے اس پر ہی یہ مقدمہ خارج ہو جائے گا لیکن حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ دیکھئے وکیل صاحب میں جھوٹ بالکل نہیں بولوں گا مقدمہ کسی کے حق میں جائے مدرسہ اللہ کی امانت ہے میرے اکابر نے جس نہج پر مجھے سونپا ہے اس نہج کے لئے اس کی حفاظت کرنا میری ذمہ داری ہے انشاء اللہ حق کے لئے مجھے کچھ بھی پریشانی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑے کرتا رہوں گا وکیل صاحب نے کہا لوگو حضرت مفتی صاحب کو دیکھ کر میں اب کہتا ہوں کہ امت کے اندر آج بھی ایسے افراد موجود ہیں جو دودھ کو دودھ پانی کو پانی کہتے ہیں اس کی مثال حضرت مفتی صاحب موجود ہیں"

تمام لوگ اس وقت حضرت والا کے شاگرد تھے دوسرے گروپ میں تمام تر شاگرد تھے جب کوئی آدمی اس مسئلہ میں حضرت والا سے گفتگو کرتا ان شاگردوں کا نام بھی آپ بڑے احترام سے لیتے تھے کبھی بھی آپ کی زبان سے ایسا لفظ نہ نکلتا جس سے کسی کو گراں گزرے اللہ تعالیٰ نے کمال کی خوبیاں آپ کو عطا فرمائی تھیں کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے اس کے لئے تو دفاتر کی ضرورت ہے۔

شفقت وهمدردی : آپ کے پاس ہر وقت مہمانوں کی آمدورفت کا تانتا بندھا رہتا تھا، عملہ میں سے کسی آدمی کو بلا کر مہمانوں کا مسئلہ سونپ دیتے اور فرماتے کہ میں ذرا کہیں جا رہا ہوں خود اپنی موجودگی میں کھانا کھلانا، سفر سے واپسی پر ضعف وکمزوری اور تعب وتکان کے باوجود پہلے از خود مہمان خانہ جاتے اور معلوم فرماتے کہ مہمانوں نے کھانا کھایا کہ نہیں؟ جب تک خود آکر نہ دیکھ لیتے چین نہ آتا تھا کسی ملازم یا متعلق کے بارے میں ذرا بھی معلوم ہو جاتا کہ فلاں کے یہاں کوئی پریشانی کی بات ہوگئی فوراً تشریف لے جاتے اگر کوئی کہہ دیتا کہ حضرت ہم وہاں ہو آئیں گے کوئی خاص بات وہاں نہیں ہے آپ پر ضعف ونقاہت ہے فرماتے نہیں میں ساتھ چلوں گا عملہ کے ساتھ ایسا برتاؤ فرماتے کہ جیسا باپ کا اولاد سے ہوتا ہے کوئی بات ہم لوگوں سے ہو جاتی فوراً درگزر فرما دیتے مدرسہ تشریف لے آتے رخصت کی درخواست دیکر پھر مدرسہ کا کام کرتے رہتے اور اوقات

مدرسہ کے کافی دیر بعد تک مدرسہ میں تشریف رکھتے کسی ملازم یا متعلق کے گھر جاتے تو ان کے بچوں کو کچھ نہ کچھ ہدیہ دیکر آتے سچ تو یہ ہے اس زمانہ میں آپ صحابۂ کرامؓ کا سچا نمونہ تھے جناب مولانا نسیم احمد غازی مظاہری نے اپنے اس شعر میں حضرت والا کی زندگی پر کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

جہاں میں ہوں گے کتنے ہی جنید و شبلی ورازی
مگر ایسا بشر ہم نے نہیں دیکھا ہے اے غازی

اس مرد مجاہد کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا حضرت والا ایسی محبت اور شفقت سے لوگوں سے پیش آتے کہ آدمی ایک اثر لے کر جاتا اور نصیحت ایسے انداز سے فرماتے کہ آدمی اپنے کئے پر نادم ہو کر تائب ہو جاتا ہماری بستی آدم پور میں حضرت والا خوشی اور غمی کے مواقع پر بارہا تشریف لے جاتے رہتے اس لئے کہ پوری بستی کا آپ سے اصلاحی تعلق تھا۔

ایک بار حضرت والا محمد ارشاد پردھان کے یہاں تعزیت کے لئے گئے پورا خاندان کیا اہل محلّہ بھی بے حد سوگ میں ڈوبے ہوئے تھے اسلئے کہ جوانی کی موت اچانک قلب کا دورہ پڑنے پر ہوگئی حضرت والا جب گاؤں پہنچے لوگ دوڑے ہوئے پردھان جی کی بیٹھک میں آئے حضرت والا نے فرمایا پردھان جی میں کل سفر میں تھا آنے پر بھائی کے انتقال کی خبر سن کر بڑا قلق ہوا اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آپ حضرات کو صبر جمیل نصیب فرمائے، پردھان جی نے کہا حضرت اس وقت بڑی مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، دعا فرما دیجئے اور کوئی نصیحت فرما دیجئے تا کہ کچھ سکون حاصل ہو جائے حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ

''ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ تھے ان کی بیوی کا اچانک انتقال ہوگیا ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دیا بس اندر کمرے میں دروازہ بند کئے رہتے کوئی ملاقات کے لئے آتا نہ بولتے نہ کسی سے ملتے، یہ ماجرہ دیکھ کر ایک روز ایک عورت ان کے پاس کمرہ پر آئی، کنڈا بجایا کہا کون ہے اس نے کہا میں فلاں عورت ہوں ایک مسئلہ معلوم کرنے آئی ہوں آپ بڑے عالم ہیں اندر سے ہی فرمایا کیا مسئلہ ہے بتاؤ اس نے کہا حضرت ایک آدمی میرے پاس کچھ امانت رکھ کر گیا تھا اس کی مجھے بھی ضرورت ہے اب وہ صاحب اپنی امانت لینے آگئے ہیں اب ان کو دیدوں یا نہیں ان عالم صاحب نے کہا کہ فوراً ان کی امانت ان کو دینا چاہیے اب وہ عورت کہتی ہے کہ پھر حضرت یہ آپ کی بیوی آپ کے پاس اللہ کی امانت تھی اس نے اپنی امانت لے لی تو آپ اندر پردے میں کیوں بیٹھ گئے ہو، اُن عالم صاحب کی سمجھ میں بات آئی اور فوراً باہر نکل گئے اس بات سے ان کے اوپر سے غم کی کیفیت ختم ہوگئی تو بھائیو کل آپ کے عزیز بھائی انتقال کر گئے، حقیقت یہ ہی ہے کہ سب اللہ کی امانت ہیں سب کو وہیں جانا ہے غم تو ایک فطری چیز ہوتا ہے ہونا چاہیے بلکہ شریعت نے رونے کی بھی اجازت دی ہے رونا بھی چاہیے لیکن

نام لیکر رونا زور زور سے رونا اس سے منع کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تین دن تک غم چڑھتا ہے پھر اس کے بعد ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے دوستو ہر مرنے والے سے سبق حاصل کرنا چاہیے آج وہ کل ہماری باری ہے انسان کو ہر وقت آخرت کی فکر کرنی چاہیے اللہ مجھے بھی فکر آخرت نصیب فرمائے اور آپ حضرات کو بھی“

اس کے بعد حضرت والا سے درخواست کی گئی کہ حضرت تھوڑی دیر کے لئے قبرستان اگر تشریف لے چلیں تو بہت عنایت ہو جائے حضرت نے فرمایا عنایت کی کیا بات ہے چلئے قبرستان چلیں گے وہ لوگ ٹیکسی لائے لیکن حضرت پیدل ہی چل دئے جب ٹیکسی برابر میں آئی لوگوں نے کہا حضرت اس میں بیٹھ جائیں فرمایا نہیں تمہارے ساتھ پیدل ہی چلوں گا، قبرستان تک پیدل آمد و رفت فرمائی اور وہاں کافی دیر تک ایصال ثواب کیا۔

آپ کی ہر بات میں اسوہ رسول نظر آتا تھا اس خاندان کے لوگوں کا کہنا تھا کہ بھائی حضرت والا کی اس مختصر تقریر سے دل کی پریشانی ہی ختم ہوگئی دل کو بڑا سکون حاصل ہوگیا ہے آپ کی ہر بات کا فوراً اثر ہوتا تھا یہ بھی اللہ کے ولی ہونے کی ایک پہچان ہے۔

زار و قطار رونے لگے: جب حضرت والاؒ کی دماغ کی ایک رگ شق ہونے کے بعد طبیعت علیل ہی چلتی رہتی تھی ایک روز حضرت والاؒ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، حضرت والا کے خاص معالج ڈاکٹر گریش تیاگی کے یہاں میرٹھ ہوسپٹل لیجایا گیا ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ حضرت کو چار روز ہوسپٹل ہی رکھنا ہے اس سفر میں حضرت والا کے ہمراہ جناب مولانا محمد صاحب، مولانا محمد تحسین صاحب اور احقر تھا ہوسپٹل میں حضرت والا کے معتقدین کا بڑا ہجوم رہتا تھا جس میں اکثریت میرٹھ شہر کے افراد کی ہوتی تھی ایک روز بعد نماز عصر حضرت والا کی مجلس میں کافی تعداد لوگوں کی تھی، کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، مجلس ختم ہوتے ہی حضرت والا یہ کہہ کر اے اللہ حسن خاتمہ نصیب فرما، یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے حضرت والا کی اس کیفیت پر اہل مجلس بھی رونے لگے، مولانا عبدالعزیز اور قاری حسام الدین صاحب آپ کے آنسو صاف کر رہے تھے اور حضرت سے مولانا عبدالعزیز صاحب نے کہا کہ حضرت آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں آپ کے حسن خاتمہ میں کیا شک ہے آپ کی تمام عمر دین سے وابستہ رہی ہے آپ کی زندگی پر تو اکابر بھی رشک کرتے ہیں یہ بات سن کر حضرت والا اور زیادہ روئے اور روتے ہوئے فرمایا۔ فکر آخرت سے متعلق گفتگو فرماتے رہے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے فکر آخرت کا واقعہ بتانے کے بعد فرمایا کہ

”ایک بڑے پایہ کے بزرگ تھے جب وہ نماز کے لئے مسجد جاتے راستہ میں ان کی دشمن ایک عورت کا مکان تھا اس نے ایک بکرا پال رکھا تھا جب نماز کے لئے گزرتے تو وہ عورت ان بزرگ سے کہتی کہ ”او ملا تیری داڑھی اچھی ہے یا میرے بکرے کی“ وہ بزرگ تو جواب نہ دیتے اور نماز پڑھ کر واپس آجاتے

ایک مدت تک اس عورت کا یہی معمول رہا جب ان بزرگ کا انتقال ہوگیا اوران کے جنازہ کو لے کر چلے اس عورت کے مکان کے پاس سے گزرے تو وہ بزرگ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آواز دے کر اس عورت سے کہا اے عورت آج سن لے الحمدللہ تیرے بکرے سے میری داڑھی بہتر ہے اس لئے کہ ایمان پر خاتمہ ہوا ہے۔زندگی میں اس لئے جواب نہ دیتا تھا کہ اگر ایمان پر خاتمہ نہ ہوتا تو تیرے بکرے کی داڑھی ہی اچھی تھی"

بھائی اصل معاملہ ایمان پر خاتمہ ہے اللہ مجھے بھی اور ہر مومن کو حسن خاتمہ کی دولت عطا فرمائے یہی اصل کامیابی ہے۔اس کے بعد نماز مغرب کا وقت ہوگیا سب نے نماز مغرب باجماعت حضرت والا کیساتھ ادا کی اب الحمدللہ حضرت والا کی طبیعت بہتر تھی صبح کو ڈاکٹر صاحب نے بڑے اعتماد،اعتقاد کیساتھ سہارنپور روانہ کردیا۔

ڈاکٹر گریش تیاگی آپ کے آپریشن کے بعد آپ کے بے حد معتقد ہوگئے تھے اور کہتے تھے کہ یہ انسان بڑا مہان ہے،آپریشن پر جو کیفیات میں نے دیکھی ان سے یہ پتہ چلا ہے۔

صبر وتحمل کے کوہ گراں: رجب ۱۴۲۴ھ میں مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ میں حفاظ کی دستار بندی کے لئے تشریف لے گئے راستہ میں سہارنپور لوہانی سرائے میں ڈاکٹر محمد اعجاز صاحب کے برادر کی دوکان کا افتتاح کیا پھر جھنجھانہ کے لئے روانہ ہوئے مولانا احمد صاحب کے موبائل پر راستہ میں مولانا ابوالکلام صاحب مبلغ دارالعلوم کا فون آیا کہ میں حضرت والاؒ کی ملاقات کے لئے آرہا ہوں،مولانا احمد صاحب نے مولانا سے کہا کہ ہم ابھی سہارنپور سے جھنجھانہ کے لئے روانہ ہوگئے ہیں،شام تک واپسی ہوگی،مولانا نے کہا کہ ٹھیک ہے میں گاڑی میں بیٹھ چکا ہوں اور گاڑی کا رخ دیوبند سے جھنجھانہ کیلئے کردیا ہے،حضرت والا کی دعا میں شریک ہوکر اور بڑی سعادت مل جائے گی،راستہ میں رام پور کے قریب حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بیٹھنا مشکل سا ہورہا ہے،رام پور سے ایک عزیز کے مکان سے چار تکیے لئے جو حضرت والا کے بازو میں لگائے اور طبیعت بہت مضمحل سی ہوگئی، راستہ میں احقر بار بار معلوم کرتا کہ کیسی طبیعت ہے فرماتے الحمدللہ ٹھیک ہوں،حضرت والا کا یہ کمال تھا کہ طبیعت کتنی ہی خراب ہو جب کوئی معلوم کرتا حضرت کیسی طبیعت ہے،ہمیشہ فرماتے الحمدللہ ٹھیک ہوں،تقریباً دو گھنٹہ میں منزل مقصود پر پہنچے،مدرسہ سے کافی دور تک لوگ حضرت والا کے استقبال میں لائن لگائے کھڑے تھے حضرت کی گاڑی دیکھتے ہی نعرہ تکبیر سے راستہ گونج اٹھا،مدرسہ میں کافی لوگوں کا ہجوم تھا،ہم نے وہاں کی انتظامیہ کو حضرت کی طبیعت سے آگاہ کیا اور کہا کہ حضرت کو کمرہ میں تھوڑی دیر آرام کرنے دیں،اس وقت مصافحہ کی زحمت نہ دی جائے،ایسی طبیعت ہونے کے باوجود حضرت والا نے فرمایا کہ لوگ منتظر بیٹھے ہیں پہلے بچوں کا قرآن کریم پورا کرادیا جائے۔ مولانا ابوالکلام مبلغ دارالعلوم ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے،مولانا محمد مستقیم صاحب ناظم مدرسہ نے بذریعہ

مائک اعلان کیا کہ دوستو حضرت کی طبیعت علیل ہے، ہمارے لئے یہ بڑی مسرت کا مقام ہے کہ اس بیماری کے باوجود حضرت والا یہاں جلوہ افروز ہیں براہ کرم اس وقت مصافحہ نہ کیا جائے اس لئے کہ مجمع بھی بہت ہے، حضرت والا کے سامنے بچوں نے قرآن پاک کی چند آیات پڑھیں، حضرت نے احقر سے فرمایا مرغوب ان بچوں کو آگے کی آیات پڑھوادو، احقر نے چند آیات ان حفاظ کو کہلوائیں اس کے بعد حضرت سے دعا کی درخواست کی گئی حضرت والا نے حضرت مولانا ابوالکلام صاحب سیفر مایا مولانا میری طبیعت اس قابل نہیں ہے کہ دعا کراؤں آپ دعا کرادیں، مولانا ابوالکلام صاحب نے تعمیل حکم میں دعا کرائی، دعا کراتے ہوئے جس وقت مولانا ابوالکلام نے یہ الفاظ روتے ہوئے کہے، اے اللہ ہم اس لائق نہیں ہیں مگر اس مجمع میں تیرا برگزیدہ ولی بیٹھا ہوا ہے اس کی برکت سے ہماری دعا کو قبول فرمالے، مجمع کے اندر ایک رقت طاری ہوگئی اور ایسا محسوس ہورہا تھا کہ یہ دعا بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوگئی ۔　　ع۔ ایسا کہاں سے لائیں تجھ سا کہیں جسے

اس کے بعد کھانا تناول فرمایا ایک صاحب نے درخواست کی حضرت میری والدہ محترمہ کافی ضعیف ہیں آپ سے بیعت ہیں رورو کر کہہ رہی ہیں کہ حضرت کو چند منٹ مکان پر لے آئیں میری دل کی تمنا پوری ہوجائیگی، مکان مدرسہ کے سامنے ہے، حضرت والا خود کتنی ہی زحمت اٹھاتے لیکن کسی کا سوال رد نہ فرماتے تھے فرمایا ٹھیک ہے چلوں گا، وہاں تشریف لے گئے، اس کے بعد سہارنپور کیلئے روانہ ہونے لگے تو عقیدت مندوں کا ہجوم گاڑی کے چاروں طرف اُمڈ پڑا، چند لوگ گاڑی کے سامنے آکر کہنے لگے حضرت ہم لوگ کیرانہ سے آئے ہیں یہاں سے تقریباً دس کلومیٹر کا سفر ہے براہِ کرم تھوڑی دیر کے لئے کیرانہ تشریف لے چلیں، حضرت والا نے فرمایا پھر کسی وقت ان شاء اللہ حاضر ہوجاؤں گا، اب نقاہت محسوس ہورہی ہے لیکن وہ لوگ ضد کرتے رہے، احقر اور مولانا احمد صاحب نے ان حضرات کو بہت سمجھایا کہ اب حضرت کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے ہم معذرت چاہتے ہیں، مدرسہ میں کسی وقت آکر وقت لے لینا پھر حاضر ہوجائیں گے، حضرت والا خاموش بیٹھے سنتے رہے، گاڑی والے سے مولانا احمد صاحب نے کہا کہ آپ گاڑی چلایئے، وہاں سے روانہ ہوکر تقریباً چار کلومیٹر چلے تھے کہ وہ لوگ پیچھے سے گاڑی دوڑاتے ہوئے آئے اور حضرت والا کی گاڑی کے سامنے اپنی گاڑی کھڑی کردی اس لئے گاڑی کو روکنا پڑا اور وہ لوگ نیچے اتر کر حضرت والا کی گاڑی کے چاروں طرف کھڑے ہوگئے اور ضد کرنے لگے کہ حضرت تھوڑا سا وقت کیرانہ کے لئے دیدیجئے، حضرت والا کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے ہم لوگوں نے ان سے معذرت چاہی لیکن وہ لوگ کھڑے رہے، ان لوگوں میں ایک صاحب تھے جن کا چہرہ بڑا نورانی محسوس ہورہا تھا انہوں نے چیخ مار کر بڑی زور سے روتے ہوئے کہا کہ حضرت ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہیں دیکھا آپ کو دیکھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آرہی ہے کہ آپ کے اندر جگہ جگہ اسوۂ رسول نظر آرہا ہے، جس وقت انہوں نے یہ کہا حضرت والا تو خاموش ہی بیٹھے تھے اور ہم

لوگوں پر ایک لرزہ سا طاری ہو گیا اور ان لوگوں کے نہایت اصرار پر حضرت والا کی گاڑی نے کیرانہ کا رُخ کیا۔

کیرانہ میں عدیم النظیر استقبال: کچھ دیر کے بعد جب کیرانہ پہنچے تو وہاں کی مساجد میں حضرتؒ کی آمد کے اعلانات شروع ہو گئے اور کافی تعداد میں لوگوں نے حضرت والا کا پر جوش استقبال کیا اس کے بعد حضرت والا مسجد میں تشریف لے گئے نماز ظہر کا وقت قریب تھا استنجے سے فراغت کے بعد وضو فرمایا اور سنتوں کے بعد احقر سے کہا کہ مرغوب نماز میں میرے پاس کھڑے ہونا اس لئے کہ مجھے چکر آرہے ہیں حالت نماز میں اگر قیام کرنے میں کچھ سہارے کی ضرورت ہوئی تو سہارا دیدینا تیسری رکعت میں حضرتؒ کو قیام میں بڑی دقت ہوئی اس وقت احقر نے حضرت والا کے بازو کو پکڑ کر سہارا دیا زندگی میں یہ پہلا موقع تھا جس میں حضرت والا نے نماز کے اندر سہارا لیا، نماز سے فراغت کے بعد حضرت نے فرمایا مجھے بہت چکر آرہے ہیں اس کے بعد لوگوں نے ایک بچہ کا قرآن پاک پورا کرانے کی درخواست کی اس بچہ نے قرآن کی چند آیات کریمہ حضرت والاؒ کے سامنے تلاوت فرمائیں اور حضرت والا نے مختصر دعا کرائی اس کے بعد ایک مولانا صاحب جو سعودی عرب میں رہتے ہیں وہ اپنے مکان پر حضرت والا کو لے گئے انہوں نے کچھ ناشتہ وغیرہ کا نظم کیا اس میں حضرت والاؒ نے شرکت فرمائی جب وہاں سے باہر نکلے تو سڑک پر ایک بڑا مجمع حضرت والا کی زیارت اور مصافحہ کیلئے بیتاب کھڑا ہوا تھا وہاں پر اعلان کیا گیا کہ حضرت والا کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے زیارت کرائی جائے مصافحہ کی زحمت نہ دی جائے اس کے بعد حضرت والا کی گاڑی نے سہارنپور کا رخ کیا، نعرہ تکبیر کی آواز کیساتھ ان لوگوں نے حضرت والا کی گاڑی کو کیرانہ سے رخصت کیا جس وقت حضرت والا کی گاڑی کیرانہ سے باہر نکلی تو حضرت والا نے فرمایا کہ جس وقت مظاہر علوم کا قضیہ چلا چونکہ یہ علاقہ حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کا ہے ان کے ایماء پر اس قصبہ کے لوگوں نے مصالحت کیلئے یہاں بلایا تھا اور اس زمانہ میں یہاں لوگوں نے میرے ساتھ ناروا سلوک کیا تھا آج خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ اتنی محبت سے پیش آرہے ہیں اور مصافحہ کیلئے بے تاب ہیں۔ حضرت والاؒ نے فرمایا الحمد للہ حق اور باطل صاف ہو گیا۔

مادر زاد ولی: ماہ رجب ۱۴۲۴ھ میں بخاری شریف کا ختم کرانے کے لئے جامعہ اسلامیہ ریڑھی پہنچے آپ کے ہمراہ مظاہر علوم (وقف) کے کئی اساتذہ اور مہمان بھی ہمراہ تھے وہاں مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد اختر صاحب اور مدرسین اور اہل علاقہ کافی تعداد میں مدرسہ سے باہر سڑک پر دونوں طرف حضرت والا کے استقبال کے لئے قطار لگائے کھڑے تھے حضرت گاڑی میں آگے بیٹھے ہوئے تھے، سلام اور مصافحہ کرتے ہوئے حضرت والا کی گاڑی دارالاہتمام کے سامنے جا کر رک گئی حضرت والا کو وہاں کی انتظامیہ نے بڑے احترام سے اتارا اور دارالاہتمام کے مسند پر لے جا کر بٹھا دیا کچھ دیر بعد حضرت والا کو ناشتہ کرا کر مسجد میں جہاں بخاری شریف کا ختم ہونا تھا لیجا کر بٹھایا حضرت مولانا نسیم احمد غازی شیخ الحدیث جامع الہدیٰ بھی وہاں تشریف فرما تھے پہلے ان کا

بیان ہوا، حدیث پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بلا کسی خوف وخطر کے اس وقت بیان کر رہا ہوں اس لئے کہ جب بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے اسے کوئی خوف وخطر نہیں رہتا یہاں پر میں بھی ماں کی گود میں بیٹھ کر بول رہا ہوں میری مراد میرے استاذ اور شیخ ومرشد فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مدظلہٗ ہیں جو یہاں جلوہ افروز ہیں حضرت والاؒ کی شان ومنقبت میں احقر نے منجانب جامعہ ایک منظوم خراج عقیدت پیش کیا افسوس صد افسوس مجھے نہیں معلوم تھا کہ آج حضرت والا کی موجودگی میں یہ آخری اشعار پڑھ رہا ہوں اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب نے مائک سے درخواست کی کہ حضرت والا اپنی زبان مبارک سے بخاری شریف کا آخری درس دینے کے لئے مسند پر تشریف لے آویں۔ حضرت والا نے حسب معمول بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیکر ختم فرمایا۔

اس کے بعد اپنی زبان مبارک اور شیریں قرأت کے ساتھ حفاظ کا قرآن پاک پورا فرمایا پھر دعا کیلئے درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ دعا کوئی اور کرادے لیکن آپ کی موجودگی میں تمام اکابر کی یہ خواہش ہوئی کہ آپ ہی دعا فرمائیں، بار بار تمام اکابر یہی کہتے رہے، حضرت والا نے مولانا مکرم حسین صاحب مدظلہٗ خلیفہ حضرت رائے پوری سے دعا کے لئے فرمایا، تعمیل حکم میں مولانا موصوف نے گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرائی اور دعا میں روتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ اس مجمع میں مادرزاد ولی بیٹھا ہوا ہے ان کی برکت سے ہماری دعا کو قبول فرمالے، کسے معلوم تھا کہ جن کے طفیل میں یہ اکابر دعائیں مانگ رہے ہیں عنقریب یہ مادرزاد ولی ہمیشہ کیلئے رخصت ہونے والا ہے۔

ایک لطیفہ: اس ناکارہ کو اکثر نماز عصر کا وضو کرانے کا شرف حاصل ہوتا تھا حضرت والا کے ہاتھوں اور پیروں کو دھوتے ہوئے جو لذت ملتی تھی، قلم اس کو بیان کرنے سے عاجز ہے، ایک روز وضو کرتے ہوئے فرمایا میری آنکھیں خود بخود بند ہو جاتی ہیں بار بار کھولنے کی کوشش کرتا ہوں میں نے عرض کیا حضرت ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہوگا، ہنس کر فرمایا، آخر زمانہ میں حضرت ناظم صاحب (مولانا محمد اسعد اللہؒ) کو بھی ایسا ہی ہوتا تھا۔

اہلیہ محترمہ کا انتقال: ۳؍شعبان ۱۴۲۴ھ کو مختصر علالت کے بعد حضرت والا کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا، اس حادثہ سے آپ بہت رنجیدہ ہوئے جس وقت جنازہ تیار ہوگیا آپ کے بھتیجے مولانا احمد یوشع نے آکر عرض کیا جنازہ مدرسہ لیجایا جارہا ہے، آپ اندر تشریف لے گئے جب واپس ہوئے نہایت مغموم، پژمردہ اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے، بیٹھنے کے بعد فرمایا الحمد للہ چہرے پر جنتی ہونے کے اثرات واضح ہیں اس کے بعد دارالطلبہ قدیم پہنچے جہاں بعد نماز عصر ہزاروں افراد کی موجودگی میں آپ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد جنازہ کے ساتھ قبرستان حاجی شاہ کمال الدینؒ پہنچے، قبر پر مٹی ڈالی، علماء وصلحاء کی بڑی تعداد نے اس جنازہ میں شرکت فرمائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون: مدرسہ میں امتحان سالانہ شروع ہوا، آپ برابر امتحان گاہ تشریف لے جاتے رہے، ۲۷؍شعبان ۱۴۲۴ھ کو احقر بمبئی کے لئے پابہ رکاب تھا، دعا کے لئے خدمت میں حاضری ہوئی

عرض کیا کہ بمبئی بکار مدرسہ جارہا ہوں فرمایا بہت بہتر ہے میں نے دعا کی التجا کی ،فرمایا میں بھی دعا کروں گا میرے لئے تم دعا کرنا ،سلام ومصافحہ کے بعد میں روانہ ہوگیا ،مدرسہ کا کام مکمل ہونے کے بعد ۲۶ /رمضان ۱۴۲۴ھ کو واپسی ہوئی ،۲۷ /رمضان ۱۴۲۴ھ کی رات سہارنپور پہنچا، ۲۸ /رمضان کی صبح حضرت والا کا کچھ ہدیہ لیکر مدرسہ حاضر ہوا،مکمل حالات سے لاعلمی کے باعث میں نے حضرت کو نشست گاہ پر نہ پانے کی وجہ یہ سوچی کہ ابھی حضرت گھر سے تشریف نہیں لائے عنقریب آنیوالے ہوں گے یہ سوچ کر ہدیہ کا سامان آپ کی مسند عالی کے پاس رکھ کر دفتر مالیات پہنچا جہاں اپنے رفقاء کار سے ملاقات ہوئی ،مولانا ارشاد صاحب خزانچی مدرسہ نے مجھ سے کہا کچھ خبر بھی ہے میں نے کہا کیا ہوا،انہوں کہا کہ حضرت والا کی طبیعت بے حد علیل ہے ،دہلی ایسکورٹ ہوسپٹل میں داخل ہیں،کل رات قلب کا دورہ پڑا تھا یہ سن کر پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی ،دل پر بے چینی رونما ہوگئی ، ٹیلی فون سے برابر مدرسہ میں آپ کی طبیعت کی اطلاع مل رہی تھیں جس طرف دیکھو جدھر دیکھو اداس چہرے ،نمدیدہ آنکھیں بارہ بجے دہلی سے یہ اطلاع آئی کہ حضرت والا وصال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اطلاع پاتے ہی سہارنپور میں صف ماتم بچھ گئی ،مدرسہ کے در و دیوار سے اداسی چھا گئی کسی آدمی کو اپنی خبر نہ رہی ہر آدمی لائق تعزیت ، پیکر مجسم ، مدرسہ کے فون اور موبائل فون کی گھنٹیاں اس طرح بج رہی تھیں کہ ان گھنٹیوں کی آواز سے بھی آہ وبکا محسوس ہورہی تھی آج مدرسہ اور اہل مدرسہ سہارنپور اور مضافات کے لاکھوں عقیدت مندان رنجیدہ اور آبدیدہ تھے بلاتخصیص مرد،عورتیں ،بوڑھے ، بچے اور جوان سبھی متاسف تھے ، نماز جنازہ رات نو بجے ہونی تھی مغرب اور عشا کے درمیان جنازہ سہارنپور پہنچا جہاں مہمان خانہ میں غسل وتدفین کی گئی،آپ کے چہرۂ انور پر رونق ،تازگی ،تبسم بالکل واضح تھا۔

وقت رخصت تبسم بھی چہرہ پہ تھا ہے یقیں خلد میں رتبہ اعلیٰ ملا

سہارنپور کی تاریخ میں آپ کے جنازہ سے بڑا جنازہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی کان نے سنا،نو بجے رات جنازہ اپنی آخری منزل کیلئے روانہ ہوا اور ۱۵ منٹ کا راستہ تین گھنٹہ میں مکمل ہوا،کئی لاکھ فرزندان توحید نے آپ کے خلیفہ وجانشین مولانا محمد سعیدی کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی ،اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

’’قاری صاحب موصوف کے اس مضمون کی پہلی قسط شامل اشاعت کی جارہی ہے اس مضمون کے بہت سے گوشے ابھی تشنہ رہ گئے ہیں جن کو ہم ان شاء اللہ آئینہ مظاہر علوم کی اگلی اشاعتوں میں جگہ دیں گے۔‘‘ (ادارہ)

فقیہ الاسلام کی حیات کے چند گوشے

صوفی کثیر احمد

تبحرفی العلم والفقه

ایک مرتبہ آپ کے خادم محمد کثیر بڈھن پوری نے آم کی بیع کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا کہ اس وقت کی بیع خلاف شرع ہوتی ہے اور اسی حال میں اپنے علماء کبیر اس کو تناول فرماتے ہیں اور بندہ کی آمد و رفت ان حضرات کے پاس ہوتی ہے اور وہ آم تناول کرنے کے لئے بندہ سے بھی کہا جاتا ہے اور بڑوں کے ساتھ قیل وقال کس طرح کریں، اب میں اس نازک حالت پر کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ یوں کہہ دیا کرو کہ میرا پرہیز ہے۔بحمدہ سبحانہ وتعالیٰ اتنی اہم بات کا کتنا آسان جواب تجویز فرمایا۔

کمال حیاء

ایک بار حضرت کی گردن کی ہڈی بڑھ گئی تو طبیب نے اس کے علاج کے لئے پٹہ کی شکل کی ایک چیز باندھنے کا حکم دیا تاکہ گردن سیدھی رہے چنانچہ حضرت کے پاس ایک اعرابی شخص بیٹھا ہوا تھا جب حضرت اس کو باندھنے لگے تو اس نے حضرت سے لیکر باندھنا شروع کر دیا اور لاعلمی کی بناء پر اتنا ٹائٹ کر دیا کہ حضرت کا گلا گھٹ گیا جس سے بے حد اذیت ہو رہی تھی باوجود شدید تکلیف کے حضرت نے اس سے یا خود یا کسی سے ڈھیلا کرنے کو نہیں فرمایا تاکہ اس کو شرمندگی نہ ہو اور خود آپ کو بھی اس کے ظاہر کرنے پر حیاء آرہی تھی چنانچہ جب تک وہ شخص بیٹھا رہا آپ اس تکلیف کو بوجہ حیاء برداشت فرماتے رہے جب وہ چلا گیا تو حضرت مولانا رئیس الدین استاذ جامعہ تشریف لائے حضرت نے ان سے فرمایا کہ اس کو ڈھیلا کر دو، گلا گھٹ رہا ہے اور فرمایا کہ اگر اس کو اس کے سامنے کرتا تو وہ شرمندہ ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت چلتے وقت لنگ کر رہے تھے ایک شخص نے وجہ معلوم کی تو فرمایا کہ ایک اعرابی نے پیر دبانا شروع کیا اور اتنی زور سے رگڑا دیا کہ کھال چھل گئی مگر حضرت نے اظہار اذیت نہ کیا تاکہ اس کو احساس نہ ہو یہ حضرت کی کمال حیاء ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

کمال تواضع واظهار کرامت

ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ سفر میں تھا بندہ اور حضرت کے ساتھ مولانا زاہد صاحب اور ان کے برادر قاری محمد سعید صاحب تڑفوی ناظم مدرسہ جڑبی رات کو قیام ان کے مدرسہ میں کیا صبح کو سرہند پہنچ گئے، مزار سے فراغت

کے بعد قریب ہی میں مسجد ہے اس میں بیٹھے اس علاقہ کی ایک مشہور معروف جگہ ہے فتح گڈھ اس میں ایک عمارت کے اندر سنا ہے کہ زندہ سکھوں کوشامل کیا گیا (چنوادئے گئے)اس دور میں وہاں دیسی حلوہ جاری رہتا ہے تو گویا کہ وہ تاریخی اعتبار سے قابل دید جگہ ہے اسی کی بناء پر مولانا محمد زاہد صاحب ومولانا رئیس الدین صاحب نے اس جگہ جانے کی اجازت طلب کی حضرت نے انکار کردیا تو انہوں نے جواز پر دلائل پیش کئے جن کوسماعت کر کے فرمایا کہ ظلمت کی جگہ جانا ہی جائز نہیں ہے دونوں نے سکوت اختیار کیا بعدہ واپسی کا ارادہ کیا درمیان سفر کسی جگہ کچھ اشیاء خریدنے لگے تو ایک سکھ نے حضرت کو دیکھ کر بڑی مہمان نوازی کی جس سے تذکرہ ہونے لگا کہ کرامت ہے چونکہ ناواقف شخص تھا بعدہ' مدرسہ تشریف لائے دفتر میں آپ نے غسل کرنے کا ارادہ کیا ،صابون تولیہ وگھڑا بھر کر رکھ دیا گیا پھر حضرت کو پان دیدیا گیا تو حضرت نے فرمایا کہ صابون تولیہ لے آؤ تا کہ میری وجہ سے کسی کو گراں نہ ہو جو آئے غسل کر سکے پریشان نہ ہو۔

تعلیم و حق پرستی

ایک مرتبہ دفتر کی مسجد کے بائیں جانب ایک کمرہ ہے حضرت دوران فساد مدرسہ اس میں تشریف فرما ہوتے اس جگہ پر مدرسہ کے حق وناحق کا تذکرہ چل رہا تھا تو حضرت نے اپنے خادم محمد کثیر بڈھن پوری سے فرمایا کہ بھائی اگر میں بھی غلطی پر آ گیا تو میرا ساتھ نہ دینا بحمدہ تعالیٰ اس تصوف کے بادشاہ وفقیہ الاسلامؒ نے ہم سیاہ کاروں کو بے نفسی وحق پرستی سکھائی اور شخصیت پرستی سے انکار فرمایا اور ایک موقع پر فرمایا کہ خدا کے سامنے کسی خطیب، ولی، ابدال کی کوئی حیثیت نہیں ہے خدا تو خدا ہے۔

روح مدارس روح اکابرھے

ایک روز حضرت نے اپنے اسلاف کی طرف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مدارس کی روح جب حیات تھی جب وہ اکابر تھے نہ وہ رہے نہ روح رہی، اس وقت تو ادارہ کی شکل کا صرف ایک ڈھانچہ باقی تھا اب اس سے بھی انکار ہو رہا ہے کہ وقف علی اللہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں اگر اہل اللہ کی صحبت میسر نہ ہو تو کم از کم ان کے ملفوظات وغیرہ کا مسلسل بنظرِ اصلاح واستفادہ، مطالعہ نہ صرف دین کی فہم وبصیرت کیلئے ضروری بلکہ اس سے اہل اللہ کا ایمان وعمل ہمارے اندر منتقل اور قالب سے تجاوز کر کے قلب اور روح میں اتر تا یارچ جاتا ہے۔

افادات فقیہ الاسلام از مفتی محی الدین ص۔۲۸

.............قاری محمد قاسم لوہاروی خادم تدریس مظاہر علوم وقف سہارنپور

موت العالم موت العالَم اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کیونکہ جن علماء کی وفات سے دنیا کو صدمہ پہنچتا اور عالم میں ویرانہ ہوتا ہے وہ علماء ربانیین ہوتے ہیں اور ایسے علماء جن کے وجود سے چمنستانِ عالم میں نورانیت اور رعنائی آتی ہے بڑی مشکل سے پیدا ہوتے ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا

میں اپنے شیخ کے متعلق ان کے اعمال و کردار، انسانیت، تواضع، تقویٰ وطہارت اتباع سنت وشریعت اور قرآنی احکام کی تعمیل وامتثال کی بناء پر یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ وہ یقیناً علماء ربانیین میں سے تھے، میری مراد فقیہ الاسلام حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور ہیں جو اپنی وفات پر عالم کو سسکتا اور اشکبار ہوتا چھوڑ گئے۔کل جہاں رونق تھی، رعنائی تھی، زیبائی تھی، خوش نمائی تھی، جگمگاتا جھلملاتا اور نورانیت بھرا ماحول اور سماں تھا، آج وہاں آپ کے نہ ہونے سے اداسی ہے اور غم واندوہ کا ماحول اور رنج وغم کی فضا ہے اور کیوں نہ ہو آپ کی شخصیت ہر آدمی کو محبوب اور ہر دلعزیز تھی، آپ نے ۷۷/سال کی عمر میں ۲۸/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ دوشنبہ کو وفات پائی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ؎

صبح تک باقی نہ چھوڑی تو نے اے بادصبا یادگار شمعِ محفل تھی جو پروانہ کی خاک

راقم الحروف بصمیم قلب دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کے سایہ میں ہمارے حضرتؒ کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

جب آپ کے شیخ کے شیخ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی وفات حسرت آیات ہوئی، اس پر حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنے درد وکرب اور تاثر کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا۔

اب اس دور کا بالکل خاتمہ ہو گیا جو حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا شیخ محمد تھانویؒ کی یادگار تھا اور جس کی ذات میں حضرات چشتیہ اور حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت سید احمد بریلویؒ کی نسبتیں یکجا تھیں جسکا سینہ چشتی ذوق وعشق اور مجددی سکون ومحبت کا مجمع البحرین

تھا جس کی زبان شریعت وطریقت کی ترجمان تھی جس کے قلم نے فقہ وتصوف کو ایک مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد ہم آغوش کیا تھا اور جس کے فیض نے تقریباً نصف صدی تک حق تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے اپنی تعلیم وتربیت اور تزکیہ ہدایت سے ایک عالم کو مستفیض کر رکھا تھا اور اسی لئے دنیا نے اس کو حکیم الامت کہہ کر پکارا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اس اشرف زمانہ کے لئے یہ خطاب عین حقیقت تھا۔ (ذکر طیب ص ۔۲۸۳)

یہ الفاظ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ بلند پایہ عالم، مصنف اور ادیب کے قلم سے حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کے شیخ الشیخ کے متعلق نکلے ہیں جو اپنی جگہ بالکل صحیح اور مبنی برحقیقت ہیں ہمارے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ بھی تھانوی آفتاب کے بالواسطہ ایک درخشندہ ستارے تھے اور اللہ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنے اکابر حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کی یادگار بنایا تھا اور جن کی ذات میں تصوف کا ذوق اور درس وتدریس سے محبت جمع تھی، اور جن کا سینہ دولت تقویٰ وطہارت خوش اخلاقی، خوش مذاقی اور تواضع وانکساری سے معمور تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم وتربیت اور تزکیہ واحسان سے ایک عالم کو مستفیض کیا اور ایمانی حقائق اور ربانی حکمت اور ذکر واذکار سے کتنے قلوب کی سرد انگیٹھیوں کو حرارت بخش کر روشنی اور جلا بخشا اس پر آشوب زمانہ میں آپ کا سایہ بہت بڑی نعمت تھا آپ کا علمی اور روحانی فیض ساحلان ہند سے متجاوز ہو کر دنیا کے دور دراز علاقوں اور خطوں میں پہنچا آپ نے مظاہر علوم سے ۱۳۶۹ھ میں فراغت حاصل کی اور ۱۳۷۰ھ میں درس وتدریس کے ساتھ نیابت افتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے کاندھوں پر آگئی، علم وذکاوت اور اپنی مختلف خوبیوں اور نسبتوں اور انداز تدریس کی بناء پر طلبہ آپ کے گرویدہ ہو گئے، چودہ سال کے بعد اکابر مظاہر علوم کی تحریک اور خواہش پر حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے زیر نظامت ۱۳۸۵ھ میں آپ نائب ناظم بنائے گئے، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے وصال کے بعد ۱۳۹۹ھ میں آپ کو قائم مقام ناظم بنایا گیا اور ۱۴۰۱ھ میں آپ کو مستقل ناظم بنایا گیا۔ اس طرح آپ کا دور نیابت واہتمام تقریباً چالیس سال رہا، آپ نے اپنے دور اہتمام میں مظاہر علوم میں اکابر کی روایات کو پوری طرح محفوظ رکھا اور مختلف لحاظ سے ترقیاں بھی ہوتی رہیں اور مدرسہ بام عروج پر گامزن ہوتا چلا گیا آپ نے خوش اسلوبی دیانت داری علم وتقویٰ کیساتھ تاحیات مظاہر علوم کے عہدۂ اہتمام کی ذمہ داریاں بحسن خوبی انجام دیں، آپ نے درس وتدریس کے علاوہ تبلیغ وتلقین، تصنیف وتالیف اور مواعظ وخطبات کے ذریعہ اصلاح مومنین اور تزکیۂ نفوس کی گراں قدر اور موثر خدمات تاحین حیات انجام دیں چنانچہ بر اعظم ہند وپاک کے دور دراز علاقوں میں آپ کے تلامذہ، مریدین

منتسبین ،خلفاء اور مجازین کا طویل سلسلہ ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کی دلکش شخصیت میں شرافت وانسانیت پاک باطنی علم وفضل سادگی وانکساری کے دل آویز جواہر کا ایک حسین امتزاج تھا۔

ان اوصاف عالیہ کیساتھ استقلال واستقامت کی صفت بھی حضرت مفتی صاحبؒ میں بہت نمایاں تھی۔جس کا اندازہ مظاہر علوم میں ایک روح فرسا اور الم ناک سانحہ سے ہوتا ہے۔جب دارالعلوم دیوبند کے انقلاب کے بعد مظاہر علوم میں خلفشار کی صورت پیش آئی تو کچھ شر پسند واقتدار پرست لوگوں نے اپنی انا کی تسکین کی خاطر مظاہر علوم کی ایک عمارت دارجدید پر ناجائز قبضہ کر کے اپنے آپ کو مظاہر علوم کا ہمدرد اور حقیقی وارث بتایا اور اپنی قوت وطاقت کے ساتھ پوری دنیا میں غلط پروپیگنڈہ اور کذب بیانی سے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ مظاہر علوم وقف اصل ادارہ نہیں باوجوداس کے مظاہر علوم کا ۷۰ فیصدی حصہ آج بھی الحمد للہ مظاہر علوم وقف کے پاس ہے اور صرف ایک عمارت دار جدید پر قبضہ کر کے وہ پوری دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ مظاہر علوم کے اصل وارث ہم ہی لوگ ہیں۔حضرت مفتی صاحبؒ نے ان سب حرکات اور غلط پروپیگنڈہ کا جواب محض صبر وسکوت اور استقلال واستقامت کے ساتھ دیا اور زبان مبارک پر کوئی حرف شکایت نہ لائے بلکہ دوسروں کو صبر وتحمل کی ہی تلقین فرماتے رہے یہ حضرت مفتی صاحب کے مجاہدہ اور استقامت کی عظیم ترین مثال ہے اور تاریخ مظاہر میں سنہرے حروف سے قلم بند ہونے کے لائق ہے۔وللّٰہ الحمد والمنة۔

اس طرح حضرت کی پوری زندگی رضائے حق کے کاموں میں صرف ہوئی اور اس سے بڑھ کر خوش قسمتی اور کیا ہوگی کہ آپ کو باری تعالیٰ سے ملنے کا جو وقت میسر آیا وہ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور عشرہ اخیرہ کی شب قدر آپ کو حاصل ہوئی۔بڑے بڑے علماء وصلحاء اور انسانوں کا جم غفیر آپ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا، ایسے ہی اللہ والوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے الاان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ (یادرکھو اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم) اور ایسے ہی علماء ربانی عارفین حقانی اور ذاکرین سبحانی کو مرتے وقت یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔(اے جان اطمینان والی جس کو ذکر اللہ میں چین تھا آجا اپنے رب کی طرف تم اللہ تعالیٰ سے راضی اللہ تم سے راضی اے نفس مطمئنہ داخل ہو جا میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں)

اب ہمارے حضرت نہیں رہے لیکن آپ کی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں حق تعالیٰ شانہ ہم سب کو ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت فقیہ الاسلامؒ ...... فکر و نظر کا ایک پہلو

ایس شفیق احمد پرنسپل بی ڈی ایس اسکول آف لاگڈھ روڈ میرٹھ

گھٹے گر تو بس ایک مشت غبار ہے انسان
بڑھے تو وسعتِ کونین میں سمانہ سکے

تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے زمانہ سے ایک طبقہ عوام کی اُن کی دین سے وابستگی کا ذمہ دار رہا ہے بقول بزرگ عالم دین حضرت علی میاں صاحب۔

''خواص و علماء ملت و معاشرہ میں قلب و جسم اور قطب نما کی حیثیت کے حامل ہیں، انسانی معاشرہ کا مستقبل، اس کی نشو و نما، تعمیر و تشکیل، اصلاح و فلاح کا انحصار ان کے صحیح عقائد پر مبنی ہے''

حقیقت میں چند فکر مند صاحب دانش اس ذمہ داری کو محسوس کر کے آگے آتے ہیں ایسی ہی مخصوص فکر مند عالم دین شخصیت، سادہ مزاج فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کی ہے جو آج ہمارے درمیان تو نہیں لیکن ان کے گراں قدر افکار رہنمائی کرتے رہیں گے۔

سب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوالِ بند مومن کا ہے بے زری سے نہیں

حضرت مفتی صاحب نے اپنے درس و تدریس میں اس بات پر ہمیشہ توجہ مرکوز فرمائی کہ ایمان کی طاقت سے یقین، اعتماد اور جرأت کا حوصلہ سینے میں ابھرتا ہے، تاریخ آئینہ دار ہے اجتماعیت، اعتماد، ایمان، اتحاد کی نفی سے اقتدار، عزت، آبرو اور حکومتیں گنوا بیٹھتے، سب کچھ ورثہ میں نصیب نہیں ہوتا کچھ حاصل کرنا پڑتا ہے، حضرت مفتی صاحب کی فکر یہ ہی تھی اور تحریک فلاح بنی نوع انسان کو عملی جامہ پہنانے کی جدو جہد میں آخری دم تک شریک رہے۔

آپ کا مکمل سفر حیات علم دین کی خدمت میں اس طرح گذرا کہ ان کی اپنی ضرورت زندگی دین و علم کے علاوہ کچھ نہ رہی، یہ خاموش سمندر علم بے شمار چشموں کو سیراب کرتا رہا اور نام و نمود سے دور تک بھی واسطہ نہ رہا، بحث و تنقید آپ کا مزاج نہ تھا، تکرار سے ہمیشہ گریز فرمایا۔

فیصلہ کن رائے کا اظہار فرماتے، خود بخود حلقۂ شاگرد اور علماء واحباب اپنی اپنی رائے پر غور کرنے پر مجبور ہو جاتے، آپ کی فکر و نظر کی وسعتوں کا اندازہ لگانا مشکل امر ہے، مزاج میں انکساری، موقع شناسی کا عنصر تھا اور حالات کی نبض پر انگلیاں رکھ کر گفتگو فرماتے، لیکن حق گوئی سے کبھی منہ نہیں موڑا، اور مصلحت پسندی، حق

وسچائی کو قربان نہ ہونے دیا۔

دلنوازی مانند شبنم، جب راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنے کا موقع آیا تو دریا میں طوفان کی طرح ابھر کر گزر گئے اور حالات سازگار ہوتے گئے۔

اہل دین وعلم سے دینی مستقبل وابستہ ہے، دین کے وارثین میں فساد آنے پر کوئی طاقت معاشرہ کو کمزور ہونے پر نہیں بچاسکتی حضرت مفتی صاحبؒ اس بنیادی پہلو پر ہمیشہ فکر فرماتے، ان کا خیال تھا کہ سب اپنے امکان واستطاعت کے مطابق دین کی خدمت اوراس کی حفاظت میں لگے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ ایک سنت بھی نہیں جو پورے عالم اسلام سے کلیۃً اٹھ گئی ہو دنیا کے کسی نہ کسی گوشہ میں موجود ہے، حضرت کا خیال تھا دین نہ خارجی ہنگامہ آرائی کا نام ہے، نہ طلسماتی عملیات کا یہ اپنے شعور کو نفسانی آمیزشوں سے پاک کر کے اسکوملکوتی شعور کی سطح پر پہچانے اپنے وجود کو اعلیٰ اوصاف اور کیفیات کا مالک بنانے کا عمل ہے یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب نے زندگی کو بڑی سادگی اور سنجیدگی سے گذارا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے ذہن میں ایک دینی مشن ہمیشہ موجود رہا، ان کی فکر تھی کہ مسلمانوں میں حوصلہ وعزم کی قوت کو منفی امور میں برباد ہونے سے بچایا جائے اوراس کو تعلیمی معاشی طاقت کو بہتر مستقبل کے لئے استعمال کیا جائے اس کے لئے آپ نے دعوت کے عمل کو اختیار فرمایا اور خاموشی سے اس مشن کی نشوونما کے لئے کوشاں رہے۔

آپ کا خیال تھا جو حقیت پر مبنی ہے یہ دنیا عالم اسباب ہے اور یہاں کا ہر قدم تدابیر واسباب سے جڑا ہوا ہے اسلام ایک عہد ومعاہدہ کا نام نہیں فقہی بحث وقانونی اختلافات سے قطع نظر بنیادی طور پر افکار وخیالات، حکمت ودانش کا وہ ترکہ ہے جوایک نسل سے دوسری اور پھر اسی طرح اگلی نسلوں تک منتقل ہوتا رہتا ہے یہ میراث اسلام پچھلے چودہ سوسال سے زائد انسانوں میں مختلف وسیلوں سے ایک منفرد وممتاز تہذیبی ثقافتی ورثہ کی حیثیت سے قائم ہے اور نسلی وجغرافیائی حدود سے پابند نہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے اس فکر کو بہت سکون سے محسوس کیا اور محتاط ہو کر اظہار فرمایا۔

الغرض مفتی صاحبؒ نے زندگی کو ایک مثالی محور پر جینے کی ضرورت پر زور دیا، اخلاقیات، شائستگی کو ایک داعی وتبلیغ اور مسلک حق کی دعوت دینے والوں کیلئے لازمی سمجھا، ہر میدان اور مرحلہ کے لئے ایک قانون ہے، علم اور علم دین کا بھی ایک قانون ہے اللہ نے فطرت انسانی فطرت سلیم کے لئے اصول مقرر کئے ہیں جن کے بغیر حصول مقصد مشکل ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے سامنے اسلامی معاشرہ اور دینی شعور کی بیداری کے لئے بہت وسیع تر میدان تھا جس پر آپ کی ہمیشہ نظر رہتی اور ہمیشہ فکر کے ساتھ غور وخوض فرماتے رہتے تھے، آخری ایام میں اپنی سخت بیماری کے باوجود بھی خدمت دین وعلم کے لئے بے قرار رہتے، کبھی تکلف نہ فرماتے، ایسی مخیرّ برگزیدہ عالم دین کی فکر ونظر سے راہِ علم ہمیشہ روشن ہوتی رہے گی۔

زہد و قناعت اور صدق و امانت کا پیکر

.... مفتی محی الدین قاسمی دار العلوم المحمدیہ سرجن نگر مرادآباد

شیخ المشائخ سیدنا وسندنا فقیہ الاسلام حضرت العلام مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کی ذات گرامی بیک وقت جن گونا گوں صفات حسنہ کی حامل تھی، ایسی شخصیات فی زمانناتلاش بسیار کے بعد بھی نہیں ملتیں، والد محترم نے تاریخی نام مظفر حسین رکھا تھا لیکن لغوی معنیٰ کے لحاظ سے آپ حتمی طور پر اسم بامسمیٰ تھے، کامران، کامیاب اور فتحیاب۔

ہے کوئی ایسا شعبہ حیات جس میں آپ پورے نہ اُترے ہوں۔ آپ ایک متبحر فقیہ تھے، محدث عظیم تھے، صوفی وعارف تھے تو مفسر بھی، دعوت وارشاد کے یکتائے روزگار تھے تو مصلح اور مرشد زمانہ بھی، عمدہ مدرس تھے تو ساتھ میں مصنف ومحقق بھی، جامع منقولات تھے تو معقولات میں بھی دسترس کم نہ تھی، آپ کے افتاء وقضاء کے سامنے بڑے سے بڑا عالم سرخم کردیتا۔ حافظ قرآن ہی نہیں بلکہ محافظ تھے، تجوید وقراءت سے خاص مناسبت کی وجہ تھی ان علوم کا بھی تدریسی شغل رہا۔

کریم ابن کریم کے مصداق تھے، زہد عن الدنیا اور قناعت پسندی، صدق وامانت کا پیکر تھے، حسن اخلاق اور خُلق عظیم کا جوہر، اپنے اساتذہ کے معتمد، ورع وتقویٰ، سلوک وطریقت کے امام، شفقت ورأفت، جودوسخا تو آپ کی خصلت تھی، عبادات کا التزام اور اوراد ووظائف کا اہتمام اعذار پر بھی حاوی تھا۔

بے شمار مدارس ومساجد کی بنیاد آپ کے ذریعہ رکھی گئی، یہ ہی نہیں بلکہ بعض اہل مدارس سرپرستی کو شرف خیال کرتے تھے، وعظ وتلقین فرماتے تو عجیب تاثیر ہوتی، قرب وجوار کے اضلاع اور ریاستیں آپ سے مستفید تھیں، آپ کے دعوتی اسفار ممبئی، گجرات، کلکتہ، بنگلور، بنگلہ دیش، کشمیر، افریقہ نیز ان گنت گاؤں اور شہروں میں ہوئے۔ انتظام وانصرام میں ممتاز حیثیت تھی، نظم سے متعلق بڑے سے بڑا معاملہ لمحوں میں نمٹا دیتے۔

ارباب علم وفضل کسی جزئیہ کے تلاش میں سرگرداں ہوتے تو رہنمائی فرماتے، کتاب کا نام، باب، صفحہ اور سطر تک بتلادیتے، مخلوق خدا پروانہ وار نثار رہتی، آپ کا تھوک زمین پر گرے اس سے قبل اگالدان سامنے کردیا جاتا گویا آپ مرجع خلائق تھے۔

میں نے قریبی عالم مولانا مقبول الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ سے تلاش شیخ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تصوف میں تفقہ دیکھنا ہے تو سہارنپور مفتی صاحب کے یہاں ملتا ہے، آپ نے ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ کا مقولہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا تصوف فقیہانہ ہے۔

آپ **الفضل ما شهدت به الاعداء** کی تصویر کامل تھے ایک صاحب نے اپنی خصوصی مجلس میں کہا کہ مفتی صاحب کو میرے مختلف فیہ ہونے کا علم تھا مگر ملاقات ہوئی تو معلوم ہوتا تھا کہ میرے دوست ہیں اور دوستانہ برتاؤ کرتے، مفتی صاحب جیسا آدمی دور تک دکھائی نہیں دیتا۔

حضرت فقیہ الاسلام ہی نہیں بلکہ فقیہ النفس تھے انسان کامل تھے انسان ہی نہیں بلکہ انسان گر تھے، کوئی فیض یافتہ محقق ہے تو کوئی محدث، تو کوئی مفسر، کوئی سلوک وطریقت کا امام، تو کوئی دعوت وتبلیغ میں یکتا، کوئی فرائض جیسے علم کا لوہا منوانے والا تو کوئی عربی وفارسی ادب کا مشاق، آپ سے جو منسلک ہوتا نکھر جاتا، آپ کے علم وفضل، شرف وبزرگی اور برتری کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ علمائے کرام کا بڑا طبقہ آپ سے منسلک تھا، دست حق پرست پر بیعت کئے ہوئے تھا، حضرت والا اپنی مثال آپ تھے، اگر یہ کہہ دیا جائے تو بجا اور درست ہے۔

ع۔ ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

اس انجمن میں عام تھی وہ بارشِ انوارِ حق
میں لمحہ بھر کو بھی گیا تو جھولی بھر کر آ گیا

(شوق مانوی)

مفتی محمد زید مظاہری ندوی، استاذ حدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ

استاذ محترم فقیہ الاسلامؒ چند سبق آموز واقعات

دورہ حدیث شریف پڑھنے کیلئے جب یہ ناکارہ مظاہر علوم سہارنپور میں حاضر ہوا، اسی وقت پہلی بار حضرت اقدس مفتی صاحب کی پہلی مرتبہ زیارت نصیب ہوئی یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت اقدس مفتی صاحب مظاہر علوم کے قائم مقام ناظم بنائے جاچکے تھے اور آپ کے علمی روحانی کمالات کے تذکرے متعدد اہل علم اور بزرگان دین سے سن رکھے تھے اسکی وجہ سے قدرتاً حضرت مفتی صاحب کی محبت وعظمت دل میں جاگزیں ہوچکی تھی لیکن اس وقت تک احقر کو حضرت مفتی صاحب سے قریب ہونے اور استفادہ کی نوبت نہ آئی تھی، خوش قسمتی سے دورۂ حدیث کی کتابوں میں ترمذی شریف کا درس آپ ہی سے متعلق تھا، اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے استفادہ کی صورت پیدا فرمادی اور پورے دوسال کے عرصہ میں مختلف پہلوؤں سے استفادہ کا موقع ملا، اس پوری مدت میں حضرت مفتی صاحب کے جن اخلاق حسنہ واوصاف حمیدہ سے متاثر ہوا انہیں میں سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم چھوٹوں کو بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے درس کی چند خصوصیات

حضرت اقدس مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی بڑی تعداد وہ ہے جنہوں نے ترمذی شریف حضرت اقدس مفتی صاحب سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے، احقر نے بھی مکمل ترمذی حضرت ہی سے پڑھی ہے اور اہل علم کے درمیان حضرت مفتی صاحب کا درس ترمذی اس قدر معروف ومقبول تھا کہ دور دراز سے اہل علم حضرت کے درس سے مستفید ہونے کی غرض سے حاضر ہوتے تھے اور غیر حاضر ہونیوالے طلبہ بھی حضرت مفتی صاحب کے درس میں ضرور حاضر رہتے تھے حضرت کی درسی تقریر اتنی صاف اور مرتب ہوتی تھی کہ پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ بھی بالکل واضح اور منقح ہوجاتا تھا، انداز بیان ایسا دلکش اور پرمغز اور اس میں ایسی معنویت وکشش کہ پورے درجہ میں ایک سکتہ اور سناٹے کا عالم طاری رہتا، طلبہ آپ کے سبق سے اس قدر محظوظ ہوتے تھے کہ دوسری جانب توجہ کا خیال بھی کسی کو نہ آتا اور آپ کا درس لکھنے والوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی جو ہمہ تن متوجہ ہوکر لفظ بہ لفظ تقریر ضبط کرنے کا اہتمام کرتی تھی۔

اسباق کی پابندی اور تقریر میں اعتدال

آپ کے درس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے سبق کا ناغہ کبھی نہ ہوتا تھا ورنہ عموماً مدرسوں میں ایسا معمول سا بن چکا ہے اور اساتذہ گویا اب اس کے عادی ہو گئے ہیں کہ اولاً تو کتاب کی ابتداء بہت تاخیر سے ہوتی ہے اور کتاب شروع ہو جانے کے بعد بھی اساتذہ کئی کئی دن کے وقفے سے تھوڑی دیر کے لئے درجوں میں آتے ہیں اور کچھ تذکرے تبصرے کر کے وقت گذار کر چلے جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پندرہ پندرہ دن اور بسا اوقات ایک ماہ تک گزر جاتا ہے اور کتابوں کے باقاعدہ اسباق شروع ہونے کی نوبت نہیں آتی، اور طلبہ کا وقت ضائع جاتا ہے، ہمارے حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کا حال اس سے مختلف تھا، آپ ہر موقع پر طلبہ کے نفع کو ملحوظ رکھتے، ان کا وقت ضائع ہونے اور تعلیمی نقصان ہونے سے بچنے کی حتی الامکان کوشش فرماتے چنانچہ طلبہ کے داخلہ کی کاروائی کے بعد پھر تعلیم میں تاخیر کی گنجائش آپ کے یہاں نہیں تھی، بلا کسی تاخیر کے آپ اسباق شروع فرما دیتے اور کتاب شروع ہو جانے کے بعد کئی کئی دن اِدھر اُدھر کے تذکروں میں طلباء کا وقت ضائع نہ فرماتے، اور سبق کے ناغہ کا تو آپ کے یہاں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا پورے سال کے عرصہ میں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کہ حضرت مفتی صاحب نے ایک ناغہ بھی کیا ہو الا یہ کہ کوئی مجبوری ہی ایسی آپڑی ہو جس کی وجہ سے ناغہ ناگزیر ہوا اور اخیر سال بلکہ وسط سال میں جمعرات اور جمعہ کے دن بھی بعد مغرب درس دینے کا معمول رہا۔

تقریر میں اعتدال

عموماً اساتذہ و مدرسین کی عادت ہوتی ہے کہ کتاب کے شروع میں بڑی طویل بحثیں اور لمبی تقریریں کرتے ہیں خواہ وہ طلبہ کے لئے مفید ہوں یا نہ ہوں اور خواہ ان کی فہم سے بالاتر ہی کیوں نہ ہوں، لیکن لمبی بحثوں کا اب ایسا فیشن بن چکا ہے کہ اس کے ذریعہ اساتذہ شروع میں گویا اپنی علمی قابلیت اور استعداد کی پختگی، وسعت مطالعہ اور تبحر علمی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس طرز سے گویا اپنا سکہ اور علمی وزن بڑھانا چاہتے ہیں اور رواج ہو جانے کی وجہ طلبہ بھی اب اسی کے عادی ہو گئے ہیں اور طویل بحثوں ہی کو معیار لیاقت سمجھنے لگے ہیں اس طرز عمل کے لازمی طور پر جو نقصانات سامنے آتے ہیں قطع نظر اس سے کہ یہ لمبی بحثیں طلبہ کو نہ یاد رہتی ہیں اور نہ ہی پورے طور پر طلبہ اس کو ضبط کر سکتے ہیں بلکہ اب تو غور سے سنتے بھی نہیں، ان سب سے قطع نظر بڑا نقصان یہ سامنے آتا ہے کہ کتاب کا مجوزہ و مقررہ نصاب پورا نہیں ہو پاتا اور اس میں بہت کمی رہتی ہے نصاب پورا کرنے کے لئے لامحالہ اخیر سال میں کتاب کو اس طرح دوڑایا جاتا ہے کہ عبارت خوانی اور اس کی برکت کے سوا کوئی مفید علم، ضروری تشریح، اور فنی بحث کا طلبہ کے سامنے تذکرہ تک نہیں آنے پاتا۔

استاذ محترم حضرت اقدس مفتی صاحبؒ اس طرز کے سخت خلاف تھے، احقر کی معلومات کے مطابق

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے بھی اس پر نکیر فرمائی ہے، حضرت اقدس مفتی صاحبؒ اس طرز تدریس کو طلباء کے ساتھ ناانصافی اور بڑے درجہ کی خیانت سمجھتے تھے آپ کا درس حدیث بالکل اس سے مختلف تھا، حدیث پاک کی تشریح اور تقریر کا انداز آپ کا بالکل یکساں رہتا تھا، شروع سال میں احادیث کی تشریح اور علمی مباحث جس قدر بھی حسب ضرورت بسط یا اختصار کے ساتھ بیان فرماتے اخیر سال اور ختم کتاب تک اسی روش پر قائم رہتے تھے۔ عام طور پر حدیث کی کتابوں کا درس دینے والے چند مشہور مسائل، فقہی مباحث میں کافی طویل کلام کرتے ہیں حتی کہ ایک ایک مسئلہ اور ایک ایک حدیث کا کئی دن تک درس جاری رہتا ہے لیکن حدیث کے دیگر ابواب آداب واخلاق، رقاق، مناقب وغیرہ سے متعلق جو احادیث محتاج تشریح بھی ہوا کرتی ہیں ان میں سرسری طور پر گزر جاتے ہیں بلکہ محض عبارت خوانی کو کافی سمجھتے ہیں، حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کا درس اس سے مختلف ہوتا تھا، آپ اخلاقیات، آداب، طب وغیرہ سے متعلق بھی احادیث کافی ووافی اور جامع تشریح فرماتے تھے، آپ کا درس حدیث نہ ایسی علمی ودقیق اصطلاحات پر مشتمل ہوتا تھا کہ طلبہ کو سمجھنے میں دقت پیش آئے اور نہ ہی اس قدر سطحی عامیانہ کہ علمی اور فنی شان کے بھی خلاف ہوجائے بلکہ طلبہ کی صلاحیت واستعداد کے موافق فصاحت وبلاغت کے معیار کے مطابق عام فہم ہوتا تھا، آپ کی تقریر ایسی منقح ومہذب اور صاف وسلجھی ہوئی ہوتی تھی کہ ضبط کرنے والا بآسانی ضبط کر سکے۔

طلبہ کی مصلحت اوران کے فائدہ کو پیش نظر رکھنا

آپ کے درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ عام طور پر تو حدیث کا درس دینے والے حدیث سے متعلقہ مباحث واحکام اور دیگر معارف وحقائق بیان کرتے چلے جاتے ہیں اور بیان ہی کو مقصود اصلی اور اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں قطع نظر اس سے کہ طلبہ رغبت ونشاط کے ساتھ سن کر سمجھ بھی رہے ہیں یا نہیں، آپ کی عادت شریفہ تھی کہ طلبہ کی رغبت اور نشاط پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں بہت حساس واقع ہوئے تھے اگر آپ کو احساس ہوجاتا کہ طلبہ میں نشاط نہیں وہ بےفکری وبےتوجہی وبےاعتنائی اور بدشوقی کا شکار ہیں تو آپ کی طبیعت بھی افسردہ ہوجاتی، اور طلبہ کو نقصان سے بچانے کیلئے فوراً آپ اس کا تدارک فرماتے، کبھی مناسب انداز میں طلبہ کو عتاب بھی فرماتے تاکہ طلبہ ناقدری کے وبال میں گرفتار نہ ہوں، اوران میں نشاط ورغبت پیدا ہوجائے۔

چنانچہ ایسے حالات میں بسا اوقات ناراض ہوکر درجہ آنا ترک فرما دیتے، طلبہ کو احساس ہوتا، خدمت میں حاضر ہوتے، معافی کے خواستگار ہوتے، حضرت مفتی صاحب کی شکایت یہی ہوتی کہ تم لوگوں میں جس درجہ کی رغبت اور شوق ہونا چاہیے وہ نہیں، سبق سنتے ہو لیکن بےتوجہی سے، اس لئے سمجھتے نہیں، اگر سمجھتے ہو تو کیا بات ہے کہ آج تک تم کو کبھی کوئی اشکال نہیں ہوا، کسی طالب علم نے آج تک کوئی سوال نہیں کیا، کیسا تمہارا علمی ذوق

ہے؟ طلبہ کی معذرت کے بعد حضرت مفتی صاحب دوبارہ درجہ تشریف لاتے، حضرت کے اس انداز تربیت سے طلبہ کا بڑا فائدہ ہوتا، اس کے بعد طلبہ پوری پابندی سے درجہ میں دل ودماغ سے حاضر رہتے، اور پوری رغبت وتوجہ سے سبق سنتے، بعض طلبہ کچھ سمجھنا چاہتے تو حضرت خوش ہوتے اور پورے وقار وسکون کے ساتھ بات کو سنتے اور معقول جواب دیتے، بسااوقات بعض طلبہ بجائے درجہ جاء قیام دفتر میں جا کر بعض علمی باتیں دریافت کرتے، حضرت ان کا تسلی بخش جواب عنایت فرماتے۔

آپ کے درس کی ایک اور خصوصیت

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ استاد کسی کتاب کا درس دے رہا ہے درس کا وقت تو ختم ہو چکا، نماز اور جماعت کا وقت بھی قریب آچکا لیکن استاد صاحب کا درس ابھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکا اس لئے سبق یا باب پورا کرنے اور منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے دیر تک سبق جاری رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے جماعت یا رکعت خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ اور بکثرت طلبہ سبق کی وجہ سے مسبوق ہو جاتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شرعی اور فقہی نقطہ نظر سے یہ طریقہ بالکل غلط اور قابل اصلاح ہے اور اس کی ذمہ داری اصلاً استاد صاحب پر عائد ہوتی ہے اگر ٹھیک عین جماعت کے وقت بھی طلبہ کو چھوڑا جائے تو بھی وضوو غیرہ ضروریات میں مشغولی کی وجہ سے طلبہ مسبوق ہو جاتے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کو بہت محتاط دیکھا، آپ کے پیش نظر ہمیشہ یہ بات رہی کہ نماز ام العبادات اور اصل مقصود ہے درس وتدریس کی وجہ سے اس میں تاخیر یا کسی قسم کا نقص نہیں ہونا چاہیے اس لئے آپ کا درس گو اذان کے بعد بھی جاری رہتا تھا لیکن پوری کوشش آپ کی ہوتی تھی کہ درس جماعت کے وقت سے پہلے موقوف کر دیا جائے اور درس کی وجہ سے کسی طالب علم کی رکعت یا جماعت نہ چھوٹنے پائے۔

مذہب میں تصلب

حضرت اقدس مفتی صاحب حنفی المسلک تھے اور حنفیت میں آپ پورے متصلب اور مضبوطی سے قائم تھے، دلائل کی روشنی میں پورے انشراح اور وثوق کے ساتھ حنفی مسلک کی ترجیح کے قائل تھے، اور مذہب سے عدول کرنے اور دوسرے مسلک پر عمل یا فتویٰ دینے کو آپ شدت سے منع فرماتے تھے، **خروج عن المذهب** کو آپ تشہی واتباع ہوائے نفس کے مرادف سمجھتے تھے جس کی حرمت متفق علیہ ہے، اس لئے تقلید کی راہ چھوڑ کر تلفیق (یعنی غیر متعین طور پر کبھی کسی مسلک پر عمل کرنا اور کبھی اس کو چھوڑ کر دوسرے مسلک پر عمل کرنے) کے آپ قطعاً روادار نہ تھے اور اس طرز عمل کو امت کے لئے موجب ضلالت اور باعث فساد سمجھتے تھے، چنانچہ ماضی قریب میں اس نوع کی جتنی تحریکات وجود میں آئیں یا اس نوع کے جتنے فتاویٰ شائع ہوئے آپ ان کے سخت مخالف اور پورے طور پر مجتنب تھے، آپ کے اردگرد ارباب افتاء، علماء محققین کی جماعت رہتی تھی جو اس قسم کے

مسائل کا جائزہ لیتی رہتی تھی اور اس کا تدارک اور سد باب کی تدبیریں کیا کرتی تھی،۔

احقر کے زمانہ طالب علمی میں ایک قابل قدر عالم کو اصرار تھا کہ فرض نمازوں کے بعد دعا ثابت نہیں لہٰذا بدعت اور ناجائز ہے یہ ان کی ذاتی رائے تھی حالانکہ فرائض کے بعد دعا تو احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، امام بخاریؒ نے فرض نمازوں کے بعد دعا کرنیکے متعلق ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے اور حافظ صاحبؒ نے فتح الباری میں کئی احادیث نقل فرمائی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ فرائض کے بعد دعاء نہ صرف ثابت ہے بلکہ اس کی ترغیب اور اہمیت معلوم ہوتی ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے فتاوئی میں جلد اول کے اخیر میں تو پورا ایک رسالہ اسی موضوع سے متعلق ہے جو قابل دید ہے لیکن ان سب کے باوجود وہ عالم صاحب اس کو ناجائز اور بدعت قرار دیتے تھے اور نہ صرف مصر و بضد تھے بلکہ مظاہر علوم دارقدیم کی مسجد میں نماز کے بعد کھڑے ہو کر اس کے ناجائز اور بدعت ہونے کا اعلان فرماتے تھے کہ ''نماز کے بعد دعا کیوں کرو'' حدیث میں کہاں آیا ہے، یہ بدعت ہے وغیرہ وغیرہ حضرت اقدس مفتی صاحب نماز میں موجود ہوا کرتے تھے خصوصاً جمعہ کی نماز میں صورتحال یہ تھی کہ نماز ختم ہوئی ادھر ان کا اعلان شروع۔ حضرت مفتی صاحب نے جب محسوس کیا کہ معاملہ حد سے آگے بڑھ رہا ہے، اس کے تدارک اور سد باب کے لئے آپ نے ان کے اعلان کے بعد جمعہ کے دن خود اعلان فرمایا کہ

''حضرت مولانا ہمارے استاذ ہیں ہم ان کا ادب واحترام کرتے ہیں لیکن یہ جو کچھ فرما رہے ہیں ہم لوگ اس سے متفق نہیں ہیں، تحقیق اس کے خلاف ہے، نماز کے بعد دعاء حدیث سے ثابت ہے''

اس اعلان کے بعد پھر وہ خاموش نظر آئے اور ان کے اعلان کا کچھ اثر نہ ہوا، اس طرح آپ نے عوام الناس کے ذہنوں کو انتشار و فساد سے محفوظ فرمایا۔

اجازت وسجادہ نشینی

حضرت اقدس مفتی صاحبؒ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے تربیت یافتہ حضرت مولانا اسعد اللہ کے خلیفہ اور انہیں کے نقش قدم پر تھے آپ کے مریدین ومتوسلین کا ایک حلقہ اور سلسلہ تھا، ان میں جن کی بابت آپ کو انشراح ہوتا آئندہ کی توقع پر آپ اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرماتے، چنانچہ آپ کے خلفاء کی بڑی تعداد ہے، لیکن اجازت وخلافت کے سلسلہ میں آپ نہایت محتاط اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی ہدایات وتعلیمات کے پابند تھے۔

اجازت وخلافت کا جو عام تصور اور اس کی ایک خاص صورت اور قدیم رسم زمانہ دراز سے چلی آرہی ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی ''تحفۃ الشیوخ'' کے نام سے تحریر فرمایا ہے نیز

''اصلاح الرسوم'' میں بھی اسکی اصلاح فرمائی ہے اسکی روشنی میں اس مروجہ رسم کے آپ قطعاً خلاف تھے، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

سجادگی یا جانشینی کی تین صورتیں ہیں

(۱) مریدین جمع ہو کر کسی بیٹے یا عزیز یا خادم کو سجادہ جانشین کر دیں۔

(۲) دوسرے سجادہ نشین مشائخ ایسا کریں۔

(۳) خود شیخ تنہا یا دوسرے مشائخ کی شرکت سے کر دے پھر ان تینوں صورتوں کی تین تین حالتیں ہیں ایک یہ کہ جس کو سجادہ جانشین بنایا جاتا ہے اس میں تربیت وارشاد کی اہلیت بھی نہ ہو اور خرافات میں بھی مبتلا ہو۔ دوسرے یہ کہ خرافات میں تو مبتلا نہیں مگر تربیت وارشاد کی بھی اہلیت نہیں، تیسرے یہ کہ تربیت وارشاد کی بھی اہلیت ہو، اس کے بعد تمام صورتوں کے مفاسد کو بیان فرما کر مطلقاً اس سجادہ نشینی کے طریقہ کو غلط اور ممنوع قرار دیا ہے اور اخیر میں فرماتے ہیں ''اسلم یہ ہے کہ اہل کو تربیت وارشاد کی اجازت دے دے خواہ اس کو کوئی نسبی تعلق بھی نہ ہو لیکن اپنی جگہ کو آباد کرنے کی فکر نہ کرے (تحفۃ الشیوخ۔۲۳۹ ج۔۴، اشرف السوانح ص۔۲۳۷۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی ہدایت وتعلیم کی بناء پر حضرت مفتی صاحب بھی اس رسمی طریقہ کے بالکل خلاف تھے چنانچہ حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کی وفات کے بعد جب آپ کی جانشینی کا مسئلہ سامنے آیا اس وقت بہت سے اہل علم ومشائخ جن میں بعض حضرت اقدس تھانویؒ کے مسلک ومشرب کے علاوہ دوسرے مسلک ومشرب سے متعلق تھے ان سب حضرات نے مروجہ رسمی کاروائی کے مطابق حضرتؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کے جانشین ہونے کا اعلان کیا اور اس اعلان کے ساتھ بطور علامت اور وثیقہ کے خرقۂ خلافت، دستار نیابت وعمامہ سر پر رکھا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرتؒ کی وفات کے بعد ہر اعتبار سے نیابت کے واقعی وہ زیادہ اس کے مستحق تھے اور بعد کے واقعات وشواہد نے مزید کی اس تصدیق کر دی اللہ تعالیٰ ان کو مزید ترقیات سے نوازے لیکن سوال مروجہ طریقہ پر رسمی کاروائی کے مطابق سجادہ نشینی کا ہے، حضرت اقدس تھانویؒ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے ظاہر ہے کہ یہ طریقہ بالکل اس کے خلاف ہے اسی لئے دوسرے علماء بالخصوص ہمارے حضرت مفتی صاحبؒ نے اس طرز عمل کو سخت ناپسند کیا اور اس وقت اگر چہ مصلحتاً خاموش رہے لیکن دوسرے وقت نکیر بھی فرمائی اور اس مروجہ طریقہ کو غلط سمجھتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنی طرف سے شخصی طور پر بعد میں تحریراً اجازت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

صبر وتحمل اور خاموش مزاجی

غور کر کے اگر دیکھا جائے تو بہت سے فتنے بدزبانی اور غیر محتاط انداز گفتگو سے پیدا ہوتے ہیں اور کسی مجلس

میں جب سلسلۂ کلام جاری ہوتا ہے تو غیبت ،چغلی ،تبصرے وتنقید سے بھی حفاظت مشکل ہوتی ہے اسی لئے ہمارے اکابر کا معمول رہا کہ اپنی مجلسوں میں غیبت وچغلی سے کبھی اپنی زبان کو گندہ نہیں کیا اور اس نوع کے تذکروں کا سننا بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ خاموش مزاجی کو اختیار کیا ناگوار حالات میں بھی اپنی زبان کو قابو میں رکھا حضرت اقدس مفتی صاحب میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود پایا جاتا تھا آپ کی مجلس میں جب بھی حاضری کا اتفاق ہوا یہی دیکھا سکوت اور سکتہ کا عالم ہے ،حاضرین میں سے اگر کسی نے کوئی بات دریافت کی جواب دے دیا آنے والے شخص کی خیریت دریافت کرلی ،ضروری گفتگو کرلی کسی نے کوئی علمی بات پوچھی اس کا جواب دے دیا پھر وہی خاموشی کا عالم ،اور صرف خاموشی ہی نہیں بلکہ زبان سے ذکر جاری ،یا کبھی معمول کے مطابق کوئی اصلاحی کتاب سنائی جاتی اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ حاضرین مجلس کو بھی فضول بکواس یا غیبت چغلی کی ہمت نہ ہوتی تھی اور وہ بھی مجلس میں بیٹھنے تک ذکر ہی میں مشغول رہتے ناگوار اور سخت ترین حالات میں عموماً لوگوں کا زبان کو قابو میں رکھنا مشکل ہوتا ہے اور اکثر ہوتا یہ ہے کہ اٹھتے بیٹھتے آنے جانے والوں سے لوگوں کے سامنے کسی نہ کسی بہانے سے ناخوش گوار تذکروں کو لایا جاتا ہے مخصوص افراد کو نشانہ بنا کر ان پر کسی نہ کسی عنوان سے طعن وتشنیع کی جاتی ہے لیکن حضرت مفتی صاحب کا مزاج اس سے مختلف تھا سخت سے سخت حالات میں بھی آپ نے انابت الی اللہ اور دعا وابتہال اور صبر وخاموش مزاجی کا دامن نہیں چھوڑا ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اوصاف حسنہ سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔

ایک اہم کرامت

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے ایک محب ومعتقد جناب الحاج محمد اجمل صاحب کھجور تلہ سہارنپور حضرت والاؒ کے جان نثاروں میں سے ہیں ،حضرت کے آخری سفر علالت وعلاج کے لئے دہلی ساتھ گئے تھے ،انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ۲۹ شعبان ۱۴۲۴ھ کو حضرت والاؒ اور اپنے بعض متعلقین ومحبین کی غریب خانہ پر دعوت کی ،جب سبھی حضرات کھانے سے فارغ ہوگئے ،صرف میں اکیلا بچا ،تو میں نے ڈیگ میں جھانک کر دیکھا ،میری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ ڈیگ گرما گرم گوشت اور شوربہ سے جوں کی توں بھری ہوئی تھی ۔

کامل انسانیت کے نمونہ

مولانا عبدالعزیز القاسمی، مدیر جامعہ عثمانیہ جمنا نگر ہاپوڑ روڈ، میرٹھ

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور تالیف گلستاں میں مردان خدا کی یہ صفت بیان کی

شنیدم کہ مردان راہ خدا　　دلِ دشمناں را نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام　　کہ بادوستانت خلافست وجنگ

یعنی اہل اللہ اور خاصان خدا دشمنوں کی بھی دل آزاری کے روادار نہیں ہوتے لیکن اس سے بھی اعلیٰ وارفع یہ مقام ہے کہ جو اپنے دشمنوں کے لئے دعائے مغفرت اور رات کی خلوتوں میں خلوص کے ساتھ اپنے رب کے حضور گڑگڑا کر دعا گو ہو۔

ع۔　ہر کہ رارنج دادہ راحتش بسیار باد

ظاہر ہے کہ انسان کی بلندی کا یہ وہ معیار ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب غلام ہی فائز ہو سکتے ہیں بعض صاحب دل اور اہل بصیرت نے انسان کی بلندی کا یہ معیار بیان کیا ہے۔

انسان دوسروں سے نفع اٹھانے کے بجائے ان کو نفع پہنچانیکی فکر کرے، احسان مندی کے بجائے اس کے جودوسخا کا ہاتھ مخلوق خدا کے لئے کھلا رہے **اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی**

اس اصول پر وہی برگزیدہ بندے عمل کر سکتے ہیں جن کے قلوب سے دولت دنیا کی محبت اور مال کی قدر وقیمت نکل چکی ہو بتکلف دو چار دن اس طرح زندگی گذارنا تو آسان ہے مگر ساری زندگی اس اصول کو اپنانا اور اپنی زندگی کا جزء لا ینفک بنانا بڑے عالی مقام انسان کا کام ہے۔

بعض اہل دل اور مردم شناس حضرات نے انسان کی بلندی کا معیار ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

''انسان عوام وخواص کے رجوع کے بعد بھی اپنے نفس سے بدگمان ہو اور اس کو اپنے عیوب کا استحضار اور اپنی بدعملی کا شکوہ رہے''

یہ بلند مقام تزکیہ کامل اور فطری عالی ظرفی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

سطور بالا سے میرا یہ مدعا ہرگز نہیں کہ انسان کی بلندی کے معیار ان کے علاوہ اور کوئی نہیں، یقیناً اور بھی ہوں گے سیدی ومرشدی فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی زندگی پر نہ تو کوئی مقالہ لکھنا منشاء

ہے اور نہ ہی ان کے علمی وروحانی مقام کو اجاگر کرنا بلکہ سطور ذیل کے اندر ان کے ''مقام انسانیت'' کو سپرد قلم کرنا مقصود ہے۔

حضرت والا کی تبحر علمی اور فقہی بصیرت اپنی جگہ مسلم ہے ان پر لکھنے والے خوب لکھیں گے لیکن بندہ کے ناقص خیال میں ان کی جو حیثیت سب سے زیادہ ممتاز اور روشن ہے وہ ان کی انسانی بلندی ہے۔

حضرت والا کا ہی مقولہ ہے

''حقیقت یہ ہے کوئی کچھ بن جائے یا شیخ بن جائے لیکن جب انسانیت نہیں تو کچھ نہیں آج کے دور میں انسان بننا بڑا مشکل ہے''۔ (ملفوظات فقیہ الاسلام، ص۔۸۲)

آپ انسانی بلندی کے تمام معیاروں سے بھی کہیں آگے تھے، اخلاق کی بلندی اور بے غرضی ان کی زندگی کا جوہر تھا جس طرح بعض غیر مخلصین کے لئے کسی کام میں مخلص بننا مشکل ہے خودغرضی اور مفاد پرستی ان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اسی طرح ان مخلصین کے لئے جن کی طبیعت میں قدرت نے اخلاص رکھا ہے غیر مخلص بننا ناممکن ہوتا ہے اور ایسے حضرات کی فطرت ہمیشہ اخلاص کی ہی طرف چلتی ہے اور حضرت والا انہیں حضرات میں سے ایک تھے، حضرت والا کے یہاں اطعام طعام اور مہمان نوازی کا عام معمول تھا اور یہ خرچ آپ کی جیب خاص سے ہوتا تھا نا کہ مدرسہ کے خیراتی فنڈ سے۔

ایک بار ایسا ہوا مہمان زیادہ ہو گئے اور آپ کے یہاں جگہ تنگ تھی بمشکل آٹھ دس آدمی بیٹھ سکتے تھے اس بناء پر کھانے کا نظم مدرسہ کے مہمان خانہ میں کیا گیا اور خود بھی وہاں مہمانوں کے ساتھ شریک ہوئے لیکن بعد نماز جب حضرت والا دفتر میں تشریف لائے تو مجھ سے کم وبیش یوں فرمایا۔

''مہمان زیادہ تھے میرے یہاں بیٹھنے کی جگہ تنگ ہے، اور کھانا مطبخ میں تیار کر دیا گیا جس کے پیسے میں نے ادا کئے ہیں اس کو مدرسہ کا کھانا مت سمجھنا''

ابھی شعبان میں سہارنپور عشاء کے وقت پہنچا مہمانخانہ میں اپنا سوٹ کیس رکھ کر نماز عشاء کے لئے مسجد چلا گیا اُدھر حضرت والا دولت خانہ پر تشریف لیجا چکے تھے بعد نماز کے میں بھی حضرت کے یہاں پہنچ گیا معمولی وقفہ کے بعد خادم مہمانخانہ حافظ رفاقت حسین پہونچے اور حضرت سے سرگوشی کرنیلگے۔

تو حضرت والا نے مجھے اپنے پاس بلا کر یوں فرمایا۔

''رفاقت یہ کہہ رہا ہے میں نے کھانے کا انتظام کر لیا تو میں اس سے یہ کہہ رہا ہوں تم نے کھانے کا انتظام کیوں کیا مولانا (بندہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) میرے مہمان ہیں میرے ہی پاس آتے ہیں یہ میرے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے''۔

ایک دو مرتبہ کے علاوہ میں نہیں کہہ سکتا جب بھی سہارنپور جانا ہوا حضرت والا کے ہی دسترخوان پر کھانا ہوتا

ضیافت اور مہمان نوازی ان کی روحانی غذا اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی پھر جس تواضع اور انکساری سے مہمانوں کے ساتھ پیش آتے، اس کی نظیر آج کے اس دور میں مشکل سے ملے گی۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں متعدد بار ایسا ہوا کہ سحری میں کھانا خود اٹھا کر مہمان خانہ میں لا رہے ہیں اور کبھی خود بلانے کیلئے آرہے ہیں کہاں ہیں ایسے اشخاص؟ آج کی اس دنیا میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

فقیہ الاسلام حضرت مفتی صاحبؒ کو مدتوں نہیں بلکہ ہمیشہ ہی رونا پڑے گا کیونکہ اس دنیائے آب وگل میں ان سے ملاقات ممکن نہیں اور نہ ہی ان کی زبان سے کچھ سنا جا سکتا ہے۔

بہت روئیں گے کرکے یاد اہل میکدہ مجھ کو

شراب دردِ دل پی کر ہمارے جام ومینا سے

انہوں نے شاید ہی زندگی میں کسی کے آبگینۂ دل کو کوئی ٹیس پہونچائی ہو ہاں البتہ جن لوگوں نے ان کے معصوم دماغ کو مجروح کیا اور ان کے بے داغ دل کو چور چور کر ڈالا ان کے ساتھ بھی آپ نے کبھی تلخ کلامی نہیں کی اور نہ ہی کبھی ان کو اپنی مجلس کا موضوع بحث بنایا بلکہ ان کو مبتلائے الم دیکھ کر بے چین اور تڑپ اٹھتے۔

مولانا محمد اللہ صاحب مرحوم جو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے صاحبزادے اور حضرت مفتی صاحب کے ہم پیالہ وہم نوالہ تھے بلاناغہ حضرت مفتی صاحب کے یہاں تشریف لاتے لیکن قضیۂ مُظاہر علوم کے وقت وہ دوسری جانب چلے گئے، جس کی حضرت والا کو بیحد تکلیف ہوئی اور اس کا اظہار بھی وقتاً فوقتاً فرماتے رہے، سنئے کچھ کم وبیش انہیں کی زبانی۔

''مولانا محمد یونس اور مولانا محمد اللہ صاحب سے مجھے قطعاً یہ توقع نہ تھی کہ یہ حضرات اُدھر چلے جائیں گے، ان دوتوں کو نظر لگ گئی اور اُدھر پہونچ گئے''۔

اور ایک بار بڑے درد بھرے لہجہ میں یوں فرمایا

''مجھے ان کا بڑا احساس ہے''

لیکن یہی مولانا محمد اللہ صاحبؒ جو ان کے شیخ زادہ بھی تھے ان کے دماغ کی رگ پھٹ گئی اور علاج کیلئے میرٹھ لانا طے ہوا، اس سے پیشتر یہی عارضہ حضرت فقیہ الاسلام کو بھی پیش آچکا تھا اور میرٹھ کے مشہور ڈاکٹر گریش تیاگی کے زیر علاج تھے، حضرت والا سفر میں تھے جیسے ہی آپ کو معلوم ہوا فوراً آپ میرٹھ پہونچے تاکہ اپنے اثر ورسوخ سے مذکورہ ڈاکٹر سے علاج کرایا جائے۔

لیکن مشیت ایزدی کچھ اور ہی تھی، یہاں ڈاکٹروں نے جب مولانا کا معائنہ کیا تو لاعلاج قرار دیا اور سہارنپور واپسی میں داعی اجل کو لبیک کہا (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)

احقر کو حضرت فقیہ الاسلام کے میرٹھ پہنچنے کی اطلاع ملی تو خدمت اقدس میں حاضر ہوا سلام ومصافحہ کے بعد پہلی فرصت میں بھرآئی ہوئی آواز میں حضرت نے یوں فرمایا۔

''مولانا محمد اللہ صاحب کے دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی، علاج کے لئے یہاں لانا تجویز ہوا تھا، میں آیا تھا تا کہ ڈاکٹر گریش تیا گی کوان کے علاج کی جانب توجہ دلاؤں اب میں بھی سہارنپور ہی جارہا ہوں''۔

چنانچہ آپ بھی سہارنپور کیلئے روانہ ہوگئے اور مولانا کی تدفین میں شرکت فرمائی، نماز جنازہ آپ کے پہونچنے سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔

بلندی کا دوسرا معیار ''الید العلیاخیر من الید السفلی ''پرآپ کا ساری زندگی عمل رہا وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے کہ ان کا ہاتھ اونچا رہے اگر کسی نے ان کے ساتھ ادنی سا بھی کوئی حسن سلوک کردیا تو وہ ہمیشہ اس فکر میں رہتے کہ اس کا حق کس طرح ادا کیا جائے استفادہ کے بجائے ان کو افادہ کا فکر دامن گیر ہوتا۔

شادی ہو یا بیاہ، دعوت ہو یا ضیافت کسی مدرسہ کا سنگ بنیاد ہو یا کسی مسجد کی ابتداء ہر حال میں ان کی سخاوت جوش مارتی بالخصوص چھوٹے بچوں کی ہمیشہ دل بستگی فرماتے ہدیہ لینے کے بجائے دینے میں زیادہ راحت محسوس فرماتے۔

ماہانہ مشاہرہ جو آپ کو مدرسہ سے ملتا اس میں بھی عزیز واقارب کے حصص مقرر تھے جو بلاناغہ ان کو ہر ماہ پہونچتے رہتے تھے مظاہر علوم سے جو تنخواہ مقرر تھی آپ نے پوری زندگی اسی پر قناعت فرمائی، کبھی آپ نے اضافہ کی خواہش نہیں فرمائی چنانچہ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا۔

''میرے والد صاحب (مفتی سعید احمد صاحبؒ) کی وصیت تھی کہ کبھی اضافہ تنخواہ کی درخواست نہ کرنا اور نہ ہی کسی کتاب کے لینے کی خواہش کرنا جو اہل مدرسہ تجویز فرمائیں اس کو بخوشی پڑھانا، بحمد اللہ دونوں باتوں پر آج تک عمل پیرا ہوں''

۱۹۹۴ء میں اسی شہر میرٹھ کے نرسنگ ہوم لوک پریا میں آپ کے دماغ کا آپریشن ہوا بعض معتقدین ومریدین نے مجھے خود واسطہ بنایا اور حضرت والا کو خطیر رقم بطور ہدیہ دینا چاہی تو حضرت والا نے شدید اصرار کے بعد ہاتھ میں لیکر کسی کی رقم سے ایک نوٹ اور کسی میں سے دو نوٹ نکال کر یہ کہتے ہوئے رقم واپس فرمادی۔

''تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ خرچ بہت ہو رہا ہے اور میرے پاس پیسے نہیں، حالانکہ یہ بات نہیں ہے، میرے پاس پیسے ہیں آپ کے بچے ہیں ان پر خرچ کرو اور دیکھو یہ میں نے لے لئے اب تم ان کو میری طرف سے قبول کرلو''

اور خلوت میں ایک بار مجھ سے یوں فرمایا۔

''مولوی صاحب ایسی سفارش اچھی نہیں ہوتی اگر آئندہ کوئی کچھ کہے تو اس کو باہر ہی سمجھا دو''

ایک اور واقعہ یاد آیا اس کو بھی تحریر کرتا چلوں، میرٹھ ہی کے حضرت والا کے ایک مرید نے عمدہ قسم کا کمبل جو

بڑا نفیس اور دیکھنے میں بڑا خوبصورت تھا باہر سے منگایا اور اس کو لے کر حضرت کے یہاں سہارنپور پہونچے میں بھی ساتھ تھا آپ کی خدمت میں اس کو پیش کیا آپ نے اس کو دیکھا اور الٹا، پلٹا اور یوں فرمایا

''ماشاء اللہ بہت عمدہ ہے مجھ سے اس کی حفاظت نہیں ہوگی اگر کہیں یہ گم ہوگیا تو غم ہوگا اور اگر کوئی اسے اٹھا کر لے گیا تو مجھ سے منع نہیں ہوگا اور اپنے پیروں پر ڈال کر فرمانے لگے میں نے اس کو قبول کرلیا اب تم اس کو میری طرف سے لیجاؤ، بچے استعمال کرلیں گے اور واپس فرمادیا''

ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں لفافہ پیش کیا جس میں کثیر رقم تھی اور فرمایا یہ میری طیب کمائی میں سے ہے میں بہت دن سے سوچ رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں پیش کروں لہٰذا آپ قبول فرمالیں بسیار اصرار کے بعد آپ نے یہ کہہ کر واپس فرمادیا

''ہدیہ اتنا دیا جائے جو لینے والے پر بھی بوجھ نہ ہو'' اور ارشاد فرمایا ہمارے ناظم صاحب (حضرت مولانا اسعد اللہؒ) کی خدمت میں جب کوئی آپ کے پاس آتا اور ہدیہ دیتا تو فرماتے، کتنے بچے ہیں آمدنی کتنی ہے پھر اس کو فہمائش فرماتے اور کفایت شعاری کی تعلیم دیتے اور اگر آنے والا کوئی متعارف ہوتا تو جو مناسب سمجھتے قبول فرمالیتے۔''

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے معتقدین ومریدین کا اتنا زبردست حلقہ تھا اگر وہ چاہتے تو سب کچھ سامان عیش مہیا کرسکتے تھے لیکن انہوں نے اپنی پوری زندگی معمولی سے مکان میں کرایہ پر گذاری جب کہ ان کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے والوں نے دیکھتے ہی دیکھتے عالیشان کوٹھیاں تیار کرڈالیں۔

یہی وجہ تھی آپ کی مقبولیت ملک کے ہر طبقہ اور ہر قوم میں عام تھی حتی کہ جن حضرات کو آپ سے اختلاف تھا ان کے قلوب بھی حضرت ممدوح کی عزت وعظمت سے بھرپور تھے اور وہ آپ کے کمالاتِ ظاہر وباطن کے ہمیشہ معترف رہے۔

انسان کی بلندی کا تیسرا معیار یہ ہے کہ آدمی کو اپنے عیوب کا استحضار اور اپنے نفس سے بدگمانی ہو حضرت والا کی زندگی کا یہ گوشہ بھی ایسا نہیں ہے جو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو اپنے نہیں غیر بھی، خواص نہیں عوام بھی، عالم نہیں جاہل بھی سب بخوبی واقف ہیں کہ حضرت والا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے، سادگی اور تواضع آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی معاملہ مدرسہ مظاہر علوم کے مدرسین وملازمین کا ہو یا آپ کے معتقدین ومریدین کا میں نے کبھی ان کو حاکمانہ برتاؤ کرتے نہیں دیکھا بلکہ وہ ہمیشہ رواداری، اغماض، شفقت ومروت کے قائل رہے وہ اپنے سامنے دوسروں کو ترجیح دیتے، اپنی رائے کے مقابلہ میں دوسروں کی رائے کو فوقیت دیتے اور اپنے کو کمتر سمجھتے تھے۔

ابھی دسمبر ۲۰۰۳ء کے آخری عشرہ میں سہارنپور جانا ہوا تو مجھے بابو محمد عمران صاحب نے سنایا کہ دفتر تعلیمات

کے اندر میں ایک آدمی کو سمجھا رہا تھا لیکن ان کی سمجھ میں میری بات نہیں آرہی تھی میں نے مکرر سہ کرر ان کو فہمائش کی، دھوپ میں حضرت والا اپنے اوپر چادر ڈالے ہوئے صحن میں لیٹے ہوئے تھے جب میں دفتر تعلیمات سے اٹھا اور حضرت کے پاس سے گذرا تو آپ نے مجھ سے یوں فرمایا

''یہ تو مجھ سے بھی زیادہ بدھو نکلا''

وہ اپنے اکابر واسلاف کے کمالات ومحاسن، تواضع ومتانت کا ایک مجسمہ تھے ان کی نظیر اس دور میں پیش نہیں کی جاسکتی ایسے انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

حالت مرض ہو یا صحت، پابندی سے آپ کو شدید انقباض ہوتا ۱۹۹۴ء میں آپ کے دماغ کا آپریشن شہر میرٹھ میں ہی ہوا، زائرین کا تانتا بندھ گیا لوک پریا ہسپتال میں ٹوپیاں ہی ٹوپیاں نظر آنے لگیں، مالک ہسپتال پریشان، ڈاکٹر علیحدہ حیران جب کچھ نہ بن پڑا تو اعلان کر دیا گیا۔

''ملاقات کا سلسلہ بند''

اس وقت یہ راقم حضرت والا کے کمرہ میں ہی تھا اب حضرت پر گویا کہ قیامت صغریٰ ٹوٹ پڑی، چہرہ پر بجائے بشاشت کے کبیدگی کے اثرات نمایاں ہونے لگے اور زبان سے کچھ کم وبیش یوں فرمانے لگے۔

''لوگ میری وجہ سے آرہے ہیں سفر کی تکلیف انہوں نے میری خاطر اٹھائیں''

تو بندہ نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت یہ ڈاکٹر لوگ تو ایسے ہی پابندی کرتے ہیں اگر یہ ایسا نہ کریں تو ان کا رعب کیسے ہوگا میں دیکھتا ہوں ایک ایک کر کے ملاقات کراتا ہوں چنانچہ میں نے اور مولوی محمد تحسین مرحوم نے ایک ایک دو دو کر کے سب کی ملاقات کرادی اب حضرت والا بہت خوش ہوئے، خوب دعائیں دیں۔

حضرت والا اپنے نفس سے بے خوف ہی نہیں بلکہ اپنے کو کمتر سمجھتے اور اپنے عیوب کا ہمیشہ استحضار رہتا، ستمبر ۱۹۹۹ء میں آپ میرٹھ تشریف لا رہے تھے راستہ میں اچانک طبیعت خراب ہوگئی، ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا گیا ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق آپ کو ''جسونت رائے نرسنگ ہوم'' میں لیجایا گیا اور تین روز وہیں علاج ہوتا رہا۔

''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید''

ہسپتال کے مریض مسلم، غیر مسلم، جوان، بوڑھے، حضرت والا کے پاس آنے لگے تو آپ پر اچانک گریہ وبکا طاری ہو گیا اور آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

یہ ماجرا دیکھ کر حاضرین بھی لرزہ براندام اور گھبرا گئے میں نے ہمت کر کے عرض کیا حضرت! کیا بات ہوگئی آپ اتنا کیوں گھبرا رہے ہیں تو آپ نے اسی حالت میں یوں بیان فرمایا

''عمل تو اپنا کچھ نہیں لوگ عزت کرتے ہیں احترام سے پیش آتے ہیں کہیں یہ استدراج تو نہیں اور پھر آبدیدہ ہوگئے''

تو میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ جس کو استدراج میں مبتلا فرماتے ہیں اس کو استدراج کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا سنستدرجهم من حيث لا يعلمون یعنی ہم ان کو اس طرح ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا اور بعض اکابر کو مخلوق کا رجوع دیکھ کر جو استدراج کا خوف ہوا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ان کو استدراج نہیں ہے اس لئے کہ جو متدرج ہوتا ہے وہ استدراج سے بے خوف وخطر ہوتا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر آپ نے بڑے والہانہ انداز میں فرمایا

''اپنے پاس نہ علم ہے اور نہ ہی عمل اور نہ کوئی کمال، اللہ رب العزت اپنا فضل فرمادے تو یہ اس کا کرم ہے''

یہ تھی حضرت والا کی تواضع اور بے نفسی، حالانکہ ان کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ وہ اپنے اسلاف کے سچے جانشین اور اخلاق وانسانیت کی صف اول کے بزرگوں میں تھے۔

ملت اسلام کا تھا تو درخشاں آفتاب

غیر ممکن ہے کہ اب پیدا ہو تیرا پھر جواب

ہائے افسوس ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بروز دوشنبہ بوقت نصف النہار ہم سب سے روٹھ کر وہ اپنے رب حقیقی سے جا ملے.......... رحمة الله رحمة واسعةً۔

زندگی بھی خوب گذری اور موت بھی بڑی پاکیزہ پائی.......... طاب حياً وميتاً

حضرت والا کے سانحہ ارتحال کی جیسے ہی خبر ملی بتا نہیں سکتا دل ودماغ پر کیا گذری، دیر تک ان کی یادوں میں کھویا ہوا آنسو بہاتا رہا تقریباً سات بجے شب میں ہم لوگ سہارنپور پہونچے، نماز عشاء اور تراویح سے فارغ ہوئے تو ٹھیک آٹھ بج چکے تھے جنازہ بھی دہلی سے آٹھ بجے کے بعد ہی پہنچا۔

خدا جانے اس قدر ہجوم اچانک کہاں سے ٹوٹ پڑا لاکھوں کا مجمع ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آرہا تھا، لوگ جس شخصیت کے اِردگرد اس کی حیات میں جمع رہتے تھے اب اس کے جسد خاکی کی زیارت کیلئے ٹوٹے پڑ رہے تھے۔

قضا کس کو نہیں آتی یوں تو سب کو آتی ہے

پر اُس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

باوجودیکہ انتظامیہ اور پولیس افسران پورے انتظام میں لگے تھے لیکن مجمع پر کنٹرول دشوار ہوگیا اور ٹھیک تقریباً ۱۲ ؍بجے شب میں جنازہ اپنی آخری آرامگاہ قبرستان حاجی شاہ کمال الدین بزبان حال یوں کہتا ہوا پہنچا۔

شکریہ اے قبر تک پہونچانے والو شکریہ

اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

آج حضرت فقیہ الاسلامؒ اس دنیا میں موجود نہیں لیکن وہ غیر موجود بھی نہیں کیونکہ ان کا مشن موجود، ان کا علم موجود، ان کا نمونۂ عمل موجود، وہ اپنے جسد خاکی کے اعتبار سے غیر موجود لیکن معنوی محبت انکی آج بھی موجود ہے اور پھر موت تو انتقال مکانی کا نام ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ اس پر شاہد عدل ہے۔

میکدہ تو جوں کا توں ہے صرف اتنا فرق ہے
آج پردہ میں ہے ساقی اور کل بے پردہ تھا

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ انتقال سے قبل اپنی ڈائری میں یہ شعر تحریر فرما گئے تھے۔

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر درحقیقت گھر گیا

تو معلوم ہوا موت انقطاع تعلق کا نام نہیں تعلق تو برقرار رہتا ہے، دنیا والوں کے پیغامات مرنے والے کو پہونچتے رہتے ہیں اور اس کی دعائیں دنیا میں موجود لوگوں کے شامل حال رہتی ہیں۔

جانیوالی شخصیت کی کتنی ہی اہم اور بھاری بھر کم کیوں نہ ہو ہر ایک کو اپنے اعزہ اور متعلقین سے ایک امید لگی رہتی ہے کہ کون اس کو دعا اور ایصالِ ثواب میں یاد رکھتا ہے اور کون ہے جو اس کے نقش قدم پر چل کر اس کیلئے صدقہ جاریہ بنتا ہے تو اس پر غم کیسا؟

ہاں البتہ جانے والے سے جو ہمارے منافع وابستہ تھے وہ منقطع ہو جاتے ہیں جس پر غم بھی ہوتا ہے اور تکلیف بھی محسوس ہوتی ہے اب اس کے ازالہ کا سب سے مفید اور کار آمد نسخہ ہمارے پاس تلاوت قرآن ہے جو زبانوں پر جاری ہو کر دلوں کے لئے تسلی اور سکون کا ذریعہ ہوگا اور حضرت مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب۔

مصیبت کو مصیبت اور غم سمجھ کر بیٹھ جانا اور زبانی جمع خرچ کرنا یہ غم نہیں ہے بلکہ غم غلط کرنے کا یہی واحد علاج اور طریق ہے کہ ان کیلئے تلاوت قرآن کے ذریعہ ایصال ثواب کیا جائے زیادہ نہ ہو سکے تو کم از کم ہر نماز کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر مرحوم کو ثواب پہونچایا جائے اور جن کاموں میں انہوں نے اپنی پوری زندگی کھپا دی ان کاموں میں لگ جائیں اس طریق سے غم بھی رفع ہوگا اور جانے والے کو بھی انشاء اللہ راحت نصیب ہوگی۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی خدمت میں ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میرے گردے میں درد ہے اس کے لئے کوئی دعا بتلا دیں؟ فرمایا ہر نماز کے بعد اا مرتبہ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا. فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے درد کی جگہ پھیر لیا کرو۔ (ملفوظات فقیہ الاسلامؒ ص ۶۴)

فقیہ الاسلامؒ کا مصلحانہ طریق

............مفتی ایوب صابر ہرسولوی مدرسہ عربیہ نوریہ بڑوت

مسیح الامت حضرت جلال آبادی علیہ الرحمۃ سے وابستہ افراد چونکہ مزاج مسیحائی یعنی زبانی ارشادات عالیہ سے فیضیاب ہوتے آرہے تھے اور یہ سننا سنانا گویا کہ عادت ثانیہ بن چکی تھی، اس مزاج سے بالکل عجیب مزاج ان حضرات نے دیکھا حضرت فقیہ الاسلامؒ کا کہ وہاں عموماً خاموشی رہتی تھی، لیکن کوئی سالک وطالب جب اپنا حال پیش کرتا تو علاج اور نسخے وہی ملتے جوانہوں نے کتب تھانوی میں پڑھے ہوتے اس معنیٰ کر تسلی ہو جانا لازمی امر تھا۔

ایک روز راقم سے مرشد الامت حضرت مفتی مہربان علیؒ نے سہارنپور خدمت والا سے واپسی پر فرمایا کہ حضرت والا کے یہاں اصلاح بھی خاموشی کے ساتھ ہوتی ہے، بزرگوں سے سننے کوملا تھا کہ بزرگوں کی نگاہ وتوجہ سے آدمی کو فیضان ہوتا ہے لیکن اس کا عملی مشاہدہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے یہاں نظر آیا، حضرت والا اکثر مجلس میں خاموش رہتے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں **دائم الفکرہ، طویل الصمت** کے الفاظ، شمائل ترمذی اور مشکوٰۃ میں وارد ہوئے ہیں۔ تاہم مجلس میں بیٹھے ہوئے افراد کو نگاہِ مبارک سے دیکھتے رہتے تھے کہ کون کس حال میں ہے اور اپنی اس توجہ سے سالک کی باطنی معراج اور حالت کو پہچان جاتے تھے، مریض کے مرض کی تشخیص اور اس کا علاج وہی ہوتا جو حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا تھا جیسا کہ اس پر آپ کے اصلاحی خطوط شاہد عدل ہیں اور دو اصلاحی خط ہم اس سلسلہ کے نقل کررہے ہیں، یہ دونوں مبارک خط حضرت مفتی مہربان علیہ الرحمۃ کے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت والا بڑوت تشریف لائے ہوئے تھے، خادم مولوی محمد تحسین ساتھ تھے، کار میں مولوی تحسین آگے اور حضرت والا پیچھے تشریف فرما تھے، چلتی کار میں جب انہوں نے پیک تھوکا تو چند چھینٹیں حضرت والا پر پڑیں حضرت والا نے مولوی تحسین کو مخاطب کرکے فرمایا، تحسین یہ کیا تھا'' بس مولوی تحسین پسینہ سے شرابور ہو گئے اور نادم ہو گئے، فقیہ الاسلام کا انداز اصلاحی کچھ ایسا درد بھرا اور اثر انداز ہوتا کہ باوجود شدت وحدت سے کچھ نہ فرمانے کے جب درددل سے کسی کو کچھ فرماتے تو وہ آبدیدہ ہوتا نظر آتا، بہت سوں کو راقم نے مجلس میں چشم نم دیکھا ہے۔

ایک واقعہ جس کا مشاہدہ میری آنکھوں نے کیا، استاد محترم جناب مفتی نصیر احمد صاحبؒ جب رجوع ہوئے اور قلیل مدت میں خلعت خلافت کے مستحق بنے جس وقت حضرت والاؒ نے استاد مرحوم کو اجازت نامہ دیا، اس وقت فرمایا کہ حق تو یہ تھا کہ آپ مجھے اجازت دیتے آپ بڑے ہیں لیکن چونکہ بڑوں سے ایک روایت جاری

ہے اس لئے اس کو قبول فرمالیجئے۔

میں نے استاد محترم کی حالت دیکھی وہ دن بھر آبدیدہ رہے اور جب رہا نہ گیا تو یوں فرمایا کہ حضرت والا کی فنائیت سے میرا دل پانی پانی ہوگیا اور دل پگھل گیا بھلا کہاں میں اور کہاں وہ ذات سراپا عبدیت دیکھئے اس مختصر سے جملہ میں کیا تریاق رکھا تھا جس نے سننے والے کے دل کو موم بنادیا'' اور حضرت والا کی شان مصلحانہ کا قائل بنادیا دوسری طرف مرشدی حضرت مولانا مفتی مہربان علیہ الرحمۃ کا جب پہلا عریضہ خدمت والا میں پہونچا تو ایک ہی جملہ سے زندگی بھر کی ناکہ بندی فرمادی تحریر فرمایا

''یہ خیال رہے ہر شیخ کا طریق اصلاح جدا جدا ہوتا ہے سالک یا سابقہ شیخ کے جوابات سے وزن کرتا ہے یا ہم عصر اکابر کے ارشادات سے''

اس جواب نے تمام شبہات وخیالات کا دفعیہ فرمادیا یہ تھی حضرت فقیہ الاسلام کی مصلحانہ شان، وہ اکثر اپنے عمل وطریقہ سے سالکین کی اصلاح فرماتے ارشاد کم ہوتا عمل زیادہ ہوتا تھا ہدیہ کے معاملہ میں وہ کس وناکس کا ہدیہ یا متردد کا ہدیہ قبول نہ فرماتے''

رات میں یا دوپہر میں ان کا مزاج لباس بدلنے کا تھا جس میں عموماً لنگی اور ایک کرتہ جو عام قمیص سے بہت چھوٹا، لیکن یہ خیال نہ ہوتا کہ واردین وصادرین کیا سمجھیں گے بلکہ اپنے اس عمل سے احیاء سنت اور سالکین کی اصلاح پیش نظر ہوتی اور اتباع سنت پر عمل ہوتا کمافی زادالمعاد۔

آپ کی کوئی مجلس شاید ہی ایسی ہوگی جس میں حاضرین پر گریہ طاری نہ ہوتا ہو آنکھیں اشکبار اور قلب پر رقت طاری نہ ہوتی ہو'

بعض اپنی بدحالی اور پریشانی کا شکوہ کرتے تو آپ کی ذات ستودہ صفات سراپا غم خواری اور ہمدردی ایسی بن جاتی کہ مریض اپنے مرض کو بھول جاتا اور اسے ایسی تسلی ہوتی کہ اس کا غم کافور ہو چکا ہوتا اور غم کم یا ختم سمجھ کر مجلس سے اٹھتا، نگاہ مظفری اور دعائے مظفری سے وہ کامیاب وبامراد ہوتا''

پہلا اصلاحی خط

حال:۔ معظم ومحترم حضرت مفتی صاحب مدفیوضہم

تحقیق:۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حال:۔ آپ کی دعاؤں سے بخیر ہرسولی پہنچ گیا تقریباً بیس گھنٹے آپ کی خدمت میں گذار کر روح کو بڑا سکون حاصل ہوا۔

تحقیق:۔ الحمدللہ

حال:۔آپ کی بے پناہ شفقت اور نظر عنایت نے گرویدہ بنادیا
تحقیق:۔یہ آپ کی محبت اور حسنِ ظن ہے۔
حال:۔احقر کو اطمینان ہوگیا کہ روحانی عقدے آپ سے حل ہوجایا کریں گے۔
تحقیق:۔مبارک ہومناسبت ہی شرط اولین ہے یہ حاصل ہوجائے تو یہ راہ آسان اور تمام عقدے حل ہوجاتے ہیں۔
حال:۔احقر محتاج ہے کہ اپنی اصلاح بلارعایت کرائے حضرت سیدی مسیح الامت نوراللہ مرقدہٗ ایک طرف شفقت عنایت فرماتے اور دوسری طرف اصلاح میں درگذر نہ فرماتے۔
تحقیق:۔یہ خیال رہے کہ ہر شیخ کا طریقہ اصلاح جدا جدا ہوتا ہے۔
حال:۔مجھ ایسا نکما اس قابل تھا کہ دربار میں داخلہ کی بھی اجازت نہ ملتی چہ جائیکہ درباریوں میں شمار اور قریب کا موقع، اس کو ذرہ نوازی کہنا بھی گستاخی معلوم ہوتا ہے چونکہ یہاں تو ذرہ بھی نہیں محض نوازش ہے۔
تحقیق:۔جو کچھ بھی کچھ بنا ہے اس عاجزی اور انکساری کے سبب۔
حال:۔آئندہ عریضہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اپنا نظام الاوقات عرض کروں گا۔

فقط احقر مہربان علی بڑوتی
۲۰/۳/۱۴۰۴ھ

اجازت نامہ پر نا اہلیت نامہ

حال:۔مخدوم ومطاع حضرت سیدی وسندی وملجائی لازالت عنایاتکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
تحقیق:۔محترم مکرم زید مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حال:۔آپ کی دعاؤں سے خیریت ہے جمعرات کی دوپہر جب والا نامہ آنکھوں کے سامنے آیا تو آنکھوں نے آنسو بہانا شروع کردئے اور سکتہ جیسی کیفیت ہوگئی کہ میں پورا نا اہل خوب نکما اور حضرت والا کا اس قدر حُسنِ ظن اللہ رے اللہ چہ نسبت خاک رابعالم پاک۔
احقر نے جس خواب میں حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت کی اور آپ کی خدمت میں لکھ کر بھی بھیجا ہے اس میں حضرت کا ایک ارشاد یہ بھی تھا کہ ہم نے تمہارا ایک سو پانچواں نمبر لگادیا ہے اور تمہارا دل چاہے تو دہلی جاکر دیکھ آؤ حضرت کے ہمراہ ایک خادم تھے، خادم کے ہاتھ میں حضرت کے خلفاء

کی فہرست تھی جس میں ایک سو سات نمبر درج تھے میں نے خواب تو لکھ دیا لیکن شرم کے مارے اس جزء کو نہ لکھا مجھے کیا خبر تھی کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی شکل میں میرے حضرت ہی ارشاد فرمارہے ہیں بلکہ ارقام فرمارہے ہیں یہ بات تو خواب سے متعلق تھی اب اصل بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ اللہ حاضر ناظر ہے قسمیہ کہتا ہوں میں اس بوجھ اور امانت کا اہل خود کو یقیناً نہیں سمجھتا۔

تحقیق:۔یہ سمجھنا ہی اہلیت کی نشانی ہے۔

حال:۔موٹے موٹے حقوق کی تکمیل میں قصوروار رہتا ہوں اس لطیف امانت بلکہ الطف شئی کے حقوق کی ادائیگی کیسے کرسکوں گا حضرت میں ہمیشہ حق تعالیٰ سے یہ التجا کرتا رہا ہوں، اے مولی! میرا اور تیرا معاملہ ہے مجھے تو اس طرح رکھ جو شہرت نہ ہو میں اب تک، یہ سوچتا تھا کہ میری دعا قبول ہے لیکن اب دل مضطرب ہے اور حیران ہے یہ کیا ہوا کہ احقر نے اب تک نہ کسی سے ذکر کیا۔

تحقیق:۔اپنے مخلص دوستوں سے اطلاع کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔

حال:۔اور عدم صلاحیت کی وجہ سے نہ ارادہ ہوتا بس یہی خیال کیا کہ بس اپنے حضرت سے ہی عرض کرتا ہوں کسی ایک جگہ جلسہ میں نہیں جاتا اجتماعات میں شرکت نہیں کرتا شادیوں میں قطعاً شریک نہیں ہوتا بڑوت اپنے گھر جاتا ہوں سب چھوٹے بڑے محبت اور شفقت کرتے ہیں مسجد میں کچھ کہنے کے لئے فرماتے ہیں لیکن مجھے حیاء مانع ہوتی ہے اور اکثر کچھ کہا نہیں جاتا اور اصل یہ ہے کہ کچھ آتا ہو تو کہنے کی ہمت ہو اپنے کو خالی پاتا ہوں درس میں تو کتاب سامنے ہوتی ہے جو بن پڑتا ہے بتادیتا ہوں نماز کا سلام پھرنے پر کوئی طالب علم ادباً پیچھے ہٹنا چاہے تو احقر کو شرم آتی ہے کہ اللہ سامنے موجود پھر اس ناکارہ کا کیا ادب کوئی میرے لئے کھڑا ہو بالکل پسند نہیں چارزانو نہیں بیٹھا جاتا، اپنے حجرے میں یا درس میں حتی کہ بعض اوقات تو سوتے وقت پیر پھیلانے بھی مشکل ہوجاتے ہیں اور پھیلتے ہی نہیں شرم آتی ہے اور یہ معاملہ دن بدن زیادہ ہے جب کریم آقا کا لطف وکرم یہ عاجز خود پر بارش کی طرح دیکھتا ہے تو حیا اور بھی بڑھ جاتی ہے احقر کا یقین ہے جس میں شبہ بدرجہ خیال بھی نہیں کہ میرے حضرت اس سیہ کار پر خصوصی توجہ فرمارہے ہیں جس کے ثمرات اور برکات خوب خوب مجھے مل رہے ہیں، اس سے بڑھ کر خاص توجہ اور کیا ہوگی کہ احقر کی فکر کا رخ صحیح ہوگیا۔

چند روز ہوئے احقر نے خواب دیکھا جے پور ایک مقام ہے ایک چھوٹی مسجد ہے عصر کا وقت ہے نماز ہوچکی مجلس لگی ہوئی ہے حضرت مولانا علی میاں صاحب کتاب پڑھ رہے ہیں تھوڑی دیر بعد مجلس ختم ہوگئی، مولانا صلاح الدین صاحب احقر کے ہم وطن جو مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوکر آئے وہ بھی شریک مجلس ہیں وہ بڑے مدرسہ میں چلنے پر اصرار کرنے لگے لیکن احقر نے عذر کردیا مسجد کے قریب ہی حضرت مولانا علی میاں صاحب کا

مکان ہے وہ اپنے مکان میں تشریف لے گئے اس مسجد کے ملحق عمدہ قسم کا اسپتال ہے جس میں صرف دماغ کا آپریشن ہوتا ہے نئی نئی کمپیوٹر کی مشینیں اور آلات لگے ہوئے ہیں احقر ایک ایک کر کے خود کار مشین دیکھنے لگا۔

تحقیق:۔ ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ آپ کی فہم وبصیرت میں برکت عطا فرمائے۔ پہلے دن اس خواب کی تعبیر کچھ سمجھ میں نہ آئی دوسرے دن یکا یک ذہن چلا اور آپ کی برکت سے سارا خواب سمجھ میں آ گیا مسجد اس کے قریب مکان اور مجلس اور اس کا وقت یہ سب نقشہ تو اپنے حضرت کا ہے ورنہ میں کبھی لکھنؤ نہیں گیا مولانا مکان مسجد وغیرہ کچھ نہیں دیکھا پھر مولانا کا دیکھنا اس طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ مولانا کے یہاں ہے وہ سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں موجود ہے دماغی آپریشن کا ہسپتال اشارہ ہے اس طرف کہ فکر کا رخ اگر غلط ہے تو یہ دماغی خلل کے مشابہ ہے اور اس کا آپریشن قوت فکریہ کا صحیح ہوجانا ہے اور اس کا انتظام الحمد للہ میرے حضرت کے یہاں موجود ہے جس کا مشاہدہ حق الیقین کے درجہ میں احقر خود کر چکا ہے۔

بس میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ میرے حضرت کا فیض ساری دنیا میں پھیلے، پورا عالم منور جائے مجھ سے ذرا کوئی مشورہ لیتا ہے خواہ وہ میرے اساتذہ میں سے ہو یا احباب میں فوراً حضرت مرشد کا پتہ بتاتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں کہ میں تو نااہل ہوں کیا بعید ہے یہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کر کے بہت بلندی پر پہنچ جائے اور میری بھی نجات کا سبب اور ذریعہ ہوجائے بات قدرے طویل ہوجاتی ہے اور اپنے وعدہ اختصار پر نہیں رہا جاتا چونکہ سکونِ دل اس قدر ملتا ہے جیسے ماں کی گود میں بچہ کو۔ والسلام

احقر مہربان علی بڑوتی مدرسہ عربیہ امداد الاسلام ہرسولی

۲۰/۷/۱۴۱۴

اہل قبور سے استفادہ؟

ایک صاحب نے عرض کیا کہ مردہ کی قبر کے پاس جو لوگ مراقب ہوتے ہیں یہ کیسا ہے؟

فرمایا اس میں کیا فائدہ ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ زندہ بزرگوں سے استفادہ نہیں کر سکتے وہ مردوں سے کیا فیض حاصل کریں گے۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس سے دوسرے لوگوں کے لئے فتنہ اور بدعت کا دروازہ کھلتا ہے اس لئے ایسی چیزوں سے پرہیز کیا جائے راقم نے عرض کیا حضرت گنگوہیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت کیا اہل قبور سے فیض ہوتا ہے آخر میں حضرت کی بینائی کمزور ہوگئی تھی حضرت نے سوال کیا کہ فیض حاصل کرنے والا کون ہے سائل نے عرض کیا حضرت مثلاً میں، فرمایا نہیں ہوتا، یہ سائل کی نسبت سے فرمایا ہوگا۔ (ارشادات فقیہ الاسلام ص۔۲۰)

ایک یادگار علمی وروحانی سفر

مفتی نذر توحید مظاہری ناظم مدرسہ رشید العلوم چترا

۲۶/اکتوبر ۹۱ء کو اچانک جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب اور مولوی عین الحق رانچوی متعلم مظاہر علوم وقف سہارنپور جامعہ رشید العلوم چترا تشریف لائے اور مژدہ جانفزا سنایا کہ جامع الکمالات، منبع فیوض و برکات، فقیہ دوراں، محدث زماں، سراپا زہد وورع، پیکر صبر وتحمل، صاحب اسرار طریقت، فقیہ الاسلام حضرت مولانا حافظ قاری مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلی مظاہر علوم وقف سہارنپور ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۱ء کو چترا میں جلوہ افروز ہورہے ہیں، واضح ہو کہ بندہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے قافلہ میں گرد کارواں کی حیثیت سے شامل تھا، رمضان المبارک کی تعطیل میں وطن حاضری ہوئی تھی، والد بزرگوار حضرت مولانا شفیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم جامعہ رشید العلوم چترا کی مسلسل علالت کی وجہ سے سہارنپور واپسی نہیں ہوسکی تھی کہ ۲۴/ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ بمطابق ۷/جولائی ۱۹۹۱ء کو والد محترم کا انتقال ہوگیا۔

والد بزرگوار کے انتقال پر ملال کے بعد جامعہ رشید العلوم چترا کی ذمہ داری اس ناتواں کے کاندھوں پر ڈال دی گئی، جامعہ کی مصروفیتوں کی وجہ سے سہارنپور حاضری نہ ہوسکی تھی اور حضرت والا کی آمد کی اطلاع سے مسرت کی لہر دوڑ گئی، مظاہر علوم کے فضلاء کو جب یہ خبر ہوئی تو پروگرام مرتب کیا اور حضرت والا کی آمد کے موقع پر ایک استقبالیہ پروگرام ترتیب دیا گیا اور جلدی میں اعلان کرادیا گیا، بندہ اور جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب گاڑی لیکر گیا اسٹیشن ۱۹/ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ بمطابق ۲۹/اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز منگل حاضر ہوئے، حضرت والا اوران کے ہمراہ خادم خاص جناب مولانا محمد تحسین مرحوم گیا شہر پہنچے۔ گیا اسٹیشن پر حضرت کے تلامذہ مولانا محمد ارشد مظاہری، مولانا محمد ابرار عالم مظاہری اور جامع مسجد گیا کے امام وخطیب مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔

امام صاحب کے اصرار پر جامع مسجد تشریف لے گئے ناشتہ اور ضروریات سے فراغت کے بعد ہم لوگ گیا کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں مدرسہ رحمت العلوم جوری میں چند منٹوں کے لئے رکے، حضرت والا کی آمد کی خبر سن کر اہل قریہ بھی جمع ہوگئے، آپ نے بہت مختصراً نصیحت فرمائی کہ اپنے تمام کاموں کو انجام دیتے ہوئے دین کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اسلام دینِ فطرت ہے اس کے احکام پر عمل کرنا چاہیے، اس کے بعد چترا کیلئے روانہ ہوئے ڈیڑھ بجے دوپہر چترا پہنچ کر غسل فرمایا اور نماز ظہر ادا فرمائی، بعد نماز مغرب جلسہ منعقد ہوا، تلاوت ونعت کے بعد حضرت والا کو سپاس نامہ پیش کیا گیا جس میں جامعہ رشید العلوم کا تعلق مظاہر علوم کے ساتھ کس قدر قدیم، دیرینہ رہا ہے اس پر روشنی ڈالی گئی اور ہر طرح کی مظاہر علوم کے لئے تعاون اور قربانیوں کی یقین دہانی

کرائی گئی ،اس جلسہ کے اناؤنسر جناب مولانا ڈاکٹر اقبال نیر صاحب مظاہری تھے انہوں نے حضرت والا کا تعارف ،آپ کی عظمتوں کا اقرار اورآپ کی ولایت کا نہایت والہانہ انداز میں تذکرہ کیا، پھر حضرت والا نے تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آپ بھی اللہ کے ولی ہیں بس دو کام کیجئے ایک فرائض کا اہتمام اور رات کو سونے سے قبل تمام ضروریات سے فارغ ہوکر اپنا محاسبہ کیجئے ان شاء اللہ آپ بھی ولی ہوجائیں گے اور ارشاد فرمایا کہ مدارس دینیہ کی آبیاری کرتے رہئے اور اس مدرسہ کے تعاون سے دریغ نہ کریں۔موقع کو غنیمت جانتے ہوئے جامعہ رشید العلوم چترا میں باضابطہ دارالافتاء کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

۲۰ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ کو چترا سے روانگی ہوئی ،راستہ میں بالوماتھ قیام ہوا ،لوگوں کا مجمع تھا مختصراً تقریر فرمائی اور احکام شرعیہ پر عمل کی تلقین نیز سونے سے قبل موت کے مراقبہ کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ اس سے ان شاء اللہ زندگی میں انقلاب آجائے گا پھر مدرسہ خیر العلوم بالوماتھ کے بانی مولانا رفیق عالم صاحب مظاہریؒ جو حضرت والا کے ہم درس وہم عصر تھے ان سے ملاقات فرمائی اس کے بعد روانگی ہوئی ،عصر کے وقت سونس ضلع رانچی پہنچے ،بعد نماز مغرب تربیت اولاد اور دینی تعلیم کی اہمیت پر مختصر اور جامع تقریر فرمائی پھر چٹول ضلع رانچی پہنچے اور وہاں سے مانڈر ضلع رانچی کیلئے روانگی ہوئی ،جہاں عشا کے بعد حضرت والا نے ایک جم غفیر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنا رشتہ اللہ تعالیٰ سے قائم فرمایئے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہیے۔رات میں یہیں قیام رہا، صبح ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ جمعرات کو چند منٹوں کے لئے بوڑھا کھکھرہ تشریف لے گئے وہاں سے موہن پور پہنچے وہاں بھی نماز ظہر کے بعد والدین کے حقوق پر ایک جامع تقریر فرمائی ،اس کے بعد کانکے کے لئے روانگی ہوئی ،حضرت والا کے تلمیذ ومسترشد حضرت مولانا محمد اختر صاحب مظاہری وہاں ایک مدرسہ چلاتے ہیں ان کے مدرسہ میں پہنچے ،نماز عصر ادا فرمائی بعد نماز مغرب حضرت والا کا بیان ہوا ،آپ نے فرمایا کہ اپنی زندگی کو اللہ کے حکم کے تابع کرو،فرائض کا اہتمام کرواور اللہ والوں سے رشتہ قائم رکھو،رات میں یہیں قیام ہوا صبح ناشتہ کا نظم گلستاں منزل میں تھا ،ناشتہ سے فراغت کے بعد کانکے پہنچے ،نماز جمعہ سے قبل مدینہ مسجد ہند پڑھی کے امام وخطیب مولانا قاری علیم الدین قاسمی کے اصرار پر حضرت والاؒ نے جمعہ سے قبل خطاب فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کریں اور اپنی زندگیوں کو سنتوں کے مطابق سنواریں ،حضرت والا نے جمعہ کا خطبہ بھی پڑھا اور جم غفیر نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی ،نماز سے فراغت پر مولانا محمد اختر صاحب ،ڈاکٹر محمد حنیف صاحب ،مولانا محمد تحسین مرحوم اور اس راقم الحروف کو خلوت میں بٹھا کر ارشاد فرمایا کہ تجھے اور مولانا محمد اختر کو اجازت بیعت وتلقین دیتا ہوں ،بعد نماز جمعہ کھانا تناول فرمایا پھر رانچی اسٹیشن کیلئے روانگی ہوئی ،۳ بجے کے بعد گاڑی تھی ،حضرت والا اسی گاڑی سے واپس تشریف لے گئے اور ۲۲ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ کو یہ مبارک ومسعود سفر مکمل ہوا ،اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر کی برکات کو تادیر قائم رکھے۔

☆☆☆

حضرت فقیہ الاسلام کے دعوتی اسفار

ابو ریحان مظاہری ....

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی طبیعت جلسے، جلوس، تقریبات اور پروگراموں میں شرکت کی نہیں تھی، وہ یکسومزاج اور تنہائی پسند تھے تاہم عوام الناس کے شدید اصرار اور ان کے عمومی نفع کے لئے دور دراز خطوں کے اسفار بھی فرمائے تھے جہاں آپ کے وعظ وتقاریر سے ایک طرف دینی خدمت اور شعائر اسلامی کے تشخص میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تو دوسری طرف متعدد افراد نے آپ سے روحانی رشتہ استوار کرکے اپنے دل کی دنیا روشن کی۔

اخیر عمر میں تو جلسوں کی مقبولیت کے لئے پوسٹروں اور اشتہارات میں صرف آپ کا اسم گرامی کافی ہوتا تھا اور آپ کے نام کی وجہ سے دور دراز کے لوگ کشاں کشاں چلے آتے تھے، بڑے بڑے اجتماعات میں آپ نے بہت وقیع اور تاریخی تقاریر فرمائی تھیں جن کو اگر جمع کیا جاتا تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہوسکتی تھیں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ہندوستان کے مختلف شہروں اور مغربی اترپردیش کے تقریباً اکثر دیہات ومواضعات کا دعوتی دورہ فرما چکے تھے، وہ کلکتہ، بنارس، پٹنہ، گورکھپور، رانچی، بستی لکھنؤ، الہ آباد، کانپور، بریلی، مرادآباد، بجنور، دہرہ دون، ہریدوار، نینی تال، مسوری، امروہہ، غازی آباد، جھانسی، بدایوں، دہلی، احمد آباد، فیروزآباد، جمشید پور، چترا، میرٹھ، بڑودہ، پونا، ناگپور، باغپت، بلندشہر، پانی پت، کشمیر، ہردوئی، بنگلور، ٹمکوراور ملک کے دیگر شہروں کے علاوہ بنگال، بہار، یوپی، اترپردیش، مہاراشٹر، ہریانہ، پنجاب، چھتیس گڑھ، گجرات، اترانچل، کرناٹک، مدھیہ پردیش اور راجستھان وغیرہ تشریف لیجاچکے تھے جہاں آپ نے پرمغز تقاریر اور خطابات فرمائے تھے، حضرت مولانا عبدالمالک صاحب مرحوم بھی آپ کے بعض اسفار میں بھی تشریف لیجاچکے تھے۔(۱)

---

(۱) حضرت مولانا عبدالمالک صاحب افسوس کہ گذشتہ ۲۷رذی الحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۸رفروری ۲۰۰۴ء کو سہارنپور میں طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے، آپ زبردست دینی قدروں کے حامل عالم باعمل تھے تقریر وخطابت پر ید طولی حاصل تھا، صاف گوئی اور حق پسندی کی وجہ سے ایک مخصوص طبقہ آپ کا ہمیشہ مخالف رہا لیکن مولانا موصوف مظاہر علوم کے عروج وارتقاء اور اس کی نشو ونما کیلئے ہر قسم کے خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کرکے وقف علی اللہ کے موقف پر سختی سے جمے رہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنے متعدد مکاتیب میں آپ کے طریقہ کار اور حسن کارکردگی کی تعریف وتحسین فرمائی، حضرت فقیہ الاسلامؒ اور آپ کے موقف کی نہ صرف مکمل حمایت فرمائی بلکہ اس سلسلہ میں آپ نے مختلف سختیاں برداشت کیں۔

۱۱رشوال المکرم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۹رمئی ۱۹۲۴ء کو آپ کا تولد ہوا، والد ماجد الحاج عبدالمجید صاحب نہایت صاف گو، باوضع اور عبادت گزار شخص تھے۔ موصوف نے مکمل تعلیم ابتدائی فارسی سے دورۂ حدیث شریف تک مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف صاحب پورقاضویؒ، سید المتواضعین حضرت مولانا منظور احمد خان صاحب سہارنپوریؒ، حضرت اقدس مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوریؒ، مفتی اعظم حضرت مولانا سعید احمد صاحب اجراڑویؒ اور امام النحو حضرت علامہ صدیق احمد کشمیری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

گجرات کا دعوتی سفر دو بار فرمایا تھا، پہلا سفر ۷/دسمبر ۱۹۹۵ء سے ۱۴/دسمبر ۱۹۹۵ء تک فرمایا، جس میں مختلف مقامات و جامعات اور مساجد میں آپ کی تقاریر ہوئیں جیسے مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل، جامعہ قاسمیہ کھروڈ، مدرسہ حمیدیہ پانولی، جامع مسجد لہارا، جامعہ قاسمیہ کھروڈ (دوبارہ) جامع مسجد ہتھورن، جامع مسجد انکلیشور، مدرسہ مصباح العلوم بچاؤں ضلع کچھ، مدرسہ کھرسرا، قصبہ انجار، موضع کٹرہ، مدرسہ علوم الاسلامیہ کچھ بھوج، مدرسہ فیضان القرآن احمد آباد، دارالعلوم بڑودہ اور دوسری اہم جگہوں پر مواعظ ہوئے۔

اس سفر میں جہاں مظاہر علوم کے مختلف فضلائے کرام سے ملاقاتیں ہوئیں وہیں حضرت کے بعض درسی رفقاء سے بھی ملاقات ہوئی، حضرت کے اس سفر کو نہایت کامیاب بنانے میں جن علماء کا بھرپور تعاون رہا ان میں مولانا محمد ابراہیم مظاہری، مولانا محمد الیاس مظاہری، مولانا عبدالحق سملک مظاہری، حافظ محمد عبداللہ، مفتی محمد عباس، مولانا ذوالفقار علی، مولانا شیر علی، مولانا خلیل احمد مظاہری، قاری عبدالحمید صاحب، مولانا محمد ایوب مظاہری، مولانا ابوالحسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ماٹلی والا، مولانا محمد حنیف صاحب شیخ الحدیث، مولانا عبدالحنان، شیخ الحدیث، قاری بندہ الٰہی صاحب، حافظ عبدالرحمٰن (لندن) حاجی محمد صدیق، مولانا ریاض احمد مظاہری، مفتی عبدالرحیم پالن پوری، مولانا اسمٰعیل وڈالی، عباس محمد پٹیل، علامہ رفیق احمد مظاہری، مولانا فضل احمد، مولانا خیر الرحمٰن، مولانا حکیم شیرین، مولانا ولی علی، مولانا سلیم احمد بڑودی اور دیگر اعیان علم اور اصحاب فضل وکمال نے بھرپور تعاون فرمایا تھا۔

۱۳۶۵ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت پائی اور ۵/ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ کو محرر اول مالیات کے عہدہ پر تقرر ہو گیا آپ کی حسن کارکردگی کے باعث ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ میں نائب مہتمم مالیات بنا دیا گیا اور ایک عرصہ تک نہایت خوبی کے ساتھ خدمات انجام دیتے رہے بالآخر اکابر مظاہر اور ارباب مدرسہ نے شعبان ۱۳۹۱ھ میں آپ کو مالیات کا مہتمم مقرر فرما دیا اور اخیر کے چند سالوں کو چھوڑ کر تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہ کر مدرسہ کی گوناگوں خدمات انجام دیں، مالیات کی فراہمی، غلہ اسکیم اور مدرسہ کے لئے ہندوستان کے اکثر علاقوں کے ہنگامی اسفار فرما چکے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور حضرت قاری محمد عباس صاحب بخاریؒ مکۃ المکرمہ نیز اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوریؒ سے بھی عقیدت مندانہ اور نیازمندانہ تعلقات رکھے۔

آپ نے چھ بار حج بیت اللہ کے لئے مبارک سفر فرمایا چنانچہ سب سے پہلی بار ۱۹۵۰ء میں ۳۱ سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اس کے بعد بالترتیب ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۵۶ء۔ ۱۹۶۰ء۔ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۲ء میں سفر حج کیا۔

جامعہ مظاہر علوم کے ناظم و متولی حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو آپ کی ذات پر بھرپور اعتماد اور اعتبار تھا مولانا موصوف نے اپنی جگر سوزی اور جس فکر مندی کے ساتھ ادارہ کی خدمات انجام دی ہیں اس کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔

۱۳/جنوری ۲۰۰۴ء جمعہ کے دن فالج کا حملہ ہوا جس کا براہ راست اثر دماغ پر ہوا ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب کے نرسنگ ہوم میں زیر علاج رہے لیکن آپ دواؤں کی حدود سے گزر چکے تھے بالآخر راہ حق کا یہ مسافر ۲۷/ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۸/فروری ۲۰۰۴ء کو راہیٔ ملک عدم ہوا، پسماندگان میں ۶ لڑکے اور ۴ لڑکیاں ہیں۔ دارالطلبہ قدیم جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور میں حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم و متولی نے نماز جنازہ پڑھائی اور گورستان حاجی شاہ کمال الدین میں ہزاروں سوگواروں نے سپرد خاک کیا۔ (ن۔م۔)

حضرت فقیہ الاسلامؒ کا دوسرا سفر ۲۹/نومبر ۱۹۹۶ء سے ۲/دسمبر ۱۹۹۶ء تک گجرات کا ہوا جس میں آپ کے عزیز مولانا محمد یعقوب بلند شہری ہمراہ تھے، حضرتؒ بذریعہ ہوائی جہاز ۲۹/نومبر ۱۹۹۶ء کو دہلی سے بمبئی کے شانتا کروز ایرپورٹ پر اترے اور بمبئی کے بعض اہم حضرات سے ملاقات اور جناب الحاج نور محمد صاحب کی بیٹی کے وصال پر تعزیت کے لئے ان کے گھر پہونچے، پھر بذریعہ ٹرین گجرات تشریف لے گئے جہاں آپ کے مختلف تقریری پروگراموں کا نظم تھا خاص طور پر جامعہ قاسمیہ کھڑوڈ میں بخاری شریف کی پروقار و پرانوار تقریب میں شرکت فرمانا تھا اس لئے گجرات تشریف لے گئے۔ جہاں جامع مسجد کا پودرا، مدرسہ جامعہ قاسمیہ کھڑوڈ، قصبہ ہانسوٹ، لوہارا ضلع سورت، دارالعلوم کنتھاریہ اور موضع ماٹلی کی مسجد میں آپ کے بصیرت افروز بیانات ہوئے۔

مذکورہ دونوں سفر گجرات کی مکمل تفصیل اور مواعظ کو مولانا محمد یعقوب بلند شہری نے دو جلدوں میں شائع کر دیا تھا، اس مختصر سفر میں حضرت والاؒ سے سیکڑوں علماء وفضلاء نے ملاقاتیں کیں حضرت مولانا فضل حق، حضرت مولانا محمد یوسف قاضی، مولانا محمد حنیف شیخ الحدیث، مولانا محمد ابراہیم مظاہری، مولانا محمد عبداللہ کاپودروی، مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مہتمم جامرہ مظہر سعادت ہانسوٹ اور مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

قابل ذکر ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ جب گجرات کے اس سفر میں تھے، ان ہی تاریخوں میں عالی جناب مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی بھی گجرات کے دورے پر تھے، مولانا مدنی کو کسی کے ذریعہ جب اطلاع ملی کہ حضرت فقیہ الاسلام گجرات تشریف لائے ہوئے ہیں تو مولانا اسعد صاحب بغرض ملاقات ہوائی جہاز کے ذریعہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس پہنچے اور ملاقات کے دوران فرمایا کہ صرف ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے خلیفہ ومجاز جناب مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی اور جناب حافظ محمد یامین صاحب ٹمکور کی درخواست اور اصرار پر ۱۴/مئی ۲۰۰۰ء کو بذریعہ طیارہ بنگلور کا تاریخی سفر فرمایا تھا جہاں متعدد مقامات پر آپ کے بیانات ہوئے تھے، سنا ہے ان بیانات کو مولانا مفتاحی صاحب مستقل کتاب کی شکل میں شائع کرنیکی تیاری فرما رہے ہیں۔ (بنگلور کا سفر نامہ دو قسطوں میں آئینہ مظاہر علوم جولائی، اگست ۲۰۰۰ء میں طبع ہو چکا ہے)

آپؒ نے گورکھپور کا بھی تاریخی سفر فرمایا تھا جہاں ہزاروں عقیدت مندوں نے آپ سے ملاقات اور شرف نیاز حاصل کیا تھا یہ تاریخی سفر آپ کے مسترشد جناب مولانا عبدالجلیل صاحب مظاہری اور جناب ماسٹر محمد اسرار اور دیگر متعلقین کے پیہم اصرار پر ہوا تھا، جہاں ایک کثیر تعداد حضرت کے دامن فیض سے وابستہ ہوئی تھی۔

اپنی گوناگوں مصروفیات اور ہجوم کار کے باوجود مختلف اجلاس میں شرکت بھی فرماتے تھے جن میں سے بعض اجلاس نہایت تاریخ ساز اور عظیم الشان تھے مثلاً آپکی زیر سرپرستی ''سیاہ بل'' کے خلاف سہارنپور میں ایک

عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں محتاط اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ افراد نے شرکت فرمائی تھی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس اجلاس میں مولانا سید محمود مدنی نے بھی شرکت کی تھی۔

اپنی عزلت پسند طبیعت اور ہجوم سے دور رہنے کے باوجود اسفار سے عموماً پرہیز فرماتے تھے لیکن جہاں عوام الناس کا دینی فائدہ اور مظاہر علوم کے لئے عمومی نفع محسوس ہوتا تو طبیعت کے ہزار انکار کے باوجود سفر فرماتے تھے، آپ کے اسفار اور ہجوم کار پر تفصیل سے لکھنے کیلئے طبیعت کا تقاضہ ہے مگر صفحات کی تنگی اور عدیم الفرصتی کے باعث آپ کے غیر ملکی دعوتی اسفار پر طائرانہ ڈالتا چلوں تا کہ آئندہ آپؒ کی شخصیت اور سوانح پر کام کرنے والوں کیلئے کچھ مثبت معلومات فراہم ہوسکیں۔

حضرت فقیہ لا اسلام کا سب سے پہلا غیر ملکی سفر ۲۴ ر سال کی عمر میں سرزمین برما کا ہوا تھا جس کے قائد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پورقاضویؒ تھے، اس سفر کے اصل محرک اور داعی حضرت اقدس مولانا محمد ابراہیم صاحب رنگونی مظاہری تھے جو وہاں کی سیاست میں بھی اہم عہدے پر فائز تھے اس لئے مولانا موصوف کی شخصیت اور وجاہت کے باعث بڑے بڑے اجتماعات منعقد ہوئے اعلیٰ پیمانے پر حکومت نے انتظام اور انصرام کا نظم کیا، اور خلق کثیر آپؒ کے علمی فیوض سے مستفیض ہوئی اور عام حضرات کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحب پورقاضویؒ نے بیعت توبہ بھی کرائی تھی، جس کی تفصیل ماہنامہ دور جدید اور ماہنامہ استقلال (رنگون) کی پرانی فائلوں اور مدرسہ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کا دوسرا سفر تھائی لینڈ کا ہوا جہاں مختلف جگہوں پر آپ کی تقاریر ہوئیں، آپ کی مجلس میں وہاں کے عقیدت مندوں نے شرکت کی اور ہندوستان کے اس عظیم عالم دین کو تھائی لینڈ کے عوام نے سر آنکھوں پر بٹھایا۔

آپ کا تیسرا سفر افریقہ کا ہوا جہاں کے ہزاروں عقیدت مندوں کا شدید اصرار تھا کہ آپ افریقہ تشریف لائے تا کہ افریقی مسلمان بھی آپ کے فیوضات علمیہ اور روحانیہ سے فیض یاب ہوسکیں، حضرتؒ کہیں باہر کے سفر سے انکار فرماتے رہے کچھ تو آپ کی مصروفیات اور مشغولیات اس قسم کی تھیں کہ اگر ان مصروفیتوں کو چھوڑ کر باہر ممالک چلے جائیں تو یہاں کا نقصان وہاں کے فائدے سے بڑھ جائے اور کچھ بیماریوں اور کمزوریوں کی وجہ سے آپ انکار فرماتے رہے مگر افریقی مسلمانوں نے آپ کے حلم، بردباری اور ملنسار طبیعت کو دیکھتے ہوئے ویزا وغیرہ لگوادیا، حضرتؒ پھر بھی انکار کر. تے رہے لیکن ویزا کی میعاد کے ختم پر صرف ایک ہفتہ کے لئے افریقہ تشریف لے گئے جہاں مختلف جگہوں پر آپ کے تقریری پروگرام ہوئے ، خانقاہی مجلسیں منعقد ہوئیں دینی وروحانی پیاسوں نے اپنے دل کی پیاس بجھائی، بعض حضرات نے فرط عقیدت میں بڑی بڑی

رقوم آپ کو ہدیہ دینا چاہیں جن کو لینے سے آپؒ نے حسب عادت منع فرمادیا، لوگوں نے شدید اصرار کیا لیکن حضرتؒ نے ہدیہ لیا ہی نہیں آپ کے اس سفر میں مولانا محمد یعقوب بلند شہری ساتھ تھے انہوں نے مجھ سے بتلایا کہ

> ''ہدیہ لینے والوں کا اصرار اور حضرت کا ہدیہ لینے سے انکار دیکھنے کے لائق تھا، وہاں کے عوام نے ہوائی اڈے پر اس نیت سے آپ کے قدموں میں ہدایا کی بڑی بڑی رقوم ڈال دیں کہ شاید ایسی صورت میں حضرت ہدیہ قبول فرمالیں لیکن اللہ کے اس ولی کی نظر میں چونکہ دنیا اور دنیا داری کی کچھ حیثیت نہیں تھی، اس لئے انہوں نے پیروں میں پڑی ہوئی اس دولت کو مٹی سے زیادہ حیثیت نہیں دی اور ہندوستان تشریف لے آئے، جس کا اثر یہ ہوا کہ وہاں کے لوگوں کی عقیدت ومحبت میں مزید اضافہ ہوا اس لئے کہ ان کی نظروں نے حضرت کی زہد عن الدنیا کی صفات کو بغور دیکھ لیا تھا جو کہیں اور مشکل سے نظر آتی ہیں''

بنگلہ دیش اسلامی ملکوں میں سے ایک ایسا ملک ہے جہاں مظاہر علوم کے فیض یافتہ علماء کرام کی کثیر تعداد موجود ہے جو دن ورات قال اللہ اور قال الرسول میں مصروف رہتے ہیں، مظاہری علماء کا بنگلہ دیش میں بہت اچھا اثر ہے اور بڑے بڑے دینی مدارس اور اداروں میں فیض یافتگان مظاہر علوم اسلام، کی نشو ونما کی نشو ونما اور اس کے عروج وارتقا میں منہمک رہتے ہیں۔

جب بنگلہ دیش ہندستان سے الگ نہیں ہوا تھا اس وقت وہاں کے متعدد شہروں اور قصبات سے اہل علم کی ایک بڑی تعداد مظاہر علوم میں آکر اپنی علمی پیاس بجھاتی تھی اور یہاں کے اکابر اہل اللہ کے دورے بھی وہاں ہوتے تھے لیکن جب سے ملک تقسیم ہوا اور سیاسی وملکی حد بندیاں وجود میں آئیں اور ہندوستان کی متعصب حکومت تخت نشین ہوئی تو غیر ملکی طلبہ کا آنا بھی موقوف ہوگیا۔

آپؒ نے اہل بنگلہ دیش کے اصرار اور خواہش پر ایک بار وہاں کا سفر بھی فرمایا تھا جہاں الحاج غلام ربان علی کے مکان پر ایک ہفتہ قیام کے دوران ڈھاکہ کیا ہم مدارس وجامعات میں پرمغز روحانی خطاب فرمایا ان میں جامعہ قرآنیہ لال باغ ڈھاکہ، مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرہ، مدرسہ رحمانیہ میر پور اور جامع مسجد چوک بازار خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں جہاں ایک بڑی تعداد آپکے وعظ میں شرکت کرتی تھی، الحاج غلام ربان علی کے مکان پر آپؒ کی مجلس میں بھی بہت سے حضرات کی شرکت اور شمولیت رہتی تھی علامہ محمد عثمان غنی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ ہٰذا اس سفر میں آپکے ہمراہ تھے۔

آپؒ نے سرزمین برما کا دوسری مرتبہ پھر سفر کیا جہاں کے مظاہری علماء اور اہل اللہ کے علاوہ عوام الناس کی بڑی تعداد آپ کی زیارت اور ملاقات کیلئے مشتاق تھی۔ اس سفر میں آپنے مختلف مساجد میں تقریریں فرمائیں، اہم اداروں کا دورہ کیا، معائنہ جات لکھے، اجلاس میں شرکت فرمائی، دعاؤں کا اہتمام فرمایا اور کئی صالح افراد کو بیعت بھی کیا آپکے اس سفر سے برما کے مسلمانوں کو بڑا دینی فائدہ پہنچا آپکے برادر اصغر مولانا اطہر حسین صاحب بھی آپکے ہمراہ تھے۔

☆☆☆

بنگال کا ایک دعوتی سفر

........................جناب مولانا علاؤالدین صاحب ۲۴ ؍ پرگنہ بنگال

۱۳۹۹ھ میں مدرسہ مدینۃ العلوم ضلع بردوان کے ذمہ داران نے حضرت کو اپنے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مدعو کیا، اولاً حضرت نے اپنی عدیم الفرصتی گوناگوں مصروفیات اور دیگر ذمہ داریوں کی وجہ سے عذر فرمادیا مگر چونکہ حضرت فقیہ الاسلام کی للّٰہیت، تقویٰ اور خشیت جیسی صفات نے اہل بنگال کے دل میں گھر کرلیا تھا اور وہ بھی حضرت کے لئے اپنی جانیں نثار کرتے تھے اس لئے وہاں سے علماء کا ایک وفد پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سفر کے لئے بے حد اصرار کیا اور حضرت کے کسی عذر کو ان کی شفقت اور نرمی کی وجہ سے قبول نہیں کیا بالآخر حضرت نے دعوت قبول فرمالی۔

سہارنپور سے پنجاب میل کے ذریعہ بردوان ریلوے اسٹیشن پہنچے، آپ کے ہمراہ آپ کے خادم مولانا عبدالرزاق صاحب آسامی مرحوم بھی تھے، ریلوے اسٹیشن پر استقبال کے لئے علماء اور عوام پر مشتمل ایک جم غفیر موجود تھا وہاں سے بذریعہ کار مدرسہ مدینۃ العلوم پہنچے اور کچھ دیر آرام فرمایا اس کے بعد ناشتہ سے فراغت پائی، اتنی دیر میں علماء، عوام، محبین اور آپ کے فیض یافتگان کا ایک جم غفیر ملاقات کے لئے جمع ہوگیا، ملاقاتیوں کی صبح سے جو لائن لگی تھی الحمدللہ رات دس بجے تک یہ سلسلہ چلتا رہا، علماء علمی سوالات کرتے رہے، عوام اپنے مسائل بیان کرتے رہے اور حضرت اصلاحی باتوں اور دعاؤں سے نوازتے رہے۔

دس بجے رات کو جلسہ کی صدارت کے لئے حضرت کو اسٹیج پر پہنچایا گیا، خطبہ کے بعد حضرت نے علم دین، دینی ضروریات، مدرسہ کی بقاء اور اس کے وجود ونشو ونما کی ضرورت پر تقریباً ڈھائی گھنٹہ تک مؤثر وعظ فرمایا، حضرت کی شہرت سن کر قریبی اضلاع کے عوام وخواص کی اتنی تعداد ہوگئی کہ جو پنڈال بنایا گیا تھا وہ ناکافی ہوگیا، سڑکوں، ہوٹلوں اور عام چھتوں غرض جس کو جہاں جگہ ملی وہاں بیٹھ کر نصائح عالیہ سننے میں مصروف ہوگئے، جلسہ کا اختتام حضرت کی دعا پر ہوا، اس کے بعد آرام گاہ پر تشریف لے گئے جہاں تقریباً دو ہزار علماء اور مفتیان کرام موجود تھے، حضرت نے مختصر عشائیہ تناول فرماکر ملاقات کی جگہ تشریف لے گئے، علماء اور مفتیان کرام پیچیدہ

اور اہم مسائل دریافت کرتے رہے اور حضرت تسلی بخش جوابات مرحمت فرماتے رہے، جب رات کے تین بج گئے تب یہ سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ صبح نماز فجر سے فراغت کے بعد ناشتہ کیا بعدۂ اصلاحی مجلس ہوئی جو تقریباً ۹ بجے تک چلتی رہی۔

میرے بیٹے مفتی علیم الدین مظاہری کی درخواست پر مدرسہ دارالعلوم کوشا گڑیہ تشریف لے گئے، چلتے وقت جیسا کہ اہل مدرسہ کی عادت ہے حضرت کو ایک لفافہ پیش کیا گیا جس میں بڑی رقم تھی مگر حضرت نے قبول نہیں فرمایا جب اہل مدرسہ زیادہ اصرار کرنے لگے تو فرمایا کہ اس کو میری طرف سے مدرسہ میں جمع کرادیں۔

دارالعلوم کوشا گڑیہ ظہر کے وقت پہنچے، نماز سے فراغت کے بعد اصلاحی مجلس ہوئی پھر دارالعلوم کوشا گڑیہ کی ایک عمارت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھ کر دعا فرمائی۔

پھر مدرسہ حسینیہ نادن گھاٹ ضلع بردوان تشریف لے گئے جہاں ذمہ داران اور اساتذہ کرام پہلے سے منتظر تھے، حضرت کو دیکھ کر ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی مختصر ناشتہ کے بعد اساتذہ وطلبہ کو نصیحتیں فرما کر دعا فرمائی، وہاں سے فراغت کے بعد مدرسہ دارالعلوم پنڈوا ضلع ہگلی عصر کے وقت پہنچے، نماز پڑھنے کے بعد مجلس ہوئی، جس میں بہت سے حضرات نے بیعت واجازت کی درخواست کی، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ان کے خلوص کے پیش نظر انہیں سلسلۂ مسترشدین میں شامل فرمالیا اس کے بعد مدرسہ مدینۃ العلوم عشاء کے وقت پہنچے، بعد نماز عشاء آرام فرمایا کیونکہ اگلے روز سہارنپور واپسی کا پروگرام تھا۔

اگلے روز سہارنپور کی تیاری ہونے لگی اسی دوران راقم الحروف اور دیگر علماء نے قریب کے مدارس میں چلنے اور ان کو دیکھنے کی درخواست کی مگر حضرت نے یہ کہہ کر کہ مظاہر میں بہت ذمہ داریاں ہیں جس کے لئے زیادہ وقت باہر نہیں رہ سکتا، قبول نہیں کیا۔

تقریباً دس بجے مدرسہ سے سہارنپور کے لئے جب چلنے لگے تو مدرسہ مدینۃ العلوم کے ذمہ داروں نے ایک لفافہ اس امید پر خدمت میں پیش کیا کہ شاید حضرت والاؒ قبول فرمالیں مگر حضرتؒ کی طبیعت میں استغناء تھا اسلئے پھر واپس فرمادیا اور سہارنپور پنجاب میل سے تشریف لے گئے۔

☆☆☆☆☆

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

حضرت فقیہ الاسلامؒ پر ان کے استاذ گرامی حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کی شفقتوں عنایتوں اور بے پایاں نوازشوں کا اگر تفصیلی تذکرہ کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہوسکتی ہے، لیکن ہم ان محدود صفحات میں حضرت شیخ کی لامحدود محبتوں اور شفقتوں کا اجمالاً ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اگر ایک استاذ چاہے تو اپنے شاگرد رشید کو ترقیات کے اعلیٰ مدارج پر پہونچا سکتا ہے، گمنام شاگرد کو شہرتوں کے آسمان پر بٹھا سکتا ہے اور اس کی خوابیدہ صلاحیتوں اور پوشیدہ لیاقتوں کو عزم وحوصلہ عطا کر کے پہاڑوں جیسی استقامت بخشی جاسکتی ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات بھی ان ستاروں میں سے ایک ہے جن کو ذرہ سے آفتاب بنانے میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے خصوصی دعاؤں اور اجابت کے اوقات میں دل کی گہرائیوں سے یادرکھا آپ کے مستقبل کی تابناکی کے لئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آہِ سحر گاہی اور دعائے نیم شبی کس قدر کارفرما رہی اس کا اندازہ آئندہ کی سطور سے لگایا جاسکے گا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے حضرت شیخؒ سے بخاری شریف کا کچھ حصہ اور ابوداؤد شریف مکمل پڑھنے کا شرف حاصل کیا لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کو روز اول سے ہی جانتے تھے آپ کے والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ سے جو دیرینہ مراسم اور تعلقات تھے آئندہ خطوط سے اس پر روشنی پڑتی ہے جس میں جگہ جگہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی علمی وعرفانی شخصیت، اپنے اوپر مفتی اعظم کے بے پایاں احسانات اور قدیم تعلقات کا کھل کر اظہار واعتراف فرمایا ہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی کہولت، طفولیت، بچپن، جوانی اور تقریباً بڑھاپا ہر دور کو حضرت شیخ الحدیثؒ کی نظر کیمیا اثر نے بغور دیکھا اور پرکھا، ایک بچہ کی کس انداز پر تربیت ہونی چاہئے، کن خطوط ونقوش پر اس کی تربیت کی جائے، کیسی کتابوں کے مطالعہ کا خوگر بنایا جائے، گھر کا ماحول بچہ کی اخلاقی تربیت پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے، والدین کی خصوصی شفقتیں اور ان کی ابتدائی تربیت آگے چل کر کیا رنگ لاتی ہے، ایک نوجوان کو کن خوبیوں کا حامل ہونا چاہئے، سعادت مند بچہ کو سعادتوں اور نجابتوں کا کس قدر لحاظ رکھنا چاہئے، شریف خاندان کی شرافتوں

کو ایک ہونہار طالب علم کہاں تک گلے لگا سکتا ہے، ایک باپ اپنے بیٹے کی اخلاقی اور اصلاحی تربیت کے لئے مٹی کو سونا بنا سکتا ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے ان ساری بنیادی چیزوں کو بنظر غور مفتی سعید احمدؒ کے خانوادہ میں دیکھ رکھا تھا اور وہ حضرت فقیہ الاسلامؒ سے اپنے بیٹے کی طرح واقف و روشناس تھے، ہمت افزائی اور حوصلوں کو مہمیز لگانے کا ہنر حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے والد ماجد اور اپنے شیخ و مرشد سے سیکھ رکھا تھا وہ جانتے تھے کہ میری تعلیم و تربیت بزرگوں نے کن اصولوں پر فرمائی تھی، چنانچہ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے لائق و فائق تلامذہ میں وہی خوبیاں اور صفات ودیعت فرمانا چاہتے تھے جس سے آئندہ کی نسل رہنمائی حاصل کر سکے، جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے، جنہیں علم دین اور روحانیت کی بے کراں دولتوں سے سرفراز کیا گیا ہو جن کے اعمال کو دیکھ کر سنت نبوی کی تعیین، جن کی زندگی کھلی کتاب کا درجہ رکھتی ہو، جن سے کسی کو نقصان نہ پہونچے، جو مرنجا مرنج صفات کا مرقع ہوں، اسی منہاج و اصول کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے دیکھا، پرکھا اور پھر اسی کے مطابق خود بھی عمل پیرا رہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی ایمانی فراست اور بصیرت حضرت مفتی مظفر حسین کے ماضی، حال اور مستقبل کو دیکھ رہی تھی وہ دل کی گہرائیوں سے اس گوہر تابدار کو مزید آبدار و جاندار بنا کر مستقبل کیلئے مظاہر علوم کا پالنہار بنانا چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی تعلیم و تربیت اور آپ کو کندن بنانے میں آپ کے والدینؒ اور آپ کے اساتذہ کرام کا زبردست کردار رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ برما حکومت کی طلب پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کو اپنے ہمراہ ملک سے باہر ہزاروں میل دور برما (میانمار) لیکر گئے تو اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے حضرت شیخ الاسلامؒ کے آرام و راحت اور ہر طرح کی خدمت کے لئے ''بڑھاپے'' کے عصا بن کر گئے بلکہ اس کیساتھ یہ پہلو بھی پیش نظر تھا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ آپ کو مدرسہ کی چہار دیواری سے نکال کر دوسرے ملک اسلئے لے گئے تاکہ آپ کے تجربات میں اضافہ ہو سکے، دیگر ملکوں کی تہذیب سے واقفیت ہو سکے، وہاں کے فضلاء مظاہر اور دل درد مند رکھنے والے عوام سے ملاقات و تعارف ہو سکے اور آئندہ کسی ایسے موقع پر جب حضرت فقیہ الاسلامؒ کے ناتواں کندھوں پر اگر بار نظامت ڈالا جائے تو اس کو بحسن و خوبی نبھا سکیں۔

اگر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کو اپنے بیٹوں کی طرح مانتے اور پیار فرماتے تھے تو اس کا صرف یہ مطلب نہیں کہ حضرت حجۃ الاسلامؒ کو حضرت فقیہ الاسلامؒ سے شاگرد ہونے کی وجہ سے محبت تھی بلکہ حضرت حجۃ الاسلامؒ کی بالغ نظر شخصیت، مستقبل میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کو مظاہر علوم کا ناظم بنتا ہوا دیکھ رہی تھی وہ جانتے تھے کہ میرے اس شاگرد میں ایسی صفات اور خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں جو ایک عالمی ادارہ کے سربراہ میں ہونی چاہئیں وہ جانتے تھے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات گرامی سے خلق خدا کو بے پناہ

فائدہ ہونے والا ہے، وہ بہت اچھی طرح اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ مفتی صاحبؒ میں درس نظامی کی ہر کتاب پڑھانے کا ملکہ وحوصلہ ہے، ان کو اس کا بھرپور یقین تھا کہ اپنے والد ماجدؒ کی طرح مفتی صاحبؒ کے اندر بھی فقہ وفتاویٰ کی بھرپور صلاحیتیں موجود ہیں۔

اگر حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ بھی حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے تو اس کا مطلب صرف یہ نہیں کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے والد ماجد کے حضرت شیخ الحدیثؒ سے بے مثال روابط تھے بلکہ اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی دوربین نظریں مفتی صاحبؒ کے اندر اپنے اسلاف واکابر کی خوبیوں کو محسوس فرمارہی تھیں جو ایک کارواں کو لے کر آگے بڑھنے اور بزرگوں کی امانت کو سینے سے لگائے رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں یہی وجہ ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ پر طالب علمی کے دور سے ہی حضرت شیخ الحدیثؒ کی بے پناہ شفقتیں ہوتی رہیں، قدم قدم پر حضرت شیخ الحدیثؒ رہنمائی فرماتے رہے، زمانہ طالب علمی میں حضرت شیخ الحدیثؒ آپ کی کتابوں اور تکرار ومطالعہ کی مصروفیتوں پر نظر رکھتے، امتحانات کے موقعوں پر آپ کی نگرانی فرماتے، کامیاب ہونے پر اپنی جیب خاص سے مناسب انعام سے بھی نوازتے رہے تاکہ مفتی صاحبؒ کے حوصلوں کو تقویت ملے، آپکے عزائم میں بلندی اور جذبات میں جرأت مندی پیدا ہوسکے، انہی انعامات، نوازشات اور بے پایاں عنایات کا صلہ تھا کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی شخصیت جب نکھر کر سامنے آئی تو مختلف علوم وفنون پر حاوی اور فقہ وفتاویٰ کی کلیات وجزئیات پر مہارت کے علاوہ ان صفات وخصوصیات کا منبع بھی تھے جو ایک عالمی ادارہ کی کمان کو کمال کے ساتھ باکمال کرسکے۔

مجھے تمہارے رنج وقلق کا فکر رہتا ہے

حضرت شیخ الحدیثؒ انہی اوصاف ومحاسن کیوجہ سے حضرت فقیہ الاسلامؒ پر نظر شفقت رکھے ہوئے تھے کہ جب مظاہر علوم کے بار نیابت ونظامت کا مسئلہ درپیش ہوگا تو مفتی مظفر حسین سے زیادہ موزوں اور مناسب شخصیت پورے طائفہ مظاہر میں ملنی دشوار ہوگی، چنانچہ ہماری اس بات کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے ایک خط کے اس اقتباس سے تائید وتقویت ملتی ہے جو انہوں نے مدینہ منورہ سے ۷ارمحرم الحرام ۱۳۷۷ھ کو حضرت مفتی مظفر حسین کے نام ارسال فرمایا تھا جس کی ابتداء سے پہلے حضرت کے القاب تحریر ہیں اس کے بعد حضرت حافظ شیرازیؒ کے اس شعر سے ابتداء فرمائی کہ

نصیحت گوش کن کہ از جاں دوست تر دارند جوانانِ سعادت مند پیر دانا را

آگے اس خط میں تحریر ہے کہ میرے خط پر تنقید کی جاسکتی ہے، مجھے تنقیدات اچھی لگا کرتی ہیں پھر کچھ سطور کے بعد تحریر ہے کہ

''میں نے بعض مجبوریوں کی وجہ سے سہارنپور چھوڑا اور نہ میرا تو جی چاہتا تھا کہ میں اپنی آپ بیتی جو طبع کے قابل تو نہیں مگر مدرسہ کے سلسلہ میں جو ہے تمہیں خوب سناتا''

آگے اس سلسلہ میں تین قصے تحریر فرمائے ہیں اور مکتوب کے اخیر میں تحریر فرمایا کہ

''میرے پیارے! مجھے تو ان چیزوں سے صرف اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے کبرنی الموت الکبراء، ایک منصب تمہارے سپرد کیا گیا ہے اس کی قدر کرو''

پھر آگے حضرتؒ نے اپنے مختصر حالات تحریر فرمائے ہیں اور حضرت فقیہ الاسلام کو مخاطب کر کے لکھا ہے

''پیارے مظفر! مجھ پر بھی تو بہت گزری، حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب) نوراللہ مرقدہ کو مجھ سے ناراض کرنے کے لئے اتنی کوششیں کی گئیں کہ لاتعدولاتحصی، مگر اللہ کا احسان تھا کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے میرے حضرت کو ناراض نہیں ہونے دیا، ورنہ میرے خلاف تو اتنا ہوا ہے کہ تم شاید سننے کا تحمل بھی نہ کرسکو، مجھے تمہارے رنج وقلق کا فکر رہتا ہے اور کاش تم اپنے ابا جان کی نیابت شروع ہی میں کر لیتے تو انشاء اللہ تعالی بہت بہتر ہو جاتا''

تجھ کو کرنے ہیں ہزاروں دشت طے

حضرت شیخ الحدیثؒ نے مندرجہ بالا خط سے پہلے ۱۹؍اپریل ۷۶ھ دوشنبہ کو حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے نام ایک مکتوب تحریر فرمایا جس کی ابتداء اس مصرع سے فرمائی۔

مرغ زیرک گر بدام افتد تحمل بایدش

پھر ایک نہایت حوصلہ افزا شعر رقم فرمایا ۔

تجھ کو کرنے ہیں ہزاروں دشت طے مضطرب تو پہلی ہی منزل میں ہے

اس کے بعد درج ذیل القاب تحریر فرمائے۔

''عزیز گرامی قدر ومنزلت الحاج قاری مظفر سلمہٗ

پھر مدرسہ کے حالات اور اپنا تذکرہ بہت تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں

''میرے پیارے! اس قسم کی ناگواریاں تو ہمیشہ پیش آئیں گی، میری نصیحت مانو! اب تمہاری نازکا زمانہ ختم ہو گیا ہے اب تمہاری نازبرداری کا زمانہ آیا ہے، اسے برداشت کرو، جھیلو! تمہیں یاد ہوگا کہ تمہاری ابتدائے نظامت پر میں نے کتنی خوشامد کی اور حضرت ناظم صاحب نے بیٹا بیٹا کہہ کر کتنے دنوں تم سے خواہش پیش کی، اس لئے کہ ہم دونوں کی نگاہ میں موجودہ عملہ میں تمہارے سے اچھا آدمی نہیں تھا''

خط کشیدہ الفاظ کو پڑھئے اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کی شخصیت کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس آئینہ سے دیکھئے جس کی طرف حضرت شیخ الحدیثؒ نے نشان دہی فرمائی تھی اور پھر مغصوبہ ومقبوضہ احاطہ دارجدید کی انتظامیہ کے ان الزامات، اتہامات اور ہفوات پر بھی دھیان دیں جو مختلف کتابوں اور پمفلٹوں میں بکی گئی ہیں۔

پھر اس خط کے بالکل اخیر میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''پیارے! گھبرایا نہیں کرتے! ابھی تو یہ ناکارہ زندہ ہے، جو مشکلات اس قسم کی پیش آیا کریں آپ دفتر سے براہ راست ایک رجسٹری میرے نام صندوق البرید۔۱۰۱۱ کے پتہ پر بھیج دیا کریں اور امر بھی نظم مدرسہ میں طلبہ کا ہو یا مدرسین کا یا سرپرستوں کا۔ مظفر پیارے! مجھے اجنبی نہ سمجھو ضرور بے تکلف لکھا کرو''

حضرت شیخ الحدیثؒ کا مندرجہ بالا خط بارہ صفحات پر مشتمل ہے جس کی اصل حضرت فقیہ الاسلامؒ کے برادر اصغر مولانا اطہر حسین صاحب کے موجود ہے۔

مدرسہ کو اختلاف سے بچائیے

حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے امور مدرسہ سے متعلق بعض معاملات میں تعریف وتصویب، اپنے تعلقات، کا اظہار اور حجاز مقدس میں دعاؤں کا اہتمام وغیرہ کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے پورا خط من وعن درج ذیل ہے۔

باسمہ سبحانہ

مکرم ومحترم قاری مظفر صاحب، زادمجدکم بعد سلام مسنون

پرسوں آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۱۳ر دسمبر پہنچا، بہت جلد پہنچ گیا، میں نے اسی وقت جواب لکھوانے کا ارادہ کرلیا تھا، مگر میری طبیعت بہت خراب چل رہی ہے، عام ڈاک تو میں لکھواتا نہیں، میرے کاتب خود ہی لکھ دیتے ہیں، مگر تمہارا خط میں نے سوچا کہ خود لکھواؤں گا مگر دوران سر کی وجہ سے نہ لکھوا سکا، آج ۲۲ر کی شب میں شروع کرا رہا ہوں، خدا کرے پورا ہو جائے، پہلے تو مجھے بھی مدرسہ کے حالات کا انتظار رہتا تھا مگر اب تو طبیعت کی خرابی کی وجہ سے انتظار نہیں رہتا، مولوی عاقل، نصیر، طلحہ وغیرہ کے خطوط بھی عرصہ سے نہیں آئے، کئی باتیں یاد تھیں کہ لکھواؤں گا مگر اب دفاغی کیفیت ایسی چل رہی ہے کہ بالکل یاد نہیں، میرے ڈاکٹر حکیم تو بہت گھبراتے ہیں اور ان کی تسلی کرتا ہوں کہ مجھ پر گھبراہٹ نہیں تم کیوں گھبراتے ہو، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عیدالاضحیٰ کا کام بخیر پورا ہو گیا مگر زیادہ بیگار بھی اپنے ذمہ نہ رکھا کرو، یہ رئیس لوگ اپنے آپ کو بچانے کے لئے مدرسہ کے حوالہ کر دیتے ہیں، تجاویز مدرسہ بھی عمر بھر میں پہلی دفعہ پہنچی، ان کے متعلق تو مجھے کچھ لکھنا نہیں اسلئے کہ میرا دماغ بہت غیر حاضر ہے، اللہ تعالیٰ عافیت عطا فرمائے، یا حسن خاتمہ نصیب کرے، مدرسہ کی تجاویز میں تو غور وخوض کرنا ہوتا ہے، حاجی عبدالعلیم کے متعلق تجویز آپ نے بہت اچھا کیا کہ بھیج دی مگر بہت دیر میں، ناظم صاحب کی خدمت میں میری طرف سے سلام مسنون کہہ دیجیو، میری محمد اللہ کو ان کے آپریشن پر مبارک باد دیدیں، خدا کرے اچھی بن گئی ہو، ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔

میرے پیارے! بہت اچھا کرتے ہو کہ تحتانی شوریٰ میں باتیں پیش کرتے رہتے ہو، آپس میں اختلاف ہرگز نہ ہونا چاہئے اگر تحتانی شوریٰ میں کسی بات پر اختلاف ہوا کرے تو اس کو زبانی راضی کرلیا کرو یہ بہت مفید ہوگا، مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ جائداد کمیٹی کون سی ہے، میرے ذہن میں تو یہ ہے کہ جائداد کا کام

صوفی افتخار اور عامر کے حوالہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ خیر فرمائے اور مدرسہ کو اختلاف سے بچائے، میری دعا تو جس قابل ہے میں خود سمجھتا ہوں، اس کے باوجود تم سب کے لئے اور مدرسہ کے لئے اہتمام سے دعا کرتا ہوں میرے لئے تم صحت کی دعا کرتے ہو مگر میں تو حسن خاتمہ کی دعا کا محتاج ہوں، ساری عمر گزر گئی اور کوئی کام ایسا نہ کر سکا جس کو حضوری میں پیش کر سکوں، بجز اس کے کہ سارے اکابر کو مجھ سے محبت رہی، حضرت ناظم صاحب سے بہت اہتمام سے سلام مسنون کہہ دیں، نیز اہل دفتر اور مدرسین سے بھی کسی کے حوالہ کردیں کہ وہ سلام پہنچا دے۔

کئی سال ہوئے مولوی انعام نے مدرسہ کے حالات لکھنے شروع کئے تھے وہ کہاں تک لکھے گئے، اس کو اپنی تحویل میں ضرور رکھ لیں، شاید کسی وقت اس سے کام لیا جاسکے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۲۳؍ دسمبر ۷۸ء، مدینہ منورہ

تین دعائیں

مظاہر علوم سہارنپور کے منصب اہتمام وانتظام کیلئے حضرت شیخ الحدیثؒ کی فکرمندی اور جگر سوزی کا ذیل کے اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی تین خصوصی دعاؤں کا تذکرہ مدینہ منورہ سے واپسی پر مظاہر علوم کے سب سے بڑے احاطہ دار جدید (جس پر فریق مخالف کا غاصبانہ قبضہ ہے) میں مسلسلات کے ختم کا پروگرام تھا، اس میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجمع عام میں اپنی جن تین دعاؤں کا تذکرہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں جس طرح ایک مستجاب الدعوات کی دعائیں قبول ہوئیں اسکا تذکرہ ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم میں مولانا عبدالعزیز میرٹھی کے اس مضمون سے ہوتا ہے جوانہوں نے ''حضرت فقیہ الامت کی علالت وصحت'' کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے لیجئے وہ پورا واقعہ آپ بھی پڑھئے اور ایک عارف وقت کے انتخاب لاجواب کی داد دیجئے۔

''ایک بار حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ مدینہ منورہ سے تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ مقرر کئے جاچکے تھے، دار جدید میں ختم مسلسلات کا پروگرام تھا میں بھی ایک جماعت کے ساتھ اس میں شریک ہوا تو حضرت شیخ الحدیثؒ نے مجمع عام میں فرمایا۔

''میری تین دعائیں تھیں، ان میں سے دو اللہ نے قبول فرمالیں''

(۱) ایک دعا یہ تھی کہ میرے شیخؒ کی کتاب ''بذل المجہود شرح ابوداؤد'' کی طباعت ہوجائے تو بحمد اللہ اس کی طباعت ہوگئی اور میری یہ دعا قبول ہوگئی۔

(۲) دوسرے یہ ہے کہ مظاہر علوم کو اس کی شایان شان ناظم اعلیٰ مل جائے یہ دعا بھی الحمدللہ قبول ہوگئی۔

(۳) اور تیسرے یہ دعا ہے کہ میرا انتقال مدینہ منورہ میں ہو، آپ سب حضرات میرے لئے دعا کریں

چنانچہ حضرتؒ کی یہ دعا بھی اللہ نے قبول فرمالی، مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً کی پاکیزہ زمین میں آپ مدفون ہوئے خدائے تعالیٰ ان کی پاک روح پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے۔ آمین۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ چونکہ تواضع وللٰہیت کا پیکر اور انکساری ومسکنت کے خوگر تھے وہ ایسے عظیم عہدہ کو قبول کرتے ہوئے شروع شروع میں بہت متردد اور تذبذب کا شکار رہے لیکن جیسا کہ حضرت شیخ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات شیخین کا آپ کے نائب ناظم بننے پر کس قدر دباؤ اور اکابر اساتذہ کرام کی کس قدر خوشامد شامل حال تھی قارئین کرام اس سے واقف ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا اطہر حسین صاحب نے نفح المشموم میں نہایت مختصر لفظوں میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے لکھتے ہیں

"واختاره الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى والشيخ محمّد اسعدالله الرامفورى واعضاء الجامعة نائباً للمدير فى رمضان ١٣٨٥ء ثم بعد زمان عرض عليه منصب الادارة فانكره اولاً ثم حضرت١٤٠١ھ بعد ما الحّ عليه بعض اعضاء الجامعة"

یعنی حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب رام پوریؒ اور بعض ارباب مدرسہ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو رمضان ۱۳۸۵ھ میں نائب ناظم تجویز کیا پھر ایک عرصہ بعد عہدۂ نظامت پیش کیا گیا جس کو قبول کرنے سے حضرت فقیہ الاسلامؒ نہایت متردد تھے اور بار بار انکار فرما رہے تھے لیکن حضرات شیخین کے اصرار اور بعض اہم ذمہ دار شخصیات اور مخلص ارباب مدرسہ کی حوصلہ افزائی اور پیہم کوششوں کی وجہ سے ۱۴۰۱ھ میں اس عہدہ کو قبول فرما لیا اس وقت سے تادم وفات اسی عہدہ پر فائز رہے۔

تم سب کے لئے دعا کرتا ہوں

۲۵ جولائی ۱۹۷۳ء کو حضرت شیخ الحدیثؒ نے مدینہ منورہ سے ایک تفصیلی مکتوب حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام ارسال فرمایا جس میں مدرسہ سے متعلق بہت ہی بنیادی ہدایات، تقویٰ وطہارت اور انصاف وصفائی معاملات نیز حضرت فقیہ الاسلامؒ سے اپنے ذاتی تعلقات وغیرہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ پورا خط اس لائق ہے کہ ارباب مدارس اور ذمہ داران مدرسہ اس کو بغور پڑھیں اور عمل کریں۔

باسمہ سبحانہ

امن تذكر جيران بذى سلم ... مزجت دمعاً جرىٰ من مقلة بدم

اذا حبت الريح من ثلقاء كاظمة ... او امض البرقانى فى الظلماء من اضم

عزیز گرامی قدر قاری مظفر صاحب سلمہ ... بعد سلام مسنون

اسی وقت آپ کا اور مولوی عبد المالک کا مرسلہ ایرلیٹر پہنچا سہارنپور کے خطوط کی تو بہت ہی بھر مار ہے مگر تمہارے خط نے مدرسہ کی یاد ایسی بھڑکائی کہ تھوڑی دیر کو تو بےچین کر دیا۔ یہ ناکارہ جب تک کسی علمی تالیفی یا مدرسے کے کام کرتا رہا تو حضرت اقدس مدنیؒ اور حضرت اقدس رائے پوریؒ نور اللہ مرقدہما کے بار بار

اصرار سے بھی چالیس برس تک حجاز کا رخ نہیں کیا مگر جب سب چیزوں سے بیکار ہوگیا تو خالی پڑا رہنے کیلئے تو مدینہ سے زیادہ سکون کی جگہ اور کہاں ہوگی اگر چہ کئی مرتبہ کچھ قیام کی نیت سے آچکا ہوں مگر اپنی بداعمالیوں سے پھر واپس کردیا گیا۔ اب بھی مولانا انعام الحسن صاحب نے ایک صاحب کا خواب بھیجا ہے کہ زکریا کو ہند واپسی کی اجازت ہوگئی۔ دیکھئے کیا مقدر ہو، تمہارے اور مدرسہ کیلئے بہت ہی اہتمام سے دعا کرتا رہتا ہوں کہ عمر کے سارے دور بچپن، جوانی، کہولیت، ضعف و پیری سارے دور ۶۵ سال میں مدرسہ میں گزرے تو اس کی یاد سے غفلت تو بہت دشوار ہے البتہ چند اہم مشورے اپنے تجربات سے ضرور لکھواتا ہوں۔

(۱) بڑے فتنے کا زمانہ ہے غیر معمولی امور میں سرپرستوں سے مشورے کا بہت ہی اہتمام رکھیں تا کہ تمہارے لئے وقایہ بنا رہے۔

(۲) اس کو بار بار اپنے دوران قیام میں بھی کثرت سے کہتا رہا ہوں اہتمام کی وجہ سے اب بھی لکھواتا ہوں

الف: اپنے ذاتی تعلقات کی وجہ سے مدرسہ میں ہرگز کسی کو ترقی نہ دیں نہ علمی نہ مالی۔ بہت ہی وثوق سے انشاء اللہ کہہ سکتا ہوں کہ بہت سی جزئیات میں اس ناکارہ کا عمل ہمیشہ یہی رہا۔ جن طلبہ کا مدرسہ سے اخراج ہوتا تھا میں نے کبھی کسی کی سفارش تحریری یا زبانی نہیں کی البتہ یہ ضرور کہہ دیتا تھا کہ جب تک تیری معافی ہو یا گھر واپسی ہو اس وقت تک تیرا کھانا میرے ساتھ، اس لئے کہ مدرسہ کا کھانا بند ہوجاتا تھا۔ اسی طرح کسی ملازم کی ترقی اپنے تعلقات سے نہ کبھی کی نہ کبھی سفارش کی۔

ب: اپنے مخالفوں کو کبھی گرانے کا ارادہ نہ کیجیو اور نہ ان کی ترقی روکنے کا، میں نے اپنے حضرت کے یہاں بھی اپنے سخت ترین مخالف کی سفارش کی جس پر میرے حضرت کو بھی بہت تعجب ہوا اور میرا خیال ہے کہ میری وقعت میں حضرت کے یہاں اضافہ کا سبب بنا۔

(۳) تعلیم مدرسہ کا اکابر کے زمانہ میں بہت ہی مابہ الامتیاز تمغہ رہا ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے قاری طیب صاحب کے چھوٹے بھائی عزیز طاہر مرحوم کو مدرسہ میں میری نگرانی میں داخل کیا تھا۔ اور میرا زمانہ کم عقلی کا تھا جواب تک بھی باقی ہے میں نے بغیر پوچھے کہیں جانے پر دو رسید کئے جس کا اس مرحوم کو تحمل نہ ہوا اور وہ آب وہوا کی عدم موافقت کا عذر کر کے چلا گیا۔ اس لئے تمہارے لئے عمومی تنبیہ تو مشکل ہے یعنی ہر شخص کو ٹوکنا لیکن جس سے تعلقات ہوں ان کو ضرور من رای منکم منکرا فلیغرہ بیدہ (الحدیث) کی بناء پر تنبیہ ضرور کرتے رہیں اور جن سے تعلقات نہ ہو بلکہ ان کیلئے ایک عمومی اطلاع نامہ مدرسین کے دستخط کے لئے بھیج دیا کریں جس میں کسی کا نام نہ ہو کہ بعض مدرسین کی یہ شکایت پہونچی ہے اس کا سب حضرات لحاظ کریں۔

(۴) مدرسین و ملازمین بلکہ طلبہ سے بھی بدتمیزیوں پر اعراض سے کام لیا کریں۔

(۵) اگر کوئی شخص کسی کی شکایت کرے تو محض شاکی کی روایت پر اس کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں۔ اسی

طرح کسی کی تاریخ پر بلکہ دوسرے ذرائع سے چپکے چپکے اس شکایت اور تعریف کی تحقیق کرلیا کریں۔
(۶) پارٹی بندی سے کون سی جگہ خالی ہوگی یا ہوئی ہوگی لیکن اکابر کے زمانہ میں تو یہ اندردلوں میں اور رازوں میں رہا کرتے تھے مگر اب کئی سال سے زبانوں پر بھی آنے لگے۔ تمہاری زبان سے کسی مجمع میں کوئی ایسا لفظ نہیں نکلنا چاہئے جس سے کسی پارٹی کی موافقت یا مخالفت معلوم ہوتی ہو۔
(۷) مدرسہ کی مالیات کا مسئلہ بہت ہی نازک ہے آخرت میں جو ہوگا ہوگا ہی دنیا میں بھی اس کے برے ثمرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اپنی ذات کی حد تک مالیات کے سلسلہ میں بہت ہی احتیاط رکھنا اور ملازمین کو وقتاً فوقتاً اس کی طرف ضرور متوجہ کرتے رہنا، کما تکرر فی السمع تقرر فی القلب ۔ آپ بیتی حصہ اول میں میں نے اکابر کے بہت سے معمولات اس سلسلہ میں لکھوائے تھے ان کو خود بھی ملاحظہ فرماویں اور اکابر اہل مدرسہ کو چاہے تعلیمی ہوں چاہے مالی، ان کے دیکھنے کی ترغیب بھی دیتے رہا کریں۔
(۸) اگر چہ تم نے اکابر کا دور بہت ہی کم دیکھا ہے مگر اپنے والد صاحبؒ کا دور تو خوب دیکھا ہے انکو اکابر کے اتباع کا بہت اہتمام تھا انکے طرز عمل کو بہت اہتمام سے اپنانے کی کوشش کرتے رہیں۔
(۹) مدرسہ کی شہرت یا اس کے مفاخر، خوبیاں تو جتنی بھی چاہے پھیلائی جائیں مگر اپنی ذاتی شہرت اور ذاتی مفاخر کے پھیلانے کا ارادہ نہ کریں۔
(۱۰) جن سے کسی وجہ سے تکدر ہو معاملات میں اس کا ظہور نہیں ہونا چاہیے، خندہ پیشانی سے ضرور ملا کریں چاہے اپنے کو کتنا ہی مشقت اٹھانی پڑے۔
حضرت ابو درداءؓ کا ارشاد بخاری میں ہے انا لنکشر الی اقوام تلعنهم قلوبنا او کماقال صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم. تلک عشرة کاملة۔
باتیں تو ابھی ذہن میں بہت آئیں مگر اس وقت انہی پر اکتفا کرتا ہوں بلکہ میرے حوالہ سے یہ امور بھی احکام سرپرستان میں نقل کرادیں تو اچھا ہے۔
(۱۱) تم نے خط نہ لکھنے کی معذرت لکھی اس کی بالکل ضرورت نہیں تمہاری مشغولیتوں کا حال بھی معلوم ہے اور مجھے بھی خط لکھوانا اب بہت دشوار ہوگیا ہے۔ آپ نے لکھا کہ مولانا عبدالمالک صاحب خط لکھتے رہتے ہیں، میرے پاس ان کا ایک خط پہنچا تھا بہت شروع میں، اور دوسرے کو تلاش ہی کرتا رہا سنا ہے کہ مولانا سعید خان صاحب کے لفافہ میں جب کہ وہ...... گئے تھے آیا تھا اور انہوں نے قاضی صاحب کے ذریعہ بھیجا تھا مگر وہ بھی اپنے کاغذات تلاش کر چکے اور قاضی صاحب بھی اپنے کاغذات تلاش کرا چکے اور میں بھی مگر ملا نہیں۔ لیگ اور جمعیۃ کے جلسوں کی رودادیں تو درجنوں پہنچ گئیں جن سے جی بھی گھبرایا۔
شاخ کے مسئلہ سے متعلق تو آپ کو معلوم ہے کہ میں تو کئی سال سے ڈر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے۔ بہت ہی بے قابو جگہ ہے۔ میں نے اپنے دوران قیام میں اس کی بہت کوشش کی کہ اس کا کوئی بہترین حل نکل آئے مگر اب تک کوئی حل نہ نکل سکا۔

حضرت ناظم (مولانا محمد اسعد اللہ) صاحبؒ کی خدمت میں بھی خاص طور سے سلام مسنون کے بعد عرض کردیں کہ آپ کی صحت کے لئے یہ ناکارہ بہت اہتمام سے دعا کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ تادیر زندہ سلامت رکھے کہ آپ کے وجود کی مدرسہ کو بہت ضرورت ہے۔ شیخ منی صاحب سے بھی خاص طور سے سلام مسنون کے بعد کہہ دیں کہ یہ ناکارہ آپ کو بواسطہ قاری مظفر صاحب اور مولوی نصیر صاحب متعدد خطوط لکھوا چکا ہے نہ مجھے آپ سے کوئی گرانی ہے نہ شکایت بالکل اطمینان رکھیں میں نے جو مضمون لکھوایا تھا وہ تو عمومی اخلاص سے لکھوایا تھا کہ بہت ہی شروفساد کی خبریں خطوط میں آرہی تھیں۔ اپنی والدہ، اہلیہ، عزیز اطہر اور اس کی اہلیہ سے سلام مسنون کہہ دیں، تم سب کے لئے بلاتو ریہ دعا بھی کرتا ہوں اور صلوٰۃ وسلام بھی پیش کرتا رہتا ہوں۔

اس تفصیلی مکتوب کے تیسرے صفحہ پر جناب مولانا عبدالمالک صاحب مرحوم کے نام خط ہے جس میں مدرسہ کی بعض جائدادوں کا تذکرہ، مدرسہ کے استاذ مولانا قاری .... صاحب کے لئے مکان کی تصویب، گندم رکھنے کے لئے مفید تجاویز، ایک جائداد کا معاملہ بحسن وخوبی طے ہوجانے پر مولانا موصوف کی تحسین وتعریف، دعا اور روضۂ پاک پر صلوٰۃ وسلام پہنچانے کی اطلاع، مولانا کے فرزند مولوی اخلاق صاحب اور چھوٹی بچی کے لئے دعاء صحت اور اپنی بیماریوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

تم اس باغ کے مالی ہو

۲۱ ستمبر ۷۸ء کو مدینہ منورہ سے حضرت شیخؒ نے ایک مکتوب تحریر فرمایا جس میں حضرت مفتی صاحب اور مظاہر علوم کیلئے مسلسل دعاؤں کا تذکرہ فرمایا ہے، جس میں خاص طور پر یہ سطور نہایت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔

''اس میں نہ مبالغہ ہے نہ توریہ کہ تمہارے لئے اور مدرسہ کے لئے بہت اہتمام سے دعا کرتا ہوں مدرسہ میرے حضرت (مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ) کا باغ ہے اور جتنی مجھے فکر رہتی ہے اتنی تم موجودین میں سے کسی کو نہیں ہوگی اور تم اس باغ کے مالی ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں جملہ مکارہ سے محفوظ رکھے اور مدرسہ کو بھی''

من تواضع للّٰہ رفعه اللّٰہ

اس خط میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے والد ماجدؒ کے حضرت شیخ الحدیثؒ پر احسانات، تعلقات، بعض خدشات اور ان کا بعد میں ورود، حضرت فقیہ الاسلامؒ کے لئے نہایت اہم اور قیمتی نصائح، مدرسہ کے بعض انتظامی معاملات، رویت ہلال کے سلسلہ میں اپنا اور اپنے بزرگوں کا معمول اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کو اس معمول پر چلنے کی ہدایت وغیرہ درج ہیں، پورا خط آپ بھی پڑھئے اور قلب ونظر کو روشن ومنور کیجئے۔

باسمہ سبحانہ

مکرم ومحترم مفتی مظفر حسین صاحب مد فیوضکم

بعد سلام مسنون

عرصہ کے بعد گرامی نامہ موجب منت ہوا، رمضان میں میری طبیعت بہت خراب رہی، تراویح بھی حجرہ ہی میں پڑھی۔ اس میں نہ مبالغہ ہے نہ توریہ کہ تمہارے لئے اور مدرسہ کے لئے بہت اہتمام سے دعا کرتا ہوں، مدرسہ میرے حضرت کا باغ ہے اور جتنی مجھے فکر رہتی ہے اتنی تم موجودین میں سے کسی کو نہیں ہوگی اور تم اس باغ کے مالی ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں جملہ مکارہ سے محفوظ رکھے اور مدرسہ کو بھی۔

چاند کے بارے میں مدرسہ کے احکام سرپرستان کے رجسٹر میں چھ سات برس پہلے کی میری ایک تحریر ہے اس کو تلاش کرکے آپ بھی دیکھ لیں اور عزیز عاقل کو بھی دکھادیں، میں نے حکما قاری سعید کو چاند کی تحقیق کے لئے نینی تال بھیجا تھا، اللہ تعالیٰ ان کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ میرے احکامات کو دل سے قبول کرتے تھے اور میں نے اس کی تمہید میں یہی خطرات پیش کئے تھے جو اس سال تھوڑے سے پیش آئے۔

پیارے! تم نے میرا طرز ہمیشہ دیکھا ہوگا کہ میں قاضی صاحب کے مقابلہ میں ہمیشہ نیچے رہا، میرے حضرت کے زمانہ میں تو حضرت کم تشریف لیجایا کرتے تھے اور ناظم صاحب کے زمانہ میں اگر ان کا اعتکاف نہیں ہوتا تھا تو ہمیشہ خود تشریف لے جایا کرتے تھے اور اعتکاف ہوتا تو قاضی صاحب تشریف لایا کرتے تھے اور قاری سعید مرحوم کے زمانہ میں ہمیشہ قاری صاحب ہی تشریف لیجایا کرتے تھے میں اپنے دور میں معذوری کی وجہ سے نہیں جاسکا مگر قاری صاحب مرحوم میری نیابت کیا کرتے تھے، میں پیارے! تمہیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اس میں تم اپنی توہین نہ سمجھو، من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ یہ تو میں نے سنا تھا کہ مطبخ والوں کو تم نے سب کو نکال دیا تھا مگر کس وجہ سے نکالا، کسی نے نہیں لکھا، حضرتؒ کے بعد بھی یہ قصہ پیش آچکا، اس وقت بعض دوستوں کے مشورہ سے ان طباخوں کے چودھری کو بلوایا تھا اور میں نے منت سماجت سے کہلوایا تھا کہ بھائی مدرسہ تمہارا ہے، تمہارے ذمہ ہے طباخوں کی خبر گیری، اس نے جاکر ۶/۵ طباخوں کو بھیج دیا کہ ان میں سے جس کو چاہو چن لو۔

میرے لئے دعا کی یاد دہانی کی بالکل ضرورت نہیں، بہت متفکر رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ سے اور حضرت والاؒ سے بہت ڈرتا رہتا ہوں کہ اگر یہ سوال ہوگیا کہ چھوڑ کر کیوں بھاگ گیا تو کیا جواب دوں گا، مگر کیا کروں بہت معذور ہوگیا آپ کے یہاں کے سیلاب کی خبریں تو بہت دنوں سے سن رہا ہوں اور خطوط سے بہت لرزاں ہوں۔ (آگے تین سطریں سیلاب اور اس کی تباہ کاری اور رحم وعافیت کی دعا مرقوم ہے پھر آگے فرماتے ہیں)

مجھے تو رمضان میں خط لکھوانا ایسے مشکل ہو مگر اس سال تو بیماری نے اور معذور کردیا تھا اور اجنبی خطوط

کے تو سننے کی بھی نوبت نہیں ہے، میرا اظل عاطفت تو اب ختم ہو چکا اللہ تعالی ایمان کے ساتھ اب بلا لے
اسی کی تم سب سے دعا کی درخواست ہے۔اپنی والدہ سے خاص طور سے سلام مسنون کہہ دیں، اپنی
اہلیہ، عزیز اطہر اور اس کی اہلیہ سے بھی۔فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم حبیب اللہ ۲۱ر ستمبر ۷۸ء مدینہ طیبہ
از حبیب اللہ بعد از سلام درخواست دعا

اس مکتوب میں جناب قاضی ظفر احمد صاحب مرحوم کا بھی تذکرہ ہے، حضرت قاضی ظفر احمد صاحبؒ موجودہ قاضیٔ شہر جناب قاضی سلطان اختر کے نانا تھے، نہایت باوضع، خوش پوش، خوش اخلاق، متین وسنجیدہ، بارعب وباوقار، تقویٰ وتدین اور عبادت وریاضت میں بے مثال بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے، آپ کا سہارنپور میں انتقال ہوا اور سہارنپور کی اس وقت تک کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ تھا جس میں لاکھوں افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

قاضی صاحب موصوف باوجود خود مختار ہونے کے ہمیشہ علماء مظاہر علوم کے فتاویٰ کے بعد ہی فیصلے صادر فرماتے تھے، قاضی صاحبؒ کو حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحبؒ کے فتاویٰ پر بھرپور اعتماد اور وثوق تھا بلکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی رائے گرامی معلوم کئے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہیں فرماتے تھے، قاضی صاحبؒ کے بعد جناب قاضی سید امین احمد صاحبؒ کو حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے فتاویٰ پر مکمل اعتماد تھا اور قاضی سید امین صاحبؒ کے بعد آپ کے بھائی جناب قاضی سید سلطان اختر صاحب مدظلہم کو بھی حضرت فقیہ الاسلامؒ کی فقاہت پر مکمل اعتماد تھا اور ہمیشہ شرعی معاملات میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کی رائے گرامی جان لینے کے بعد ہی فیصلہ صادر کرتے تھے۔

دعاؤں سے غافل نہیں

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو ایک مکتوب بھیجا جو ۷ر جنوری کو روانہ ہوکر ۲۴ر جنوری کو مدینہ پاک پہنچا، جس میں حضرت فقیہ الاسلامؒ نے بعض نوجوانوں کی حرکتوں کا ذکر بھی کیا تھا، حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس کے جواب میں اپنے رنج وقلق اور ناگواری کا اظہار فرمایا اور مدرسہ کے بعض اہم امور کی طرف توجہ مبذول فرمائی لکھتے ہیں۔

باسمہ سبحانہٗ

مکرم ومحترم مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون
آج کی ڈاک سے تمہارا الفافہ مورخہ ۷ر جنوری آج ۲۴ر جنوری کو پہنچا مجھے بھی تعجب تھا کہ اس سال اب تک مدرسہ والوں میں سے کسی کا خط نہیں پہنچا۔یہ تم نے بہت صحیح کہا کہ میرے لئے تو آخری عمر میں ہجوم کی مشغولیت اتنی بڑھ گئی کہ ساری عمر جتنا میں آدمیوں سے بھاگتا رہا اس کا ردعمل اب ہو رہا ہے۔
ہندوستان جانے میں ایک ماہ استقبال کا ایک ماہ رمضان کا اور ایک ماہ مشایعت کا اور واپسی میں ایک

مہینہ پاکستان کا اور یہاں آنے کے بعد سے چار ماہ حج کے سارے ہجوم ہی کے ہیں، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بقرعید کے ایام سب جگہ خیریت سے گذر گئے اس کی سب سے پہلے اطلاع تو حاجی یعقوب نے دی تھی کہ ہندوستان میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا جس پر اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شکر ادا کیا اس سے قلق ہوا کہ نوجوانوں نے تمہیں دق کیا اللہ تعالیٰ ہی انہیں ہدایت کرے یہ لوگ جتنے واجب الاحترام تھے اپنی حرکتوں کی بناء پر سبھی کی نگاہ میں ذلیل ہوتے جارہے ہیں میں نے تو آمد سے پہلے ایک اعلان کثرت سے بھیجا تھا کہ یہ حضرات رمضان میں تکلیف نہ فرمائیں۔

اوراس سال اگر آنا ہوا تو اس سے بھی زیادہ سخت لکھنے کا خیال ہے حاجی شفیع صاحب نے اپنے سہارنپور جانے کے ارادہ کی تو مجھے بھی خبر کی تھی مگر اوڈیٹران کے جانے کی خبر نہیں کی تھی اللہ تعالیٰ ان کی آمد کو تم لوگوں کے لئے کسی مزید دقت کا سبب نہ بنائے، تم نے لکھا کہ مدرسہ کا کام باحسن وجوہ انجام پارہا ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اللہ تعالیٰ سے اہتمام سے دعا بھی کرتے رہیں، تمہارے خط میں پہلے تو حاجی شفیع کا ۱۲/۱۳ / جنوری کو آنا لکھا ہے اور اخیر میں خط میں اس مہینہ کے ختم پر آنا لکھا ہے یہ ایک ہی آمد کی دو اطلاعیں ہیں یا دو آمد الگ الگ ہیں میرے پاس جو حاجی شفیع کا خط مورخہ ۱۴/ جنوری آیا تھا اس میں تو لکھا تھا کہ پرسوں سہارنپور جانا ہے ناظم صاحب کی خدمت میں بہت اہتمام سے بندہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد کہہ دیں کہ آپ کی صحت کے لئے بہت اہتمام سے دعا میں مشغول رہتا ہوں اس سے بھی مسرت ہوئی کہ ڈاکٹر فرحت کے علاج سے بہت فائدہ ہوا اگر ڈاکٹر صاحب موصوف ہوں تو میری طرف سے سلام مسنون کہہ دیں اور یہ بھی کہ آپ کے لئے بہت اہتمام سے دعائیں کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہر نوع کی ترقیات سے نوازے، لندن جانے سے دینوی وسعت تو ضرور ہوئی ہوگی مگر غرباء کے علاج سے جو اخروی ثواب سہارنپور میں تھا وہ لندن میں کہاں ہوسکتا ہے آپ کے لئے دعا تو بہت اہتمام سے کرتا ہوں اور روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام بھی پیش کرتا رہتا ہوں مولوی وقار صاحب کا پرچہ بھی پہنچ گیا اس کا جواب بھی اسی لفافہ میں ارسال ہے اپنی والدہ، اہلیہ اور عزیز مولوی اطہر ان کی اہلیہ اور ہمشیرگان سے خاص طور سے سلام مسنون کہہ دیں تمہارے اجراڑہ کے مدرسہ کے مہتمم مولوی عبداللہ نے حافظ محمد حسین صاحبؒ کی کوئی سیرت لکھی ہے معلوم نہیں تم نے اس کو ملاحظہ کیا ہے یا نہیں۔ مولوی عبدالمالک سے بعد سلام مسنون تمہیں میں نے متعدد خطوط میں پیام لکھے جن میں قاری عباس کے رباط کی آگ کا حال بھی لکھا تھا تمہارا کوئی پرچہ تو اب تک پہنچا نہیں لیکن یہ ناکارہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے دعاؤں سے غافل نہیں۔

فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم حبیب اللہ

۲۵/۱/۷۶ء مدینہ منورہ

از حبیب اللہ بعد سلام مسنون درخواست دعا

مظاهر والوں کو چالبازی نہیں آتی

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر قرب وجوار کے اکثر مدارس میں تعطیل کردی گئی تھی اور دارالعلوم کی فرمائش پر رضا کار بڑی تعداد میں دیوبند پہنچ رہے تھے، مظاہر علوم سہارنپور کا چونکہ اس قسم کے جلسہ جلوس کرنے کا کبھی معمول نہیں رہا اور نہ ہی کسی تقریب میں کسی ایسی اختلافی شخصیت کو دعوت دی گئی جو سیاسی اور نزاعی ہو، مظاہر علوم شروع ہی سے گوشۂ گمنامی کو پسند کرتا رہا ہے اور اس قسم کے ہنگامی اجلاس سے دور بھاگتا رہا چنانچہ دارالعلوم دیوبند میں صد سالہ اجلاس کے موقع پر اکابر مظاہر کا کیا کردار رہا اور اس قسم کے جلسوں سے مظاہر علوم کو کتنی مناسبت رہی، حضرت شیخ الحدیثؒ کے اس خط سے پوری صورتحال ظاہر ہوتی ہے۔

باسمہ سبحانہٗ

مکرم ومحترم جناب الحاج قاری مظفر صاحب مد فیوضکم

بعد سلام مسنون

اسی وقت آپ کا خط پہنچا مجھے دارالعلوم کے جشن کا بہت فکر ہے تم حضرات سب بچے ہوا ایسا نہ ہو کہ تمہارے بچپنے سے مدرسہ کی ساکھ پر کچھ اثر پڑے، میں نے حاجی شفیع صاحب کو بھی خط لکھا تھا اور تمہیں بھی لکھا تھا وہ حضرات ہوشیار ہیں ۔حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ چالبازیاں مظاہر علوم والے اور دارالعلوم والے دونوں ہی کرتے ہیں مگر دارالعلوم کو آتی ہیں مظاہر والوں کو نہیں آتی۔

مجھے تو تمہاری بہت فکر اس صد سالہ کی وجہ سے ہورہی ہے، میری رائے یہ ہے کہ نہ تو مہمانان دارالعلوم کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ ہو جس سے وہ یہ سمجھیں کہ دونوں عین غین ہیں، دوسری میری رائے ہے کہ باراتوار کو چھٹی ہو مگر اس اعلان کے ساتھ۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ سارے طلبہ دارالعلوم کے مہمان ہوں جن کو شرکت کا شوق ہو اور وہاں سے طلب نہ ہو تو وہ اپنے کھانے کا بار اپنے ذمہ رکھیں۔

عزیز شاہد کو میں ۱۵ دن ہوئے بھیج چکا ہوں مگر تمہارے خط سے اس کا پہنچنا معلوم ہوا، تمہارے پہلے خط کا جواب شاہد کے ہی بدست بھیجا ہے، میری ظل عاطفت بہت ہوچکی اب تو میرے لئے حسن خاتمہ کی دعا سب احباب کرو، مولوی حبیب اللہ، اسمٰعیل، ابوالحسن کی طرف سے بھی سلام مسنون اپنی والدہ، اہلیہ اور عزیز اطہر سے سلام کہہ دیں میں پہلے خط میں بھی لکھوا چکا ہوں کہ آج کل بڑے فتنوں کا دور ہے کہ لوگ پہلے تو مخالفت چھپ کر کرتے تھے اب کھلم کھلا کرنے لگے ہیں آیت کریمہ اور سورہ کہف کے ختم کا خوب اہتمام کریں۔

فقط والسلام حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ

۸۰/۳/۱۶ء مدینہ طیبہ

اگر کہیں ضرورت پیش آئے تو بے تکلف میرے نام کو استعمال کرلو

ایک اور خط میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنے بعض اسفار کے اجمالی تذکرہ کے بعد مظاہر علوم کے لئے

خصوصی دعاؤں اور دارالعلوم دیوبند اور علامہ بنوریؒ کے مدرسہ میں چلنے والے مقدمات سے تشویش وغیرہ کا مختصر تذکرہ ہے فرماتے ہیں۔

باسمہ سبحانہ

مکرم ومحترم جناب الحاج قاری مظفر صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون

تمہارا خط طلحہ کے لفافہ میں ملا مگر اس قدر مشغولی رہی کہ حد وحساب نہیں، بہت سے دوستوں نے میرے سفر کئی کئی لکھے اگر کوئی چھپ گیا تو تم بھی دیکھو گے کہ اس بیمار وضعیف پر امراض کے ساتھ ساتھ کتنا ہجوم ان سفروں میں رہا، میں نے سنا ہے کہ سفر نامے تو کئی لکھے گئے یہ معلوم نہیں کہ کوئی چھپے گا بھی یا نہیں، تم نے بہت ہی اچھا کیا کہ دیوبند کے مخرجین کے متعلق پہلے ہی تجاویز منظور کر رکھی تھیں اگر کہیں ضرورت پیش آئے تو بے تکلف میرے نام کو استعمال کرلو کہ زکریا نے مدینہ طیبہ سے منع لکھ کر بھیجا ہے، دارالعلوم کی ۴۵ھ کے واقعات میری آپ بیتی میں تفصیل سے آچکے ہیں۔

میں مظاہر علوم کیلئے بہت اہتمام سے دعائیں کرتا ہوں، دارالعلوم دیوبند اور مولانا یوسف بنوری مرحوم کے مدرسہ کے واقعات سے ڈرتا رہتا ہوں کہ مولانا مرحوم کے مدرسہ میں بھی مقدمہ بازی چل رہی ہے، آج کل میں بہت ہی بیمار ہو رہا ہوں، خطوط کا لکھنا تو درکنار سننا بھی دشوار ہے، مدینہ سے اور افریقہ سے خطوط آتے رہتے ہیں، یہ پوچھ کر کہ کہاں کی ڈاک ہے پھر رکھوا دیتا ہوں، آج کل حج کا زمانہ ہے، مولوی عبدالعلیم، مولوی منور سب حضرات مختلف مقامات پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور میں عزیز سعدی کے گھر کواڑ لگائے پڑا رہتا ہوں۔

ہمیشہ خیال رکھئے کہ عاقل طلحہ کے خطوط آتے رہتے ہیں مستقل لفافہ کی ضرورت نہیں، اہلیہ اور والدہ اور عزیز اطہر سے سلام مسنون کہہ دیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ زیدہ مجدہٗ

بقلم حبیب اللہ ۵/ اکتوبر ۸۱ء مکہ مکرمہ

تمھیں اور مدرسہ کو دارین کی ترقیات سے نوازے

ذیل کے مکتوب گرامی میں مقدمہ بازیوں پر تشویش وحیرت، حضرت فقیہ الاسلامؒ سے اپنی محبت کا اظہار، حضرت مفتی صاحب اجراڑویؒ کی مدرسہ کے لئے محنت ولگن اور کتب خانہ کی نگرانی اور اپنے والد ماجد کے خطوط وروایات پر چلنے کی حضرت فقیہ الاسلامؒ کو ہدایت، قاری............اور قاری............صاحبان کے لئے مکان کی فراہمی پر گفتگو مدرسہ کی کسی جائداد کے سلسلہ میں مولانا عبدالمالکؒ کے طریقہ کار کی تعریف وتحسین اور مفید مشورے اپنے اوپر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کے احسانات کا اظہار مدرسہ کیلئے اپنی ہمدردیاں اور لگاؤ وغیرہ کا ذکر خیر ہے، فرماتے ہیں۔

باسمہ سبحانہٗ

مکرم ومحترم جناب الحاج قاری مظفر صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون

آج دوپہر مولوی حبیب اللہ عزیز عاقل کے نام رجسٹری کرنے گئے تو واپسی میں تمہاری رجسٹری لے کر آئے بڑا قلق ہوا اگر یہ ایک دن پہلے آجاتی تو پھر رجسٹری آپ ہی کے نام کرتا اسی میں عاقل وغیرہ کے پرچے رکھ دیتا، اسی وقت نہایت مشغولی میں تمہاری رجسٹری سنی، مضمون میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کی وجہ سے رجسٹری کرنے کی ضرورت پیش آتی ،اگر کوئی اہم مضمون ہو تب تو ضرور رجسٹری کریں ورنہ معمولی بات ہوا کرے تو پرچہ عاقل کو دے دیا کریں اسلئے کہ گھر والوں میں سے تو کسی نہ کسی کی رجسٹری آتی رہتی ہے جسکی رجسٹری آتی ہو عزیز عاقل اس میں رکھوا دیا کریگا میں نے تو اپنے خط کو اسلئے رجسٹری کیا تھا کہ اس میں مدرسہ کے اہم کاغذات تھے میرا ظل عاطفت تو بہت ہو چکا مجھے تو اب دعاء مغفرت اور حسن خاتمہ کی دعا کی احتیاج ہے، میرے پاس تو متعدد خطوط میں یہ روایت پہنچی تھی کہ مقدمہ بازی کی نوبت آنے کو ہے جس پر مجھے بڑی حیرت ہوئی تھی اور قاری ...... کی جو تحریر آپ نے بھیجی تھی اس میں ایک لفظ تھا کہ آپ انتظام کریں ورنہ میں کوئی انتظام کروں تو اس میں مزاحمت نہ کریں، آپ کے خط سے یہ معلوم ہو کر کہ مقدمہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے مسرت ہوئی ضرور ان کو سمجھا دیجئے کہ ایسی کوئی حرکت نہ کریں جس سے مدرسہ سے زیادہ تم دوستوں کو نقصان ہو، آپ نے لکھا کہ ہم لوگوں کی پہلے سے کوشش یہی تھی کہ قاری گورا کے لئے کوئی مکان تلاش کرالیا جائے۔ضرور کیجئے۔موجودہ باوجود باہر زینہ ہونے کے بھی ان دونوں کے لئے کافی نہیں اسلئے کہ قاری .... کی بھی کھیتی شروع ہوگئی ہے اور قاری ...... کے بھائی کا نکاح ہوگیا اور تیسرے کا ابھی باقی ہے بہرحال ایک مکان تو کافی نہیں ہوسکتا اگر تمہاری اور مولوی عبدالمالک وغیرہ کی کوشش سے کوئی مکان جلد مل جائے تو اچھا ہے، دارالطلبہ کے قریب ہو تو بہت ہی اچھا، دارجدید کے قریب جو مکانات ہیں ان میں کوئی ہو سکے تو زیادہ اچھا ہے جب کوئی ہو جائے اور اس کا کرایہ وغیرہ طے ہو کر قاری .... اس میں منتقل ہو جائیں تو مجھے بھی اس کی تفصیل لکھیں۔حاجی شفیع اور حاجی عبدالعلیم کا آنا تو معلوم ہوا مگر ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے کے بعد حاجی شفیع کی ٹانگ میں کوئی پھوڑا پھوٹ گیا جس کی وجہ سے وہ فوراً واپس چلے گئے میرے پاس حاجی شفیع کا پندرہ دن سے خط آئے رکھا تھا مگر میں نے سنا تھا کہ وہ مولانا انعام صاحب کے ساتھ جنوبی ہند کے سفر پر جائیں گے اسی لئے اس کا جواب نہیں لکھا تھا، ٹال والی زمین نے تو بہت ہی دق کیا اللہ تعالیٰ اس کو باحسن وجوہ مدرسہ کے حق میں جلد طے کرادیں مولوی عبدالمالک نے بہت اچھا کیا کہ مسلم اور غیر مسلم وکلاء سب سے مشورہ کیا بلکہ اس میں تو غیر مسلم وکیل بنایا جائے تو زیادہ اچھا ہے کیونکہ افتخار نے کتب خانہ کے لئے میرے پاس تو کوئی اطلاع نہیں آئی کہ کیا ہدایت دی ہے البتہ میں نے عرصہ ہوا کہ ایک خط اس سلسلہ میں لکھا تھا کہ قاری سعید مرحوم کتب خانہ کی بہت اہتمام سے نگرانی کیا کرتے تھے قلمی

کتابوں کودھوپ دلانا، بوسیدہ کتابوں کی مرمت کرانا غرض ایک گھنٹہ روز قاری صاحب مرحوم کتب خانہ پر میری درخواست پرخرچ کرتے تھے، آپ سے تو میں نے کئی دفعہ کہا کہ اپنے والد صاحب کے معمولات کا تو کم سے کم اہتمام رکھا کریں مدرسہ سے قطع نظر یہ تو صلہ رحمی لابیہ میں بھی داخل ہے، اللہ تمہاری بہت ہی مددفرمائے جملہ مکارہ سے محفوظ فرما کر تمہیں اور مدرسہ کو دارین کی ترقیات سے نوازے یہ ناکارہ اگر چہ اپنے اعذار اور مجبوریوں کی وجہ سے چلا آیا مگر مدرسہ میرے اکابر بالخصوص میرے حضرت کی یادگار ہے اسی لئے فکر اور خیال تو مدرسہ کالگا ہی رہتا ہے اور اپنی سعی وکوشش میں بھی دریغ نہیں ہوتا مگر امراض نے ایسا گھیر رکھا ہے کہ خط لکھوانے میں بھی کئی کئی دن لگ جاتے ہیں اپنی والدہ محترمہ، اہلیہ، عزیز اطہر اور انکی اہلیہ سے اہتمام سے سلام مسنون کے بعد کہہ دیں کہ قاری صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے احسانات مجھ پر اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کے متعلقین کے لئے بار بار وزانہ دودفعہ تو ضرور ہی دعا کرتا ہوں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۵/۵/۷۷ء مدینہ طیبہ

از حبیب اللہ بعد سلام مسنون درخواست دعا

قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ صرف حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس ہی خطوط نہیں بھیجتے تھے بلکہ آپ کے برادر اصغر جناب مولانا اطہر حسین صاحبکے نام بھی متعدد خطوط ارسال فرمائے جن میں اپنے مشفقانہ انداز میں اظہار تعلق، دعاؤں کی یقین دہانیاں اور حضرت مفتی سعید احمد صاحب کے اپنے اوپر احسانات کا تذکرہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ۸/اپریل شنبہ (سن درج نہیں) کو آپ نے مولانا اطہر حسین صاحب کے پاس ایک مکتوب ارسال فرمایا جس کا ایک پیراگراف یہ ہے

''قاری صاحب مرحوم کا جو مخلصانہ تعلق اس ناکارہ سے تھا اس کی بنا پر تم دونوں بھائی کسی بھی وقت نہیں بھلائے جاسکتے یہ ناکارہ تمہارے لئے اور قاری مظفر صاحب کے لئے دل سے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ شانہ دونوں کو دارین کی ترقیات سے نوازے، اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے''

حضرت شیخ الحدیث بقلم احقر الیاس

قارئین کرام نے گذشتہ صفحات میں شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی کے جملہ مکتوبات کو پڑھ کر اندازہ لگالیا ہوگا کہ ایک مشفق استاذ اپنے شاگرد کی کس انداز پر تربیت کرسکتا ہے آپؒ کیلئے حضرت شیخ الحدیثؒ کی ذات گرامی نہایت اہمیت کی حامل تھی اسلئے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے ماضی وحال سے بخوبی واقف اور باخبر تھے اس لئے قدم قدم پر رہنمائی اور رہبری کے فرائض حضرت

اقدس شیخ الحدیثؒ انجام دیتے رہے اور خود حضرت فقیہ الاسلامؒ مدرسہ کے لئے اہم معاملات میں نہایت سعادتمندی کیساتھ حضرت شیخ سے مشورہ لیتے رہے جس کا مذکورہ بالا خطوط سے اندازہ ہوتا ہے۔

افسوس کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے وہ خطوط جو آپ نے اپنے استاذ حضرت شیخ الحدیثؒ کو مختلف مواقع پر ارسال فرمائے تھے ان کی کوئی نقل ہم کو دستیاب نہ ہوسکی ورنہ حضرت شیخ الحدیث اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کے اس اٹوٹ رشتہ پر مزید روشنی پڑتی جن کے رشتے کو توڑنے اور سبوتاژ کرنے میں حکیم خاندان کا ایک نااہل دن ورات مصروف رہا ہے اور اٹھتے بیٹھے اپنے محسن وکرم فرما حضرت فقیہ الاسلامؒ کی دل آزاری کیلئے طرح طرح کے تانے بانے بنتا رہا اور آخر تک اپنی حرکتوں سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو تکالیف پہنچا کر خوشی محسوس کرتا رہا اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ شہر میں موجود رہنے کے باوجود حضرت فقیہ الاسلامؒ کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ کر کے ثابت کردیا کہ اس شخص کی یہ لڑائی للہ اور فی اللہ نہیں بلکہ اپنی انا کی تسکین اور اپنی حرکتوں کے باعث مدرسہ سے نکالے جانے کے بدلہ میں مظاہر علوم کے نام پر حضرت فقیہ الاسلامؒ پر سنگ باری کرتا رہا اور الحمد للہ دنیا اس پاگل کی بڑسے واقف ہوچکی ہے اور حضرت فقیہ الاسلامؒ سے محبوبیت میں کمی کے بجائے مزید اضافہ ہوا اور آپ کی ذات مرجعیت اور مرکزیت کی حامل بن گئی اور دشمنوں کی یہ فطرت بھی ظاہر ہوگئی۔

میں سمجھ گیا وہ ہیں بے وفا مگر ان کی راہ میں ہوں فدا
مجھے خاک میں وہ ملا چکے مگر اب بھی دل میں غبار ہے

....

ہمارے دشمن ستائیں ہم کو وہ جتنا چاہیں دبائیں ہم کو
مگر وہ روئیں گے روز محشر جو آج ہم کو رلا رہے ہیں

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب نے غالباً ایسے ہی بدطینت افراد کیلئے بہت پہلے لکھدیا تھا کہ

"اہل اللہ پر محض دنیوی اغراض یا حسد وعناد کی وجہ سے اس طرح کے الزامات لگانا خود اپنی دنیا وعقبیٰ کو برباد کرنا ہے ان حضرات سے الجھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں دیکھا گیا ایسے لوگوں کے لئے رسوائی اور روسیاہی مقدر ہے من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحراب (جو میرے ولی سے دشمنی کرے اس کو میری طرف سے اعلان جنگ ہے)۔

پس تجربہ کردیم دریں دار مکانات
باڈرکشاں ہر کہ درآویخت بر آویخت

(اس دنیا میں ہم نے بہت تجربہ کیا ہے کہ جو اللہ والوں سے اٹکا ہے وہ خاک ذلت پر آگرا) (حیات اسعد ۲۳۶)

حضرت شیخ الحدیثؒ کا ایک علمی اشکال

اس عنوان کے ختم پر مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا وہ مکتوب گرامی بھی درج کر دیا جائے جس میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ایک علمی استفسار فرمایا ہے اور یوم عاشورہ میں توسیع علی العیال اور روزہ کی جمع کی بابت معلوم فرمایا ہے جس سے ایک طرف حضرت شیخ الحدیثؒ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے تو دوسری طرف حضرت فقیہ الاسلامؒ کے علمی رسوخ اور تبحر کا پتہ چلتا ہے لکھتے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ

عنایت فرمایم قاری مظفر صاحب بعد سلام مسنون

ایک اشکال ساری عمر کا ہے تمہارے ابا جان سے بھی کئی دفعہ بحث ہوئی مگر ایسا کوئی جواب سمجھ میں نہیں آیا جو دل قبول کرلے، فقہاء اور محدثین نے یوم عاشورہ میں توسع علی العیال کی ترغیبیں دی ہیں اور اس دن کا روزہ تو واجب نہیں تو مؤکد تو ہے ہی، دونوں میں جمع کہیں سے منقول مل جاوے تو بہت ہی اچھا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ

بقلم مظہر ۱۰ر محرم ۹۲ھ

دور حاضر کے عظیم مفتی و محقق اور صاحب تصانیف کثیرہ حضرت مولانا مفتی برہان الدین سنبھلی مدظلہٗ استاذ تفسیر و حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ لکھتے ہیں۔

''ان گنہ گار آنکھوں نے کوئی ثلث صدی قبل یہ منظر بھی دیکھا جو ابھی تک حافظہ میں تازہ ہے کہ حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ مرشدنا و مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ العزیز حجاز مقدس سے تشریف لائے اور مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں قیام فرما تھے، سینکڑوں (بلکہ شاید ہزاروں سے متجاوز) مجمع تھا جن میں بکثرت علماء و صلحاء بھی تھے، وہاں جب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب جو اس وقت بوڑھے بھی نہیں تھے تشریف لائے تو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے بڑے تپاک سے معانقہ فرمایا (جس کا مفہوم ذہن میں یہ ہے) تمہاری ہی خاطر آیا ہوں (اس وقت غالباً ہجرت کی نیت حضرت نے نہیں کی تھی) حضرتؒ کے اس رویہ سے قلبی تعلق کا اور حضرتؒ کی نظر میں مفتی صاحب کی جو وقعت تھی اس وقت وہاں موجود ہر شخص کو نہ صرف اندازہ ہوا بلکہ قلوب متاثر ہوئے''۔۱۲منہ

حضرت مولانا مفتی سمیع الحق قاسمی مفتی مدرسہ مدنی دار القرآن مئو لکھتے ہیں

''جب بندۂ ناچیز ۱۹۷۱ء میں دار العلوم دیو بند میں زیر تعلیم تھا اس وقت مظاہر علوم میں یہ چند عظیم ہستیاں مرجع خلائق تھیں جن کی زیارت اور ان حضرات سے شرف لقاء حاصل کرنے اور ان کی دعائیں لینے کیلئے جایا کرتا تھا ان میں محدث جلیل حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم، عارف باللہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحب اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحب تھے۔ حضرت

مولانا محمد زکریا صاحب کے آگے پیچھے دائیں بائیں حضرت مفتی صاحب ہی نظر آتے تھے جو حضرت کے معتمد علیہ اور معتمد خاص تھے، ان کے علم وعمل، تقویٰ وطہارت اور فتویٰ پر حضرت شیخ کو پورا اعتماد تھا، مفتی صاحب کی پاکیزگی مسلم تھی، تقریباً نصف صدی سے ان کا علمی فیض جاری تھا''۔

بہر حال حضرت شیخ الحدیثؒ کی خصوصی شفقتوں اور بے پناہ نوازشوں سے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے تقریباً چالیس سال تک بڑی خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ دور نیابت ونظامت کو چلا کر مظاہر علوم کی تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ کیا ہے افسوس کہ اب نہ حضرت شیخ الحدیثؒ ہیں اور نہ ہی آپ کے پروردہ حضرت فقیہ الاسلامؒ سب ایک ایک کر کے شہر خموشاں چلے جا رہے ہیں ؎

فروغ شمع تو باقی رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی دل آزاری اور ایذا پہنچانے والے ہنوز موجود ہیں اور ان کی شیطنت سے یہی توقع ہے کہ وہ اپنی حرکتوں اور شرارتوں سے مظاہر علوم کو ہر قدم پر نقصان وخسران سے دوچار کرنے کیلئے نئے شیطانی تانے بانے بنتے رہیں گے اور اس شعر پر قطعاً دھیان نہیں دیں گے۔ ؎

تجھے کیوں فکر ہے اے گل دل صد چاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کر لے

اور ؎

تمنا آبرو کی ہے اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے

آج کل مدارس میں یہ بیماری بھی پیدا ہوگئی ہے کہ مدرسین وملازمین اپنے اپنے فرائض پر پابند نہیں رہتے۔ مہتمم صاحب نے مدرسین اور ملازمین کے لئے جو اوقات (جن کاموں کیلئے) مقرر کر دئے ہیں ان کی پابندی ملازمین کو نہایت ضروری ہے، بڑے مدارس کا حال بھی یہ ہے کہ مدرس جب سبق پڑھانے جاتا ہے تو مقررہ وقت کے پندرہ بیس منٹ ضائع کر کے درس گاہ پہنچتا ہے (خوب یاد رکھو) مدرسہ کے اوقات مقررہ کی خلاف ورزی خیانت ہے، مہتمم مدرسہ کچھ کہے نہ کہے عند اللہ تو خیانت ہو رہی ہے۔
(ملفوظات فقیہ الاسلام ص۔۴۴)

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

ناصر الدین مظاہری

حضرت فقیہ الاسلامؒ شروع ہی سے بزرگان دین کے منظور نظر تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے بارہا آپ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی تھی، حضرت فقیہ الاسلامؒ قرأت میں تخفیف فرماتے تھے جس پر کبھی کبھی حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نے اس قدر تخفیف قرأت پر ٹوکا بھی لیکن ایک دن دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ آموں کے موسم میں سہارنپور تشریف لائے اور کسی کی فرمائش پر آموں کے باغ میں تشریف لے گئے جہاں آم تناول فرمائے لیکن آم کھانے کے بعد مظاہر علوم واپس تشریف لائے نماز کے وقت تک آپؒ کو قے کا تقاضہ ہوا ادھر نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوگئی، حضرت فقیہ الاسلامؒ اس دن اتفاق سے نہیں تھے، کسی اور صاحب نے نماز پڑھائی جنہوں نے قرأت ذرا طویل کردی، حضرت مدنیؒ نے کسی طرح نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد ایک زوردار ابکائی لی پھر برجستہ پوچھا کہ آج تخفیف والے امام صاحب کہاں چلے گئے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی صلاحیتوں اور سعادت مندیوں کے باعث شروع ہی سے اپنی شفقتوں اور محبتوں سے نوازتے رہے، قدم قدم پر استاذ ہونے کے ناطے رہنمائی فرمائی، درسیات کی متعدد کتب کے علاوہ مقدمہ تقریب اور مقدمہ قاموس کو خارج میں پڑھایا، اپنے عزیزوں اور بیٹوں جیسا معاملہ فرمایا، صرف ۲۴ رسال کی عمر میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کو اپنے ہمراہ برما لے گئے، مظاہر علوم میں دوران درس آپ پر خصوصی نگاہ رکھی اور امتحانات میں دلچسپی لیتے رہے، مسجد کمبوہ کٹہرہ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کے لائق فائق فرزند مولانا سید عبد الرؤف عالی اور حضرت فقیہ الاسلامؒ باری باری تراویح سناتے تھے اور سامع خود حضرت شیخ الاسلامؒ ہوتے تھے کبھی کبھی اندھیری راتوں اور تاریک راہوں کی پرواہ کئے بغیر حضرت شیخ الاسلامؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے گھر پہنچتے اور کنڈی کھٹکھٹا کر بلاتے اور اپنے ہمراہ مسجد کمبوہ کٹہرہ لے جاتے جہاں اپنے فرزند عالی اور شاگرد رشید دونوں کو باری باری تراویح پڑھانے کا حکم فرماتے تھے۔

دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں بہت سی نمازیں حضرت فقیہ الاسلامؒ کی اقتداء میں حضرت شیخ الاسلامؒ نے ادا فرمائی تھیں ایک بار مسجد مدرسہ قدیم میں تراویح کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ اور آپ کے برادر اصغر مولانا اطہر حسین صاحب اپنے ہمراہ لے گئے اور ضیافت کے لئے آم پیش فرمائے۔

حضرت مولانا بابو ولی محمد صاحب بٹالویؒ بڑی خوبیوں کے مالک تھے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مجازین میں تھے، اعلیٰ عصری تعلیم یافتہ اور فوج کے دفتر میں ہیڈ کلرک رہے لیکن علم دین کی طلب اور سچی تڑپ نے مظاہر علوم پہنچادیا جہاں دینی علوم سے آراستہ ہوکر مادر علمی ہی میں ریاضی کے استاذ مقرر ہوگئے، نہایت صاف گو حق گو، حق پسند طبیعت پائی تھی، حضرت فقیہ الاسلامؒ کے اولین مربیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، حضرت فقیہ الاسلامؒ سے بیحد محبت فرماتے تھے کبھی کبھی اپنے ساتھ شریک طعام بھی رکھتے تھے، قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی میں مدرسہ آثار الولی کی بنیاد ڈالی، ۲۱/اپریل ۱۹۶۹ء کو وہیں راولپنڈی میں انتقال ہوا۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے ایک بار آپ میرٹھ تشریف لے جارہے تھے، حسن اتفاق کہ اسی دن اسی ٹرین سے مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ اپنے دونوں بیٹوں حضرت فقیہ الاسلامؒ اور مولانا اطہر حسین صاحب کے ساتھ میرٹھ تشریف لے جارہے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان دونوں بھائیوں کی حضرت رئیس التبلیغ سے ملاقات وزیارت اور شرف نیاز منظور تھا اس لئے اسی ڈبہ میں پہنچے جس میں حضرت موجود تھے۔

حضرتِ فقیہ الاسلامؒ اور مولانا اطہر حسین صاحب دونوں نے اپنی سعادت مندیوں کیساتھ حضرت بانیٔ تبلیغ کی نہ صرف زیارت کی بلکہ شرف ملاقات ونیاز بھی حاصل ہوا اور پورے سفر میں اپنی شفقتوں اور محبتوں سے نوازتے رہے۔

کچے گھر میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تشریف لاتے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے وسیع دستر خوان پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کو بارہا زیارت وملاقات اور شریک طعام ہونیکا موقع ملا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بھی دیگر اکابرین ملت کی طرح متعدد بار حضرت فقیہ الاسلامؒ کی اقتداء میں نمازیں ادا فرمائی تھیں۔

سید المتواضعین حضرت مولانا منظور احمد خانصاحب جو حضرت سہارنپوریؒ کے تلامذہ میں سے تھے اور ابتداء ہی سے محبت ورافت کا معاملہ فرماتے رہے، آپ کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کی صلاحیتوں پر بھرپور اعتماد تھا ایک طویل عرصہ تک حضرت فقیہ الاسلامؒ کو اپنے ساتھ شریک طعام رکھا اور سعادت مند شاگرد رشید کی صلاحیتوں کے باعث کبھی کبھی بلا تکلف مسائل دریافت فرماتے تھے، فرائض کے سلسلہ میں خصوصاً اگر کوئی مسئلہ تحریر فرماتے تو اپنے شاگرد رشید کو بھی دکھاتے تھے۔

کبھی کبھی بہت محبت کے ساتھ فرماتے ''اجی مفتی جی! آج کا کھانا میرے ساتھ کھائیو'' اور سعادت مند شاگرد جب کھانے کے لئے پہنچتا تو بہت ہی شفقت اور دعاؤں سے نوازتے، مجھے یاد ہے ایک بار حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ایک خصوصی مجلس میں فرمایا تھا کہ حضرت مولانا منظور احمد خانصاحبؒ کے ساتھ ایک بار بمبئی کا سفر بھی ہوا تھا جہاں ایک اہم اجتماع میں شرکت فرمائی تھی۔

حضرت مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوریؒ (م ۱۳۹۷ھ - ۱۹۷۷ء) جامعہ مظاہر علوم کے فارغ التحصیل تھے تقریباً تیس سال تک مظاہر علوم کی بے لوث خدمات انجام دے کر پاکستان دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔

مظاہر علوم میں دوران قیام حضرت فقیہ الاسلامؒ کو نہ صرف آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا آپ حضرت سہارنپوریؒ کی خصوصی توجہات اور عنایات سے مستفید رہے آپؒ کی ضرورت کی چیزیں بازار اور دوکانوں سے خرید کر پہنچاتے رہے۔

حج بیت اللہ کیلئے جب حضرت فقیہ الاسلامؒ تشریف لے گئے تو وہاں آپ سے ملاقات ہوگئی، آپ کو سینہ سے لگالیا، پرانی یادیں تازہ ہوگئیں، خوب روئے اور بہت بہت دعائیں دیتے رہے۔

دارالعلوم کراچی کی مسند حدیث پر جلوہ افروز ہونے کے بعد بڑھنے والی مصروفیات کے باوجود اپنی مادر علمی مظاہر علوم اور یہاں کے اکابر وشیوخ اور تلامذہ ومحبین سے مراسلت اور مکاتبت جاری رکھی، مدرسہ کے احوال وکیفیات معلوم کرتے رہے، چنانچہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے والد ماجد حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کے سانحہ ارتحال کی اطلاع جب آپ کو ملی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور فوری طور پر اپنے قلبی رنج وتاثر اور مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی رحلت سے پہونچنے والے نقصان عظیم کو اپنے تعزیتی مکتوب میں یوں رقم فرمایا۔

''از دارالعلوم مانک واڑا کراچی ۲۰؍صفر ۷۷ھ یوم یکشنبہ

محترمان ومکرمان مولانا مظفر حسین صاحب واطہر حسین صاحبان زید مجدہما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب خیر بخیر اور دعا گو ودعا جو ہے طلبہ کے خطوط سے پھر بعض طلبہ کی زبانی جناب مفتی صاحب مرحوم کا سانحۂ وفات مسموع معلوم ہو کر اللہ جانتا ہے سخت رنج اور قلب کو صدمہ پہونچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حق تعالیٰ شانہٗ مرحوم کی مغفرت اور ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائیں علمی دنیا کو بالعموم اور مظاہر علوم کو بالخصوص ان کی مفارقت سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا حق تعالیٰ شانہٗ آپ صاحبوں کو ان کا نعم البدل بنائیں اور آپ کو صبر جمیل اور والدہ محترمہ کو سکون واستقلال عطا فرمائیں میری جانب سے والدہ محترمہ کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد اظہار افسوس ورنج کے ساتھ فرمادیں کہ احقر دعائے خیر بھی کرتا ہے مجھے امید ہے کہ آپ حضرات بھی اس خادم کے حق میں اگر کبھی یاد آجائے دعائے خیر سے دریغ نہ فرمائیں۔ فقط والسلام اکبر علی

بخدمت عنایت فرمایم جناب مولوی مظفر صاحب

خلف الرشید حضرت مفتی قاری سعید صاحب مرحوم

مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی، ہندوستان''

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ (متوفی۔۱۴۱۵ھ م۔۱۹۹۴ء) ایک مدت تک مظاہر علوم کے استاذ رہے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا، مظاہر علوم میں دوران قیام حضرت فقیہ الاسلامؒ کو اپنی شفقتوں سے نوازتے رہے، برابر آپ کے حق میں دعائیں کرتے رہے۔

مظاہر علوم کے رجسٹریشن کا ہنگامہ جب کھڑا ہوا تو حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ وقف علی اللہ کی تائید وحمایت کرتے اور اپنی مجلسوں کے علاوہ باقاعدہ فتوی جاری کر کے رجسٹریشن کے نقصانات اور وقف علی اللہ کے فوائد پر روشنی ڈالی۔

مفتی صاحب موصوفؒ نے مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری کو وقف کی حمایت اور رجسٹریشن کی قباحت پر ایک سخت مکتوب لکھا تھا اور باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ اسی مکتوب گرامی سے حضرت بلندشہریؒ کے رجسٹریشن سے متعلق تشدد میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی تھی۔

حضرت اقدس حافظ محمد حُسین صاحب اجراڑویؒ

حضرت اقدس حافظ محمد حسین صاحبؒ (۱۰/محرم ۱۲۸۶ھ۔۴/۵/رجب المرجب ۱۳۷۷ھ) جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ کے بانی مبانی، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فیض یافتہ اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ کے استاذ گرامی اور رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے مخصوصین میں سے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، محدث کبیر حضرت خلیل احمد سہارنپوریؒ اور قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ جیسے بزرگان حضرت حافظ صاحبؒ کے اوصاف وکمالات کے معترف تھے۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ جب مظاہر علوم میں تدریس کے لئے اجراڑہ سے سہارنپور تشریف لے آئے تو مراسلت اور مکاتبت کا سلسلہ مستقل قائم رکھا اور تقریباً ہر ہفتہ حضرت حافظ صاحبؒ کے پاس خیریت ومزاج پرسی کا خط بھیجتے تھے، حضرت حافظ صاحبؒ اپنے شاگرد رشید حضرت مفتی اعظمؒ کی وجہ سے ان کے فرزندان گرامی فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ اور حضرت مولانا اطہر حسین صاحب سے بھی بہت محبت وشفقت فرماتے تھے اور حضرت والد ماجد صاحبؒ جب حافظ صاحبؒ کے پاس خط بھیجتے تو یہ دونوں بھائی اپنا سلام بھی خط میں لکھواتے تھے جو ان کی سعادت مندی کی واضح دلیل تھی۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے ساتھ حضرت حافظ صاحبؒ کا معاملہ نہایت ہی مشفقانہ اور کریمانہ تھا اور بعض مرتبہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کو رمضان المبارک میں تراویح کیلئے سہارنپور سے بلوا کر پورا قرآن کریم سنتے تھے، یہی نہیں آپؒ کی تربیت اور پختگی کیلئے حضرت حافظ صاحبؒ کبھی کبھی حضرت فقیہ الاسلامؒ کو حکم دیتے کہ ''تم تقریر کرو

میں سنوں گا'' اور حضرت فقیہ الاسلامؒ الامر فوق الادب کے تحت کھڑے ہوجاتے اور تقریر شروع فرمادیتے تھے۔

حضرت حافظ صاحبؒ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ایک مربی کی طرح تعلیم وتربیت فرمائی تھی اور شاید یہ حافظ صاحبؒ ہی کی محنت ودعا کا اثر تھا کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ جب تقریر شروع کردیتے تھے تو عجیب عجیب معلومات کا انبار لگادیتے تھے حضرت فقیہ الاسلامؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ '' آمد ہوتی ہے آورد نہیں ہوتی ''

جناب مرزا بسم اللہ بیگ نے تذکرہ قاریان ہند میں لکھا ہے

'' وعظ وبیان میں بھی اپنے ہمعصروں کی نسبت ممتاز ہیں، بیان میں سلاست وروانی اور تاثیر وجوش ہوتا ہے، اکثر عالمانہ انداز پر عوام وخواص کے لئے یکساں مفید ہوتا ہے''

حضرت حافظ محمد حسین صاحبؒ سے مکاتبت اور مراسلت کا سلسلہ حضرت والد صاحب کے زمانہ سے ہی جاری ہوا تھا، ذیل میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کا حافظ صاحبؒ کے نام ایک خط برکت کے لئے درج ذیل ہے۔

مخدومی ومکرمی جناب حافظ صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والد صاحب کی طبیعت اگر چہ بہت زیادہ خراب تھی مگر الحمد للہ اب روبصحت ہیں علاج بدستور جاری ہے دعاؤں کی زیادہ ضرورت ہے اس سے پہلے بھی ایک خط تحریر کرچکا ہوں باقی خیریت ہے، سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون، والد صاحب سلام مسنون فرماتے ہیں۔

مظفر حسین مظاہر علوم سہارنپور

مسیح الامت حضرت جلال آبادیؒ

مسیح الامت حضرت اقدس مولانا شاہ مسیح اللہ خانصاحبؒ ۱۳۲۹ھ میں علی گڑھ میں پیدا ہوئے، ۲۵رشوال ۱۳۵۱ھ میں حکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ نے خلافت سے نوازا اور اپنے فیوض وبرکات سے ہند ہی نہیں پاکستان، افغانستان، برصغیر افریقہ، یورپ اور امریکہ تک کے مسلمانوں کو اپنے فیوض وبرکات سے مستفیض فرماکر ۱۶رجمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۲رنومبر ۱۹۹۲ء کو ہمیشہ کیلئے آنکھوں سے اوجھل ہوگئے، حضرت حکیم الامتؒ کو آپ سے بہت محبت تھی جس کا اظہار حضرت تھانویؒ نے جلال آباد میں ایک عام جلسہ میں فرمایا تھا۔

حضرت جلال آبادیؒ کو مظاہر علوم کے اکابر سے جو تعلق تھا اور اکابر مظاہر بالخصوص حضرت فقیہ الاسلامؒ سے جو انس ومحبت تھی اس کا اندازہ جلال آباد سے شائع ہونیوالے مجلّہ مفتاح الخیر کے مدیر عزیزی محمد نعیم سلمہٗ کی اس تحریر سے ہوتا ہے

''مسیح الامت حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی نور اللہ مرقدہٗ کو بھی مدرسہ مظاہر علوم اور وہاں کے بزرگوں سے بڑی محبت تھی وہاں کے بزرگوں کا اکرام واحترام اور خوردوں پر شفقت

ونوازش فرماتے تھے نیز حضرت فقیہ الاسلامؒ اکثر وبیشتر مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب شیروانی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت مسیح الامتؒ بڑا مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے کبھی کبھی حضرت فقیہ الاسلامؒ سے فرماتے۔

''آپ کی ذات میرے لئے مفرح قلب اور مقوی قلب ہے'' (مفتاح الخیر جنوری فروری ۲۰۰۴ء)

مظاہر علوم سہارنپور کی تقسیم اور وقف علی اللہ اور رجسٹریشن کے نزاع پر مخالفین وقف نے اپنی عیاریوں، مکاریوں، غداریوں، فریب کاریوں کے طفیل کاروان اکابر کی ایک بڑی تعداد کو دھوکہ دے کر اپنا ہمنوا بنالیا تھا اور سادہ لوح معصوم بزرگان دین کو وقف علی اللہ کے موقف کی تائید کرنے کے بجائے رجسٹریشن کا حامی بنالیا تھا ایسے وقت میں حضرت جلال آبادیؒ نے اپنی ایمانی بصیرت اور مؤمنانہ فراست سے اس نکتہ پر بھی غور فرمایا کہ چونکہ اکابر وقت کی بڑی تعداد (وقتی طور پر) فریق مخالف کی ہمنوا ہے، ظاہر سی بات ہے حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے دل میں یہ واہمہ اور وسوسہ پڑسکتا ہے کہ کہیں ان کا موقف نظر ثانی کا محتاج تو نہیں؟ یہ سوچتے ہی حضرت جلال آبادیؒ نے اپنے فرزند حضرت مولانا صفی اللہ خان صاحب کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس بھیجا، ایک ہزار روپے بھی بھجوائے اور یہ پیغام بھی

''آپ کسی قسم کے تردد کا شکار نہ ہوں، آپ ہی حق پر ہیں اور میں آپ کے موقف کی تائید کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے لئے ایک ہزار روپے بھی بھیج رہا ہوں''

حضرت جلال آبادیؒ وقف علی اللہ کے کس قدر حامی تھے اور اپنے اکابر واسلاف کی زریں روایات کے کہاں تک محافظ ونگراں تھے اس کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپؒ سے وقف اور رجسٹریشن کے سلسلہ میں سوال کیا گیا، وقف اور رجسٹریشن کی بابت آپ کی رائے اور موقف معلوم کیا گیا تو حضرت مسیح الامتؒ نے فوری طور پر جواب نہیں دیا بلکہ مظاہر علوم (وقف) سے وقف اور رجسٹریشن سے متعلقہ کاغذات، دستاویزات اور فائلیں منگوا کر سپریم کورٹ کے وکیل .... کے حوالہ فرمائیں اور وکیل صاحب سے فرمایا کہ وقف اور رجسٹریشن دونوں کے سلسلے میں تم قانونی نقطۂ نظر سے واضح کرو کہ کیا بہتر ہے، وکیل نے دونوں سلسلوں کے کاغذات کا مطالعہ کیا مطالعہ کے بعد اس فیصلے پر مجبور ہوا کہ دینی مدارس کا رجسٹریشن دینی اور شرعی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں ہے چنانچہ وکیل نے اپنی یہی رائے پیش کردی۔

حضرت جلال آبادیؒ نے تمام کاغذات کو اس وکیل کی رائے کیساتھ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس بھیج دیا اور فرمایا کہ ''جو وکیل کی رائے ہے وہی میری رائے ہے''

حضرت فقیہ الاسلامؒ شروع شروع میں دینی مدارس کے رجسٹریشن کے حامی تھے لیکن جب رجسٹریشن کے

نقصانات آپ پر روشن ہوئے ، اسکی باریکیوں سے آگاہ ہوئے تو ایک دیانت دارانہ اور متقیانہ فیصلہ ارباب شوریٰ کے سامنے رکھ دیا کہ چونکہ رجسٹریشن کے نقصانات واضح ہو چکے ہیں لہٰذا اس سلسلے میں میں اپنی رائے سے رجوع کرتا ہوں۔

حضرت کے اس فیصلہ سے ایک مخصوص ذہنیت رکھنے والے خاندان حکیمان پر زلزلہ آ گیا ، انہیں اپنے خواب چکنا چور ہوتے نظر آئے ، ریت پر بنائی گئی عمارت پھسلتی اور کھسکتی محسوس ہوئی اور پھر یہ سوچے اور سمجھے بغیر کہ ان کی مخالفت براہ راست شعائر اسلامی سے بغاوت کے مرادف تھی لیکن پھر بھی اوکھلی میں سر ڈال ہی دیا ، انہیں کیا پتہ کہ اکابر واسلاف کو جب جب اپنے پہلے فیصلے غلط محسوس ہوئے ہیں تب تب انہوں نے اپنی رائے اور فیصلوں سے رجوع کیا ہے اور حضرت حکیم الامتؒ نے تو مستقل کتاب ترجیح الراجح لکھ کر اہل علم اور دیانت دار طبقہ کے لئے مشعل راہ روشن فرمادی ہے۔

محترم مولانا مفتی محمد فاروق صاحب اپنی کتاب حدود اختلاف میں لکھتے ہیں

> ''حضرت مولانا الحاج المفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم گو شروع میں رجسٹریشن کرانے کے مسئلے میں حضرات سرپرستان کے ساتھ تھے مگر بعد میں ان کی رائے بدل گئی اور موصوف رجسٹریشن کو مدرسہ کے حق میں مضر سمجھنے لگے اور ان کو بتایا گیا کہ اس سے وقف خرد برد ہو جائے گا اس لئے انہوں نے حضرات سرپرستان کی رائے سے اختلاف کیا اور جس چیز کو وہ مدرسہ کے حق میں مضر یقین کرتے تھے اس سے اختلاف کرنا مقتضائے تقویٰ ودیانت تھا'' (حدود اختلاف ۲۰۶)

حضرت جلال آبادیؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ پر اپنی شفقتوں اور نوازشوں کی آخر تک بارش برساتے رہے اور وقف علی اللہ کی تائید وحمایت اور رجسٹریشن وسوسائٹی کی مخالفت کے موضوع پر ایک گرانقدر کتاب ''اہتمام وشوری '' تحریر فرما کر مخالفین وقف اور حامیین رجسٹریشن کو نہ صرف ورطۂ حیرت میں ڈال دیا بلکہ ان کے دانت کھٹے کر دئے اس لئے کہ حضرت جلال آبادیؒ نے اپنی اس گرانقدر کتاب میں واقعات ونظائر اور دلائل وبراہین کا خزانہ جمع فرمادیا تھا۔

حضرت جلال آبادیؒ اور آپ کے خانوادہ سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے تعلق کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت جلال آبادیؒ کا انتقال ہوا اور دور دراز سے عوام وخواص کی بھیڑ حضرت کے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے پہنچی ، مجمع بہت تھا نماز جنازہ کے لئے صفیں بھی درست ہو گئیں تھیں اور مائک سے برابر اعلان ہوتا رہا کہ

> ''حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب جہاں کہیں ہوں نماز جنازہ پڑھانے کیلئے آگے تشریف لے آویں۔

لیکن مجمع چونکہ بہت زیادہ تھا اور حضرت فقیہ الاسلام اپنی علالت وکمزوری کے باعث نہ خود وہاں تک پہنچ سکتے تھے اور نہ ہی اپنا پیغام پہنچا سکتے تھے اس لئے انتظار کے بعد حضرت جلال آبادیؒ کے خادم جناب عنایت اللہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (جناب عنایت اللہ صاحب نے حضرت جلال آبادیؒ کے بعد حضرت فقیہ الاسلامؒ سے روحانی رشتہ قائم فرمایا تھا)

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کو صفر المظفر ۱۴۰۷ھ میں جب حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کے انتقال کی کانپور میں خبر ملی تو آپ کو بہت افسوس ہوا اور حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی وفات کو صدمۂ عظیمہ قرار دیتے ہوئے اپنے شاگردان باصفا حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اور حضرت مولانا مفتی اطہر حسین صاحبان کو صبر جمیل کی دعاؤں سے نوازا، فرماتے ہیں

مکرمان ومحترمان قاری مظفر حسین ومولانا حافظ اطہر حسین صاحبان زید مکارمکما

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت شیخ دامت برکاتہم کے والا نامہ سے حضرت استاذی قاری صاحبؒ کی وفات کا حال معلوم ہوکر بہت قلق ہوا۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو درجات عالیہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل دے۔ للّٰہ ما اعطیٰ ولہ ما اخذ وکل من عندہ اجل مسمیٰ فصبر جمیل۔ بڑوں کا سایہ سر سے اٹھ جانا ہر ایک کیلئے باعث صدمہ ہوتا ہے اور پھر بڑے بھی ایسے بڑے جن کے علوم وفیوض سے بے شمار مخلوق مستفیض ہوئی ہو زیادہ موجب صدمہ ہے۔

آپ صاحبان ماشاء اللہ خود اہل علم اور فہیم ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ صبر واستقلال سے کام لیں گے۔ فقط

احقر محمود عفی عنہ

از مدرسہ جامع العلوم پٹکاپور، کانپور

۷؍صفر المظفر ۷۷ھ

حضرت مولانا سید ظهور الحسن صاحب کسولویؒ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے مجاز، مسترشد اور خانقاہ اشرفیہ کی شراب معرفت سے سیراب وفیضیاب، ایک طویل عرصہ تک جامعہ مظاہر علوم میں پڑھا اور پڑھایا پھر حضرت تھانویؒ کی خدمت عالیہ میں پہنچ کر خدام خصوصی اور جاں نثاروں میں شامل ہوئے، حضرت تھانویؒ کی تعلیمات، تصنیفات اور افادات کو عوام تک پہنچانے کیلئے سہارنپور میں امداد الغرباء کے نام سے مکتبہ جاری فرمایا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے اگرچہ استاذ نہیں تھے تاہم اپنی محبتوں اور شفقتوں سے نوازتے رہے، آپ کے حق میں دعائے خیر کرتے رہے، حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال پر آپ نے اپنے تعزیتی خط میں رنج

وغم اور خانوادہ سعیدی سے تعلقات کے اظہار کے علاوہ ایک مخصوص تاریخی نشاندہی بھی فرمائی کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب کا مسائل کے سلسلہ میں کس قدر تصلب اور تسلف تھا، متفق علیہ مسائل کے بارے میں اپنی ہی جماعت کے اندر اختلاف رائے اور علمی وعملی تفریق کی صورت پیدا ہونے پر حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ اپنے اسلاف کے اسوہ پر کتنی مضبوطی اور پامردی کے ساتھ جمے رہے اس کا تذکرہ بھی فرمایا پھر حضرت والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت ونصیحت اور ایسے مواقع پر مقابلہ واستقامت کی دعا بھی فرمائی، خط حاضر ہے۔

از احقر ظہور الحسن غفر لہ

جامعہ خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون

عزیزم مولوی قاری مظفر حسین صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

طالب عافیت بعافیت ہے قاری صاحب رحمۃ اللہ کی وفات کی اطلاع سے ہم سب کو نہایت صدمہ ہوا دعائے مغفرت بھی کی گئی اور ایصال ثواب بھی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ان چند سال کے اندر اپنی ہی جماعت میں چند متفق علیہ مسائل میں جو عملی اور علمی تفریق پیدا ہوگئی ہے، قاری صاحب کی خصوصیت تھی کہ وہ مقابلہ میں اسلاف کے اسوہ پر مضبوطی سے قائم تھے۔ دعا ہے کہ اللہ آں عزیز کو ان کے قدم بقدم استقامت عطا فرمائے آمین۔

آں عزیز کی سلامت روی اور خوش اخلاقی سے طبعی انس ہے دل چاہا کہ اس کو ظاہر کردوں۔ خود بھی جملہ مقاصد کیلئے دعا گو ہوں اور آں عزیز سے بھی اپنے لئے سلامت روی اور حسن خاتمہ کی دعا چاہتا ہوں، مولوی محمد یوسف صاحب بستوی بھی کلمات تعزیت اور سلام عرض کرتے ہیں۔ عزیز مولوی طاہر سلمہٗ سے بھی السلام علیکم۔ بندہ ظہور الحسن غفر لہٗ

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاپ گڈھیؒ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ کی شخصیت علمی وروحانی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے، سلوک وطریقت کے پیشوا اور علوم شریعت کے ماہر یگانہ تھے پرتاپ گڈھ (مشرقی یوپی) کے موضع پھول پور میں ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے، اویس زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ نے محمد احمد نام تجویز فرمایا اور اسی نام سے شہرت پائی۔

آپ نے اپنا روحانی رشتہ حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحبؒ سے قائم فرمایا اور ان ہی سے تمغۂ خلافت عطا ہوا، حضرت مولانا بدر علی شاہؒ حضرت اویس زمانہ شاہ گنج مرادآبادیؒ کے اہم خلفاء میں سے تھے۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ نے تقریباً پچانوے سال کی عمر پا کر ۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۲؍اکتوبر ۱۹۹۱ء کو الہ آباد میں رحلت فرمائی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا تھا کہ ''اس وقت ہندستان میں سب سے قوی النسب بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ ہیں''

حضرت پرتاپ گڈھیؒ کو اللہ رب العزت نے مختلف علمی روحانی صفات اور جلالی و جمالی خصوصیات کا سنگم بنایا تھا اپنے اکابر واسلاف کے لئے انتہائی تواضع وانکساری کا پیکر اور خوردوں کے لئے شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے بھی حضرت پھولپوریؒ محبت وشفقت فرماتے تھے۔

بزرگوں کا احترام اوران کی زیارت وملاقات سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو قلبی وروحانی سکون محسوس ہوتا تھا ایک بار حضرت مولانا محمد احمد صاحب پھولپوریؒ علی گڈھ تشریف لائے، آپ کی تشریف آوری کی اطلاع حضرت فقیہ الاسلامؒ کو سہارنپور میں ملی تو صرف ملاقات کی خاطر سہارنپور سے علی گڈھ تشریف لے گئے اور حضرت پرتاپ گڈھی نے نہایت محبت وشفقت کا معاملہ فرمایا، آپ کی میزبانی اورآرام واستراحت کیلئے حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب مدظلہ العالی کو مامور فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے آرام وراحت کا پورا خیال رکھیں اس وقت بھی حضرت پرتاپ گڈھی نے حضرت مفتی صاحبؒ سے والہانہ انداز میں فرمایا کہ'' آپ مظفر ہیں اور مظفر رہیں گے''، پھر حضرت پرتاپ گڈھیؒ حضرت مفتی صاحبؒ کے استقبال کے لئے باہر دروازہ تک تشریف لائے۔

ایک بار حضرت فقیہ الاسلامؒ سے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ سے ملاقات اور زیارت کیلئے مستقل پرتاپ گڑھ تشریف لے گئے تھے۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ وقف علی اللہ کے موقف کے حامی تھے چنانچہ ایک بار حضرت فقیہ الاسلامؒ کے بعض ماتحت حضرات پرتاپ گڈھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور مدرسہ کی پوری صورتحال گوش گزار کرنے کے بعد دعا کی درخواست کی تو وہاں بھی حضرت پرتاپ گڈھیؒ نے زور دیکر حضرت فقیہ الاسلامؒ کے لئے ارشاد فرمایا کہ

''مظفر ہیں، مظفر رہیں گے''

چنانچہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید، حضرت فقیہ الاسلامؒ ہر موڑ اور ہر گام پر مظفر ومنصور ہوئے، تائید غیبی شامل حال رہی اور باطل کو شکست فاش کے علاوہ مفت کی بدنامی ہاتھ لگی اور حکیم خاندان کی تاریک ترین خدمات میں ایک اہم باب کا اضافہ ہوا۔

محترم حافظ محمد مرتضیٰ صاحب سفیر مدرسہ نے بیان کیا کہ

''جس وقت مدرسہ کے اختلافات عروج پر تھے، حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک مکتوب گرامی مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڈھیؒ کے نام تحریر کیا، جس میں مدرسہ کے اختلافات اور خلفشار وانتشار کا تذکرہ فرمایا، اخیر میں دعا کی درخواست کی، میں وہ مکتوب گرامی لیکر پرتاپ گڈھ حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا شرف ملاقات اور سلام ومصافحہ کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ کا مکتوب گرامی پیش کیا، حضرت پرتاپگڈھیؒ نے مکتوب پڑھا اور پڑھنے کے معا بعد بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یوں گویا ہوئے ''وہ اللہ کا ولی مجھے ہر وقت یاد رہتا ہے، اس اللہ کے ولی کے لئے ہر وقت دل سے دعا گو ہوں'' پھر احقر سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحبؒ سے میرا اسلام کہہ دینا اور کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو ہر نوع کی کامیابی عطا فرمائے اور ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے''

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندویؒ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندویؒ حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب رائے بریلویؒ کے فرزند ارجمند تھے، انھیں علمی شخصیتوں، بزرگوں اور سلوک وطریقت کے شناوروں سے فطری طور پر محبت تھی یہی وجہ تھی کہ جب آپ نے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ سے روحانی تعلق قائم فرمایا اور کثرت کیساتھ رائپور آمد ورفت شروع ہوئی تو سہارنپور بھی ٹھہرتے اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کرتے تھے۔

حضرت مولانا سید علی میاں صاحب ندویؒ کو حضرت فقیہ الاسلامؒ سے بھی بہت محبت تھی اور مختلف مواقع پر مکاتبت اور مراسلت رہی، بعض شر پسندوں نے حضرت مفکر اسلامؒ کو وقف علی اللہ کے موقف سے ہٹا کر رجسٹریشن کی حمایت پر مجبور کردیا لیکن حضرتؒ کا ذہن شیشہ کی مانند صاف اور شفاف تھا اس لئے جب حقیقت کا علم ہوا تو وقف علی اللہ کے حامی ہو گئے۔

حضرت مولاناؒ کے بعض خطوط جوانہوں نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام ارسال فرمائے تھے ان میں سے بعض کو گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

تصنیف وتالیف اور تحقیق وجستجو تو حضرت مولانا علی میاںؒ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور جس عنوان پر وہ لکھنے کی ضرورت محسوس کرتے تو اپنی بات کو دلائل وبراہین سے مدلل کرنے کے لئے مختلف مآخذ ومراجع سے رجوع فرماتے تھے چنانچہ مظاہر علوم سہارنپور کے تاریخی کتب خانہ سے بعض تحقیقات کے لئے مولانا عبید اللہ سیوانی کو مظاہر علوم بھیجا اور ان کی آمد وسفارش کیلئے یہ مکتوب بھی

''یہ مولوی عبید اللہ سیوانی آرہے ہیں امید کہ ان کے مطالعہ واستفادہ کے لئے آپ نے جو نظام طے کیا

ہے اس پر عمل کے لئے آپ ضروری مشورہ ورہنمائی کرتے رہیں گے اوران پر خصوصی توجہ رکھیں گے،
باعث ممنونیت ہوگا''

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ کی ذات گرامی ایسی تھی جن کو پوری دنیا میں شہرت حاصل تھی لیکن ہماری تنگ نظر متعصب حکومت نے اس لعل بدخشاں کی قدر نہیں کی اور بعض شر پسندوں نے کسی سلسلہ میں حضرت مفکر اسلامؒ پر قانونی شکنجہ کسنا چاہا اس سلسلہ میں حکومت حرکت میں آ گئی لیکن معاملہ کی نوعیت مغربی یوپی سے متعلق تھی اس لئے حضرت مولانا ندویؒ نے اپنے مخصوص نمائندوں کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس بھیجا حضرت فقیہ الاسلامؒ نے نمائندوں کی پوری گفتگو سن کر اپنی بھر پور کوشش اس معاملہ میں صرف فرمادی اور اللہ کے فضل وکرم سے حضرت مفکر اسلام پر حکومت کا کوئی الزام ثابت نہیں ہوا۔

عرصہ پہلے حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ مظاہر علوم تشریف لائے یہاں کے حالات وکیفیات کو بغور دیکھا اور پھر جب تصویر کے دونوں پہلوؤں کو حقائق کی کسوٹی پر تولا تو ان پر حق واضح ہو گیا اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کی سادگی، عندالناس محبوبیت، عنداللہ مقبولیت اور آپ کی مرکزیت ومرجعیت بھی ان پر آشکارا ہوگئی چنانچہ واپسی کے بعد حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس ایک مکتوب گرامی ارسال فرمایا جس میں اپنا یہ تاثر ظاہر فرمایا کہ

''کہ آپ سے مل کر بہت سی غلط فہمیاں، بدگمانیاں اور شکوک وشبہات دور ہوگئے اور حق واضح ہوا''۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے کسی عہدہ کو قبول نہیں کیا لیکن اس کی کارگزاریوں، خدمات اور ملی مسائل میں دلچسپیوں سے آگاہی حاصل فرماتے رہے اور مختلف مواقع پر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، مفکر اسلام حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی صاحبؒ، حضرت مولانا سید علی میاں صاحبؒ، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ سے برابر رابطہ رکھا اور موجودہ صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی صاحب مدظلہٗ سے بھی قدیم روایات کے مطابق تعلق برقرار رکھا اور جب کبھی ملی مسائل کے سلسلہ میں کسی قسم کے مشورہ وتعاون کی ضرورت ہوئی حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اس سلسلہ میں کبھی بے توجہی نہیں برتی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ کی تصنیفی خدمات کے معترف، ان کی خاندانی شرافتوں، نجابتوں اور لازوال قربانیوں سے واقف اور ملت اسلامیہ کے سلسلہ میں مولانا ندویؒ کی فکرمندیوں کے مداح رہے، خود حضرت مفکر اسلامؒ بھی حضرت فقیہ الاسلامؒ کی فقاہت، تبحر علمی، تقویٰ ودیانت کے قائل تھے۔

حضرت مفکر اسلام کو ۱۳۷۷ھ میں جب مفتی اعظم حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کی رحلت کا علم ہوا تو آپ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام تعزیت نامہ ارسال فرمایا، جس میں حضرت مفتی اعظمؒ کی شخصیت کو مسلمانان عالم

کیلئے بڑی نعمت وغنیمت فرمایا اور اس حادثہ کو امت کا ناقابل تلافی نقصان قرار دینے کے علاوہ حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ کی حضرت فقیہ الاسلامؒ پر جو خصوصی شفقتیں اور نوازشیں تھیں اس کا بھی تذکرہ کیا اور خوب خوب دعائیں دیں، لکھتے ہیں

عزیز گرامی زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب مفتی صاحبؒ کے حادثۂ ارتحال کی اطلاع مجھے تاخیر سے ملی اس لئے کہ الجمعیۃ التزاماً میری نظر سے نہیں گذرتا اتفاق سے ایک صاحب دیوبند سے تشریف لائے تھے انہوں نے ذکر فرمایا اس اچانک اطلاع سے قلق ہوا اگرچہ مفتی صاحب کی علالت عرصہ سے ایسی چل رہی تھی کہ یہ حادثہ غیر متوقع نہ تھا پھر بھی اس کی امتداد سے اور ایک حالت کے وقوف سے ایسا اندازہ نہ تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجے بہت بلند فرمائے اور علمائے مخلصین وربانیین میں ان کا حشر فرمائے کہ ان کی ذات بڑی غنیمت بلکہ نعمت تھی اس عام علمی زوال اور دینی واخلاقی انحطاط کے زمانہ میں ایسے علماء بقیۃ السلف اور حجۃ علی الخلف ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو ان کا صحیح جانشین بنائے، آپ کی سعادت اور حضرت شیخ الحدیث کی شفقت وخصوصیت سے جو آپ کے ساتھ ہے اسی کی امید ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی اور علم میں برکت عطا فرمائے اور آپ دونوں بھائیوں کو اپنے والد صاحب کے علم نافع اور عمل صالح میں سے بیش از بیش حصہ عطا فرمائے اور چھوٹے بھائی صاحب سے بھی میری طرف سے تعزیت فرمادیں وکان اللّٰہ فی عونکم وخلفاً عن کل فائت۔

ابوالحسن علی

۸؍صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

ایک مرتبہ فقیہ الاسلامؒ کسی سلسلہ میں لکھنؤ تشریف لے گئے، ندوۃ العلماء کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا حضرت مفکر اسلام نے اپنے خدام سے تاکیداً استفسار فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کے کھانے کا کیا نظم ہے، خدام نے عرض کیا کہ آپ کی مصروفیات کے پیش نظر کھانے کا نظم کر دیا گیا ہے، حضرت مفکر اسلامؒ نے فرمایا نہیں مفتی صاحب کھانا ہمارے ساتھ کھائیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفکر اسلام کو جنت نصیب فرمائے بڑی خوبیوں کے مالک تھے، حضرت فقیہ الاسلامؒ کی دماغی رگ پھٹنے اور آپریشن کے بعد بسلسلۂ عیادت اپنی بعض مصروفیتوں کی وجہ سے خود تو نہیں آسکے لیکن ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عیادت کیلئے مولانا محمد رضوان صاحب ندوی، مولانا نذیر احمد صاحب ندوی اساتذہ مدرسہ تشریف لائے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی اہلیہ کے انتقال کی خبر فیصل جدید دہلی کے توسط سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو ملی تو حضرت مولانا کے نام ایک تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا اور آپ کے اس غم کو اپنا غم اور اظہار ہمدردی کے علاوہ مرحومہ کے لئے قرآن کریم پڑھوا کر ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام فرمایا خود حضرت مفکر اسلامؒ نے مظاہر علوم وقف کے استاذ حضرت علامہ محمد یامین صاحب کے انتقال کے موقع پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام ایک تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا تھا اور اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار اور رفع درجات کی دعائیں تحریر فرمائی تھیں۔

ماضی قریب میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پاس مظاہر علوم وقف کیلئے حضرت مولانا عبد العزیز صاحب بھٹکلی استاذ ندوۃ العلماء کی معرفت مبلغ پچاس ہزار روپے ارسال فرمائے تھے، اس گرانقدر تعاون پر حضرت فقیہ الاسلامؒ نے ایک مکتوب کے ذریعہ دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا فرمایا تھا۔

حضرت مفکر اسلامؒ نے اپنی رحلت سے دو تین ماہ قبل حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی خدمت میں پانچ ہزار روپے بطور ہدیہ ارسال فرمائے اور اس کے ساتھ یہ گرامی نامہ بھی

''مکرمی ومحترمی جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری زیدت مکارمہٗ وتوفیقہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا اور مشاغل خیر جاری وساری۔

راقم کچھ عرصہ سے بیمار چلا آرہا ہے، ضعف بہت بڑھا ہوا ہے، دعا کی ضرورت اور طلب ہے، امید ہے کہ دعائے صحت وعافیت فرمائیں گے واجرکم عند اللہ۔ ایک حقیر ہدیہ پانچ ہزار روپے کا ذاتی طور پر ارسال خدمت ہے، امید ہے کہ قبول فرما کر عزت افزائی فرمائی جائے گی۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعا

ابوالحسن ندوی

۱۴/۱۰/اکتوبر ۱۹۹۹ء

حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ کے انتقال پر حضرت فقیہ الاسلامؒ نے نہ صرف مظاہر علوم میں قرآن کریم پڑھوا کر ایصال ثواب کا اہتمام فرمایا بلکہ نہایت رقت آمیز مکتوب تعزیت بھی آپ کے جانشیں مولانا سید محمد رابع ندوی کو ارسال فرمایا اور حضرت مفکر اسلام کی رحلت کو عالم اسلام کا زبردست وناقابل تلافی نقصان قرار دیا اور پھر باقاعدہ مدرسہ کی جانب سے ایک وفد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اظہار تعزیت کے لئے بھیجا۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے اہم اساتذہ میں سے تھے، استاذ اور شاگرد کے درمیان جو مستحکم رشتہ تھا اختلاف رائے کے باوجود آخر تک قائم رہا اور دونوں حضرات کی ملاقاتوں اور خیر و عافیت کی دریافت کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہا، بعض شر پسند عناصر کو اگر چہ حضرت فقیہ الامتؒ کا حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے یوں ملنا جلنا اور دفتر مظاہر علوم میں آنا جانا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک بار فقیہ الامتؒ جب سہارنپور تشریف لائے اور حسب عادت قدیم مظاہر علوم تشریف لاکر اپنے شاگرد رشید فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے نہایت مشفقانہ انداز میں گفتگو فرمائی، یہ طرز حکیم خاندان کے کسی دل جلے کو سخت ناگوار ہوا اور مفتی محلّہ میں حضرت فقیہ الامتؒ سے یہ جملہ چست کر ہی دیا کہ

''آپ اِدھر بھی رہتے ہیں اور اُدھر بھی جاتے ہیں''؟

اس پر حضرت فقیہ الامتؒ نے نہایت غضبناک ہوکر جو جواب دیا وہ ہر مومن کے لئے باعث عبرت و بصیرت ہے فرمایا کہ ''کیا میں جہنمی ہو جاؤں؟

> ''جب بعض شر پسندوں کی شرارتوں سے مظاہر علوم نا قابل تلافی نقصان سے دو چار ہوا تو حضرت فقیہ الامتؒ بھی حامیین رجسٹریشن میں سے تھے لیکن اختلافات سے دور رہنا پسند فرمایا جس کی وجہ سے کچھ لوگوں کو حضرت فقیہ الامتؒ کا یہ طرز اچھا نہیں لگا وہ چاہتے تھے کہ حضرت فقیہ الامتؒ بھی ناعاقبت اندیشوں کی طرح اس معاملہ میں پیش پیش رہیں ایسے ہی ایک موقع پر حضرت فقیہ الامتؒ نے فرمایا ''آستین چڑھا کر لنگوٹ باندھ کر اکھاڑے میں کود پڑوں، میرے بس کی بات نہیں اگر ایک طرف مولانا محمد طلحہ صاحب میرے استاذ اور شیخ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے صاحبزادہ ہیں ان کا احترام بھی میرے ذمہ ہے، دوسری طرف مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بھی میرے استاذ مولانا مفتی سعید احمد قدس سرہٗ کے صاحبزادہ ہیں ان کا احترام بھی میرے ذمہ ہے'' (حدود اختلاف ص۔۱۸۹)

حضرت فقیہ الامتؒ سہارنپور تشریف لاتے تو مظاہر علوم وقف کے احاطہ دفتر مدرسہ قدیم اور دار الطلبہ قدیم میں بھی قدم رنجہ فرماتے تھے جہاں حضرت فقیہ الاسلام کے علاوہ مدرسہ کے دیگر اعیان علم سے ملاقات فرماتے تھے۔ ۱۳؍صفر المظفر ۱۴۱۶ھ کو بھی وقف مظاہر علوم میں تشریف لائے تھے اور کچھ ناصحانہ کلمات بابرکات ارشاد فرماکر ادارہ کی ترقی کے لئے دعا فرمائی اس کے بعد حضرت فقیہ الامت تشریف نہ لاسکے کیونکہ اگلے سال ۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ م ۲؍ستمبر ۱۹۹۶ء کو افریقہ میں رحلت فرماگئے۔

حضرت فقیہ الامتؒ جب مظاہر علوم قدیم تشریف لاتے تو گویا پورا احاطہ باغ و بہار ہو جاتا، طلبہ و اساتذہ کی بڑی تعداد آپ سے مصافحہ و زیارت کیلئے حاضر ہو جاتی تھی، حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی استاذ گرامی کے سامنے

دوزانو بیٹھ جاتے تھے، اپنی مسند گرامی سے ہٹ جاتے اور اس پر نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ بٹھاتے تھے۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ رجسٹریشن کے سلسلہ میں اختلاف رائے کے باوجود حضرت فقیہ الاسلامؒ سے بہت شفقت ومحبت فرماتے تھے چنانچہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کا سجع بھی حضرت فقیہ الامتؒ نے کہا تھا، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری لکھتے ہیں

''حضرت مفتی صاحب ان شاء اللہ کامیاب ہیں دنیا میں وہ منصور تھے اور آخرت میں مظفر، حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نے آپ کا سجع کہا ہے، ''شدہ دَرْدُو عالم مظفر حسین'' یعنی دوجہان میں کامیاب حسین رضی اللہ عنہ رہے، یزید پلید ہی رہا، یہ سجع حضرت مفتی صاحب گنگوہیؒ نے ہمارے مفتی صاحبؒ کے لئے کہا ہے جو آپ کے لئے فال نیک ہے'' (تذکرہ فقیہ الاسلامؒ ص۔۱۲)

حضرت فقیہ الامتؒ نہ صرف اپنے شاگرد سے محبت فرماتے تھے بلکہ اپنی اس مادر علمی کا بھی خصوصی خیال رکھتے تھے اور کبھی کبھی جیب خاص سے مدرسہ کو چندہ بھی مرحمت فرماتے تھے۔

حضرت فقیہ لااسلامؒ اپنے استاذ گرامی سے کس قدر تعلق رکھتے خود مؤلف حیات محمودؒ جناب مولانا مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی نے جلد دوم میں یوں لکھا ہے۔

''حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ سے انتہائی عقیدت مندانہ تعلق رکھتے تھ اور اپنے اوپر زمانہ طالب علمی میں حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کی شفقتوں کے واقعات انتہائی محبت وعقیدت کے انداز میں بیان فرماتے ہیں بعض مسائل (مدرسہ کے رجسٹریشن وغیرہ کے سلسلہ میں) اختلاف رائے بھی رہا مگر جانبین سے ایک دوسرے کے تعلق عقیدت ومحبت میں کوئی فرق نہیں آیا قضیہ مظاہر علوم کا مسئلہ زوروں پر تھا اس وقت بھی موصوف کی زبان سے کوئی لفظ خلاف ادب نہیں نکلا اور اختلاف کے عین شباب پر بھی حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے نقول فتاویٰ کے رجسٹر مظاہر علوم کے کتب خانہ سے انتہائی فراخ دلی کے ساتھ نقل وفتاویٰ کے لئے عنایت فرماتے رہتے۔

حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے دارالعلوم دیوبند قیام کے دوران علالت وغیرہ کی خبر سن کر برائے عیادت حاضری دیتے۔

حضرت فقیہ الامت قدس سرہ بھی مظاہر علوم تشریف لے جانے کے موقع پر حضرت مفتی صاحب زید مجدہم کی علالت کی خبر سن کر حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ نے صرف عیادت کے لئے ہی سہارنپور کا سفر فرمایا جب کہ حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ بھی انتہائی علیل تھے مگر علالت کی پروانہ نہ کرتے ہوئے تشریف لے گئے اور جاکر عیادت فرمائی۔''

مفتی محمد فاروق صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں

''خود کمزور وضعیف اور بیمار مگر اطلاع ملی کہ مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بیمار ہیں فوراً عیادت کے لئے

سہارنپور پہنچے اور اپنی کمزوری وبیماری کا خیال تک نہیں آیا اور سہارنپور مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہٗ وغیرہ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ مفتی مظفر حسین صاحب کی بیماری کی اطلاع ملی تھی اس لئے عیادت کیلئے آیا ہوں'' (حدود اختلاف ص۔۱۹۱)

حضرت مفتی صاحبؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے استاذ تھے لیکن بعض اہم مسائل کے سلسلہ میں حضرت فقیہ الاسلامؒ سے رجوع فرمایا جن کو ہم انشاءاللہ ''سوانح مفتی مظفر حسین'' میں ذکر کریں گے۔

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ

سیکڑوں اکابر علما وصلحا کے پیر ومرشد، متعدد دینی اداروں کے بانی مبانی، جامعہ عربیہ ہتھورا کے روح ورواں، مظاہر علوم سہارنپور کے فیض یافتہ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے خلیفہ اجل اور حضرت فقیہ الاسلام کے پیر بھائی حضرت العلامہ مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کی ذات کا تعارف کرانا سورج کو چراغ دکھانے کے مرادف ہے۔

احقر نے حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ کی وفات حسرت آیات پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کے حسب ایماء قاری صاحب موصوف کے حیات اور کارناموں پر مشتمل ایک مضمون بعنوان ''آہ! حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ تحریر کیا تھا جو ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ میں مظاہر علوم (وقف) کی طرف سے کتابچہ کی شکل میں طبع ہوا، اس کے صفحہ۔۱۸ پر احقر نے لکھا تھا۔

> ''جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور سے آپؒ کو والہانہ تعلق تھا، شاید ہی کوئی ایسا سال گزرا ہو جس میں آپ سہارنپور تشریف نہ لائے ہوں، آپؒ جب بھی تشریف لاتے تو اپنے مرشد حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی مرقد مبارک پر جاکر فاتحہ وغیرہ پڑھتے پھر مظاہر علوم (وقف) کے ناظم اعلیٰ حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات فرماتے اور بعض مرتبہ مفتی صاحب مدظلہ کی خدمت میں ہدیہ بھی پیش فرماتے تھے ان دونوں بزرگوں کی روحانی تربیت کا سرچشمہ ایک ہی ذات گرامی تھی، دونوں کو ان سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی، یعنی دونوں کو حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم کے ممتاز خلفاء میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا''۔
>
> (آہ! حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ صفحہ۱۸)

حضرت فقیہ الاسلامؒ کو قاری صاحبؒ سے کتنی محبت تھی اس کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ الحمد للہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے حکم وایماء سے احقر کا مرتب کردہ مضمون مظاہر علوم (وقف) نے ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا اور اہل تعلق کو بذریعہ ڈاک ارسال کرایا اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کی برکت سے یہ مضمون ایسے وقت میں اخبارات وکتابچہ کی شکل میں شائع ہوا کہ اس وقت تک کسی بھی اخبار نے یا ماہنامہ نے قاری صاحبؒ کی

حیات پر کوئی مضمون نہیں لکھا تھا یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے درجنوں اخبارات اور ماہناموں نے اس مضمون کو چھاپ کر احقر کی حوصلہ افزائی کی اور سب سے خوش آئند بات یہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ اسعدی شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ نے حضرت قاری صاحبؒ کے بخاری شریف کے درسی افادات کو ''تسھیل الباری'' کے نام سے مستقل کتاب شائع کی تو اس کے شروع میں مفید تبدیلیوں کے ساتھ شائع کر کے احقر کے عزائم کو مہمیز لگائی۔

حضرت فقیہ الاسلام کی مزاج پرسی اور عیادت کے لئے حضرت قاری صاحب تشریف لاتے رہے، ۱۹۹۴ء میں جب آپ میرٹھ میں زیر علاج تھے اس وقت بھی حضرت قاری صاحب عیادت کے لئے میرٹھ تشریف لائے مزاج پرسی کی اور دعاؤں سے نوازا۔

حافظ محمد مرتضیٰ صاحب جو مظاہر علوم وقف کی طرف سے فراہمی مالیات کیلئے کانپور باندہ لکھنؤ اور اس کے مضافات میں جاتے رہتے ہیں ان کی روایت ہے کہ

''کانپور کے سفر میں حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی سے بار بار ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا حضرت علیہ الرحمہ مدرسہ کے حالات و کیفیات معلوم کر کے خوب دعاؤں سے نوازتے اور کبھی کبھی فرماتے کہ حضرت مفتی صاحب کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، ایک دفعہ مسجد ہمایوں کرنیل گنج کانپور میں تشریف لائے ہوئے تھے، احقر مجمع کے بالکل اخیر میں بیٹھا تھا حضرت قاری صاحب نے اشارہ سے اپنے پاس بلایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے ایک گوشہ میں لے جا کر بات کرنے لگے حضرت کے احترام اور وفور محبت میں لوگ اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں میں اہم اور ضروری بات کر رہا ہوں، وہ گفتگو حضرت فقیہ الاسلام اور مظاہر علوم سے متعلق تھی، آپ نے پوچھا کہ مفتی صاحب کا کیا حال ہے، طبیعت کیسی ہے، احقر نے عرض کیا کہ اختلافی حالات کی وجہ سے پریشانی بہت بڑھ گئی ہے، طبیعت الحمد للہ ٹھیک ہے، مدرسہ کا انتظام بھی بخوبی چل رہا ہے البتہ چندہ کے معاملہ میں مجھے کافی دشواریوں کا سامنا ہے، آپ نے فرمایا کہ میں بار بار ڈاک بھیج رہا ہوں اور حضرت مفتی صاحب کو دعوت دے رہا ہوں میرے کسی خط کا جواب حضرت مفتی صاحب نے نہیں دیا میں ہر وقت فکر مند رہتا ہوں اور برابر دعا کر رہا ہوں۔

پھر حضرت نے احقر کے ہاتھ پر اپنا دست مبارک مارا اور فرمایا کہ دوسرے لوگ تو ڈھول ڈھا کے بجاتے پھریں جن کے پلے کچھ نہیں اور جن کے پاس سب کچھ ہے بڑوں کی امانت ہے وہ اپنی جگہ بیٹھے رہیں پھر زور دے کر فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب سے کہیے کہ آپ پروگرام بنا کر تشریف لاویں میں آپ کیساتھ سفر کروں گا حالات سے لوگوں سے آگاہ کروں گا احقر نے عرض کیا کہ ڈاک کا سلسلہ منجمد ہے کوئی ڈاک نہیں پہنچ پا رہی ہے حضرت والا اگر مناسب سمجھیں تو خود ہی مظاہر علوم کا ایک سفر فرمالیں

اور براہ راست حضرت مفتی صاحب کو اپنے یہاں کے لئے دعوت دیں تو حضرت مولانا نے میری گذارش قبول فرمالی اور حسب وعدہ حضرت باندویؒ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کی خدمت میں تشریف لائے ملاقات اور گفتگو کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اپنے خادم مولانا محمد تحسین صاحب سے فرمایا کہ جس تاریخ کے لئے حضرت فرمادیں وہ تاریخ نوٹ کرلیں، خادم نے عرض کیا کہ فلاں فلاں تاریخوں میں فلاں جگہوں کا پروگرام ہے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے لئے ہر تاریخ خالی ہے مجھے اپنے پروگرام سے بہتر حضرت کے یہاں جانا اچھا لگ رہا ہے تاریخ نوٹ ہوگئی، سفر طے ہوگیا حضرت فقیہ الاسلامؒ باندہ اور کانپور کے سفر پر تشریف لے گئے پورے سفر میں حضرت قاری صاحب آپ کے ہمراہ رہے اور مدرسہ کے سلسلہ میں اپنی تقریروں کے ذریعہ فریق مخالف کی پھیلائی گئی بدگمانیوں کو دور کیا اور مظاہر علوم کی مالیات کے لئے جگہ جگہ تقریریں فرمائیں''۔

مادر علمی مظاہر علوم جس وقت ہوا پرستوں کی بھینٹ چڑھ گیا اور دیو بند کے بعد امت کو یہ دوسرا زخم برداشت کرنا پڑا اور جس طرح پی اے سی اور فورس کا سہارا لے کر مدرسہ کے تقدس کو پامال و برباد کیا گیا اس تفصیلی تذکرہ تو حضرت فقیہ الاسلامؒ کی مستقل سوانح میں آئے گا مجھے تو اس مختصر مقالہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ اس وقت دیگر بزرگوں اور اہل علم کے علاوہ حضرت قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ بھی بہت فکرمند اور تشویش میں مبتلا تھے اور متعدد مکاتیب میں حضرت قاری صاحب نے مدرسہ کے سنگین حالات سے اپنے گہرے اضطراب اور کرب کا اظہار فرما کر مظاہر علوم کے تشخص اور تحفظ کیلئے دعائیں تحریر کیں چنانچہ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

مکرم بندہ زید کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مظاہر کے حالات کا علم کسی نہ کسی درجے میں ہوجاتا ہے، یہاں روز آنہ دعا ہورہی ہے، کبھی اس کا وہم بھی نہ ہوتا تھا کہ مظاہر میں ایسے حالات پیش آئیں گے۔

بعض اعتبار سے یہ حالات دیو بند سے بھی زیادہ سنگین ہیں، اللہ پاک اپنا فضل فرمادیں اور اپنی مرضیات پر سب کو چلنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

حضرت قاری صاحب کو مظاہر علوم سے کس قدر محبت رہی ہے اس سے دنیا واقف ہے، مظاہر علوم کے قضیہ نامرضیہ سے آپ کو جو تکلیف پہنچی اس کا اندازہ آپ کے مکتوبات سے ہوتا ہے، ذیل کے خط میں جہاں ایک طرف حضرت قاری صاحب نے اپنی گہری تشویش کا اظہار کیا ہے وہیں اسٹرائیکیوں اور شرپسندوں کی اس

حرکت پر افسوس بھی نیز اس وقت کی شوریٰ نے اس سلسلہ میں کیا کردار ادا کیا اس پر تعجب بھی پھر بھی ایسے مسموم حالات، ناگفتہ کیفیات اور تشویشناک ماحول کے باوجود حضرت قاری صاحب نے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے مظاہر علوم میں اپنے ایک بیٹے کی تعلیم کے لئے استفسار فرمایا کہ کب بھیجوں مکتوب گرامی درج ذیل ہے۔

''مکرم بندہ حضرت ناظم صاحب دام کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مظاہر کے حالات سے بہت تشویش ہے، روزانہ دعا ہورہی ہے، اللہ پاک فضل فرمادیں کبھی وہم وگمان بھی نہ ہوتا تھا کہ مظاہر میں بھی ایسے حالات ہو جائیں گے معلوم ہوتا ہے لوگ انتظار کررہے تھے کہ اکابر کا سایہ ختم ہو اور ہم اپنی اپنی بھڑاس نکالیں۔ مظاہر کے بعد اب کسی مدرسہ کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جاسکتا تعجب ہے ابھی تک شوری کے ارکان میں سے کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور کوئی بھی نہیں پہنچا اب حالات کیسے ہیں حسیب کو کب تک بھیجوں۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

ایک بار حضرت فقیہ الاسلام کانپور تشریف لے گئے کثیر مصروفیات کے باعث حضرت قاری صاحبؒ کو اپنی آمد کی اطلاع نہیں پہنچا سکے اور کانپور سے واپس سہارنپور تشریف لے آئے، حضرت قاری صاحبؒ کو بعض ذرائع سے اس کی اطلاع ملی تو ملاقات نہ ہو پانے کی حسرت اور کانپور نہ پہنچ پانے پر ندامت کا احساس اپنے مکتوب گرامی میں ایسے الفاظ میں کیا جیسے حضرت فقیہ الاسلامؒ حضرت قاری صاحبؒ سے بڑے ہوں، اس خط سے نہ صرف یہ کہ دونوں بزرگوں کے باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ حضرت قاری صاحب کی تواضع وانکساری سطر سطر سے آشکارا ہے۔

''مکرم بندہ زید کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج بعافیت ہو۔

کانپور ایک نکاح میں گیا تھا، مجھے فوراً ہی جالون جانا تھا وہاں قاری زبیر سلمہٗ کا ایک ٹرک سے ٹکرا کر انتقال ہوگیا تھا، نکاح کے بعد ایک گاڑی میں بیٹھ کر بس اسٹیشن جارہا تھا اس وقت ایک صاحب نے فرمایا کہ حضرت ناظم صاحب تشریف لائے ہیں، کانپور اور ہمارے اطراف میں ناظم صاحب حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے میرا ذہن اسی طرف گیا، بعد میں انہوں نے فرمایا کہ سہارنپور کے ناظم صاحب تشریف لائے ہیں میں نے عرض کیا کہ پہلے اطلاع کرنی چاہئے تھی تاکہ ملاقات کرتا خیال یہ تھا کہ کچھ دن قیام رہے گا انشاء اللہ ملاقات کا شرف حاصل ہوگا، لیکن جناب

جلد ہی واپس تشریف لے گئے ،بہت افسوس ہوا، مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہ تھی کہ آپ کانپور تشریف لائیں گے نہ کانپور والوں نے لکھا بہت ندامت ہے۔

بحمدہ تعالیٰ احقر کے دل میں اپنے اکابر اوران کی اولاد کا احترام ہے اوراسی کو اپنے لئے سرمایۂ نجات سمجھتا ہوں ۔یہاں اس وقت بہت گرمی ہے ،گرمی کے بعد کوئی نظام سفر تجویز کیجئے احقر کے لئے دعا فرمائیں اللہ پاک اپنی مرضی میں مشغول رکھیں۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

(مکتوبات صدیق ص۔۵۷۔۵۸)

حضرت عارف باللہ قاری صاحب موصوفؒ مغربی اتر پردیش کے اپنے آخری دورے (۴؍صفر ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱؍جون ۱۹۹۷ء چہارشنبہ) کے موقع پر بھی مظاہر علوم کے دفتر تشریف لائے اور حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ملاقات وگفتگو فرمائی۔

جس وقت حضرت قاری صاحبؒ کے انتقال کی خبر مظاہر علوم میں پہنچی اس وقت یہاں شوریٰ کا اجلاس چل رہا تھا،خبر ملتے ہی اجلاس ملتوی کردیا گیا اور ایصالِ ثواب کیا گیا نماز جنازہ میں شرکت کیلئے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے بہت چاہا لیکن لکھنؤ یا کانپور کے لئے کوئی ایسی ہوائی سروس نہیں تھی جس سے نمازہ جنازہ میں شرکت کی جاسکے اس لئے مجبور ہوکر مدرسہ کی طرف سے مولانا رئیس الدین صاحب اور مولانا مجد القدوس صاحب رومیؔ کو تعزیتی مکتوب کے ساتھ ہتھورا باندہ روانہ فرمایا۔

۲۸؍ربیع الاول کو حضرت فقیہ الاسلامؒ اور حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب مدظلہ باندہ تشریف لے گئے جن کے ساتھ درجنوں حضرات اس قافلہ میں شریک تھے ،باندہ پہنچ کر وہاں کے اساتذہ وتلامذہ سے ملاقات ہوئی ،ان حضرات نے حضرت کے اکرام وآرام کا بے مثال انتظام کررکھا تھا،حضرتؒ سب سے پہلے حضرت قاری صاحبؒ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے ،فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کیا اور حضرت قاری صاحبؒ کا وہ حجرہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے کھولا گیا جہاں حضرت قاری صاحبؒ آرام فرماتے تھے اور جو حضرتؒ کے انتقال کے بعد سے مسلسل بند تھا،لیکن حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی میزبانوں کے پیہم اصرار کے باوجود فرط ادب میں اس بستر پر نہیں لیٹے جس پر حضرت قاری صاحبؒ آرام فرماتے تھے۔

۲۹؍ربیع الاول کو وہاں کی مجلس شوریٰ نے اتفاق رائے سے حضرتؒ قاری صاحبؒ کے لائق فرزند جناب مولانا قاری سید حبیب احمد صاحب مظاہری کو مدرسہ کا ناظم تجویز کرلیا جس کو تمام حاضرین کی تائید حاصل ہوئی اور مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوری کے علاوہ دیگر مشائخ نے مولانا کو نہ صرف اجازت دی بلکہ سرپردست مبارک رکھا،وہاں کے منتظمین اور ارباب شوریٰ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی موجودگی کو غنیمت جانتے ہوئے درخواست

کی کہ مولانا موصوف کے سر پر اپنا دست شفقت رکھ دیں اور دعا فرما دیں۔ چنانچہ آپؒ نے جب دست شفقت رکھا اور مولانا کے سر پر دستار مبارک باندھی تو ماحول پرنور ہو گیا آپؒ ہی کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

حضرت مولانا قاری سید حبیب احمد باندوی مظاہر علوم کے فاضل ہیں اور مورخہ ۲۸ / جمادی الاولی ۱۴۱۸ھ کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے دربار گہربار سے تمغۂ خلافت واجازت بھی عطا ہو گیا تھا۔

حضرت قاری صاحبؒ کو مظاہر علوم اور حضرت فقیہ الاسلامؒ سے کس قدر محبت تھی اس کی تفصیل کے لئے رسالہ کے محدود صفحات میں گنجائش نہ ہونے کے باعث اتنا ضرور عرض کروں گا کہ مظاہر علوم کی تعمیر وترقی اور اس کے مالی استحکام کیلئے حضرت عارف باللہ مستقل فکرمند رہتے تھے اور جب ''حکیم خاندان'' کی شرپسندانہ ذہنیت کام کر گئی اور مظاہر علوم کے قضیہ سے امت کو دوسرا زخم پہنچا تو اس وقت حضرت قاری صاحبؒ کی اضطرابی حالت دیکھنے کے لائق تھی، انہوں نے اپنے پورے وسائل حضرت فقیہ الاسلامؒ کے موقف وقف علی اللہ کی حمایت میں صرف کردئے، فریق مخالف کے مکروہ پروپیگنڈوں کا کھل کر ابطال کیا، فریق مخالف کی طرف سے جاری کردہ اس عظیم دینی ادارے کو چندہ نہ دینے کی اپیلوں اور اشتہارات کو قاری صاحبؒ نے دیکھا اور پڑھا پھر خود بھی مدرسہ کی ہر ممکن مدد ونصرت کیلئے میدان میں آگئے، لوگوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا۔ مختلف جگہوں پر تقاریر فرمائیں، عوام سے مظاہر علوم کیلئے چندہ فرمایا، خود بھی اپنی جیب خاص سے مدد کرتے رہے اور کانپور جیسے فریق مخالف کے شہر میں مظاہر علوم (وقف) کے سفیر کے قدم بھی حضرت عارف باللہ حضرت قاری صاحبؒ نے پھر سے جمائے، نقد رقوم کے علاوہ اشیاء سے بھی مظاہر علوم کو مالا مال کیا اور اپنے متعلقین وہمدردان کو خطوط لکھ لکھ کر مدرسہ مظاہر علوم کے لئے تعاون کی اپیلیں فرمائیں، چنانچہ نمونہ کے لئے حضرت قاری صاحبؒ کا ایک مکتوب جو انہوں نے اپنے ایک متعلق کے پاس بھیجا تھا درج ذیل ہے۔

''مکرمی جناب بھائی راشد صاحب دام کرمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے خیریت سے ہوں، مظاہر علوم (وقف) میں تعمیر ہو رہی ہے، اس میں کافی رقم کی ضرورت ہے، آپ اس میں تعاون کر سکتے ہوں کریں اور احباب کو متوجہ فرمائیں مفتی (مظفر حسین) صاحب اسوقت کرنیل گنج مسجد ہمایوں (کانپور) میں مقیم ہیں ایک دو یوم قیام رہے گا''۔

صدیق احمد

جامعہ عربیہ ہتھورا (باندہ)

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کو جنت الفردوس نصیب فرمائے تاحیات مظاہر علوم کیلئے قربانیاں دیتے رہے اور حضرت فقیہ الاسلامؒ سے استاذ زادہ، پیر بھائی اور مظاہر علوم کا ناظم ومتولی نیز مفتی صاحبؒ کی حق گوئی وحق جوئی کیوجہ سے ہمیشہ شفقت فرماتے رہے۔

محی السنة حضرت مولانامحمد ابرارالحق مدظلہ

جامعہ مظاہر علوم کو جن لائق فائق فرزندوں اور سپوتوں پر ناز ہے، محی السنہ حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب مدظلہ کا نام نامی اس فہرست میں اپنی مخصوص شناخت رکھتا ہے۔

جامعہ مظاہر علوم (وقف) کے ناظم حضرت فقیہ الاسلامؒ سے حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب ہردوئی مدظلہ کی محبت وشفقت کئی وجوہ سے تھی، حضرت محی السنۃ کے اساتذہ میں حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ کا اسم گرامی بھی ہے جو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے والد ماجد تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ مہاجر مدنی اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کی مقدس نسبتیں جن سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو شاگردی کے علاوہ بیعت وارادت کا بھی تعلق تھا، تیسری سب سے اہم وجہ مظاہر علوم سہارنپور کی نظامت تھی جو حضرت مولانا ہردوئیؒ کی مادر علمی ہے۔

حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب مدظلہ، حضرت فقیہ الاسلامؒ سے بہت شفقت فرماتے تھے اور جب کبھی سہارنپور ومضافات میں آنا ہوتا تو مادر علمی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے تھے، حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی بغرض ملاقات ہردوئی حضرت محی السنۃ کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوتے تھے، دونوں بزرگوں میں جو دیرینہ روابط اور قدیم مراسم تھے وہ دیکھنے کے لائق تھے، حضرت محی السنۃ کی حاضری پر حضرت فقیہ الاسلامؒ مسند اہتمام سے ہٹ جاتے تھے اور حضرت محی السنہ سے درخواست کرتے کہ مسند پر تشریف رکھیں۔

ایک بار حضرت فقیہ الاسلامؒ کی عصر بعد مجلس جاری تھی اچانک حضرت ہردوئی مدظلہ تشریف لے آئے مجلس میں شریک رہے اور چلتے وقت بطور ہدایت فرمایا کہ یہ معمول جاری رکھنا۔

ایک بار حضرت فقیہ الاسلامؒ ہردوئی حاضر ہوئے تو حضرت محی السنۃ نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کا کھڑے ہوکر معانقہ فرمایا اور از خود پورے مدرسہ کو دکھلایا، آرام وراحت اور طعام وناشتہ ہر چیز کا معقول نظم فرمایا اور نہایت اکرام واحترام کا معاملہ فرما کر بزرگوں کی یاد تازہ کردی۔

مولانا عبداللہ صاحب مغیثی ایک بار ہردوئی حاضر ہوئے تو حضرت ہردوئی نے ان سے بھی اکرام واحترام کا معاملہ فرمایا، کتب خانہ اور عمارات وغیرہ دکھائیں اور پھر حضرت ہردوئی نے ارشاد فرمایا کہ

> ''میں آپ کا وقار واحترام اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ ایسی جگہ سے آئے ہیں جو ہمارے استاذ حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ کا وطن ہے۔

حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب مدظلہ ایک مرتبہ بمبئی تشریف لے گئے حضرت فقیہ الاسلامؒ وہیں تھے آپؒ کو حضرت ہردوئی کی بمبئی تشریف آوری کی خبر ملی فوراً ملاقات کے لئے حضرت ہردوئی کے پاس پہنچے

وہاں مجلس چل رہی تھی ،ہجوم زیادہ تھا حضرتؒ عام ہجوم میں بیٹھ گئے ،کسی نے حضرت ہردوئی مدظلہٗ کواطلاع کردی کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لائے ہیں اتنا سنتے ہی حضرت ہردوئی کھڑے ہوگئے پوچھا مفتی صاحب کہاں ہیں حضرتؒ فقیہ الاسلام کھڑے ہوگئے تو حضرت ہردوئی نے آپ سے فرمایا کہ آپ ہمارے لئے نہایت قابل احترام ہیں تشریف لے آئیں پھر بڑی گرم جوشی سے ملاقات ومعانقہ فرمایا مدرسہ کے حالات معلوم کرتے رہے، برابر دعائیں دیتے رہے اوراخیر میں چلتے ہوئے اس دعا کے ساتھ روانہ فرمایا کہ ''اللہ آپ کی ہرقسم کے شرور وفتن سے حفاظت فرمائے'' ۔حضرت مولانا محمد ابرارالحق صاحب مدظلہٗ تھانہ بھون تشریف لائے ،حضرت مفتی صاحب کواطلاع ملی تو تھانہ بھون تشریف لے گئے اورملاقات وزیارت سے مشرف ہوئے ۔

اللہ تعالیٰ حضرت ہردوئی کی عمر میں برکت عطا فرمائے پوری دنیا میں یہی ایک تھانوی چراغ جل رہا ہے جس سے دنیا روشنیٔ ہدایت حاصل کرتی ہے۔

حضرت مولانا عبد العزیز گمتھلویؒ

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب گمتھلویؒ جامعہ مظاہر علوم کے فارغ التحصیل تھے اورحکیم الامۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے مظاہر علوم کی سرپرستی کے لئے آپ کو متعین فرمایا تھا چنانچہ تاحیات مظاہر علوم کے عروج وارتقاء کے لئے کوشاں رہے۔

آپ کو جامعہ مظاہر علوم (وقف)اورحضرت فقیہ الاسلامؒ حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحب سے خصوصی ربط وتعلق تھا ،رائے پور کے دوران قیام حضرت فقیہ الاسلامؒ بغرض زیارت وملاقات آپ کے پاس حاضر ہوتے ،حضرت گمتھلویؒ اکثر مراقب رہتے تھے چنانچہ حضرت فقیہ الاسلامؒ حسب عادت ایک بار رائے پور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،حضرت کوآپ کی آمد کی اطلاع دی گئی ،آنکھیں کھولیں ،لب ہلے اورکئی بار یہ دعا فرمائی کہ ''اللہ تعالیٰ تمہیں حاسدین کے حسد سے محفوظ ومامون فرمائے''

حضرت مولانا انعام الرحمٰن صاحب تھانوی لکھتے ہیں کہ

> ''حضرت مولانا کومختلف النوع اختصاص حاصل تھا وہ مدرسہ کے کامیاب طالب علم تھے ،نمایاں فارغ وفاضل تھے اورحضرت حکیم الامت تھانویؒ اوردوسرے اکابر سرپرستان کے دور کے متعین کردہ ممتاز سرپرست ورکن شوریٰ تھے اوراب بھی مدرسہ سے ان کوخصوصی ربط وتعلق تھا وہ مظاہر علوم (وقف) کے ناظم ومہتمم (حضرت مفتی مظفرحسین صاحب)اوران کی سربراہی کوقابل قدر اور مستحسن تصور فرماتے تھے اورموصوف اورمدرسہ کے لئے اکثر دعائیہ کلمات بھی آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتے تھے''
> (آئینۂ مظاہر علوم جلد ۳ شمارہ ۵ صفحہ ۱۷)

حضرت مولانا کا جب پاکستان میں انتقال ہوگیا اور جنازہ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی کے راستہ سہارنپور پہنچا تو نماز جنازہ میں شرکت کے لئے عقیدت مندوں کا ہجوم اُمڈ پڑا، پچاسوں ہزار کے مجمع میں مائک سے اعلان ہوا کہ حضرت مفتی صاحب جہاں کہیں بھی ہوں نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیں چنانچہ حضرت مفتی صاحب موصوف نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ایک خالص اور شرعی نقطۂ نظر سے یہ نماز جنازہ اس لئے صحیح نہیں تھی کہ اس سے پہلے پاکستان اور دہلی میں نماز جنازہ ہوچکی تھی اور حنفی مسلک کے اعتبار سے ایک سے زائد بار نہیں ہوسکتی، حضرت مفتی صاحب کو نماز جنازہ کے بعد جب اس کا علم ہوا تو اس سے پہلے بھی نماز جنازہ پڑھی جاچکی ہے تو آپ نے اخبارات اور رسائل میں اس کی وضاحت فرمائی اور اعلان فرمایا کہ ہم نے جو نماز جنازہ پڑھائی اس کا مجھے علم نہیں تھا کہ اس سے پہلے بھی کہیں نماز جنازہ ہوچکی ہے۔

حضرت اقدس مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلویؒ اگر چہ پاکستان ہجرت فرماگئے تھے لیکن اپنے وطن کی محبت اور یہاں کے بزرگوں سے روحانی تعلق اور دینی اداروں سے جذباتی وابستگی کے باعث اکثر وبیشتر یہاں تشریف لاتے رہے اور پاکستان کے دوران قیام بھی یہاں کے حالات سے آگاہی حاصل فرماتے، مفتی اعظم حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کی وفات کا جب آپ کو علم ہوا تو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام اپنے درد بھرے تعزیتی مکتوب میں رنج وغم اور کرب وقلق کے اظہار کے علاوہ دعاؤں سے خوب خوب نوازا، لیجئے مکتوب گرامی آپ بھی پڑھئے اور قلب ونظر کو روشن کیجئے۔

''سرگودھا بلاک۔۲۲ مکان۔۱۷

ازعبدالعزیز عفی عنہ

۲ رصفر ۷۷ھ مطابق ۹/۵/۵۷ء

عنایت فرمائے من مولوی حافظ مظفر صاحب مدعنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج رائے پور کے ایک خط مخدومی راؤ عبدالرحمٰن صاحب سے یہ معلوم ہوکر نہایت افسوس وصدمہ ہوا کہ حضرت مرحوم قاری مولانا مفتی سعید صاحب قدس سرہٗ آپ کے والد صاحب مرحوم احقر کے محسن ومحب اور مدرسہ مظاہر علوم کے خصوصی اہل خدمت ہمیشہ کیلئے ہم سب سے جدا ہوکر واصل بحق ہوگئے **انا للہ وانا الیہ راجعون** ۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مرتبہ نصیب فرماکر اپنے قرب ورضاء سے نوازیں۔ (آمین) سوائے صبر جمیل اور دعاء وایصال ثواب کے اب اور کیا خدمت باقی ہوسکتی ہے احقر کی جانب

سے اپنے دیگر برادران و محترمہ والدہ صاحبہ کی خدمت میں بعد السلام علیکم مضمون تعزیت قبول ہو منجانب مولوی سعید احمد بعد السلام علیکم مضمون واحد قبول ہو فقط والسلام۔

اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مرحوم کے قائم مقام بنائے اور وارث آپ کو بنادیں اور اپنی رضا، محبت، مدرسہ کی اخلاص کیساتھ خدمت کی توفیق نصیب فرماوے، بخدمت سیدی و مولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب محترم المقام جناب مولانا ناظم صاحب و جناب مولانا اکرام الحسن صاحب بعد ہدیہ السلام علیکم مضمون واحد واستدعاء دعا''

بخدمت جناب مولانا مفتی مظفر حسین صاحب

مظاہر علوم سہارنپور یوپی انڈیا

حضرت مولانا مفتی محمود حسن مظاہریؒ مفتیٔ اعظم برما

مختلف دینی اداروں کے روح رواں، رابطہ ادب اسلامی کے رکن رکین اور متعدد مدارس کے سرپرست تھے، جامعہ مظاہر علوم کے قدیم فضلاء اور فارغین میں سے تھے، ۱۹۲۹ء میں جب مظاہر علوم میں آپ نے داخلہ لیا تھا تو حضرت فقیہ الاسلامؒ کا اسی سال تولد ہوا تھا حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی آپ کے اہم استاذ تھے۔

حضرت مفتیٔ اعظم برما کو حضرت فقیہ الاسلامؒ سے شروع ہی سے محبت تھی، وہ مظاہر علوم کی نظامت کے لئے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ذات گرامی کو بہت ہی اہمیت دیتے تھے، چند سال قبل حضرت فقیہ الاسلامؒ کے ''خطبات گجرات'' کی پہلی جلد حضرت مفتیٔ اعظم برما کو دستیاب ہوئی اور اس کو پڑھا تو بہت دعائیں دیں، فرمایا کہ جب سے تم دونوں آئے ہو برابر دعاء کر رہا ہوں اور پھر جب ۱۹۹۶ء میں حضرت فقیہ الاسلامؒ اپنے دعوتی سفر پر برما تشریف لے گئے تو حضرت مفتیٔ اعظمؒ نے آپ کے خطبات و مواعظ کی بہت تعریف و تحسین فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ تقریریں گو چھوٹی ہیں مگر متین ہیں۔

جامعہ مظاہر علوم (وقف) کے لئے شروع ہی سے ہر قسم کی خدمات انجام دیتے رہے، حضرت فقیہ الاسلامؒ کے علمی تبحر کے علاوہ آپ چونکہ استاذ زادہ تھے اس لئے نہایت شفقت و مروت سے پیش آتے تھے، برما کے سفر کے دوران کئی بار حسرت کے ساتھ فرمایا کہ میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں ورنہ آپ کے ساتھ مختلف اجتماعات میں شرکت کیلئے چلتا، پورے سفر میں بہت دعاؤں سے نوازتے رہے اور جب حضرت فقیہ الاسلامؒ ہندوستان کیلئے چلنے لگے تو بڑی حسرت کے ساتھ پوچھا کہ اب کب تشریف لائیں گے؟

ماضی قریب میں حضرت مفتیٔ اعظمؒ کا برما میں وصال ہو گیا، آپ کے انتقال پر ملال پر حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے ایک تعزیتی مکتوب میں گہرے رنج و قلق کا اظہار فرمایا اور پسماندگان سے اظہار تعزیت فرمائی تھی۔

حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ

امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کواللہ تعالیٰ نے جودلِ دردمند اور فکرار جمند عطا فرمایا تھا اس سے دنیا واقف ہے اور آپ کے علمی وروحانی فیوض وبرکات اور آپ کے بزرگوں کی عظیم قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مولانا رحمانیؒ حق بات کہنے والے اور حق بات سننے والے فرد فرید تھے، انہوں نے رجسٹریشن کی حمایت نہ کر کے ثابت فرمادیا کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی ذات اس میدان میں تنہا نہیں ہے۔

حضرت امیر شریعت وقف علی اللہ کے موقف کے پرزور حامی تھے اور جب کبھی مغربی اتر پردیش کا سفر درپیش ہوتا تو اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کی مادر علمی جامعہ مظاہر علوم بھی ضرور تشریف لاتے تھے اور حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ملاقات اور کتب خانہ کی زیارت سے بہت مسرور ہوتے تھے۔

حضرت مولانا رحمانیؒ کے بعد آپ کے جانشیں حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ الحمد للہ حضرت فقیہ الاسلامؒ سے شرف ملاقات اور زیارت کے لئے تشریف لاتے رہے اور بزرگوں کے دیرینہ روابط ومراسم کو جلاء وتقویت پہنچاتے رہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ جب بہار کے دعوتی دورے پر تشریف لے گئے تو وہاں حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ کئی بار آپ کی زیارت وملاقات کے لئے مختلف جگہوں پر تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے جو مظاہر علوم وقف کی خدمت کیلئے ہمہ تن تیار رہتے ہیں۔

حضرت مولانا سید احمد ہاشمیؒ

جمعیۃ علماء ہند کی جن گرامی قدر شخصیات نے اپنے خون پسینہ سے آبیاری فرمائی حضرت مولانا ہاشمیؒ صاحب بھی ان ہی شخصیات میں سے ایک تھے، ایک طویل عرصہ تک جمعیۃ علماء ہند اور ملی جمعیۃ کی سربراہی، اور سیاسی پلیٹ فارم سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی فرماتے رہے۔

بڑے کریم النفس اور وقار وانکسار کے کہسار، بناوٹ اور تعلّی سے دُور، حق گوئی وحق پسندی کے خوگر، ملنسار طبیعت اور زاہدانہ صفات سے آپ کی زندگی عبارت تھی۔

اخیر کے چند سالوں میں آپ دنیا اور دنیاداری سے یکسو ہو کر خود کو صرف عبادت، تلاوت، ذکر وتسبیحات تک محدود کرلیا، غیبت اور چغل خوری سے آپ کو جلن تھی، دشمنوں کا تذکرہ بھی تعریف وتحسین سے فرماتے بزرگان دین سے قرب وتعلق آپ کی زندگی کا اہم عنصر تھا۔

فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے موقف ''وقف علی اللہ'' کے بہت مؤید اور حامی تھے تاحیات مظاہر علوم وقف اور حضرت فقیہ الاسلامؒ سے تعلقات استوار رکھے، مظاہر علوم وقف میں ہر سال ایک معتد بہ رقم اپنی جیب خاص سے بھیجتے تھے۔ اس ناکارہ کو مظاہر علوم وقف سہارنپور کے سلسلہ میں حضرت ہاشمیؒ کی خدمت میں بارہا حاضری کا موقع ملا، جب بھی حاضر ہوتا تو فرماتے کہ اپنا تعارف کراؤ! احقر عرض کرتا تو پوچھتے کہ وقف سے آئے ہو اس لئے ہمارے لئے لائق احترام ہو کیونکہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب بھی اسی مدرسہ کے ناظم ہیں، مولانا ہاشمی صاحب تفصیل کے ساتھ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے حالات پوچھتے، بیماری کا حال معلوم کر کے شفاء اور درازیٔ عمر کی دعا فرماتے، اپنا سلام اور دعا کی درخواست اس ناکارہ کے توسط سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو پہنچاتے، خود حضرت فقیہ الاسلامؒ متعدد بار مولانا ہاشمی صاحبؒ کی خدمت میں تشریف لیجا چکے تھے، دونوں بزرگوں میں نہایت دیرینہ مراسم اور تعلقات اخیر تک برقرار رہے۔

حضرت مولانا ہاشمیؒ کے برادر بزرگ کا انتقال ہوا اس وقت مولانا کلکتہ کے سفر پر تھے، حضرت فقیہ الاسلامؒ کو جب اس سانحہ کی اطلاع ملی تو تعزیت مسنونہ کے لئے حاضر ہونے کا ارادہ فرمایا لیکن مولانا کے سفر پر ہونے کے باعث دہلی نہیں پہنچ سکے تاہم تعزیت مسنونہ کے لئے درج ذیل سطور سپرد قلم فرمائیں۔

> ''عالی مقام واجب الاحترام حضرت مولانا سید احمد ہاشمی صاحب دام لطفکم سلام مسنون
> طالب خیر مع الخیر رہ کر آنجناب کے برادر بزرگ کے انتقال پر ملال پر اظہار رنج کے ساتھ دعائے مغفرت کرتا ہے، اہل مدرسہ آپ کے اس غم میں شریک ہیں، تعزیت کیلئے خود ہی حاضر ہوتا مگر معلوم ہوا کہ آپ کلکتہ کے سفر پر ہیں، واپسی کے پروگرام کا علم نہ تھا عنقریب حاضری کا ارادہ رکھتا ہوں۔
> قرآن پاک ختم کرا کر ایصال ثواب کرادیا گیا ہے خداوند عالم پسماندگان کو صبر جمیل ونعم البدل عطا فرمائے''

مظاہر علوم کے قضیہ نامرضیہ کے سلسلہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی حمایت اور آپ کے دوش بدوش جن اکابر علماء اور ملی رہنماؤں نے تاریخی خدمات اور بے مثال قربانیاں انجام دے کر مظاہر علوم وقف کے تحفظ اور تشخص میں کلیدی کردار ادا کیا حضرت مولانا ہاشمی صاحب ان ہی برگزیدہ افراد وشخصیات میں سے تھے، آپ نے مدرسہ کی ہر ممکن امداد واعانت اور اس کے موقف کی کھل کر تائید وحمایت میں زبردست کردار ادا کیا، ملک وقوم کو فریق مخالف کی ریشہ دوانیوں اور ان کی مدرسہ کے مخالف سرگرمیوں اور تخریب کاریوں سے اخبارات ورسائل کے ذریعہ آگاہ وروشناس فرماتے رہے، جس کی تائید حضرت فقیہ الاسلامؒ کے درج ذیل خط سے ہوتی ہے جو بطور تشکر وامتنان مولانا ہاشمیؒ کے نام ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ کو تحریر فرمایا۔

> ''محترم ہاشمی صاحب! مدرسہ مظاہر علوم عالم اسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے، لاکھوں انسانوں کے قلوب اور مذہبی جذبات اس سے وابستہ ہیں، اب اس پر شر پسند اور تفریق ملت کی خدمت انجام دینے والے

افراد کی للچائی ہوئی نظریں پڑ رہی ہیں میں اپنی بے بضاعتی کے سبب بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کے سوا کچھ نہیں کر پاتا نہ ہی مجھے سیاسی توڑ جوڑ آتا ہے وہ فریق اپنے کو حل وعقد کا مالک تصور کرتا ہے اپنے پاس سیاسی، مذہبی، مالی قوت کا دعویدار ہے مگر ''لکل فرعون موسیٰ'' میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب مادی طاقتیں خدائی طاقت کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتیں اللہ نے آپ کو باطل کو شکست دینے کا شعور بخشا ہے۔

حالیہ سانحہ جو ایک منظم سازش کا نتیجہ تھا آپ نے اس کا مقابلہ فرما کر ایک عظیم اسلامی درس گاہ کی عظمت و کردار کی حفاظت فرمائی ہے، آنجناب ہی کی مساعی سے بذریعہ اخبارات صحیح حالات سے امت واقف ہو رہی ہے جزاک اللہ خیر الجزاء۔

میں ان تمام بار آور کوششوں پر آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں، واقعی خداوند عالم نے اس خدمت کیلئے آپ کا انتخاب فرما کر سعادت مندی سے نوازا ہے، مجھے آپ کی گوناگوں مصروفیات کا اعتراف ہے تاہم قوی امید ہے کہ اس معرکۂ حق و باطل میں آپ کا مجاہدانہ رول حسب دستور سابق رہے گا، جلد ہی تشریف ارزانی بھی فرمالیں تو زہے نصیب۔''

حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ربط و تعلق کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا ہاشمیؒ صاحب نے اپنے بعض بیٹوں کی شادی محض اسلئے مؤخر فرمادی تھی کہ ان تاریخوں میں حضرت فقیہ الاسلامؒ دیگر پروگراموں میں مصروف تھے اور جب ان مصروفیات سے حضرت فقیہ الاسلامؒ کو فرصت ملی تو حضرت مولانا ہاشمی صاحب نے آپ کو مدعو فرمایا اور نکاح پڑھوائے۔

چند سال قبل حضرت مولانا ہاشمیؒ صاحب کا داعیٔ اجل کی طرف سے بلاوا آگیا اور مولانا مولائے حقیقی سے جاملے، حضرت فقیہ الاسلامؒ کو ناکارہ نے اس حادثہ کی اطلاع دی تو بہت مغموم ہوئے اور پسماندگان کو تعزیتی مکتوب لکھ کر اپنے گہرے رنج وغم اور کرب وقلق کا اظہار فرمایا تھا۔

معاصرین

مذکورہ بالا گرامی قدر شخصیات کے علاوہ دیگر اہم ہستیوں بھی حضرت فقیہ الاسلامؒ سے تعلقات وروابط استوار رہے جن کو ہم نہایت اجمال کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مولانا قاضی مجاهد الاسلام قاسمیؒ

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کو حضرت فقیہ الاسلامؒ کے فقہی تبحر اور تواضع و بے نفسی کا اعتراف تھا فرماتے ہیں

''حضرت مفتی صاحب ہمارے بزرگوں میں نمونۂ سلف ہیں، اپنے علم کی گہرائی، گیرائی، سادگی، بے تکلفی، تواضع اور بے نفسی میں اس دور میں اپنی مثال آپ ہیں'' (خطبات گجرات جلد دوم)

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ملاقات کے لئے مستقل تشریف لاتے رہے اور حضرت فقیہ الاسلامؒ حسب عادت آپ کا بھرپور اکرام وضیافت فرماتے تھے، مہمان خانہ مظاہر علوم (وقف) میں جب یہ دونوں بزرگ محو کلام ہوتے تھے تو وہ منظر لائق دید ہوتا تھا، دونوں بزرگوں میں تواضع اور مسکنت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، حضرت فقیہ الاسلامؒ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلامؒ کے سامنے دوزانو بیٹھتے تھے اور حضرت قاضی صاحبؒ بھی نہایت مؤدب بیٹھتے تھے، کبھی کبھی بعض ملی ومسلکی اور شرعی باتیں چھڑ جاتیں تو عجیب عجیب نکات سامنے آتے تھے، حضرت قاضی صاحبؒ کو مکمل علم تھا کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کو ہمارے فقہی کارناموں اور سیمیناروں سے اتفاق تو کجا ایک گونہ اختلاف برقرار رہا لیکن پھر بھی حضرت قاضی صاحبؒ نہایت وسعت نظری، کشادہ قلبی اور بشاشت سے ملتے رہے اور عقیدت واحترام کی عدیم النظیر مثالیں پیش کیں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ جب میرٹھ میں زیر علاج تھے تو حضرت قاضی صاحبؒ بھی باوجود ضعف ونقاہت اور بیماری کے بغرض عیادت ومزاج پرسی میرٹھ تشریف لائے۔

اپنے استاذ امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ کے طور اور آپ کی روایات پر تاحیات چلتے رہے، اور مظاہر علوم (وقف) کے موقف کی تائید وتصویب فرماتے رہے۔

حضرت قاضی مجاہد الاسلام کا جب سانحۂ ارتحال پیش آیا تو حضرت فقیہ الاسلام نہایت رنجیدہ وبے چین ہوئے، خصوصی مجلس میں بہت دیر تک حضرت قاضی صاحب کے اوصاف ومحاسن کا تذکرہ فرماتے رہے اور ذمہ داران ملی کونسل کے نام تعزیتی مکتوب میں اپنے گہرے رنج وقلق اور افسوس کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی ماہنامہ الفرقان بریلی لکھنؤ کے بانی اور اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے، مختلف کتابوں کے مصنف اور شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ کے دامن فیض سے وابستہ تھے۔

پیر ومرشد سے ملاقات کیلئے جب رائے پور تشریف لاتے تھے تو سہارنپور بھی رکتے اور اساتذہ مظاہر علوم بالخصوص حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحبؒ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور دیگر اساطین امت سے شرف ملاقات ونیاز حاصل کرتے تھے، ان بزرگوں سے ملاقات کے علاوہ حضرت فقیہ الاسلامؒ سے بھی بہت زیادہ تعلق تھا اور حضرت فقیہ الاسلامؒ اگرچہ عمر میں نعمانی صاحب سے چھوٹے تھے لیکن بہت احترام اور محبت سے پیش آتے۔

مولانا نعمانی کو مظاہر علوم سے بہت تعلق تھا ایک بار مدرسہ کے بعض انتظامی سلسلہ میں مشورہ کیلئے تشریف

لائے اور حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ حضرت فقیہ الاسلامؒ اور مولانا موصوف دارالافتاء میں کافی دیر تک محوِ گفتگو رہے اور انتظام مدرسہ سے متعلق بعض اہم امور پر گفتگو فرمائی۔

متعدد مکاتیب حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام ارسال فرمائے تھے جن سے آپ کے قلبی تعلق کا پتہ چلتا ہے، ذیل میں حضرت مولانا نعمانیؒ کا ایک مکتوب پیش ہے جو ۱۹۷۳ء میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام ارسال فرمایا تھا۔

محمد منظور نعمانی

۲۷؍جون ۱۹۷۳ء

محترمی ومکرمی حضرت مفتی صاحب دامت فیوضکم

سلام مسنون

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

سید شاہد حسین صاحب کل صبح روانہ ہو گئے تھے، الہ آباد رات ان شاء اللہ بعافیت پہنچ گئے ہوں گے۔ پرمٹ کل ہی حاصل ہو گیا تھا، حاجی محمد شریف صاحب جنہوں نے پرمٹ حاصل کیا انہوں نے کل ہی رجسٹرڈ روانہ کر دیا تھا۔ آج انہوں نے اس کی ایک سرکاری نقل مجھے پہنچادی وہ اس عریضہ کے ساتھ منسلک ہے، غالبًا از راہ احتیاط حاجی محمد شریف صاحب نے فرمایا تھا کہ اس کو بھی رجسٹرڈ بھجوادیا جائے چنانچہ ارسال خدمت ہے اگر یاد رہے تو حضرت ناظم صاحب مدظلہٗ کی خدمت میں سلام نیاز واخلاص پہنچا کر ممنون فرمائیں اور دعا کی درخواست ہے۔

خاص اسی غرض سے زحمت فرمانے کا میں مکلّف نہیں کرتا تشریف لے جانا ہو اور یاد رہے تو میری طرف سے عرض کر دیا جائے جناب سے بھی دعا کا خواستگار ہوں۔۔ والسلام

محترمی ومکرمی جناب مفتی مظفر حسین صاحب دام فیوضہم محمد منظور نعمانی

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت فقیہ الاسلامؒ بھی مولانا نعمانیؒ کا بہت احترام فرماتے آپ کی علمی تصنیفی تالیفی اور مناظرانہ خدمات کا بھرپور اعتراف کرتے، ایک بار احقر نے حضرت نعمانیؒ کے ایک مضمون کو جو الفرقان بریلی کی پرانی فائلوں میں تھا حضرت کو دکھایا پورا مضمون پڑھ کر آہِ سرد بھر کر فرمایا جن کا مفہوم کچھ یوں تھا

''حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی تحریرات میں مواد اور اخلاص کی زیادتی محسوس ہوتی ہے پھر ایک اور عالم دین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے یہاں الفاظ اور مترادفات کی کثرت ہے''۔

مولانا محمد مرتضیٰ صاحب مظاہریؒ

مظاہر علوم کے ابنائے قدیم میں سے تھے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کتب خانہ کے نگراں تھے۔ اکابر مظاہر سے خصوصی ربط وتعلق تھا حضرت فقیہ الاسلامؒ سے قدیم تعلق اور رابطہ کے باعث مکاتبت اور مراسلت برقرار رہی۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ''مذاکرۂ علمی'' کے عنوان پر ایک اہم پروگرام میں شرکت کے لئے مظاہر علوم کی نمائندگی اور ترجمانی کیلئے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنے پیرزادہ ہم پیالہ وہم نوالہ مولانا محمد اللہ صاحبؒ کو بھیجا تھا، اسی سلسلہ میں ایک مکتوب گرامی مولانا نے حضرت فقیہ الاسلامؒ کے نام ارسال فرمایا۔

کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۶ر جمادی الاول ۱۴۰۴ھ

مخدوم گرامی زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی گرامی نامہ ملا، مذاکرہ علمی میں شرکت کیلئے جناب مولانا محمد اللہ صاحب کی تشریف آوری کی اطلاع ملی بیحد مسرت اس بات سے ہوئی کہ جناب نے مجھے مطلع فرمایا انشاء اللہ ان کی راحت رسانی کیلئے میں اور میرے بچے سر اور آنکھوں سے جو کچھ ہوسکے گا کریں گے۔ مولانا محمد اللہ صاحب زید مجدہٗ اور دوسرے حضرات کی خدمات میں نیاز مندانہ سلام عرض ہے، ایک تکلیف یہ دوں گا کہ اگر مجھے مولانا موصوف کے لکھنؤ تشریف آوری کی تاریخ اور وقت سے مطلع فرمایا جائے تو ممنون ہوں گا اور میرے لئے سہولت ہوجائے گی، خدا کرے آپ حضرات اور مدرسہ ہر طرح خیر وعافیت سے ہوں۔

ملاحظہ گرامی حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناچیز خادم مرتضیٰ

ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸ر فروری ۱۹۸۴ھ

مولاناوحید الدین خان

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے علمی تبحر کے بہت قائل تھے، بعض علمی اور تحقیقی معاملات میں مظاہر علوم سے بھی رجوع کرتے رہے اگرچہ خان صاحب کے مخصوص فکر ونظر سے علماء مظاہر کو بھی اتفاق نہیں رہا تاہم ان کی آمد پر بھرپور اخلاق اور تواضع کا معاملہ فرمایا۔

مولانا وحید الدین خان صاحب بھی نظریۂ وقف کے حامی اور وقف علی اللہ کے مؤید تھے اور وقف علی اللہ کی تائید میں جب ایک اتفاقی ایجنڈا مرتب کر کے ہندوستان کے علماء کرام سے اس پر تائیدی دستخط کے لئے آپ کی خدمت میں پیش ہوا تو مولانا وحید الدین خان نے اس پر اپنے دستخط ثبت فرمائے جو اصل دستخطوں اور تحریر کے ساتھ دینی مدارس کے شمارہ.............جلد.............میں مطبوع ہوا۔

کسی علمی تحقیق کے سلسلہ میں ایک بار مولانا خان صاحب مظاہر علوم میں تشریف لائے اور چند یوم قیام کیا۔ دوران قیام حضرت فقیہ الاسلامؒ اور ناظم مالیات مولانا عبدالمالک صاحبؒ نے جس اخلاق کا مظاہرہ کیا مولانا وحید الدین خان اس سے بہت متاثر ہوئے اور دہلی پہنچنے پر شکریہ کا ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں بعض شرپسندوں کی شرارتوں اور فتنہ وفساد کی آندھیوں سے حفاظت کی دعا بھی تحریر فرمائی تھی، افسوس کہ وہ فتنہ

وفساد کی آندھیاں مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۸۸ء کی شب میں ظہور پذیر ہو ہی گئیں اور مظاہر علوم کے احاطہ دارجدید پر شر پسندوں کا قبضہ بڑی رشوت اور پی اے سی کی مدد سے ہوگیا، مکتوب حاضر ہے۔

۶؍ذی قعدہ ۱۴۰۶ھ م ۱۴؍جولائی ۱۹۸۶ء

مکرم ومحترم زیدعنایتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپنی ایک ذاتی ضرورت سے سہارنپور حاضر ہوا تھا آپ کی شفقت ونوازش سے چند دن آپ کے یہاں قیام کا موقعہ ملا قیام کی سہولت کے لئے جناب محترم اور معظم ومحترم حضرت مولانا عبدالمالک صاحب مدظلہ کا بہت بہت شکر گذار ہوں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بوقت واپسی بارش کی وجہ سے آپ حضرات سے ملاقات نہ ہوسکی اس کا بہت افسوس ہے۔

جناب محترم اور حضرت مولانا عبدالمالک صاحب مدظلہم سے توجہ اور دعا کی درخواست ہے، جناب مولانا خبیب صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مدرسہ مظاہر علوم اور آپ حضرات کو فتنہ وفساد کی آندھیوں سے محفوظ فرمائیں آمین۔ والسلام مخلص محمد وحیدالدین

بگرامی خدمت معظم ومحترم حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

مولانا عبد اللطیف صاحب نلہیڑوی مدظلہٗ

مظاہر علوم کے ابنائے قدیم میں سے ہیں، حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد اسعد اللہ صاحب کے خلیفہ اجل ہیں نہایت صاف گو، حق گو، خلوص وللّٰہیت، تقویٰ وطہارت، پاکیزگی وتقدس سے آراستہ صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ سے عمر میں بڑے ہونے کے باوجود جو اکرام واحترام فرماتے رہے اس کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی تھی، قضیہ مظاہر علوم کے موقع پر آپ نے اپنی دانائی ودوراندیشی کو محض نسبتوں پر قربان نہیں کیا اور حق کا ساتھ دینے کیلئے حضرت فقیہ الاسلامؒ کی حمایت اور نصرت کا اعلان فرماتے رہے، ایک موقع پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے خلاف فریق مخالف اسلام دشمن بدنام زمانہ ایڈوانی سے ساز باز کرکے مظاہر علوم کے باقی ماندہ احاطوں پر قبضہ کی پلاننگ کررہے ہیں تو مولانا اٹھ کر بیٹھ گئے اور زور دے کر فرمایا کہ

"اگر مظاہر علوم وقف اور مفتی مظفر حسین کیلئے جہاد میں نکلنے کی نوبت آئی تو انشاءاللہ سب سے پہلے میں نکلوں گا۔"

احقاق حق اور ابطال باطل میں مولانا موصوف اپنی مثال آپ ہیں، نلہیڑہ ضلع سہارنپور آپ کا مولد ومسکن ہے لیکن لال کنواں دہلی کی ایک مسجد سے سلوک وتصوف اور للّٰہیت وروحانیت کی فیض رسانی میں مصروف ہیں۔

علالت کی طوالت سے نقاہت ہوگئی پیدا
اِدھر ماحول میں مخفی شرارت ہوگئی پیدا

....

جنہیں سب جانتے تھے نام ''مفتی مظفر'' سے
سوئے دارالبقاء پہنچے ہیں حکم رب اکبر سے

(مولانا نسیم احمد غازیؔ)

عارف کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

......مولانا ممشاد علی قاسمی مہتمم جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور ضلع مظفر نگر

۲۸ ررمضان المبارک: سہارنپور کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، گھٹی گھٹی آہوں اور نمناک آنکھوں کے ساتھ امنڈتا ہوا آدمیوں کا ایسا سیلاب اس شہر نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، ایک مرد درویش کو نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کرتے ہوئے اور اس مرد حق آگاہ کو الوداعی سلام کرنے اور آخری زیارت کی تمنا لئے دیہاتوں، شہروں، قریب وبعید اور ملک وبیرون ملک سے عقیدت مندوں کا ایسا ہجوم تھا جو پروانہ وار اس شمع عرفان پر ٹوٹ پڑ رہا تھا جس کی لو بظاہر غائب تھی لیکن انوار وبرکات عیاں تھے۔

فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ، باوقار اور پاکیزہ زندگی کی طرح اس شہر کے وقار کو دوبالا کر گیا، جس میں ان سے پیشتر بھی بڑے بڑے علماء ومشائخ اور محدثین عظم دینی وانسانی خدمات انجام دے کر دنیا کو ممنون کر گئے ہیں، چند گھنٹوں کے اندر دور دراز سے تین لاکھ انسانوں کا جم غفیر امنڈ آیا، یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت اور بندگان خدا کے دلوں میں ان کی محبوبیت کی ایک جھلک تھی جو سہارنپور والوں نے دیکھی۔

فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ تو اجراڑہ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے لیکن فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سہارنپور میں ہوئی اور پوری عمر سہارنپور میں ہی رہے البتہ آبائی وطن اجراڑہ سے بھی برابر رابطہ رہا۔

حضرت مفتی صاحبؒ کی ذاتی زندگی بہت سادہ تھی، جبہ ودستار سے بے نیاز وہ سادہ اور عام قیمت کا لباس پہنتے تھے، طرز بود وباش بہت بے تکلف تھا، بات کرتے تو زبان کا بے ساختہ پن اور لہجے کی اپنائیت بھری شیرینی دل میں گداز سا پیدا کرتی تھی۔

ان کے ہر عمل سے صاف طور پر محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنی ذات کو کلی طور پر فنا کر چکے ہیں، خود اعتمادی سے بھرپور اس مضبوط ارادے والے شخص میں خود پسندی کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔

ان کے ہزارہا مریدین تھے، مدرسہ مظاہر علوم کی باوقار مسند نظامت پر بھی ۲۴ سال تک فائز رہے، اس

سے قبل نائب ناظم اور شیخ الحدیث بھی رہے، جس عہدہ پر بھی رہے اس کا پورا حق ادا کیا، لیکن زندگی اتنی سادہ کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی اور صوفیائے متقدمین کے حالات کا عکس جھلکتا تھا، اس حیرت انگیز سچائی پر شاید بہت سے حضرات کو یقین کرنا بھی دشوار ہو کہ انہوں نے اپنی ۷۶ سالہ زندگی میں اپنا کوئی مکان نہیں بنایا اس دار فانی میں دو گز جگہ خریدنے کا بکھیڑا بھی کبھی سر نہیں لیا، اس سے بھی زیادہ حیرت اس خبر سے پیدا ہوگی کہ ان کے بلند مرتبت والد حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ اجراڑوی (مفتی اعظم مظاہر علوم) نے بھی طول العمر سہارنپور میں نہ اپنا کوئی مکان بنایا اور نہ کوئی سامان یا روپیہ پیسہ میراث میں چھوڑا۔

ع ۔ میں دامن ہی نہیں رکھتا کہ الجھیں خار دامن میں

کے مصداق صاف دل و پاک روح اس دنیا سے تشریف لے گئے خود حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے اپنے والد محترم کے آخری وقت کا احوال بتاتے ہوئے فرمایا کہ

''بحالت مرض الموت ہم لوگ حاضر تھے تو فرمایا کہ میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں، کبھی بعد میں یہ خیال کریں کہ باپ تو مزے لے کر چلا گیا اور ہمیں قرض میں دبا دیا۔ دوسرے یہ کہ گھر میں جو سامان ہے سب کا سب تمہاری والدہ کا ہے انہوں نے اپنے خرچ سے بچا بچا کر جمع کیا ہے اس لئے اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ۔تیسرے یہ کہ میرے پاس اپنی ذاتی رقم یا سامان نہیں ہے کہ ترکہ ہو اور اس میں جھگڑا بنے، رہی بات یہ کہ میرے بچوں کا کیا ہوگا سو اس میں عمر بن عبدالعزیزؒ کا فرمان پیش نظر ہے کہ ان سے مرض الوفات میں کسی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ کے بعد بچوں کا کیا ہوگا ؟ تو فرمایا کہ میرے بچے اگر نیک رہے تو اللہ تعالیٰ ان کی کفالت خود فرمائیگا **وھو یتولی الصالحین** جب اللہ کا وعدہ ہے تو مجھے فکرمند ہونیکی ضرورت نہیں اور اگر یہ نیک نہ رہے تو اللہ کو ان کی پرواہ نہیں اور جب اللہ کو ان کی پرواہ نہ ہو تو میں کیوں ان کی پرواہ کروں''۔

اس طرح حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے نہ تو میراث میں کوئی مکان پایا اور نہ اپنی زندگی میں کبھی مکان بنایا اور ان کا یہ زہد اور دنیا سے استغناء پوری طرح اختیاری تھا، اتنے بڑے آدمی لیکن ایک کرایہ کے مکان میں ہی پیدائش ہوئی اور اپنی ۷۶ سالہ زندگی کرایہ کے مکان میں گذار دی یوں تو وہ بعد میں اپنے چھوٹے بھائی حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کے مکان میں رہائش پذیر تھے لیکن اپنے بڑے بھائی کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھنے والے اور باپ کی طرح ان کی عزت کرنے والے مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہم نے ایک بار خود بتایا کہ حالانکہ میں نے یہ مکان بھائی صاحب (حضرت مفتی صاحبؒ) ہی کی وجہ سے خریدا تھا کہ وہ آرام سے رہیں لیکن وہ ہر ماہ کسی نہ کسی بہانے اور ذریعہ سے اس کا بھی کرایہ باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔

فقیرانہ زندگی اور شاہانہ دل رکھنے والے اس یگانہ روزگار درویش کے بارے میں اقبال کے اس شعر کے علاوہ کیا کہا جائے ۔

گذراوقات کرلیتا ہے وہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہین کے لئے ذلت ہے کار آشیاں بندی

حضرت مفتی صاحبؒ کے جنازے کا منظر دیدنی تھا مظاہرعلوم قدیم کے دروازہ سے لے کر قبرستان تک زائرین اور سوگواروں کا ایک بڑا ہجوم تھا، مظاہرعلوم وقف کے مہمان خانہ سے تجہیز وتکفین کے بعد نو بجے کے بعد جنازہ اٹھا، باہر راستوں پر ہزاروں لوگ دونوں طرف قطاریں باندھے کھڑے تھے، درمیان میں جنازہ گذرنے کا راستہ بنا ہوا تھا، باہر یہ ہجوم اور قطار گھنٹوں پہلے سے موجود تھی حالانکہ ابھی حضرت کا جنازہ دہلی سے آیا تھا اور غسل دیا جارہا تھا۔

مظاہرعلوم وقف کے مہمان خانہ میں تجہیز وتکفین کے وقت کئی ایسی بزرگ شخصیات بھی تمام اختلافات کو بھلا کر ملول ورنجور حضرت کی الوداعی تقریب میں شامل تھیں جن سے قضیہ مُظاہرعلوم کے سلسلہ میں حضرت مفتی صاحبؒ کی زندگی کی بڑی تلخیاں وابستہ رہیں لیکن وفات کے اس ملی سانحہ اور اس وداعی منظر سے وہ بھی بہت رنجیدہ نظر آئے گویا حضرت مفتی صاحبؒ کی بے زبانی آج بھی بول رہی تھی کہ ۔

ہمیں اٹھانے کی محفل سے کوششیں تھیں بہت
لو اُٹھ گئے ہم خود ہی آج تمہاری محفل سے

بہر حال جنازہ اٹھا اور کیا قیامت کا جنازہ تھا میں عزیزم مولوی محمد اسمٰعیل سلمہٗ اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ ایک قدرے اونچی جگہ پر کھڑا ہوگیا تاکہ اس تاریخی جنازہ کو دیر تک اور دور تک جاتا ہوا دیکھ سکوں۔

حضرت کا جنازہ سامنے آیا تو اس فرشتہ صفت انسان کی زندگی کے حالات وواقعات کا ایک ریلا سا دل ودماغ کو معطر اور مغموم کر گیا، خودداری اور تواضع کا یہ انوکھا پیکر آج اپنے ہزارہا شیدائیوں کے کاندھوں پر سوار اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہورہا تھا. آج لاکھوں مسلمان اس کی پاکیزگی اور اخلاص کی گواہی دینے کے لئے انتہائی سرد ٹھٹھرتے موسم اور رات کی تاریکی میں بھی دور دور سے پروانہ وار سہارنپور کے قبرستان میں جمع ہوگئے تھے حالانکہ اللہ کے اس ولی کو قبرستان کی طرف جاتے دیکھ کر ہر دل غمزدہ و بے بس تھا، جانے والے کی جدائی سے ان کے دل رو رہے تھے لیکن کوئی جانے والے کو روک بھی نہیں سکتا تھا۔

یہی تو تقدیر ہے اسی لئے نمناک آنکھوں اور غمناک حسرتوں کے ساتھ سب دیکھ رہے تھے کہ

ع۔ اک جنازہ جارہا ہے دوش پر تقدیر کے

میں جامد و ساکت کھڑا حضرت کے جنازے کو دیکھتا رہا یہ دفتر مدرسہ قدیم اور دارالطلبہ قدیم کے درمیان تراہے پر واقع مسجد کے سامنے والی جگہ تھی جو نہ جانے کتنے پاک باطن اولیاء کرام کی گذرگاہ رہی ہوگی اور یہ راستہ کتنے مشائخ عظام کے خاک پا کا امین اور ان کی جلوہ گاہوں کا مرکز رہا ہوگا، آج اسی راستے سے ہمیشہ کیلئے اللہ کا یہ ولی بھی رخصت ہو رہا تھا میں کھڑا دیکھتا رہا دل تو پہلے ہی بے قابو تھا، آنکھیں بھی چھلک پڑیں اور آنسوؤں سے یہ چند حقیر سے قطرے جانیوالے کے راستے میں نچھاور ہو کر انمول ہو گئے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

میں دیکھتا رہا حالانکہ یہ منظر بڑا عجیب تھا، دیکھنے کا اشتیاق بھی اور دیکھنے سے دل غمگین بھی، حضرت کی رخصتی کا یہ قافلہ پتہ نہیں کتنے دلوں میں ایسی ہی کشش پیدا کر رہا ہوگا، جگر نے شاید ایسے ہی موقع کیلئے کہا تھا ۔

ان کو رخصت کرکے تا حدنظر دیکھا کئے
گو اُدھر دیکھا نہ جاتا تھا مگر دیکھا کئے

مسجد کے سامنے تراہے پر جاتے ہی صف بستہ مجمع بے قابو ہو گیا، بے شمار لوگ جذبات پر قابو نہ رکھ سکے، ہر کوئی جنازہ کو کندھا دینے یا زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کے لئے ایک دوسرے پر گر پڑ رہا تھا، نظم وضبط قائم رکھنے کی تمام کوششیں اپیلیں اور فریادیں بے فائدہ ہو گئیں، سردی کے باوجود جنازہ لے جانے والے حضرات بے قابو مجمع کی مزاحمت کرنے کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہے تھے، ایک آدمی بے ہوش تک ہو گیا اور اسی افراتفری میں جنازہ قبرستان کی طرف جانے کے بجائے شہر کی طرف مخالف سمت میں چلنے لگا اور یہ خطرہ ہو گیا کہ خدانخواستہ جنازہ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے، بہت جدوجہد کے بعد بڑی مشکل سے جنازہ قبرستان کے راستہ پر لگا، انسانوں کا یہ سیلاب دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت مفتی صاحب کی مقبولیت کتنی وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے دل میں اس درویش کی کتنی محبت ڈال دی ہے، یہ جذبۂ محبت ہی تو تھا جس کا مظاہرہ یہاں ہو رہا تھا گو محبین آداب محبت سے ناواقف تھے مگر تھا یہی پاک جذبہ، حضرتؒ تو سو رہے تھے میٹھی اور اطمینان کی نیند، اور اب ان کے رب سوا انہیں کوئی نہیں جگا سکتا تھا اور نہ اگر وہ جاگ سکتے اور اپنی اس رہ گذر کو دیکھتے جس پر وہ ۷۶ سال سے آجا رہے تھے تو اپنے ان ہزارہا پروانوں کو دیکھ کر خود بھی اشکبار ہو جاتے، جنہوں نے ان کی چوکھٹ پر ایک قیامت برپا کر رکھی تھی، شاعر نے ایک دوسرے عنوان کے لئے کہا تھا ۔

اگر دیکھنا چاہو قیامت کس کو کہتے ہیں
اُٹھو محفل سے باہر آؤ اپنی رہ گذر دیکھو

لیکن یہاں حقیقت میں اسی کا مظاہرہ ہو رہا تھا البتہ میں شاعر سے معذرت کے ساتھ اس شعر میں خفیف سی ترمیم کروں گا اور یہ کہوں گا ؎

اگر یہ دیکھنا چاہو محبت کس کو کہتے ہیں
اُٹھو محفل سے باہر آؤ اپنی رہ گذر دیکھو

مگر وہ ہر بات سے، اس دنیا سے، اس کے تمام جھمیلوں سے بے پرواہ اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور میں پیش ہو رہے تھے، انہیں کون اٹھا سکتا تھا واقعی محبت کا جذبہ بھی کتنا عظیم ہوتا ہے، دونوں جہاں کے ہر جذبات سے زیادہ پاکیزہ اور بالاتر اور جو خوش نصیب محبت الٰہی کے اس جذبہ کو دل میں بسالے اس کی عظمت کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا یہ سب تو اس کا ایک معمولی مظاہرہ تھا، بادشاہوں اور امراء کے جنازے ظاہری تزک واحتشام، مصنوعی اعزازات اور لاؤ لشکر کے باوجود سچے جذبات سے کتنے عاری اور کتنے خالی و بے رونق ہوتے ہیں، محبت کے جذبات کی شادابی اور سچے جذبات کی فراوانی تو اہل اللہ کے جنازوں میں ہی دیکھنے کو ملتی ہے بادشاہوں اور دنیاداروں کو یہ مقام کہاں حاصل ہوسکتا ہے ہاں جو بادشاہ اللہ کا ہوجائے اس کی بات الگ ہے، کیونکہ حکومت آنی، جانی شئے ہے لیکن محبت ایک لافانی جذبہ ہے ؎

محبت ہی ہے اصل میں جاودانی
بڑھاپا بھی فانی جوانی بھی فانی

بہرحال حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کا جنازہ دلوں سے ابلنے والے سچے پاکیزہ جذبات کے دوش پر محبت بھری آہوں اور دعاؤں کی لوریوں کے ساتھ تکبیر اور کلمۂ شہادت کی باوقار آوازوں کے درمیان خراماں خراماں قبرستان کی طرف بڑھ رہا تھا، مجمع پر قابو رکھنا ایک مستقل مسئلہ بنا ہوا تھا اور خطرہ تھا کہ سیلِ جذبات میں کوئی ناخوشگوار حادثہ نہ ہوجائے حالانکہ اکثر لوگ اہل انتظام کی اپیل پر پہلے ہی قبرستان پہنچ گئے تھے چونکہ مدرسہ میں زیارت کو ناممکن دیکھتے ہوئے اعلان کردیا گیا تھا کہ حضرت کی زیارت قبرستان میں ہی کرائی جائیگی، مدرسہ سے قبرستان کا جو راستہ ہے، عام حالات میں لوگ وہاں بآسانی ۱۵ رمنٹ میں پہنچ جاتے ہیں لیکن حضرت کا جنازہ ڈھائی گھنٹہ سے بھی زیادہ وقت میں یعنی رات کے تقریباً ۱۲ بجے تک بمشکل پہنچ سکا، قبرستان کے برابر کا احاطہ جو خاصہ کشادہ ہے وہاں تاحد نظر آدمیوں کے سروں کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا اسی لئے حضرت کی زیارت نہ کرائی جاسکی اور وہ ہزارہا افراد جو تین گھنٹہ سے سخت سردی میں زیارت کے اشتیاق میں بیٹھے ہوئے تھے، انہیں دُور سے بھی زیارت نہ ہوسکی، منتظمین نے اس مجبوری پر معذوری کا اظہار فرمایا یوں بھی صورت حال سب کے سامنے تھی، زیارت کرانا ممکن ہی نہ تھا، نماز جنازہ اور تجہیز و تدفین بخیر وخوبی انجام پاگئی، اس حالت میں یہ بھی بڑی بات تھی۔ ◉

علالت سے وفات تک — ناصر الدین مظاہری

خوش رہو اہل چمن ہم تو سفر کرتے ہیں

حضرت فقیہ الاسلامؒ اخیر کے چند سالوں میں مختلف امراض واسقام سے دو چار رہے، دسمبر ۹۴ء میں مظفر نگر کے ایک موضع نردھنہ میں کسی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے، رات وہیں کی مسجد میں قیام فرمایا، حضرتؒ کا تہجد کا معمول بہت قدیم تھا، حسب معمول تہجد کے لئے بیدار ہوئے اور وضو فرمایا پھر نماز میں مشغول ہو گئے، خادم جناب مولانا احمد سعید مظاہری ساتھ تھے آپؒ کو نماز میں مشغول دیکھ کر خیال کیا کہ چونکہ سردی زیادہ ہے اور چادر گاڑی میں ہے نماز کے بعد حضرت چادر طلب فرما سکتے ہیں اس لئے فوراً چادر لینے کیلئے گاڑی تک پہنچے خادم کا بیان ہے کہ میں گاڑی تک پہنچا ہی تھا کہ اچانک مجھے خوف، گھبراہٹ اور بے چینی محسوس ہوئی الٹے پاؤں حضرت کے پاس پہنچا تو وہ اندوہناک منظر دیکھا جس کو بیان کرنے کی اپنے اندر قوت نہیں رکھتا، میں نے حضرت کو زینے کے نیچے بے ہوش پایا، اس حادثہ کی مختصر اور مکمل تفصیل ایک صاحب کی فرمائش پر خود حضرت فقیہ الاسلامؒ نے یوں ارشاد فرمائی۔

"مظفر نگر کے ایک گاؤں (نردھنہ) کا سفر ہوا رات میں نماز پڑھنے کے لئے اٹھا۔ ایک صاحب (مولوی احمد میرٹھی) جو میرے ساتھ تھے وضو کے لئے پانی رکھ کر چادر وغیرہ اٹھانے کے لئے چلے گئے، سردی کا زمانہ تھا میں وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گیا پھر مجھے شبہ ہوا میں نے سوچا دوبارہ وضو کیا جائے، چنانچہ میں وضو کے لئے مسجد سے نکل کر وضو خانہ آ گیا، وضو کیا اور وضو سے فراغت کے بعد مسجد میں جانے کا ارادہ کیا وضو خانہ سے مسجد میں جانے کیلئے ٹونٹیوں کے اوپر سے گزرنا تھا، میرے لئے ان کے اوپر سے پھاندنا دشوار ہوا، میں نے سوچا کہ اس کے ارد گرد جو نالی ہے اس سے اتر مسجد چلا جاؤں گا، اس ارادہ سے آہستہ آہستہ چلا مسجد ذرا اونچائی پر تھی، اوپر چڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوا کہ میں فضا میں گھوم رہا ہوں، اتنے میں نیچے گر گیا، چند لمحوں کے بعد اللہ نے محض اپنے لطف وکرم سے ایک آدمی بھیج دیا وہ مجھے اٹھا کر کمرہ میں لے آیا طبیعت بہت پریشان تھی، پوری رات یوں ہی پریشانی کے عالم گزری، اسی حالت میں نماز فجر ادا کرنے کی توفیق ملی، جماعت کا سلام پھیرتے ہی فوراً اپنی جگہ آ کر لیٹ گیا، صبح کو واپسی طے تھی، واپسی کے ارادہ سے اٹھ کر اولاً وضو کیا پھر دوبارہ لیٹنے پر مجبور ہوا، اسی طرح پریشانی واضطراب کی حالت میں جمعہ کا وقت آ پہنچا، نماز جمعہ سے فراغت پا کر وہاں سے روانگی ہوئی، سہارنپور پہنچ کر ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اس نے دوا دی اور کوئی مرض نہیں بتلایا (البتہ) یہ کہہ کر کہ سفر کی

تکان کا اثر ہے بات ختم کردی"۔

اب یہ حالت ہوگئی تھی کوئی ملاقات کے لئے آتا تو خیریت معلوم کرنے کے علاوہ کچھ اور بات کرنے کی سکت نہ تھی، غنودگی طاری تھی، میری یہ کیفیت دیکھ کر (ڈاکٹر اے کے جین نے ایکسرے کی تجویز پیش کی) مولوی محمد تحسین (خادم) کی رائے ہوئی کہ ایکسرے کرایا جائے، چنانچہ ایکسرے کرایا گیا جس کی رپورٹ سے دماغ میں خون کا منجمد ہونا معلوم ہوا، اس کے بعد یہ لوگ بغرض علاج میرٹھ لے گئے وہاں پندرہ بیس روز قیام رہا علاج ہوتا رہا، ڈاکٹروں نے دوائیں دیں اور کچھ دنوں کے بعد قدرے افاقہ محسوس ہوا جب طبیعت روبصحت ہوئی تو میرٹھ سے گھر سہارنپور واپسی ہوئی، لیکن طبیعت کو حسب معمول سکون محسوس نہ ہوا بلکہ ایک طرح کا تکدر وانقباض رہنے لگا، اس دوران (ڈاکٹروں کی شدید ممانعت کے باوجود) مختلف مقامات پر تقریریں بھی کیں، نکاح بھی پڑھائے، مگر طبیعت کو کماحقہ سکون نہیں ملا پھر چند روز بعد (اپنی نشست گاہ دفتر اہتمام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اس جگہ بیٹھا ہوا تھا جمعہ کا دن تھا، جمعہ کی نماز صحیح حالت میں پڑھی تھی کہ اچانک بیہوشی طاری ہوگئی، ان لوگوں (مولوی محمد تحسین مرحوم وغیرہ) نے بذریعہ فون میرٹھ ڈاکٹر (گریش تیاگی) صاحب سے رابطہ قائم کیا، ڈاکٹر صاحب نے کہا فوراً میرے پاس لے آئیں، میرٹھ پہنچنے کے بعد ڈاکٹروں نے تحقیق حال کے بعد بتایا کہ دماغ کی دو نسیں پھٹ گئی ہیں، اب آپریشن کی ضرورت ہے، چنانچہ آپریشن ہوا، آپریشن سے پہلے بے ہوشی طاری تھی لیکن آپریشن کے وقت الحمد للہ ہوش آ گیا اور بفضل خدا افاقہ ہوتا چلا گیا، پندرہ دن میرٹھ قیام رہا بعد میں سہارنپور واپسی ہوئی۔" (ملفوظات فقیہ الاسلام ص۔۶۵ تا ۶۷)

حضرت فقیہ الاسلامؒ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے نہایت ہی اختصار اور اجمال سے صورتحال ارشاد فرمادی لیکن اس حادثہ کے بہت سے پہلو پردۂ خفا میں ہیں مثلاً دماغ کی رگیں اسی وقت پھٹ چکی تھیں جب آپ زینے سے گر پڑے تھے اور کافی مقدار میں خون اندرونِ دماغ جمع ہو کر منجمد ہو گیا پھر بھی آپ کا ہوش وحواس میں رہنا، نماز با جماعت کا اہتمام، معمولات کی پابندی، دور دراز سے بغرض زیارت وعیادت حاضر ہونے والے مہمان اور ان کی ضیافت، میرٹھ میں دوران علاج مریدین ومعتقدین اور ہمدردان مظاہر علوم کا دیوانہ وار اسپتال پہنچنا، اُمڈی ہوئی بھیڑ، کاروں اور گاڑیوں کی وجہ سے جگہ کی تنگی، اس اچانک بھیڑ کو دیکھ کر مریض کی عند اللہ مقبولیت وعند الناس محبوبیت، جم غفیر کو دیکھ کر ڈاکٹروں کی حیرانی وپریشانی، کاروں اور گاڑیوں کی قطاروں پر سرکاری انتظامیہ کا حیرت واستعجاب، دوران علاج حیرت انگیز طور پر ہوش میں آجانا، ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ ایسے مریض عموماً اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں اور ہزاروں میں کہیں کسی کو شفا مل پاتی ہے لیکن حضرت کا معاملہ بالکل عجیب ہے، ہوش وحواس بحال رہنا اور حیرت انگیز شفایابی، ڈاکٹر حضرات اس کو حضرت کی اہم کرامت تصور کرتے ہیں اور اسی یقین واعتماد کی وجہ سے علاج کا ایک پیسہ نہیں لیا بلکہ آئندہ بھی

چیک اپ وغیرہ کی نوبت آئی لیکن للہ خدمت انجام دی۔،ڈاکٹروں کی طرف سے ملاقات کی ممانعت لیکن دیدار وزیارت کے لئے دیوار توڑ کر سوراخ کا بنایا جانا جس سے ہر وارد وصادر زیارت سے مشرف ہو سکے، خصوصی معالج ڈاکٹر گریش تیاگی کا آپ کی روحانیت سے متاثر ہو کر کسی بھی طرح کی فیس اور دوا وغیرہ کی رقم لینے سے انکار، اسپتال مالک کی طرف سے کرایہ نہ لینے کی خواہش اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کے مہمانوں کے ساتھ اپنے مہمانوں جیسا برتاؤ اور رکھ رکھاؤ اور علاج کے بعد تادم حیات حضرت فقیہ الاسلامؒ سے ڈاکٹر صاحب موصوف کی عقیدت ومحبت ان ساری تفصیلات کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے البتہ مکمل حالات کی معلومات کے لئے آئینہ مظاہر علوم ج۔۶ شمارہ ۲ اور جلد ۵ شمارہ ۵ کا مطالعہ فرمائیں۔

بہر حال اس سنگین حادثہ اور پیرانہ سالی کے اس مرحلہ میں آپریشن کی وجہ سے مختلف قسم کی بیماریاں آپ کا مقدر بن گئیں، اپنے مرشد کی طرح اخیر عمر میں رعشہ، پیشاب کا عارضہ، کثرت بول، پیشاب کے راستہ سے خون کا آنا، زبان مبارک کی لڑکھڑاہٹ اور دیگر بیماریوں کی وجہ سے ضعف ونقاہت، لاغری وکمزوری اور سب سے بڑھ کر مظاہر علوم کے قضیہ کا ناقابل تلافی نقصان نیز آپ کے خصوصی شاگرد و پروردہ حضرت مولانا...... صاحب کا فریق مخالف کے ساتھ مل جانا اور مظاہر علوم کو چھوڑ کر مغصوبہ ومقبوضہ احاطہ دار جدید چلے جانا، پھر اپنی کتابوں کے مسئلہ کو لے کر دنیا بھر میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کو بدنام کر کے اپنی ''شاگردی'' اور ''احسان شناسی'' کا معکوس حق ادا کرنا، آئے دن فریق مخالف کی طرف سے طرح طرح کے پمفلٹ، کتابیں، کتابچے، اشتہارات اور ہینڈ بل کی اشاعت اور دل شکنی ودل آزاری کے نئے نئے طریقے جس سے ''استاذ گرامی'' کے ایک ناخلف، نااہل اور راندۂ درگاہ شاگرد سے توقع کی جا سکتی ہے، مذکورہ دل آزاریوں اور الزام تراشیوں نے آپ کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا اور شاعر کے اس شعر کا مصداق ہو گئے تھے۔

اشاب الصغیر وافنی الکبیر

کر الغداۃ ومر العشی

بیماریوں اور کمزوریوں کے باوجود آپ جب تک حیات رہے، دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد، درس وتدریس، شریعت وطریقت اور علوم نبوت کی ترویج واشاعت میں مصروف اور خلق خدا کی خدمت میں مشغول رہے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی رحلت سے صرف پونے دو ماہ قبل آپ کی رفیقۂ حیات رحلت کر گئیں جس کا آپ کو نہایت رنج وقلق ہوا اور بعض ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق سب سے پہلا اٹیک بھی اسی غم کی وجہ سے ہوا تھا جسے حضرت فقیہ الاسلامؒ نے عام بیماری اور رفیقۂ حیات کے سانحۂ وفات پر قلبی اثر سمجھا لیکن پھر بھی ہشاش وبشاش اور مصائب وآلام کو جھیلتے اور مسکراتے رہے، عبادات ومعمولات اور انتظام وانصرام بخوبی انجام دیتے رہے،

رمضان المبارک میں بھی حسب معمول روزے رکھتے رہے، ۲۵ رمضان کو محلّہ کھجور تلہ میں جناب ماسٹر عبدالغنی (تمباکو والے) عمرہ سے واپس تشریف لائے تھے اور اسی دن ان کے مکان پر ختم قرآن کی دعائیہ مجلس کا پروگرام تھا حضرت والا وہاں تشریف لے گئے عمرہ کے لئے مبارک باد پیش فرمائی، مجلس کلام اللہ میں شریک رہے، جناب مولانا محمد صاحب سعیدی (جو اس وقت تک نائب ناظم تھے) ہمراہ تھے، حضرت نے مولانا موصوف کو دعا کا حکم دیا اور مولانا نے حکم کی تعمیل میں دعا کرائی۔

پھر مدرسہ تشریف لائے، حیدرآباد کے عالم دین جناب مولانا اعجاز احمد صاحب بغرض زیارت وملاقات تشریف لائے، حضرت ان سے خیریت معلوم کرتے رہے اور گفتگو فرماتے رہے، اسی دن شاہ مدار کی مسجد میں تراویح کا ختم تھا وہاں تشریف لے گئے دعا مولانا محمد سعیدی صاحب نے کرائی، پھر طاہر گارڈن کے متصل حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کے نئے مکان پر تشریف لے گئے وہاں سے محلّہ اسلام آباد جناب عبدالغفار صاحب کی درخواست پر انکے مکان پر پہنچے اور دعاؤں سے نوازتے رہے اس کے بعد محلّہ ٹوپیہ سرائے کی مسجد میں ختم تراویح کی دعا میں شرکت فرمائی۔

اسی روز رات گیارہ بجے آپ کے قلب مبارک کی مرکزی نس کے بند ہوجانے کی وجہ سے دل کا شدید دورہ پڑا، ڈاکٹر جی ایس گپتا کے مشورہ سے سہارنپور کے گارگی نرسنگ ہوم میں حضرت کو پہنچایا گیا جہاں انتہائی نگہداشت کے آئی سی سی کمرے میں داخل کئے گئے، ہفتہ کے دن طبیعت کی بحالی وعلالت کا سلسلہ چلتا رہا، اتوار کی صبح جناب ڈاکٹر جی ایس گپتا کے مشورہ نیز محترم ڈاکٹر شیبا ملک کی محنت اور توسط سے دہلی کے ایسکورٹ ہاسپٹل کے مشہور ڈاکٹر جناب کو ہلی سے رابطہ کیا گیا وہاں ڈاکٹر شیبا ملک کے بڑے بھائی انتظامی دیکھ ریکھ کیلئے پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔

ساغر کو مرے ھاتھ سے لینا کہ چلا میں

دہلی لیجانے کے لئے ایمبولینس بھی گارگی نرسنگ ہوم نے فراہم کی تھی، حضرت فقیہ الاسلام مکمل ہوش وحواس میں تھے جب آپؒ کو ایمبولینس پر لٹایا گیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے آپ نے اپنے خادم مولانا احمد سعید مظاہری سے پوچھا کہ چابیاں کہاں ہیں خادم نے عرض کیا کہ مولانا محمد سعیدی صاحب کو کئی دن پہلے چابیوں کا گچھا میں نے پیش کردیا تھا، اس پر حضرت نے مولانا محمد سعیدی صاحب کو بلا کر پوچھا کہ چابیاں تمہارے پاس ہیں؟ مولانا نے عرض کیا جی حضرت میرے پاس ہیں! اس پر حضرت نے بہت ہی پیار اور تاکید کے ساتھ فرمایا کہ

''بیٹے چابیوں کو محفوظ رکھنا''

اس نصیحت کے بعد ایمبولینس راجدھانی دہلی کیلئے روانہ ہوگئی مولانا محمد یعقوب بلند شہری، مولانا محمد سعیدی،

مولانا احمد سعید، قاری شکیل احمد، مولانا احمد یوشع مظاہری، ڈاکٹر مرغوب سلیم، ڈاکٹر شیبا ملک، محمد اجمل، حاجی محمد رضوان، حاجی محمد مبین، تاج محمد، محمد آصف، محمد نیر، عبدالماجد میرٹھی، مفتی محمد ارشد میرٹھی اور سعید الظفر آپ کے ہمراہ تھے۔

راستے میں رام پور منیہاران پہنچنے پر مولانا نجم الحسن تھانوی مظاہری اپنے رفقاء کے ساتھ موجود تھے انہوں نے حضرت کی زیارت وملاقات کی، آگے جلال آباد میں مولانا وصی اللہ، شاہ عبدالعظیم وغیرہ ملاقات وزیارت کیلئے کھڑے تھے، حضرت نے ان سے بھی حسب عادت دعا کیلئے فرمایا، جلال آباد کے اخیر میں ایک مسجد سڑک کے کنارے ہے اس میں حضرت کے جملہ رفقاء سفر نے نماز پڑھی، اپنے خادم سے حضرت نے پوچھا تم لوگ کہاں گئے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نماز پڑھنے کے لئے گئے تھے اس پر حضرت والا نے غصہ ہوکر فرمایا کہ

''میں کب سے نماز کیلئے کہہ رہا ہوں اور تم مجھے نماز نہیں پڑھوار ہے ہو حالانکہ وقت بھی کم رہ گیا ہے، مجھے لنگی بدلواؤ نماز پڑھنی ہے''

چنانچہ حضرت کو گاڑی سے اتار کر مسجد میں لایا گیا اور آپ نے عصر کی نماز ادا فرمائی وہیں شہر سہارنپور کے قاضی شہر جناب سلطان اختر صاحب کے فرزند جناب ندیم اختر صاحب سے ملاقات ہوئی۔

دوران سفر حضرت فقیہ الاسلامؒ خادم سے گفتگو فرماتے رہے اور جب ایسکورٹ ہاسپٹل پہنچے وہاں بھی خادم سے ہمراہ آنے والوں کے قیام وطعام سے متعلق برابر پوچھتے رہے۔

ایسکورٹ میں جناب ڈاکٹر رومیش بھنڈاری (سابق گورنر اتر پردیش) نے اپنے اثر ورسوخ سے اور ڈاکٹر شیبا ملک کے بڑے بھائی نے اپنے دیرینہ تعلقات کی بنا پر حضرت فقیہ الاسلامؒ کے پہنچنے سے قبل ہی ایسکورٹ کے چیف ڈاکٹر نریش تر ہن سے سارے انتظامات اور تمام کارروائیاں مکمل کرلی تھیں۔

رات تقریباً ۹ ربجے حضرتؒ اسپتال لیجائے گئے اور ہارٹ سینٹر کے انتہائی طبی توجہ کے شعبے (Intersine care unit) میں ایک نمبر کے بستر پر پہنچایا گیا اور بھرپور توجہ کے ساتھ علاج شروع ہوا لیکن ۔

اب کیا ستائیں گی ہمیں دوراں کی گردشیں
اب ہم حدود سود و زیاں سے گزر گئے

رات ساڑھے گیارہ بجے ایک اور قلب کا دورہ پڑا جس سے تمام اعضائے رئیسہ نے کام کرنا چھوڑ دیا اور وہاں موجود افراد ایک انجانے خوف اور المناک حادثہ کے تصور ہی سے ان کا کلیجہ منھ کو آنے لگا، اسپتال کے عملہ نے بھی محسوس کیا کہ شاید اس مرد مومن کی عمر بھر کی بیقراری کو قرار آنے والا ہے صرف چند سانسیں باقی ہیں۔ اسپتال کے جس شعبے میں حضرت زیر علاج تھے وہاں کسی کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی لیکن باہر حضرت

کے متعلقین کی ایک بڑی تعداد بڑی امیدوں اور دعاؤں میں مصروف تھی آپ کے ساتھ آنے والے سبھی حضرات اس شعبے کے دروازے پر رات بھر جاگتے رہے، ڈاکٹروں کو رحم طلب نظروں اور یاس وامید سے آتے جاتے دیکھتے رہے، رات اسی طرح گزر گئی، ۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی صبح ۱۰ر بجے حضرت والا کے خصوصی معالج ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے حضرت کے عزیز مولانا محمد یعقوب بلندشہری کو بلا کر نمناک آنکھوں اور غمناک لہجے میں کہا کہ حضرت کو دواؤں کی نہیں اب دعاؤں کی ضرورت ہے۔

کچھ دیر کے بعد تقریباً ۱۲ر بجے دن کو جناب ڈاکٹر رومیش بھنڈاری صاحب (سابق گورنر یوپی) کیساتھ مولانا محمد یعقوب صاحب بلندشہری جب ہارٹ سینٹر کے اس شعبے میں داخل ہوئے اور ڈاکٹر بھنڈاری نے حضرت کی خیریت وہاں کے نگراں سے معلوم کی تو اس نے جو افسوسناک خبر سنائی جس کو سن کر لاکھوں عقیدت مندوں کے کلیجے شق ہونے لگے، زمین پیروں کے نیچے سے کھسکتی محسوس ہوئی اور نگراں نے بتایا کہ

''ابھی ابھی دار فانی کی طرف کوچ فرما گئے'' اناللہ وانا الیہ راجعون

جنگل کی آگ کی طرح اس افسوس ناک اور الم ناک سانحے کیخبر چشم زدن میں ملک وبیرون ملک عرب، انگلینڈ، افریقہ، پاکستان اور امریکہ تک پہنچ گئی اور رمضان المبارک ہی میں حرمین شریفین کے علاوہ پوری دنیا میں آپ کے لئے ایصالِ ثواب اور دعا مغفرت کا اہتمام کیا گیا، بعض اہل اللہ اور عقیدت مندوں نے حرم شریف میں اس کی اطلاع سنی تو بغرض ایصال ثواب متعدد عمرے اور طواف بھی کئے اور اپنے متعلقین سے بھی کرائے۔

نماز ظہر کے بعد جنازہ بذریعہ ایمبولینس سہارنپور کے لئے روانہ ہوا چونکہ سائنس وٹکنالوجی کا دور دورہ ہے اس لئے ذرائع ابلاغ اور فون وفیکس وغیرہ سے ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اس حادثہ کی خبر کردی جس کی وجہ سے متعلقین حضرات بذریعہ فون راستے کے تعین کے بعد دیدار اور آخری زیارت کے لئے پہلے ہی راستہ پر کھڑے ہوگئے۔

چنانچہ لونی ضلع غازی آباد میں مولانا سید اطہر حسین عثمانی اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ موجود تھے وہ بھی اس وفد کے ساتھ سہارنپور آنے کیلئے شریک ہوگئے، بڑوت میں مولانا شمیم احمد امام وخطیب مدینہ مسجد جعفر آباد دہلی، مفتی ظفر الدین صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی، مولانا محمد ایوب بڑوتی، مولانا محمد اسرائیل ندوی اور مولانا غیور عالم ہرسولوی، جلال آباد میں حضرت مولانا محمد یٰسین مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد، مولانا محمد قاسم اور ایک بڑا کارواں موجود تھا، جندھیڑا پولیس اسٹیشن سے پولیس گاڑیاں اور سہارنپور کی طرف سے ٹریفک نظام کو کنٹرول کرنے کیلئے اور اپنے محسن کے جنازہ کا ان کی شایان استقبال کرنے کیلئے بہت سی گاڑیاں جندھیڑا پہنچ چکی تھی وہ بھی ساتھ ہوگئیں۔ اور ٹریفک کا سارا نظام سہارنپور انتظامیہ نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا سہارنپور پہنچتے ہی حضرت والا کا سرکاری طور پر استقبال کیا گیا،

شہر کے چپہ چپہ پر پولیس اپنی ڈیوٹی سنبھالے ہوئے تھی مختلف محلوں میں لوگ زار و قطار رو رہے تھے، ایمبولینس کی گزرگاہوں پر لاکھوں عقیدت مند لائن بنا کر حضرت والا کا تو نہیں البتہ اس ایمبولینس کا حسرت سے دیدار کر رہے تھے جس میں ہزاروں میں نہیں لاکھوں عقیدت مندوں کی عقیدتوں کا جنازہ اور قرآن وسنت کے حامل عالم دین کا جسد خاکی آسودۂ خواب تھا بلا تفریق مذہب وملت ہر شخص گریہ کناں تھا جس نے بھی آپ کی رحلت کی خبر سنی دل مسوس کر رہ گیا چھتوں پر عورتیں چیخ چیخ کر رو رہی تھیں اور شہر نے پہلی بار محسوس کیا کہ وہ یتیم ہوگیا ہے مجمع کی کثرت کی وجہ سے صرف چند گھنٹوں میں سہارنپور شہر تنگ محسوس ہونے لگا، مسلم اور غیر مسلم حضرات نے اپنی دوکانیں بند کردی تھیں۔

پولیس اور انتظامیہ کی بھرپور مدد کے باعث تقریباً پچاس گاڑیوں پر مشتمل یہ غمزدہ کارواں رات آٹھ بجے مظاہر علوم کے مہمانخانہ پہنچا وہ منظر میری نگاہوں میں اب بھی گھوم رہا ہے امیر وغریب، پیر وصغیر، مرد وعورتیں، ہر شخص ایمبولینس کے پہنچتے ہی بے قابو ہوگیا اور دہاڑیں مار مار کر دل مضطر کو تسکین دینے لگا۔

نہ سمجھے تھے کہ جانِ جہاں سے یوں جدا ہوں گے
یہ سنتے گو چلے آئے تھے اک دن جان ہے جانی

چارپائی لائی گئی، قاری مرغوب الرحمٰن نے اپنی چادر بچھائی حضرت کو اس پر لٹایا گیا اور مہمان خانہ کے اندر پہنچا گیا جہاں جناب قاضی رشید مسعود سابق مرکزی وزیر، جناب منصور علی خان ایم پی، جناب قاضی سلطان اختر قاضی شہر، جناب شاہ محمود حسن چیرمین بہٹ، سنجے گرگ وزیر حکومت یوپی، جگدیش رانا وزیر اتر پردیش، راہل بھٹنا گر کمشنر، آر پی سنگھ ڈی آئی جی، ہری اوم ڈی ایم، سنیل گپتا ایس ایس پی، جتیندر سونکر ایس پی سٹی، راکیش شنکر ایس پی آر اے، کے پی سنگھ سی او سٹی، توقیر حسن زیدی انسپکٹر تھانہ منڈی، جگت سنگھ ایس او کوتوالی دیہات، اجیت سنگھ وغیرہ حضرات مکمل دیکھ بھال کیلئے اپنے جملہ ماتحتوں کے ساتھ موجود تھے۔

ہجوم کی کثرت کو دیکھتے ہوئے ایک صاحب نے ڈی ایم جناب ہری اوم سے کہا کہ مجمع کنٹرول کرنے کیلئے آپ مزید فورس طلب کریں، جس پر ڈی ایم نے کہا کہ ہمارے سارے ماتحت خدمت کیلئے پہلے ہی سے یہاں موجود ہیں مگر چونکہ حضرت جی کا جنازہ ہے اس لئے میں نے سختی سے ہدایت کردی ہے کہ حضرت جی کے مہمانوں پر کسی طرح کا کوئی تشدد نہیں ہوگا۔

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی پہلے ہی سے مہمانخانہ میں موجود تھے اور بہت ہی غمناک لہجہ میں حضرت فقیہ الاسلامؒ کے لئے دعا فرماتے رہے تھے (۱)۔

---

(۱) مرے رونے پر تبسم ریز تھا جو عمر بھر :: اب جنازے پر کفِ اَفسوس ملتا جائے ہے

غسل اور تکفین کا انتظام مہمان خانہ میں کیا گیا جناب مولانا اطہر حسین صاحب، مولانا محمد سعیدی، مفتی محمود عالم، مفتی محمد ارشد میرٹھی اور مولانا احمد یوشع نے غسل دیا، حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہٗ کی ہدایات اور مولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ جونپوری کی نگرانی میں غسل کے بعد تکفین کی گئی اور جناب مولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ نے عطر لگایا، عطر لگانے کے دوران روتے ہوئے فرمایا

''میرے بڑے محسن تھے''(۱)

مجمع کثرت کی وجہ سے بے قابو ہو چکا تھا دارالطلبہ قدیم دفتر مدرسہ قدیم اور قرب وجوار کی سڑکیں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں، ابھی جنازہ قبرستان کے لئے اٹھایا نہیں گیا تھا کہ ڈی ایم سہارنپور جناب ہری اوم نے نہایت منت سماجت اور دست بستہ دیدار کی درخواست کی چنانچہ دیدار کرایا گیا وہاں موجود دیگر حضرات نے بھی دیدار کیا، دارالطلبہ قدیم میں آخری دیدار کرانے کے لئے مائک سے برابر اعلان ہوتا رہا، حاجی محمد احمد فدا صاحب کی درخواست پر جناب توقیر حسن زیدی نے دیدار کے لئے دارالطلبہ قدیم میں بلّیاں وغیرہ نصب کرائی تھیں، مجمع بڑھتا جا رہا تھا اور مجمع کی کثرت کو دیکھتے ہوئے طے کیا گیا کہ نماز جنازہ قبرستان حاجی شاہ کمال الدین کے وسیع میدان میں ادا کی جائے اور دیدار کے پروگرام کو اس لئے کینسل کرنا پڑا کہ مجمع بے قابو ہو چکا تھا اگر دیدار کرانا شروع کرتے تو بہت زیادہ تاخیر ہو جاتی اور صبح تک یہ سلسلہ بلا مبالغہ چلتا رہتا، حضرت فقیہ الاسلامؒ اپنی حیات میں جنازہ کی تاخیر کو غلط بتاتے رہے، آپ کے برادر اصغر مولانا اطہر حسین صاحب بھی تاخیر جنازہ کے شدت سے مخالف تھے اور تاخیر کے سلسلہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کتب حدیث میں موجود ہے نیز حضرت فقیہ الاسلامؒ کے مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جنازہ کے لئے وصیت فرمائی تھی کہ تعجیل سے کام لیں ان سبھی وجوہ کی بنا پر اعلان ہوا کہ جنازہ حاجی شاہ کمال الدین پہنچ رہا ہے آپ حضرات وہیں تشریف لے چلیں ان شاء اللہ وہاں دیدار ہوگا، دیدار کے شوق میں ہزاروں افراد گھنٹوں پہلے ہی قبرستان حاجی شاہ کمال الدین پہنچ چکے تھے جہاں مولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ اور مولانا نسیم احمد غازی مظاہری مدظلہ جیسی پاک طینت شخصیات پہلے سے موجود تھیں۔

عاشق کا جنازہ ھے ذرا دھوم سے نکلے

جنازہ رات نو بجے کے قریب قبرستان کے لئے روانہ ہوا لیکن ہجوم اس قدر تھا کہ کسی کو اپنی خبر تک نہ تھی جنازہ کو کندھا دینے کے لئے بڑی بڑی بلّیاں چارپائی کے ساتھ باندھی گئی تھیں، لیکن اژدحام اس قدر تھا کہ ہزاروں افراد کے جوتے چپل چادریں موبائل سیٹ، گھڑیاں، رومال وغیرہ ضائع ہو گئے۔

---

(۱) بعد مرنے کے مرے کی اس نے جفا سے توبہ ؎ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا
یاد آئیں انہیں جب مری وفائیں پس مرگ ؎ گوہرِ اشک وہ پلکوں پہ سنبھالے نہ رہے

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے جنازہ میں ہجوم کی کثرت کو دیکھ کر تھوڑی دیر کیلئے میرا ذہن تاریخ میں گم ہو کر رہ گیا۔

حضرت امام طاؤسؒ کے متعلق تاریخ میں مرقوم ہے کہ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ جنازہ کسی طرح نہ نکل سکا مجبوراً حاکم وقت نے فوج بھیجی تب اس کی مدد سے جنازہ نکلا۔ حضرت عبداللہ ابن حسنؒ بھی اس جنازہ کو اٹھائے ہوئے تھے لوگوں کی کشمکش سے ان کا لباس بھی پارہ پارہ ہو گیا تھا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں تقریباً پچیس لاکھ افراد نے شرکت فرمائی تھی۔

حضرت علامہ شامیؒ کی نماز جنازہ میں بھی خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ فوج طلب کرنی پڑی تھی۔

حضرت امام الحرمین کی وفات پر نیشاپور کے تمام بازار ماتم کدہ بن گئے اور جس منبر پر موصوف خطبہ دیا کرتے تھے عقیدت مندوں نے فرط عقیدت میں اس منبر کو بھی توڑ دیا تھا۔

حضرت امام ابویعلیٰ موصلیؒ کا جب انتقال ہوا تو شہر کے اکثر بازار بند کر دئے گئے۔

حضرت امام ابوجعفر طبریؒ کی قبر پر کئی مہینے تک شب و روز نماز جنازہ پڑھی گئی۔

حضرت امام ابودرداءؒ کی جنازہ کی نماز ۸۰ دفعہ ادا کی گئی اور نمازیوں کا تخمینہ تین لاکھ تک لگایا گیا۔

حضرت عباد بن عوامؒ کہتے ہیں جب امام منصور تابعی کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے علاوہ یہود اور نصاریٰ بھی جنازہ کے ساتھ ساتھ تھے۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے جنازہ میں بھیڑ کا وہی حال تھا جو اسلاف کے جنازوں میں ہوا۔

جنازہ خراماں خراماں اور کشاں کشاں رواں دواں تھا ہر شخص کندھا لگانے کے لئے بے چین تھا اس کشمکش میں کئی افراد تو گر پڑے اور بڑی مشکل سے دوبارہ کھڑے ہو سکے، خدا جانے رضا کاروں کی فوج کہاں سے پہنچ جاتی تھی جو بیہوش افراد کو مجمع سے کنارے پہنچاتی، گری پڑی اشیاء کو سمیٹ کر دار الطلبہ قدیم کے سامنے چوک پر جمع کرتے جاتے تھے۔

قبرستان حاجی شاہ کمال الدینؒ کے راستے میں غیر مسلم حضرات کے محلے ہیں ان کو بھی داد دینی پڑے گی جنہوں نے سخت سردی کے باوجود رات کے سناٹے میں اپنے آرام و راحت کو چھوڑ کر پانی پلانے کا جگہ جگہ معقول نظم کر رکھا تھا ان کے گھر کی عورتیں اور بچے پانی لاتے رہے اور مرد حضرات لوگوں کو پلاتے رہے کیونکہ بھیڑ کی کثرت اور ہماہمی میں متعدد افراد کے کلیجے خشک ہو گئے تھے، احقر نے سنا ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کے مرشد گرامی حضرت حجۃ الاسلامؒ کی وفات پر بھی برادران وطن نے پانی پلانے کا ایسا ہی نظم کر رکھا تھا۔

مدرسہ سے قبرستان کا فاصلہ بمشکل دس منٹ کا ہے لیکن کثرت اژدحام کی وجہ سے تقریباً تین گھنٹے میں جنازہ قبرستان حاجی شاہ کمال الدین پہنچا جہاں پورا گراؤنڈ گھنٹوں پہلے بھر چکا تھا اور جب جنازہ میدان میں

پہنچا تو تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ٹھیک اسی وقت ایک پولس افسر وائرلیس سے اپنے ہیڈ کوارٹر کو اطلاع دے رہا تھا کہ مجمع ڈھائی لاکھ سے اوپر پہنچ رہا ہے اور لوگوں کا اب بھی تانتا لگا ہوا ہے''۔

احقر نے متعدد حضرات کو حضرت والا کی قبر مبارک کی مٹی اپنی جیبوں اور تھیلوں میں بھرتے دیکھا جن کا خیال تھا کہ مجمع کی کثرت کا جب یہ عالم ہے تو تدفین کے وقت مٹی کا دستیاب ہونا ناممکن ہوگا اور بھیڑ کم پڑنے پر اس مٹی سے تدفین میں شرکت کرسکوں گا۔

حضرتؒ کی ایک اہم کرامت

یہاں حضرت کی ایک اہم کرامت کا ذکر مناسب ہے جس سے نہ صرف حضرت فقیہ الاسلامؒ کی کرامت کا ظہور ہوا بلکہ ڈیڑھ سو سالہ قدیم دینی ادارہ مظاہر علوم کے مستقبل کا مدار ہے، جب صفیں درست کی گئیں اور نماز جنازہ کا اعلان ہونے لگا تو تقریباً تین لاکھ کے مجمع نے مائک سے ایک خوش کن، مسرت افزاء اعلان سنا کہ

''حضرت فقیہ الاسلامؒ کی تدفین سے پہلے آپؒ کی مسند عالی و جانشینی کے لئے حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کا انتخاب مجمع کی طرف سے کیا جارہا ہے''۔

پورے مجمع نے ہاتھ اٹھا کر اس انتخاب لاجواب کی تعریف و تحسین کی اور مائک سے پھر آواز بلند ہوئی۔

''ہم لوگ اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم مظاہر علوم (وقف) کے لئے ماضی کی طرح ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں''(مجمع نے پھر ہاتھ اٹھا کر پُرزور تائید کی)

نیز جاتے جاتے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل بھی ہوگیا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے پہلے ہی اتفاق رائے سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آگیا تھا۔

دفن ہم نے خاک میں تاباں ستارہ کردیا

علم و فضل اور تقویٰ و تقدس کے اس گنجینہ کو رات تقریباً ڈیڑھ بجے'' گنج مظاہر علوم'' کے اس حصہ میں دفن کیا گیا جہاں فخر الاماثل حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ (م۱۲۹۷ھ) حضرت مولانا پیر محمدؒ تلمیذ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، حضرت مولانا عنایت الٰہیؒ (م۱۳۴۷ھ) سید المتواضعین حضرت مولانا منظور احمد خان سہارنپور (م۱۳۸۸ھ) حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (م۱۳۳۴ھ) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید عبداللطیف پورقاضویؒ (م۱۳۷۳ھ) حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہؒ (م۱۳۹۹ھ) مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ (م۱۳۷۷ھ)، امام النحو حضرت علامہ صدیق احمد صاحب کشمیریؒ (م۱۳۸۹ھ) سید القراء حضرت مولانا قاری سید سلیمان دیوبندیؒ (م۱۳۸۵ھ) حضرت مولانا علامہ محمد یامین صاحب سہارنپوریؒ (م۱۹۹۴ھ) حضرت مولانا حافظ فضل الرحمٰن کلیانویؒ حضرت مولانا محمد ظفر نیرانویؒ حضرت مولانا علیم اللہ مظاہریؒ (م۱۴۰۶ھ) حضرت مولانا محمد اللہ صاحب مظاہریؒ، حضرت مولانا

محمد عشیق صاحب مولانا عبدالمالک صاحبؒ جیسی شخصیات کے علاوہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی والدہ ماجدہ، آپ کی رفیقۂ حیات، اور خادم مولانا محمد تحسین صاحب آسودۂ خواب ہیں ۔

جی چاہتا ہے خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

قبر مبارک میں اتارنے والوں میں جناب مولانا محمد سعیدی صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا احمد سعید مظاہری، قاری شکیل احمد، مولانا محمد ارشد میرٹھی، اور بھائی تاج محمد شامل تھے۔

زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

حضرت فقیہ الاسلامؒ تو ہمیشہ کے لئے پردہ فرما گئے لیکن اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے گویا آپ حیات ہیں، کبھی محسوس ہوتا ہے کہ آپ مسند اہتمام پر جلوہ افروز ہیں، کبھی خیال گزرتا ہے کہ دارالاہتمام میں حضرت چل رہے ہیں، کبھی تصور ہوتا ہے کہ دفتر کے صحن میں آپؒ گھوم پھر رہے ہیں گویا ۔

وہ آئے بھی، گئے بھی نظر میں اب تک سمار ہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں وہ آرہے ہیں یہ جا رہے ہیں

مظاہر علوم کے مستقبل کیلئے عوام وخواص کی بے چینی اور حضرت ناظم صاحبؒ کا ارشاد کہ ''جو ہوگا انشاء اللہ بہتر ہوگا'' کے حقیقی معنی اب سمجھ میں آئے کہ آپ کس قدر مستقبل شناس تھے کہ جنازہ کی تدفین سے پہلے مظاہر علوم کے عہدۂ اہتمام کیلئے مولانا محمد سعیدی صاحب کو تین لاکھ کے جم غفیر نے اتفاق رائے سے منتخب کر کے مظاہر علوم کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں ایک اہم مثال پیش کی ہے، اس کے ساتھ ہی مومنانہ فراست بھی ظاہر ہوئی جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ **اتقوا من فراسة المومن فانهٗ ینظر بنور اللّٰہ**۔

مرحبا اے مفتیٔ کامل سراپا عز و شاں
مرحبا اے واعظ شیریں بیاں شیریں زباں
مرحبا صد مرحبا ابن سعید محترم
مرحبا اے اسعدؔ ناظم کے نائب نکتہ داں

حضرتؒ کی ایک اہم کرامت

یہاں حضرت کی ایک اہم کرامت کے ذکر کی ضرورت ہے جس سے نہ صرف حضرت فقیہ الاسلامؒ کی کرامت کا ظہور ہوا بلکہ ڈیڑھ سو سالہ قدیم دینی ادارہ مظاہر علوم کے مستقبل کا مدار ہے، جب صفیں درست کی گئیں اور نماز جنازہ کا

اعلان ہونے لگا تو تقریباً تین لاکھ کے مجمع کے مائک سے ایک خوش کن، مسرت افزاء اعلان سنا کہ

''حضرت فقیہ الاسلامؒ کی تدفین سے پہلے آپؒ کی مسند عالی وجانشینی کے لئے حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کا انتخاب مجمع کی طرف سے کیا جارہا ہے''۔

پورے مجمع نے ہاتھ اٹھا کر اس انتخاب لاجواب کی تعریف وتحسین کی اور مائک سے پھر آواز بلند ہوئی۔

''ہم لوگ اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم مظاہر علوم (وقف) کے لئے ماضی کی طرح ہر قسم کی قربانی کیلئے قربانی دینے کے لئے تیار ہیں'' (مجمع نے پھر ہاتھ اٹھا کر پرزور تائید کی)

نماز جنازہ

سخت سردی اور سرد ہواؤں کے باوجود مجمع پر وقار وسکینت کا ماحول طاری تھا، نماز جنازہ کیلئے مولانا محمد سعیدی کا نام پکارا گیا اور مولانا موصوف نے نماز جنازہ پڑھائی۔

کاروانِ علم و عرفاں کا ہے غمگیں ہر نفر
ہوگیا ہے ان سے گم افسوس میرِ کارواں
ہوگئی ہیں اُف مظاہر علوم کی صیدِ غم
راہیٔ جنت ہوا ہے آج اُن کا پاسباں

حضرت لقمان علیہ السلام کا حکیمانہ فرمان

ایک مرتبہ حضرت لقمان حکیم غلام بن گئے تھے مشہور تو یہ ہے کہ وہ غلام تھے لیکن زمانہ کے حالات نے انہیں غلام بنادیا تھا ایک مرتبہ ان کا آقا بھی ساتھ ہے ککڑی کاٹ رہے ہیں پہلے ایک ککڑی کی قاش آقا نے حضرت لقمان علیہ السلام کو دی انتہائی کڑوی تو تھی ہی لیکن حضرت لقمان نے انتہائی کڑوی ہونے کے باوجود پوری ککڑی کھالی اور پیشانی پر ذرا بھی محسوس نہ ہوا اس کے بعد آقا نے کھائی۔ آقاء نے سوال کیا کہ لقمان یہ تو کڑوی تھی اس پر حضرت لقمان حکیم کا جو جواب تھا وہ احسان اور قدر شناسی کا آب زر سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا کہ اے آقا اس ہاتھ سے روزانہ میٹھی میٹھی چیزیں ملتی ہیں اگر ایک مرتبہ اس ہاتھ سے کڑوی چیز کھانے کو مل جائے تو کیا شکایت، کیا چہرہ بنانا چاہئے اس لئے بھائی کبھی حالات صبر کے آتے ہیں اور کبھی شکر کے آتے ہیں، پریشانی کیوقت میں شکایت نہ دل میں لانی چاہئے اور نہ زبان سے اظہار کرنا چاہئے۔

(ارشادات فقیہ الاسلام)

حُسنِ خاتمہ

مولانا محمد یعقوب بلند شہری

عالم اسلام کی عظیم شخصیت فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ ناظم ومتولی جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور ۲۸ ؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بروز پیر بوقت ۱۲؍بجے دن اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یوں تو حضرت والاؒ چند سالوں سے بیمار چل رہے تھے،دسمبر ۱۹۹۴ء میں حضرت والا کو برین ہیمرج (دماغ کی رگ پھٹنے) کا سنگین حادثہ پیش آیا،حق تعالیٰ کے فضل سے آپ نے اس بڑی بیماری سے شفا پائی،آپ کے خصوصی معالج ڈاکٹر گریش تیاگی صاحب نے بتایا کہ لاکھوں مریضوں میں کسی ایک مریض کی ایسے مرض سے جان بچتی ہے یہ حضرت والاؒ ہی کرامت ہے کہ اس حادثہ سے نجات پائی۔

اس حادثہ کے بعد بہت سی بیماریوں نے جنم لیا جس کی وجہ سے ہاتھوں میں رعشہ،گردہ میں تکلیف، پیشاب کا عارضہ،بلڈ پریشر وغیرہ بیماریوں اور کمزوریوں کی وجہ سے بہت نحیف ونزار ہوگئے پھر بھی الحمد للہ معمولات جاری رہے،تدریس ونظامت،تقریر وخطابت،سلوک وطریقت اور دارالافتاء والارشاد وغیرہ تمام امور بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔

۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بروز جمعہ ماسٹر عبد الغنی صاحب کے مکان پر ختم قرآن کی مجلس میں شرکت فرمائی،اسی روز رات گیارہ بجے دل کی مرکزی رگ کے بند ہوجانے کی وجہ سے دل کا دورہ پڑا جو اتنا شدید تھا کہ اس سے تقریباً ۷۰؍فیصد نظام قلب متأثر ہوگیا،ڈاکٹر جی ایس گپتا کے مشورہ سے گارگی نرسنگ ہوم سہارنپور میں رات ۱۲؍بجے انتہائی نگہداشت میں آئی سی سی میں داخل کئے گئے،دورانِ علاج شنبہ کے دن طبیعت کے علیل وبحال ہونے کا سلسلہ چلتا رہا،اتوار کی صبح ۱۱؍بجے ڈاکٹر جی ایس گپتا نے مشورہ دیا کہ ایسکورٹ ہسپتال دہلی میں داخل کیجئے،بعد نماز ظہر ایسکورٹ دہلی کے لئے روانگی ہوئی،راستہ میں کبھی لیٹ جاتے اور کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتے، تقریباً رات ۹؍بجے ایسکورٹ ہسپتال پہنچے،حضرت والاؒ کو ہسپتال کے ہارٹ سینٹر میں ایک نمبر بیڈ پر لٹایا گیا، علاج شروع ہوا،مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ اسی رات ساڑھے گیارہ بجے ایک اور قلب کا دورہ پڑا جس سے حضرت والاؒ کی پوری صحت متأثر ہوگئی،تمام اعضاء رئیسہ نے اپنا کام کرنا چھوڑ دیا اور یہ محسوس ہونے لگا کہ حضرت والاؒ اپنی زندگی کی آخری سانسیں پوری فرمارہے ہیں صرف حکم ربی کا انتظار ہے۔

ہم لوگ پوری رات ہارٹ سینٹر کے دروازے پر بیٹھے رہے، حضرت والاؒ کے لئے سب ہی لوگ دعائے صحت کرتے رہے، پورے ملک سے حضرت والاؒ کی خیریت کے لئے ٹیلی فون کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔

حضرت والاؒ کے ایک خصوصی معالج ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے بروز پیر صبح دس بجے احقر کو بلا کر کہا کہ حضرت والاؒ کی حالت بہت نازک ہے، ان کو دواؤں سے زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے اور نگراں ڈاکٹروں کو حکم جاری کیا کہ ان کے متعلقین کو ان کے حالات کی خیریت دیتے رہیں اور زیارت وملاقات کراتے رہیں، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے جناب رومیش بھنڈاری صاحب (سابق گورنر اتر پردیش) ہسپتال تشریف لائے اور ہم لوگوں سے حضرت والاؒ کی خیریت معلوم کی اور افسوس ظاہر کیا کہ کاش چند ماہ پہلے جب میں حضرت والاؒ سے ملاقات کرنے سہارنپور گیا تھا اسی وقت دہلی لاکر چیک اپ کرایا ہوتا تو شاید یہ حالت پیش نہ آتی، تھوڑی دیر بعد احقر اور رُومیش بھنڈاری صاحب حضرت والاؒ کے پاس ہارٹ سینٹر میں گئے، بھنڈاری صاحب نے نگراں ڈاکٹر سے حضرت والاؒ کی طبیعت کے بارے میں معلوم کیا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ابھی ابھی ان کی روح دار باقی کی طرف پرواز کرگئی، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔

بعد نماز ظہر حضرت والا کے جنازے کو لے کر ہم لوگ سہارنپور کے لئے روانہ ہوگئے، پورا شہر غم میں ڈوبا پڑا تھا، ہزاروں عورتیں اپنے گھروں کی چھتوں پر چیخیں مار مار کر رو رہی تھیں، رات آٹھ بجے ہم لوگ مہمان خانہ مظاہر علوم پہنچے وہاں بہت سے مؤقر حضرات پہلے سے موجود تھے، حضرت مولانا اطہر حسین صاحب اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی نگرانی میں غسل وکفن کا انتظام تھا، غسل دینے والوں میں مولانا اطہر حسین صاحب، مولانا محمد سعیدی صاحب، قاری شکیل احمد صاحب، مولوی احمد سعید صاحب وغیرہ شامل تھے، رات نو بجے جنازہ مہمان خانہ سے قبرستان حاجی شاہ کمال الدین کے لئے روانہ ہوا۔

مظاہر علوم سے قبرستان کا راستہ بمشکل ۱۰ منٹ کا ہے لیکن ہجوم کی کثرت کی وجہ سے تین گھنٹہ میں جنازہ قبرستان پہنچا جہاں تقریباً تین لاکھ سے زائد متعلقین ومحبین، متوسلین ومسترشدین اور ہمدردان مظاہر علوم نے نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت والاؒ کے جانشین محترم مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم ومتولی مظاہر علوم وقف نے نماز جنازہ پڑھائی اور آہ وزاری کے ساتھ اس گرانمایہ سرمایہ کو سپرد خاک کیا گیا۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس کی گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

حضرت فقیہ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان شخصیت پر جس طرح صاحبان قلم نے مضامین ومقالات کے ذریعہ آپ کے اوصاف وکمالات نیز اپنی عقیدتوں اور محبتوں سے بھرپور تأثرات قلم بند کئے ہیں، اسی طرح انشاء وادب اور شعری ذوق رکھنے والے بلند پایہ حضرات نے بھی اپنے منظوم کلام سے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

آئینہ مظاہر علوم کے اس وقیع نمبر کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے جس طرح ہمیں مختلف مضامین کی تلخیص اور ان کے مکررات کو حذف کرنا پڑا اسی طرح سینکڑوں شعرائے کرام کے منظوم کلام سے صرف چند حضرات کے تأثرات واحساسات کو شامل کیا جارہا ہے، ہمیں اس کا قلق ہے کہ ہم جملہ حضرات کی تخلیقات کو نمبر کی ضخامت بڑھنے کے خوف سے شامل نہ کر سکے تاہم اس کی تلافی اس طرح ہوگئی ہے کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کی حیات اور وفات پر مشتمل شعرائے کرام کے افکار وخیالات اور احساسات وتأثرات کا دلآویز مجموعہ ''فقیہ الاسلام شعراء کی نظر میں'' اس نمبر کے ساتھ ہی مکتبہ سعیدیہ سہارنپور شائع کررہا ہے۔

(ناصر الدین مظاہری)

مولانا محمد طاہر اعظمی

تاریخ وفات عالِم قدس ۲۰۰۳ء

أعوذ باللّٰه المقسط الباقی من الشیطٰن الرجیم.................. ۲۰۰۳ء

بسم اللّٰه الممیت البدیع الرحمن الرحیم.................. ۱۴۲۴ھ

نحمد اللّٰه الواجد الممیت ونصلی علی النبی الکریم........ ۱۴۲۴ھ

قال الحکیم وسقاهم ربهم شراباً طهوراً.................... ۱۴۲۴ھ

قال المومن الممیت وسقاهم ربهم شراباً طهوراً.............. ۲۰۰۳ء

قال حبیب اللّٰه الوالی الجلیل الموت جسریوصل الحبیب الی الحبیب ۱۴۲۴ھ

ان البدیع القدوس یرفع العلم برفع العلماء.................. ۱۴۲۴ھ

آه پاکباز فقیه اسلام محدث وقت........................ ۱۴۲۴ھ

حمید جہاں استاذ علما.................................. ۱۴۲۴ھ

زاهداںد مفتی مظفرحسین صاحب......................... ۲۰۰۳ء

مہتمم مظاهر علوم وقف................................ ۲۰۰۳ء

رحمه اللّٰه الخالق الرقیب.............................. ۱۴۲۴ھ

نور مرقدهٔ الاحد المقتدر.............................. ۱۴۲۴ھ

برد مضجعهٔ العلیم الحلیم.............................. ۱۴۲۴ھ

از پاك دل محمد طاهرالاعظمی........................... ۱۴۲۴ھ

مفتی آزموده اشاعت العلوم کوٹله....................... ۲۰۰۳ء

(ضلع اعظم گڑھ)

اَشک ہائے غم

حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری

خدا کی حمد غازی کا بہر صورت وظیفہ ہے نبی پاک کی نعت و ثنا اس کا فریضہ ہے

محبت سارے اصحابِ نبی سے جانِ ایماں ہے تعلق عالمانِ دینِ حق سے شان ایماں ہے

محبت محسن ومنعم سے فطرت کا تقاضا ہے یہی حکم خدا ہے اور طریق، اہل وفا کا ہے

گذرتی ہے ہماری زندگی پیچیدہ راہوں سے کبھی خندہ لبی سے تو کبھی زاری سے، آہوں سے

ہزاروں حادثے اس زندگی میں پیش آئے ہیں غم وآلام اور صدمے سدا وہ ساتھ لائے ہیں

میری قسمت بتا دے تو نے کتنے غم دکھائے ہیں میری آنکھوں سے دریا اشک کے کتنے بہائے ہیں

سفینہ عمر کا ایسی بھنور میں ہوگیا داخل نظر مجھ کو وہاں سے آرہا ہے پرضیاء ساحل

بڑھاپے میں بھی مجھ کو چین لینے نہیں دیتی خدارا رحم کر اب پک چکی ہے عمر کی کھیتی

سیہ بادل بہاروں پر مسلسل کیوں برستا ہے ہراک گل شاخساروں پر تبسم کو ترستا ہے

خزاں کا کیوں تسلط ہوگیا ہے آج گلشن پر فضائیں رورہی ہیں آج علم وفن کے مدفن پر

صفِ ماتم بچھی ہے آج کیوں صحن گلستاں میں گلوں کی آنکھیں پرنم ہوگئیں بزم بہاراں میں

بہر سو، شیون وفریاد ہے اور آہ وزاری ہے بہارانِ چمن میں زندگانی کتنی بھاری ہے

گری ہیں بجلیاں میرے چمن کے آشیانوں پر نہ جانے کیا گذرتی ہوگی اس کے پاسبانوں پر

نجوم وکہکشاں اُف ڈھونڈتے ہیں ماہِ کامل کو ترستے ہیں وہ غرقابِ غم وآلام ساحل کو

تلاش اب کارواں کو اپنے میر کارواں کی ہے خزاں دیدہ بہاروں کو تلاش اب باغباں کی ہے

ہوئی ہے سرد کیوں وہ گرمی بازارِ علم وفن سکون وچین سے محروم کیوں ہے اپنا ہر مسکن

سہارنپور کی یارب سرزمین پرُنور رہتی ہے مئے عرفان وجامِ علم سے مخمور رہتی ہے

نبی پاک کے فیضان سے معمور رہتی ہے جہاں کے اہل ایماں کی سدا منظور رہتی ہے

یہاں پر پرشادمانی کی سدا بارش برستی ہے مگر یہ آج ادنیٰ سی خوشی کو کیوں ترستی ہے

خدایا اس زمیں پرغم کے بادل کیوں برستے ہیں یہ لاکھوں غم کے مارے شادمانی کو ترستے ہیں

کسی ساقی کا میخانے سے سایہ اٹھ گیا شاید

چراغِ نورِ بزمِ علم وعرفاں گل ہوا شاید

بہارانِ گلستاں سے ہوا ہے باغباں رخصت ہوا ہے کارواں کے سر سے میرِ کارواں رخصت

نہ اب جام وسبو ہیں اور نہ مینا ہے نہ پیمانہ نہیں ہے میکدہ میں آج کوئی میرِ میخانہ

امامِ علم وعرفان اٹھ گیا ہے آج محفل سے بھنور میں کشتیاں ہیں ناخدا روپوش ساحل سے

جہاں سے تاجدارِ علم وعرفاں ہوگیا رُخصت امامِ عالمانِ دین ،دنیا سے ہوا رخصت

نگہبانِ بہارانِ مظاہر ہوگیا رخصت امین ووارث جملہ اکابر ہوگیا رخصت

جنہیں سب جانتے تھے نامِ ''مفتی مظفر'' سے سوئے دارالبقا پہنچے ہیں حکمِ ربِّ اکبر سے

مظفرنام نامی تھا میرے ہادی و رہبر کا تجلیاتِ عرفانی ونورانی کے مظہر کا

میرے استاد ومرشد حضرت شاہ مظفر کو خدادے جنتِ فردوس ،چمکادے مقدر کو

پچھتر آپ نے پائیں بہاریں زندگانی کی یہ فانی عمر تھی علم عمل سے جاودانی کی

تھا اٹھائیسواں روزہ مبارک ماہ رمضاں کا ہوا بارہ بجے دن کے سفر اس شاہِ ذیشاں کا

مبارک ماہ سن چودہ سو چوبیس پیر کا دن تھا کہ یہ ہم بیکسوں کی شُومی تقدیر کا دن تھا

نومبر کی تھی چوبیس دوہزار اور تین اس کا سن ہوا اس میں غروبِ آفتابِ علم دین وفن

مسلسل رحمتیں برسیں خدایا اُن کے مدفن پر نزول انوار کا دائم ہو اُن کے نوری مسکن پر

مبارک قبر پر اُن کی سدا بارانِ رحمت ہو جوار رحمتِ حق میں مکاں اُن کو عنایت ہو

مجھے اپنے کرم سے میرے دل کا مدعا دیدے

الٰہی غازیؔ غمگین کو صبر و رضا دیدے

وہ مفتی مظفر جن کی دنیا بھر میں شہرت تھی جہانِ علم وعرفاں میں انہوں پائی رفعت تھی

خدا نے ان کو بے شک دلبر بائی سے نوازا تھا تقدس کا رخِ انور پہ ان کے گویا غازہ تھا

سعادت پائی تھی میراث میں اپنے اکابر سے ہوئی دو آتشہ جو نورِ فیضانِ مظاہرؔ سے

سعیدؔ واسعدِ یکتا سے پائی تھی وراثت میں ہوئی محفوظ وافزوں آپ کی پاکیزہ فطرت میں

ہر اک اچھی صفت اُنکی طبیعت میں ودیعت تھی سعیدؔ واسعدؔ یکتا کی گویا وہ حکایت تھی

یقیناً منفرد تھے اپنی عاداتِ جمیلہ میں وہ یکتائے زماں تھے اپنے اوصافِ جلیلہ میں

سخاوت میں فصاحت میں فقاہت میں ثقاہت میں لطافت میں نظافت میں تورُّع میں طہارت میں

فتاویٰ پر تھا ان کے اعتماد اعیانِ امت کو مساعی جمیلہ سے بڑھایا شانِ امت کو

حدیث و فقہ وتفسیر قرآں میں یکتا تھے یہ سب ہی جانتے ہیں وہ علومِ دیں کے دریا تھے

تواضع سادگی اور پاک بازی میں نمایاں تھے بایں اوصاف عالی تاجدار علم وعرفاں تھے

بہت پرسوز لہجے میں تلاوت آپ فرماتے وہ پند وعظ سے اپنے مجالس کو بھی گرماتے

وہ نرمی و لطافت سے کلام اس طور فرماتے کہ انکی گفتگو سن کر عدو گرویدہ ہوجاتے

طبیعت میں شرافت تھی مروت تھی محبت تھی ہر اک سے انس تھا ہر آدمی سے ان کو الفت تھی

مبارک ان کی سیرت تھی بڑی پاکیزہ عادت تھی حیات طاہرہ ان کی عبادت سے عبارت تھی

نظر میں ان کی بیگانے یگانے سب ہی یکتا تھے شجاعت میں جسارت میں یقیناً شیرِ یزداں تھے

وہ حق گو تھے عدو کا وہ مگر اکرام کرتے تھے سدا وہ پاسِ آئینِ شرعِ سلام کرتے تھے
پسند کرتے نہ تھے کورانہ تقلید و تعصب کو نہیں گردانتے تھے وہ خلاف حق تحزب کو
حوادث اور مصائب میں بہت ثابت قدم رہتے شکایت اور شکوہ سے بری دہن وقلم رہتے
وہ دشمن سے نہیں لیتے تھے اپنا انتقام ہرگز نہ اس کا نام لیتے تھے خلافِ احترام ہرگز
غم وآلام میں بھی وہ رہے مثلِ گلِ خنداں نہیں تھے دنیوی سودوزیاں پیش نظر چنداں
خفا ان سے سدا حسّاد و اربابِ ستم رہتے مگر قربان ان پر اہل ایمان وکرم رہتے
سبھی کی خیر خواہی آپ کی فطرت میں داخل تھی طبیعت خدمت علم نبی پر ان کی مائل تھی

جہاں میں ہوں گے کتنے ہی جنید و شبلی و رازی
مگر ایسا بشر ہم نے نہیں دیکھا ہے اے غازیؔ

وہ حافظ تھے وہ قاری تھے وہ عارف تھے وہ عالم تھے بایں جملہ مظاہر کے وہ عالی شان ناظم تھے
نہ پایا ان سا جب کوئی بھی حق کے رازدانوں نے نظامِ گلستاں سونپا تھا ان کو باغبانوں نے
ہوئے شیخ المشائخ مطمئن اور شاہِ اسعدؒ بھی عطا کردی انہیں اس منصب عالی کی مسند بھی
بڑھا منزل کی جانب قافلہ ان کی قیادت میں درِحق تک بھی پہنچے کتنے ہی انکی امامت میں
سُدھار آیا مظاہر کے ہر اک شعبہ کی حالت میں عمارات مفیدہ بھی بنیں دورِ نظامت میں
شکر رنجی بھی پیدا ہوگئی اہل محبت میں تصادم نظریہ کا ہے بنی آدم کی فطرت میں
تخالُف نظریہ کا بھی نہیں معیوب ہوتا ہے امینِ علم حق ،دین نبی کا ہے وہی خادم
مسلمانوں پر فرض عین ہے تعظیم ہر عالم امین علم حق ،دین نبی کا ہے وہی ہے خادم

نزاعات جہاں کے فیصلے ہوں گے قیامت میں
کہ سب لکھا گیا ہے حق تعالیٰ کی عدالت میں

مسلسل حادثوں اور ضعف پیری وعلالت پر
نہ کھایا رحم نے کسی انساں کی حالت پر

نہ چھوڑا گردشِ دوراں نے کوئی نیک وبد انساں
گو ہر انسان کرتا ہے یہاں آرام کا سامان

علالت کی طوالت سے نقاہت ہوگئی پیدا
ادھر ماحول میں مخفی شرارت ہوگئی پیدا

یہیں کچھ فتنہ پرور ہوگئے شر کی طرف مائل
ہوئے بے باک تعمیل فرائض میں ہوئے کامل

کہیں نفسانیت ابھری کہیں پر شیطنیت آئی
سیاست لے کے پہلو میں شرورِ تمکنت آئی

جواں تھا حوصلہ ان کا ضعیف وناتواں بنکر
وہ صبر واستقامت کے رہے کوہ گراں بن کر

ابھی چند ماہ پہلے صدمہ حضرت کو یہ پیش آیا
رفیق زندگانی نے اچانک کوچ فرمایا

نہ بیٹا تھا نہ بیٹی تھی کہ دن ان سے سکون پاتا
دل غمگین ونازک کو بھلا کیسے قرار آتا

بالآخر بہر جنت آپ نے رختِ سفر باندھا
تو لاکھوں چاہنے والوں نے آکر دیدیا کاندھا

نہ تھی اولادِ جسمانی کوئی قدرت کی حکمت تھی
انہیں اپنا بنایا حق نے خالص، یہ عنایت تھی

ہیں باقیات صالحات ہمدم بے شمار اُن کی
تصانیف لطیفہ بھی کئی ہیں یادگان اُن کی

انہوں نے چاہنے والے ہزاروں پرُ ضیاء چھوڑے
ہزاروں اپنے تلمیذ و مرید با صفا چھوڑے

محدث بھی مفسر بھی فقیہ و مفتی دیں بھی
بہت سے بیعت وارشاد میں اپنے مُجازیں بھی

خدایا ناتواں غازؔی کو قرب مصطفیٰؐ دیدے
کرم کردے ہمیشہ کے لئے اپنی رضا دیدے

عارفِ حق واقفِ اسرارِ قرآن وسنن

مولانا محمد انور گنگوہی

ہوگئے روپوش ہم سے شیخ ما عزت مآب
حضرت مفتی مظفر اک فقیہ لا جواب

جانشینِ اسعد اللہؒ وارث مفتی سعیدؒ
باوقار و بامتانت حلم کے فردِ وحید

رونقِ بزمِ تصوف نیک سیرت باصفا
ناظم اعلیٰ مظاہر مرجع خلقِ خدا

وہ محدث اور مفسر ماہر علم و فن
عارفِ حق واقفِ اسرارِ قرآن وسنن

حامل اخلاق حسنیٰ نائب خیرالوریٰ
پیکرِ زہد وعبادت مرشدِ راہِ ھُدیٰ

جامع علمِ شریعت اور طریقت چل بسے
آہ! وہ اک عاشقِ قرآن وسنت چل بسے

ہیں دُعا گو بارگاہِ ایزدی میں خاص وعام
جنت الفردوس میں ہو آپ کا اعلیٰ مقام

آپ کی قبر مبارک نور سے روشن رہے
رحمت والطافِ ربانی کا یہ مخزن رہے

انورِ غمگیں قدم بوسِ شہ والا صفات
لکھ رہا ہے عیسوی ہجری یہ تاریخ وفات

مردِ حق صالح ولی دنیا سے رخصت ہوگئے
رہبرِ احکام دیں جنت میں جا کر سو گئے

۲۰۰۳ء ۱۴۲۴ھ

آنسو نہ تھا، طوفان تھا، پلکوں سے باہر آگیا

ڈاکٹر شوق مانوی سہارنپور

آنسو نہ تھا، طوفان تھا، پلکوں سے باہر آگیا
پھر حرف تیرے ضبط پر اے قلب مضطر آگیا

اب اس نگاہِ لطف کو پاؤں گا کیسے اور کہاں
جس اک نگاہِ لطف سے میں راستہ پر آگیا

محرومیوں کا داغ کیوں پھر میرے دامن پر رہے
جب دامن پر فیض تک اے بندہ پرور آگیا

اس التفات خاص کی کیا بات تھی جس کیلئے
بہر دعا لب ہل گئے سب کچھ میسر آگیا

اس انجمن میں عام تھی وہ بارشِ انوارِ حق
میں لمحہ بھر کو بھی گیا تو جھولی بھر کر آگیا

کتنے خفی لہجہ میں تھی روشن ضمیری کی جھلک
اشکال میرے دل میں تھا جو کہ لب پر آگیا

اس قافلہ کی رہبری یوں کون فرمائیگا اب
جس قافلہ کو چھوڑ کر تو سوئے کوثر آگیا

ہر کام میں اخلاص تھا ہر کام میں حسنِ عمل
پھر سامنے انعام بھی بہتر سے بہتر آگیا

وہ خدمت دین خدا بھی، کی عمر بھر اس شان سے
کہ موت آئی بھی نہ تھی پیغام کوثر آگیا

اب پاؤں باب خلد پر رکھا تھا تو رضوان نے کہا
لو ہادیٔ دیں سے کہو مفتی مظفر آگیا

۲۰۰۳ء

حیف وہ علم رسالت کا درخشاں آفتاب

از جناب حافظ محمد کامل جائسی الہ آباد

ابتداء کرتے ہیں اس کے نام سے جو ہے رحیم ۔۔۔ مہرباں بندوں پہ ہے اپنے جو ہے بے حد کریم
بعد اس کے لب پہ جاری ہو ثناء شاہ دیں ۔۔۔ جن کا مخلوقات میں ہمسر نہیں ثانی نہیں
گونجتی ہے یہ خبر جس وقت ہر سو دل خراش ۔۔۔ کچھ نہ پوچھو فرط غم سے ہوگیا دل پاش پاش
حضرتِ مفتی مظفر منبع لطف وکرم ۔۔۔ نائب اشرف کے نائب نائب شاہِ امم
اہل دل، اہل نظر، اہل قلم، اہل زباں ۔۔۔ صاحب فہم وذکا محبوب رب دوجہاں
خوش خصال ونیک طینت پاک دل کامل ولی ۔۔۔ حامل نورِ نبوت پارسا و متقی
حیف اٹھائیس رمضاں کو وہ پیر کارواں ۔۔۔ چودہ سو چوبیں کو ہم سب کا وہ روح رواں
دارِفانی سے گیا لے کر حیاتِ جاوداں ۔۔۔ چل دیا کنج قفس سے جانب باغ جناں
کس زباں سے ہم کہیں روحِ مظاہر اب نہیں ۔۔۔ چھپ گیا مہرولایت دفعتاً زیر زمیں
حیف وہ علم رسالت کا درخشاں آفتاب ۔۔۔ ہوگیا روپوش رخ پر ڈال کر اپنے نقاب
خلد میں جب دیکھ لیتا ہے یہاں اپنا مقام ۔۔۔ لبیک کہہ کر چلا کرکے وہ دنیاکو سلام
شاخ وگل برگ وشجر کا بانکپن جاتا رہا ۔۔۔ رہ گیا خالی چمن جان چمن جاتا رہا
مسجد و محراب و ممبر مدرسے ہیں اشکبار ۔۔۔ درحقیقت اسکے غم میں اک جہاں ہے سوگوار
سونی سونی سی ہے محفل اہل محفل مضمحل ۔۔۔ بیٹھے ہیں سینے میں لیکر آج سب افسردہ دل
ایک عالم بحرِ غم میں دوستو غرقاب ہے ۔۔۔ دیکھئے جس کو یہاں وہ ماہیٔ بے آب ہے
عمر بھر اس نے نہ جانا حب دنیا حب جاہ ۔۔۔ حق تعالیٰ کی رضا پر صرف تھی اس کی نگاہ
کوئی گھر کوئی مکاں کوئی نہ اس کی خانقاہ ۔۔۔ فی زمانہ تھا عجب بے تاج کا وہ بادشاہ
قلب تھا شاہانہ اس کا اورفقیرانہ مزاج ۔۔۔ کیوں نہ ہو زیرقدم اس کے تھا جب دنیا کا تاج
یہ نہ پوچھو دوستو دنیامیں وہ کیسے رہا ۔۔۔ جیسے رہنا چاہئے مومن کو وہ ویسے رہا
سچ تو یہ ہے اک طرف اللہ سے واصل تھا وہ ۔۔۔ دوسری جانب وہیں مخلوق میں شامل تھا وہ
باخلیق وباتواضع پیکر عجز و نیاز ۔۔۔ پرتوِ خلق شہ کون ومکاں دانائے راز
جتنے بھی طوفان آئے سب سے ٹکراتا رہا ۔۔۔ راہ میں جو آئے پتھران کو ٹھکراتا رہا
موج طوفاں نے جہاں بھی چلنامشکل کردیا ۔۔۔ زورطوفاں کو وہیں پر نذرِ ساحل کردیا
خدمتِ اقدس میں ہوتی اپنی جسدم حاضری ۔۔۔ خندہ پیشانی سے ملتا کرتا اظہارِ خوشی
شعر سننے کے لئے محفل وہ کرتا منعقد ۔۔۔ اور پھر کرتا دعائیں اللّٰھم زدفزد
قلب ہوجاتا مجلی اس کی صورت دیکھ کر ۔۔۔ چشم نم ہو جاتی اپنی اس کی شفقت دیکھ کر
کیا بتائیں کتنی ہے اس کی جدائی دل پہ شاق ۔۔۔ کیا کریں جز صبر کے دنیا ہے یہ دار الفراق
ہے دعا دل سے ہماری اے خدائے لم یزل ۔۔۔ فضل سے تو کر عطا اس کا ہمیں نعم البدل

جنت الفردوس میں تو کر عطا اعلیٰ مقام
یہ دعا کرتا ہے کاملؔ تجھ سے اے رب الانام

بیانِ اشکِ غم ۱۴۲۴ھ

بصنعت توشیح:۔ع : سال رحلت تو جوہر یہ پاکیزہ ہے

تخریج ازحروف اولیں مصرعہ اولیں

ازقلم ندرت رقم:۔ ماسٹر عبدالواحد جوہر اخلاقی فریدی سہارنپور

سید حاملِ عالم دیں ،خوب صورت دیدہ وَر
قاری مفتی سعید احمد کا وہ صالح پسر

ایک مردِ نیک سیرت ، حامل صدق و صفا
مسلک اشرف علی تھانوی کا اک گہر

لاڈلا لاریب کہیے اسعد اللہ شاہ کا
جن کا اس کو تھا میسر برملا فیضِ نظر

رحلت اس کی آج کس کس کو رلاتی خون ہے
آہ! وہ مفتی مظفروہ فقیہ مقتدر

حق شناسی پر اٹل، اور فقہ پر گہری نگاہ
اس کو تبدیلی رائے پر تھا لانا بے اثر

اک شیخ کامل تھا، وہ اور مرشد شفیق
چاہنے والوں کا اپنے تھا حقیقی راہ بر

تربیت میں تھا مریدوں کی اسے حاصل کمال
بات میں شفقت و نرمی لانبی ہو یا مختصر

تشنہ لب جاتا کوئی سیراب ہوکر لوٹتا
بے ہنر در پر جو پہنچا واپس آیا باہنر

وہ نظامت کی بھی مسند پر مظاہر میں رہا
کچھ بہ طرز مستند اور کچھ برنگ معتبر

جاری رکھا دور پُرآشوب میں درسِ حدیث
جاری ایسا درس دیتا ہی رہا شام وسحر

وہ تو تھا دلدادۂ سنت کچھ ایسا دوستو
غیرسنت پر اشارہ اس کا تھا قطعِ نظر

ہر جگہ تھی اپنے فرضِ منصبی کی دُھن اُسے
اوراس بل بوتہ پہ کوشش کو جانا بارور

روز و شب فکرِ مریداں اور فکرِ مدرسہ
یا مشاغل دینیہ میں اس کا رہتا تھا گزر

یاد آکر اس کے اوصاف اب ہمیں تڑپائیں گے
اس تڑپ نے تھاما دامن اب ہمارا عمر بھر

ہر طرف اب سامنے اپنے اندھیرا چھاگیا
مَیں دل میں ہے کہاں جاکر چھپا وہ چھوڑکر

پند سے ہم پیرداناں کی ہوئے محروم آہ!
کون اس سے کرنے آئیگا ہمیں اب بہرہ وَر

ایک محسن ایک مشفق درمیاں سے اُٹھ گیا
بزرگوں کی راہ پر تھا جو چراغ رہ گزر

کہہ رہا ہے آج یہ ماحول وہ ایسا گیا
دل نہ جانے آج کتنوں کے ہوئے زیر و زبر

یاس سے دل بیٹھا جاتا ہے یہ کیا؟ آخر ہوا
ان کی اب پروازکیا جو ہوگئے بے بال و پر

زندگی کہتے ہیں جس کو زندگی سے دُور ہے
زندہ رہنے کو نظر آتے ہیں ہم زندہ مگر

ہے دعا یارب ہمیشہ سایۂ رحمت رہے
اور فضا ہوتی رہے تابندہ سے تابندہ تر

ہو مظفر کو خداوندا سدا راحت نصیب
نیک بندوں کی ہو نزدیکی ، ملے جنت میں گھر

یہ سخن ہے اب لبِ جوہر رب ذوالمنن
رات دن پہونچے سلام ورحمت اس کی روح پر

حادثہ جانکاہ گذرا یہ اچانک نا گہاں

احساسات:۔ جناب ظہیر الاسلام اسعدیؔ (ایم اے اردو) سہارنپور

حیف یہ کیا ہوگیا کیسی سنی میں نے خبر
مفتی صاحب نے بھی باندھا دائمی رخت سفر
وہ بزرگوں کی نشانی تھے عظیم و معتبر
مضطرب احساس سکتہ لب پہ اور دل ہے فگار

حادثہ جانکاہ گذرا یہ اچانک ناگہاں
شہرمیں کہرام غم کا لوگ ہیں محوِ فغاں
ہر نظر میں سوزہے تخئیل ہے شعلہ بجاں
جس طرف بھی دیکھئے آنکھیں ہوئی ہیں اشکبار

وہ سراپا صدق کا پیکر صدائے سرمدی
سادگی لفظ و معانی کی لئے وارفتگی
پھیلتی رہتی تھی جس سے دینِ حق کی روشنی
اب کہاں ڈھونڈھیں صدائے حضرتِ والا تبار

وہ مرے محسن قریبِ دل رہا میں بھی سدا
وہ محدث وہ ادیب استاد اسعد رہنما
میں نے شعر و فن کا پہچانا انہیں سے راستہ
آپ کو ان سے ملا روحانیت کا افتخار

ذہن ودل اس غم کے طوفاں سے ہوئے ہیں پرُمحن
کیا لکھوں کس کو دکھاؤں دل میں کتنی ہے چبھن
سب ہی احساسات نے پہنا اداسی کا کفن
آنکھ سے اوجھل نہیں ہوتا ہے چہرہ پربہار

کیا بتاؤں حضرتِ اسعد کی نسبت کا کمال
آپ نے پایا انہیں سے ایک روحانی جمال
مرتبہ جس نے دیا ہے آپ کو اک لازوال
بے ریا ادراک کے حامل سراپائے وقار

آپ کی ذاتِ گرامی علمِ دیں کا بانکپن
آپ کا حسنِ عمل طرزِ تکلم اک چمن
آپ تھے اسلاف کے معیار کی اک انجمن
زندۂ جاوید تھا کردار ان کا شاہکار

حضرت مفتی سعید عبدِ لطیف بے مثال
اسعد اللہ محترم استاد ناظم باکمال
جانشینِ محترم تھے آپ سب کے پرجمال
آپ کا دورِ نظامت بھی رہا ہے یادگار

آپ تھے اسلام کے ماہِ درخشاں نیک ذات
آپ کے کردار میں ہے سب بزرگوں کی صفات
آپ کے عزم وعمل سے مل گئی سب کو حیات
آپ شمعِ دین مرسل کے تھے اک اونچے منار

نکتہ رس اوردانش وبینش کی تابندہ کتاب
صاحبِ دیں فیض کادریائے بے حد و حساب
اک مدبر اک مفکر اک محدث مستجاب
آپ کا اخلاص پاکیزہ ہے بے گرد و غبار

آپ کا اک نام تھا عنوانِ ایمان ویقیں
آپ کی تعظیم بھی ہے واقعی تعظیمِ دیں
آپ پر مفتی مظفر آفریں صد آفریں
آپ کو روحانیت کا حق نے بخشا اعتبار

پاک سیرت ،پاک طینت دین کے بدرِ منیر
وہ حقیقت میں رہے ہیں پیر اک روشن ضمیر
حق شناس و حق نما حق آئینہ ان کا خمیر
تھا سہارنپور ان کے دم قدم سے لالہ زار

وہ مظاہر میں پڑھے پھولے پھلے ابھرے یہیں
سب بزرگوں نے بنایا مل کے اک ماہِ مبیں
آخری آرام گہ بھی ہے بزرگوں کی زمیں
سایہ افگن اب سدا ہو رحمتِ پروردگار

راستے میں پہل کرنا دل سے کرنا وہ سلام
آپ کے ہی ساتھ رخصت ہوگیا عالی مقام
یاد آئیگا ظہیرِ اسعدی حسنِ کلام
وہ گذرتے تھے جہاں سے راستے ہیں سوگوار

ایک فقیہ وقت کی رحلت پہ سب ہیں دل فگار

محمد اسلام انجم،نزد مدرسہ مظاہرعلوم (وقف) سہارنپور

فخرِ افتا ، مفتیٔ اعظم، مظفر محترم
شان قوم وملک وملت ،صاحب جاہ وحشم

مستند ، ممتاز ، عالم ،شخصیت بھی معتبر
پیکر صدق و صفا اور صاحب فکر و نظر

ایک فقیہ وقت کی رحلت پہ سب ہیں دل فگار
کیا گلستان مظاہر،ہے زمانہ سوگوار

پاسبانِ علم وعرفاں اے مظاہر کے وقار
اس فقیری پر نچھاورآپ کی ہیں تاجدار

نرم تھی اورکتنی بابرکت نظامت آپ کی
چشم پوشی اک صفت تھی یا کرامت آپ کی

سالکوں میں آپ کو حاصل مقامِ شوق ہے
ایسے عالم کو ہزاروں عابدوں پر فوق ہے

مسندِ افتاء پہ بیٹھے کوئی شہزادہ لگے
درس دے تو خوبصورت اوربھی زیادہ لگے

گھربھی خالی ،مسندِ ارشادبھی خالی ہوئی
آہ!فصل گل میں رخصت ہمّتِ عالی ہوئی

لب کھلیں تو پھول برسیں،علم کا دریا بہے
خامشی میں آنکھیں بولیں،آپ کا چہرہ ہنسے

حلم واخلاق ومروت اورشرافت آپ کی
کھوچکے ہیں اب کہاں ڈھونڈیں قیادت آپ کی

محترم مولانااطہرجن کا سب کچھ آپ تھے
آپ ہی بھائی بھی تھےاورآپ ہی ماں باپ تھے

عہدِطفلی سے جوانی اور بڑھاپے کا سفر
آپ ہی کے زیر سایہ طے ہوااورخوب تر

ماں کی ممتا،باپ کی شفقت ، نظراستاذکی
ایسے کرتابھی نہ کوئی تربیت اولاد کی

آج وہ بھائی ہے کھویاکھویامایوس واُداس
اب بھی جاکر بیٹھتاہےآپ کی مسند کے پاس

جو بھی آیا مطمئن ہوکر گیا ،شاداں گیا
جیسے گلہائے تمنالیکے ہر مہماں گیا

آپ نے دیکھا کہ کیا گذری عوام الناس پر
آپ کی رحلت سے کوندی برق سی احساس پر

شاہ تھے لیکن جئے مردِ قلندر کی طرح
وقتِ رخصت لوگ اُمڈے اک سمندرکی طرح

اس سے پہلے شہرنے دیکھانہیں اتناہجوم
بھیڑتھی یا بہہ رہاتھا کوئی دریائے نجوم

نازشِ اسلاف ملت ،گلشنِ اسعد کے پھول
ہولحدپرآپ کی باران رحمت کا نزول

آپ جیسے عالمان دیں ،جہاں ہوں محوِخواب
اس جگہ کی خاک سے بھی لوگ ہوں گے فیضیاب

عالمِ فانی میں انجم موت سے کس کومفر
ایسے لوگوں کے لئے فرماگئے لیکن جگر

''جان کر منجملہ ٔ خاصانِ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

آفتابِ آسمانِ علم ،ملت کے امام
قرض صدیوں کاچکا کر جانے والے اَلسلام

مفتیٔ اعظم مظفر، وہ نگہبانِ چمن

مولانا عبدالعزیز ظفرؔ جنکپوری

رقص فرما، جس کے دم سے تھی مظاہر میں بہار
تازگی پھولوں کے رُخ پر، ہر کلی پر تھا نکھار

تھے مظفرؒ صدرِ مفتی، ناظم عالی وقار
بالیقیں تھے، وہ اکابرؒ کی حسیں یادگار

یہ مظاہر مفتخر، یہ جامعہ کوثر اثر
ہے مظفرؒ کی مساعی کا حسیں آئینہ دار

مفتی اعظم مظفر، وہ نگہبانِ چمن
نازفرماتھی، جس پر رحمت پروردگار

اس کا غم، اہل زمیں پر ہی نہیں کچھ منحصر
اہل گردوں بھی ہیں اس کے ہجر میں اب اشکبار

مغفرت اللہ فرمائے، مراتب ہوں بلند
تھے مظفرؒ، شیخ اسعد کی منور یادگار

جنت الفردوس میں اس کو ملے اعلیٰ مقام
وہ سدا لوٹیں مظفر، باغ جنت کی بہار

افسوس! آج مفتی مظفر چلے گئے

مولانا مجیب بستوی صاحب سمریاں والا سنت کبیر نگر ....

افسوس ! آج مفتی مظفّر چلے گئے — دکھلا کے ہم کو روئے منور چلے گئے
شاگرداُن کا میں ہوں مجھے ان پہ فخر ہے — بہتر بنا کے میرا مقدر چلے گئے
ناظم تھے وہ قدیم مظاہر علوم کے — ایثار اور خلوص کے پیکر چلے گئے
اِفتاء کے کام میں کٹی ان کی عزیز عمر — میدانِ علم دیں کے غضنفر چلے گئے
دکھلا کے اس جہاں کو رہِ منزلِ مراد — علم وعمل کے سالک ورہبر چلے گئے
دوڑا کرے گی دل میں مئے معرفت کی لہر — دیتے تھے بھر کے جو ہمیں ساغر چلے گئے
علم وعمل سے ملتی تھی جن کے جلاء شوق — دامن میں اس متاع کو بھی لیکر چلے گئے
ان کی نوازشات وعنایات مجھ پہ تھیں — جومہرباں تھے عمر بھر مجھ پر چلے گئے
درسِ رسولِ پاک ہی دیتے رہے سدا — عرفان وعلم کا لئے ساغر چلے گئے
صہبائے معرفت کا جو دیتے تھے جام خاص — محفل سے اٹھ کے ساقیٔ کوثر چلے گئے
جو موتیوں کو رول رہے تھے علوم کے — وہ بحر بیکراں کے شناور چلے گے
اللہ مغفرت کرے اس پاک ذات کی — جو ہم کو چھوڑکر سرِ منبر چلے گئے
کس دل سے الوداع کہوں اور کیسے الفراق — دنیا سے جب مرے کرم گستر چلے گئے

مجھ کو مجیبؔ ان کے تخیل ستائیں گے
تنہا جو چھوڑکر مجھے گھر پر چلے گئے

یادِ مظفرؒ

از:۔ محمد عبدالحمید غفرلہ سنسار پوری مدرسہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

کرۂ ارضی پہ ہے جلوہ فگن ماہِ صیام　　چھارہی اہل سہارنپور پر ہے غم کی شام

حیف ہے صد حیف اک نوری شمع گل ہوگئی　　نور جس سے پارہا تھا زندگانی کا نظام

تھا منور جس کے دم سے علم کا شہرِ وجود　　چھپ گیا ہے موت کے بادل میں وہ ماہِ تمام

اب کہاں سے لائیں گے ایسا فقیہ و زندہ دل　　ہوگیا مفتی مظفر کا تو جنت میں قیام

چاند سا چہرہ سعادت مند تھا ابن سعیدؔ　　وارثانِ انبیاء میں تھا مظفر اُن کا نام

ان کے ہاتھوں کے قلم نے حل کئے کتنے سوال　　علم وفن دانشوری کرتی رہی ان کو سلام

باادب تھے بن گئے مخدوم خاص وعام کے　　آج ان کی عظمتوں کی ساری دنیا ہے غلام

تھے طریقت میں وہ شیخ اسعد اللہ کے امیں　　عارف و رہبر شریعت آگہی کے تھے امام

ہوگیا پورا علاقہ جن کے غم میں سوگوار　　چھوڑ کر سب کو چلے ہیں جانب دارالسلام

آہ اٹھائیس رمضاں چودہ سو چوبیس سن　　پیر کے دن ہوگئی عمرِ شہ والا تمام

آہ! مظفر دوراں

.... از:۔ مولانا ولی اللہ صاحب ولی قاسمی، استاذ جامعہ اشاعت العلوم اکل کنواں نندور باغ مہاراشٹر

حضرت مفتی مظفر عالم دین مبیں ۔۔۔ خادم اسلام تھے اور حامی شرع متیں

وہ مفکر تھے فقیہ النفس استاد حدیث ۔۔۔ باہمہ نوع ان کی نظروں میں تھی اسناد حدیث

مفتی، مصلح، مدبر، صاحب دردِ دَروں ۔۔۔ ذات عالی جاہ ان کی تھی ستائش سے فزوں

عالمانِ دین میں حاصل تھا ان کو امتیاز ۔۔۔ انکے سینے میں نہاں تھا عشق حق کا سوز و ساز

وہ فدائے مصطفیٰ تھے قدردانِ اولیاء ۔۔۔ پیکر صدق وصفا تھے نکتہ دانِ اصفیاء

تھے فقیہ عصر حاضر منتظم پرہیزگار ۔۔۔ عبقریٔ وقت تھے وہ اورفخر روزگار

ماہر فقہ وفتاویٰ تھے مدرس با کمال ۔۔۔ تاابد ان کے رہیں گے کارنامے لازوال

وہ رہے ہمدردِ ملت قوم کے تھے غمگسار ۔۔۔ صاحب علم بصیرت تھے وجیہہ و وقار

ملت اسلامیہ کے ایک ابنِ ہوشمند ۔۔۔ اور منصور و مظفر کامیاب و فتح مند

ناظم اعلیٰ مظاہر کے امیر کارواں ۔۔۔ مردِ حق گو مردِ مومن دین حق کے پاسباں

سالک راہِ خدا روحانیت کے تاجدار ۔۔۔ داعیٔ دینِ خدا تھے معرفت کے بادہ خوار

پیکر اخلاق عالی غازیٔ کردار تھے ۔۔۔ صاف گو تھے اور باطل کے لئے تلوار تھے

وہ جہاں پہنچے جلائے علم وعرفاں کے چراغ ۔۔۔ تھے معلم اورعارف خوب اور روشن دماغ

خوب قدآور تھے علم وفضل میں تھے بے مثال　　وہ رہے شیخ المشائخ صاحب جاہ وجلال

جان ودل سے کررہے تھے خدمتِ خلقِ خدا　　درس وتدریس تھا محبوب ان کا مشغلہ

تربیت تعلیم میں پختہ تھے وہ خلوت پسند　　تادم آخر رہی مرحوم کی ہمت بلند

سادگی فطرت میں تھی شہرت سے تھے وہ بے نیاز　　باصفا ہمدرد انسان نیک سیرت پاکباز

اس طرح کی نیک ان میں خصلتیں تھیں بے شمار　　ان کے شاگردوں کی ہے دنیا میں ایک لمبی قطار

وائے ناکامی کہ ہم کو داغ فرقت دے گئے　　اورسکون واطمینان وصبر دل سے لے گئے

ان کے جانے سے ہوا سُونا مظاہر کا چمن　　آنسوؤں کے آہ جاری ہوگئے گنگ وجمن

اجڑا اجڑا سا لگے ہے علم وفن کا گلستاں　　اورگم کردہ رہِ منزل ہوا ہے کارواں

ملت اسلامیہ کا ایک رہبر کھوگیا　　اورگہری نیند جاکر وہ لحد میں سوگیا

غم زدہ ماتم کناں ہرسو ہزاروں سوگوار　　ہیں دعا گو بارگاہِ حق میں ہوکر اشکبار

یاالٰہی روزمحشر بخش دے مرحوم کو　　خاص تر لطف وکرم میں اپنے لے مرحوم کو

جسکے ہر گوشے میں ایک نورانیت ہو لازوال　　قبر کو معمور کردے اے خدائے ذوالجلال

اے خدائے پاک انکے کارنامے ہوں قبول　　تیری خوشنودی بروزحشر ہو ان کو حصول

ہے ولؔی کی یہ دعا اے خالق لیل ونہار
حضرت مرحوم کو حاصل ہو جنت کی بہار

آج بے رونق ہیں سب محل ومکاں تیرے بغیر

جناب عبدالوحید واحدؔ نوگانوی

گلشن ہستی میں چھائی ہے خزاں تیرے بغیر
ہوگئی ہے گم بہار بوستاں تیرے بغیر
غمزدہ ہیں آج سب پیر وجواں تیرے بغیر
مضطرب ہیں آج ساراکارواں تیرے بغیر
مضطرب ہیں تیرے احباب اورتلامیذعزیز
آج بے رونق ہیں سب محل ومکاں تیرے بغیر
کررہاتھا آبیاری جس کی تو شام وسحر
آج ویراں ہے وہی بس گلستاں تیرے بغیر
کررہاتھا رہنمائی جس کی توبس رات دن
گم نہ ہوجائے کہیں وہ کارواں تیرے بغیر
تھا مظاہرتیرے دم سے ایک ادارہ بے مثال
آج ویراں ہے یہ اس کا آستاں تیرے بغیر
بلبلیں ہیں اس چمن کی آج سب یہ غمزدہ
لٹ گیا ہے آج ان کا آشیاں تیرے بغیر
عمر بھر آئیگا ان کو کس طرح صبروسکوں
غمزدہ ہیں آج تیرے خادماں تیرے بغیر
واحدِ خستہ جگر بھی مضطرب ہے رات دن
ہے اُدھوری اِس کے دل کی داستاں تیرے بغیر

چشمِ مفتی سعیدؒ کے مہ ناز

از قلم ڈاکٹر راحت حسین مظاہری

کس زبان سے ہوں زمزمہ پرواز — میر محفل نہیں ہے جب دَم ساز
اُٹھ گیا وہ مسیحائے روحانی — حاذق طبع کل مراہمراز
وہ نکاتِ علوم کا صیاد — جو مظفرؒ تھا علم کا شہباز
ایک شیخ طریق وبحرالعلم — فخرِ اسعدؒ سلوک میں ممتاز
آپ ممدوح مفتی ٔ محمودؒ — باغ شیخ الحدیثؒ کے گل باز
آپ خلق نبیؐ کا تھے پیکر — چشم مفتی سعیدؒ کے مہ ناز
اُس طرف بکھرے علم کے جوہر — جس طرف اک نگاہ کی غماز
ذکر آجائے گر تفقہ کا — خود ہی جھلکتی ہے ہر جبینِ نیاز
تھا سراپا مثال استغناء — زاہد بے نوا۔وہ مرُدم ساز
موت باطل تھی جس کی خاموشی — آج زیر زمیں ہے وہ جانباز
تھے مظاہر پہ ظل ربانی — ہر بہی خواں کی پلکیں ہیں گل باز
کس پہ ٹھہرے نگاہ اطہرکی — کس کو جانے وقار اب شہ ناز
تجھ بنا ہر خوشی ہے غم کا سماں — میری خاطر مرے غریب نواز
چھوڑکر تیرے آستانے کو — میری خاطر تھا کون سا دَربار
ایک مصداق موت عالم ہے — یہ وفات فقیہ تقویٰ باز
روز برسیں گھٹائیں رحمت کی — تیری تربتِ پہ صدا بصد انداز

ہجرِ مرشد کا رنج راحتؔ کو
جیسے رِستے ہوں زخمِ گداز

اٹھ گیا دنیا سے اُف وہ ناظمِ تقویٰ شعار

از حضرت مولانا انعام تھانوی، استاذ مظاہر علوم وقف سہارنپور

آج تو جی بھر کے رولے دیدۂ خوناب بار
اٹھ گیا دنیا سے اُف وہ ناظمِ تقویٰ شعار

ہمت عالی تھی جسکی چرخ گرداں کی مثیل
عزم واستقلال تھا جس کا مثال کوہسار

جس کا نظم وضبط تھا روحِ عروج وارتقاء
جس کی تدبیر و فراست شاہکار افتخار

ڈالتا تھا فکر جس کا ماہ وانجم پر کمند
تھی نظر جسکی ہر اک شے میں عمیق و پختہ کار

حامل جملہ محاسن جس کی ذاتِ پر خلوص
وہ زمانہ میں جو تھا اسلاف دیں کی یادگار

جس نے ہر قول وعمل سے یہ دیا دنیا کو درس
زندگانی ایسے کرتے ہیں بسر مردان کار

"ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن"
بے تکلف سب سے اور پھر باوقار واقتدار

باہمہ شان علو ہر فرد سے ملنے کے وقت
یوں شگفتہ جیسے رنگ جلوۂ صبحِ بہار

شور وغوغا کچھ نہ ہوتا اُسکے قول ونطق میں
گفتگوئے نرم کرتی تھی تأثر کامگار

وہ تھے اپنی ذات میں بازیر کی افقہ تریں
اس کا تھا حسنِ تفقہ اک مثالی شاہکار

اُسکا تقویٰ، زہد، دیں داری، تواضع، سادگی
تھے بہ "علمی جامعیت" کیا محامد تابدار

کیا ہے مستبعد کھڑے ہوں گر مقیمین اِرم
بہر استقبال جنت میں قطار اندر قطار

معترف تھے خوبیوں کے جسکی سب خرد وکلاں
جسکو اہل علم میں حاصل تھی اک شان وقار

علم کے حلقوں میں ہے افسردگی چھائی ہوئی
اور ہیں، اہل مظاہر وقف، غم سے سوگوار

ہے دعا انعام کی دل سے یہی دائم رہے
قبر پر اس کی نزول رحمتِ پروردگار

ے بادنیٰ تصرف مصرعہ ڈاکٹر اقبالؒ "رولے تو دل کھول کر اے دیدۂ خونابہ بار"

خوبیوں کا مجموعہ

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں

''ماہانہ رسائل کیلئے بروقت کسی مرحوم کے بارے میں اپنے دلی تاثرات کا اظہار کرنا ممکن نہیں ہے بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے گزر جانے پر دل اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ ہم لفظوں کا سہارا لیکر رنج وغم کا اظہار کریں۔ لیکن ماہانہ رسالوں کا ایک طویل وقفے کے بعد چھپنا دل کے تقاضوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے اور ہم مجبور اور بے بس سے ہوکر رہ جاتے ہیں گزشتہ رمضان میں ایک دو نہیں دسیوں لوگ اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے سب گزر جانیوالوں کیلئے تعزیتی مضامین لکھنا ممکن نہیں ہے کیونکہ ''طلسماتی دنیا'' کے محدود صفحات ہمیں سب کے بارے میں کھل کر اظہار غم کی اجازت نہیں دیتے لیکن کچھ گزر جانیوالے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں اظہار غم نہ کرنا ناسپاسی کے قائم مقام ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں ایک ایسی شخصیت بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئی کہ جسے ہم اپنی زندگی کے آخری سانس تک نہیں بھلا سکتے ،جس شخصیت کا ہم ذکر کرنیوالے ہیں''طلسماتی دنیا کے سب قارئین ان کے نام نامی سے باخبر ہیں''

اس ماہ مبارک میں ''حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مہتمم مظاہر علوم سہارنپور'' بھی اس دنیا سے پردہ فرما گئے ان کی وفات سے لاکھوں انسانوں کو ویسا ہی صدمہ ہوا جیسا کہ ''حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ'' کی وفات سے ہوا تھا، حضرت مفتی صاحبؒ نہ صرف عالم دین تھے، نہ صرف ایک بزرگ ہستی تھے بلکہ وہ ایک رحم دل اور خدمت خلق پر یقین رکھنے والے انسان تھے، ان کی ذات گرامی خوبیوں کا مجموعہ تھی، انہوں نے نصف صدی تک علم دین کی جو اعلیٰ خدمات انجام دیں ہیں اس کو رہتی دنیا تک نہیں بھلایا جا سکتا، بدنصیبی سے ''مظاہر العلوم'' بھی ''دار العلوم دیوبند'' کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا، ''حضرت مفتی صاحبؒ'' نے مدرسے کی تقسیم کے بعد جس شرافت، سنجیدگی، مد مقابل کے سامنے جس نرم لہجے اور جس حسن سلوک کا اظہار کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، تقسیم مدرسہ کا ایک درد حضرت قاری طیب صاحبؒ لے کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے ،اسی طرح تقسیم مدرسہ ایک درد، ایک کرب، ایک اضطراب، ایک بے چینی اپنے سینے میں دبائے ہوئے ''حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ ''اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے، اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ آرام عطا کرے اور ان کی علمی اور دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا کرے اور ان کی رخصتی سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے اس کو اپنی قدرت کاملہ سے پُر کردے۔ آمین۔

(طلسماتی دنیا دیوبند جنوری فروری ۲۰۰۴ء)

محمد ریاض الحسن..........

جامعہ مظاہر علوم (وقف) کے موجودہ ناظم ومتولی

حضرت مولانا محمد سعیدی زید مجدہ السامی

جامعہ مظاہر علوم (وقف) ایک عالمی، دینی، تعلیمی وتربیتی ادارہ ہے جہاں سے علماء، مفسرین، محدثین، فقہاء، ادباء اور مشائخ ربانیین تیار ہوتے رہے ہیں۔

اس ادارہ کے بانیان میں حضرت مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوریؒ، محدث العصر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ اور محدث یگانہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ جیسی باکمال ہستیاں شامل ہیں۔

اول الذکر شخصیت حضرت سید احمد شہیدؒ کے طائفہ کے خواص میں سے تھے، مؤخر الذکر دونوں حضرات سے حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کو تلمذ حاصل ہے اور بانی ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ حضرت مولانا احمد علیؒ کے تلمیذ رشید ہیں۔ رحمھم اللہ جمیعا وادخلھم فسیح جنانہ۔

اس ادارہ کے انتظامی امور کی باگ ڈور بھی بلند وبالا ارباب علم وفضل کے ہاتھوں میں رہی ہے اور یہ سلسلہ حضرت مولانا سعادت علیؒ سے شروع ہوکر حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدثؒ، حضرت مولانا شاہ عبد اللطیف پورقاضویؒ اور حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہ رامپوریؒ وغیرہم سے ہوتا ہوا حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحب تک پہونچا۔

حضرت مفتی صاحب کا دور اس ادارہ کے نظماء میں طویل ترین انتظامی دور ہے۔

آپ کے دور مسعود میں ادارہ کو بہت سی ہمہ جہت تعلیمی، تعمیری ترقیات حاصل ہوئیں۔

حضرت والاؒ کی حیات مبارکہ سے ہی ہمدردان مظاہر وجملہ اہل تعلق کو فکر لاحق تھی کہ آئندہ اسلاف کی اس امانت کی حفاظت وپاسبانی کس کے حصہ میں آئے گی جو اس کو اسی نہج اور نقوش وخطوط پر جاری رکھے جن کو اکابر مظاہر واہل اللہ نے فراست ایمانی سے منور اور آہ سحر گاہی سے معطر فرمایا ہے۔

الحمد للہ آج ہر فرد شاداں وفرحاں ہے کہ مدرسہ کے مستقل نظام کے لئے صلاح وصلاحیت کا حامل ایک نہایت ہوشمند انسان میر کارواں کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا ہے،۔

جو فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے برادر زادہ بھی ہیں، تربیت یافتہ اور منظور نظر بھی، وہ ہیں

استاذ العلماء حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مدظلہ العالی کے فرزند ارجمند، حضرت مولانا محمد سعیدی۔
اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل، صلاح و تقویٰ، فہم و فراست اور عمر میں خوب برکتیں عطا فرمائے اور استقامت کے ساتھ اس عظیم دینی خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

تعلیم

ناظم صاحب کی ابتدائی تعلیم گھر کے ماحول میں اور مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے خصوصی مکتب سہ دری جنوبی مسجد دفتر مدرسہ قدیم میں ہوئی یہاں آپ نے حفظ قرآن پاک مکمل کیا، بعد ازاں عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں مختلف حضرات سے پڑھیں جس میں بڑا حصہ اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا اطہر حسین صاحب جیسے عزیز العلم، کہنہ مشق استاذ سے پڑھا، حضرت مولانا نے آپ کا کامیاب تعلیمی سفر مختصر مدت میں طے کرا دیا اور استعداد سازی پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔

شوال ۱۴۰۶ھ بابت ۱۴۰۷ھ میں مختصر المعانی، ہدایہ اولین، مقامات، نور الانوار، سبعہ معلقہ کی جماعت میں با قاعدہ جامعہ مظاہر علوم (وقف) میں داخل ہوئے اور ۱۴۰۹ھ میں یہاں سے امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی، پوری جماعت میں اول آئے، پھر دار العلوم (رجسٹرڈ) دیوبند میں بھی داخلہ لیا لیکن تعلیمی سلسلہ وقف دار العلوم میں جاری رکھا، وہاں سے ۱۴۱۰ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔

تدریس

فراغت کے بعد دار العلوم شاہ بہلول سہارنپور اور مدرسہ عبد الرب دہلی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔
اس دوران کہ آپ دوسری جگہوں پر پڑھا رہے تھے، مختلف اہل علم حضرات آپ کی صلاحیت کی بناء پر مسلسل ذمہ داران مدرسہ سے یہ درخواست کرتے رہے کہ مظاہر علوم کو ان کی ضرورت ہے اس لئے ان کو یہاں مدرس رکھا جائے۔

حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی مدرس دار العلوم دیوبند بھی ان حضرات میں سے ہیں جنہوں نے حضرت ناظم صاحبؒ، ناظم تعلیمات حضرت علامہ محمد یامین صاحبؒ اور موجودہ ناظم تعلیمات حضرت مولانا سید وقار علی صاحب سے متعدد مرتبہ مولانا محمد صاحب کو مظاہر علوم میں رکھنے کی سفارش کی اور کہا کہ ان کی استعداد اور تفہیم بہت اچھی ہے۔ چنانچہ آپ کا مظاہر علوم (وقف) میں بحیثیت مدرس عربی تقرر ہو گیا۔
اس مدت میں آپ نے علم تفسیر، حدیث، فقہ، بلاغت، منطق، ادب اور نحو صرف کی بیشتر کتابیں پڑھائیں، اور اس سال ترمذی شریف جلد ۲ کا درس آپ کے ذمہ ہے۔

حدیث نبوی سے خصوصی شغف

حضرت ناظم صاحب کو اپنے خاندان کے اکابر کی طرح علم حدیث اور فقہ سے خصوصی مناسبت ہے۔

علم حدیث سے خصوصی مناسبت اور شوق وعظمت کی برکت ہے کہ بندہ کو بعض ایسے قدیم اساتذۂ حدیث کے بارے میں علم ہے جنہوں نے اپنے علمی تصنیفی کاموں میں مولانا موصوف سے رجوع کیا اور آپ کے ذریعہ ان کو بہت سی اہم اغلاط پر تنبہ ہوا، جس سے ان کی تالیف وتصنیف کے اعتبار میں اضافہ ہوا۔ اسی شوق وعظمت کی برکت ہے کہ جہاں آپ کو فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب ودیگر اساتذۂ مظاہر پھر اساتذۂ دارالعلوم وقف سے اجازت حدیث حاصل ہے وہیں آپ کی ایک عالی سند حدیث ہے جس میں امام بخاریؒ تک بارہ واسطے ہیں۔

اجازت بیعت وارشاد

بہت سے اہل نظر نے آپ کے اندر پنہاں اعلیٰ صلاحیتوں کو فراست ایمانی سے محسوس کرتے ہوئے آپ کو اجازت بیعت وارشاد کے بارگراں کے تحمل کا اہل سمجھا۔

سب سے پہلے فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفر حسین نوراللہ مرقدہٗ نے بتاریخ یکم شعبان ۱۴۱۵ھ آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔

چنانچہ حضرت کے وصال کے بعد جب حضرات اراکین گرامی مجلس شوریٰ مظاہر علوم (وقف) ۷؍شوال ۱۴۲۴ھ کو مدرسہ میں تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد سعیدی کو مسند نظامت پر بٹھایا گیا تو اس روحانی نسبت پر مجلس شوریٰ نے مندرجہ ذیل تحریر کے ذریعہ اظہار مسرت فرمایا۔

> ''یہ امر تمام اراکین شوریٰ کیلئے باعث صد مسرت ہے کہ الحمد للہ حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے مولانا محمد صاحب کی معنوی وروحانی صلاحیت کی توثیق بصورت خلافت واجازت فرما کر اس روایت کو بھی قائم فرمادیا جو بحمداللہ مدرسہ مظاہر علوم کے نظماء مرحومین کی ہمیشہ خصوصیات میں شامل رہی۔
> حق تعالیٰ انکے روحانی فیض کو بھی ان شاء اللہ مولانا محمد صاحب کے ذریعہ قائم اور باقی رکھے گا۔ آمین''
> (مولانا) محمد سالم　　(مفتی) عبدالقیوم عفی عنہ　　(مولانا) عبداللہ اجراڑوی
> ۷؍شوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۲؍دسمبر ۲۰۰۳ء

اور آپ کے منصب نظامت پر فائز ہونے کے بعد حضرت حافظ ظفر احمد صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی ومشہور ومقبول، مستجاب الدعوات وصاحب کشف وکرامات بزرگ حضرت مولانا شاہ عبداللطیف دامت برکاتہم (دہلی والوں) نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ آپ کو اجازت دینے والے یہ تینوں مشائخ سلسلۂ تھانوی کے درّ یگانہ رئیس المناظرین حضرت مولانا شاہ محمد اسعد اللہؒ (سابق ناظم مظاہر علوم) کے مجاز ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال اور مولانا محمد سعیدی صاحب کے ناظم بننے کے بعد آپ کو سب سے پہلے حضرت مولانا اطہر حسین صاحب دامت برکاتہم نے خلافت عنایت فرمائی۔

حضرت مولانا اطہر حسین صاحب دامت برکاتہم حضرت فقیہ الاسلامؒ کے برادرخورد اور مجاز بیعت ہیں، آپ کو ان کے علاوہ چار دیگر مشائخ سے بھی اجازت حاصل ہے۔ حضرتؒ کے زمانہ میں اصلاحی خطوط کا جواب عموماً حضرت مولانا موصوف ہی تحریر فرماتے تھے۔ حضرتؒ اس بارے میں آپ پر نہایت اعتماد فرماتے بلکہ ایک مرتبہ آپ کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا کہ اصلاحی خطوط کا جواب وہ مجھ سے اچھا لکھتے ہیں۔

نیابت سے نظامت تک

ناظم مدرسہ حضرت فقیہ الاسلام کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو نظام مدرسہ کا کیا ہوگا؟

اس مرکزی خیال نے حضرت والا کی حیات ہی میں مختلف حضرات کو مفاد مدرسہ میں مختلف تدابیر واقدامات پر آمادہ کیا۔

ایک رائے یہ تھی کہ حضرت والا اپنے جانشین کے بارے میں وصیت فرمادیں لیکن اس کے لئے نام جب بھی سامنے آیا تو وہ مولانا محمد صاحب کا تھا بلکہ قانونی مشیر وصیت نامہ مرتب کر کے اس کی تنضید (کمپوزنگ) کرا چکے تھے، حضرت قرابت داری کی وجہ سے اس کو اپنے قلم سے نہیں کرنا چاہتے تھے جب کہ قانونی مشیر ایسے اقدام پر مصر تھے تاکہ بعد میں کوئی خلا پریشانی کا باعث نہ بنے۔

دوسری عمومی رائے یہ تھی کہ حضرت والا کسی کو اپنا نائب بنادیں تو بعد والوں کے لئے اس کو اصل ناظم مان لینا بہت آسان ہوجائے گا۔

اس کے لئے بھی عام طور پر حضرت مولانا محمد صاحب کا نام ہی ایسا تھا جس پر مسلسل اتفاق رائے دیکھنے کو مل رہا تھا اور حضرت والاؒ بھی اگر چہ ان کے نام پر منشرح ومطمئن نظر آتے تھے لیکن قرابت داری کی وجہ سے اس پر تیار نہ ہوئے۔

راقم الحروف کا تقرر جب سے مظاہر علوم (وقف) میں ہوا اس کے کچھ ہی وقفہ کے بعد منجانب اللہ احقر کی یہ پختہ رائے بن گئی تھی کہ مدرسہ مظاہر علوم وقف کے آئندہ ناظم کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد صاحب سب سے موزوں شخص ہیں۔

احقر نے تقریباً ۹ سال قبل حضرت مولانا محمد عبداللہ مغیثی دامت برکاتہم کو اس موضوع پر تفصیلی معروضات اس لئے پیش کیں کہ وہ مدرسہ کے ہمدرد بھی ہیں اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قابل اعتماد مشیر بھی، الحمدللہ حضرت مغیثی صاحب نے بھی حقیر کی رائے سے اتفاق فرمایا۔

اسی طرح حضرت مولانا حکیم محمد عثمان قاسمی (مقیم مدینہ طیبہ) سے اسی انداز کی باتیں مسلسل ہوتی رہی اور انہوں نے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مظاہری مدنی کو اس سلسلہ میں تفصیل سے بتادیا (کیونکہ حضرت

مولانا حبیب اللہ صاحب کو بھی اس موضوع پر نہایت ہی ہمدردانہ فکر لاحق تھی) چنانچہ اس سے قبل کہ وہ ۹ سال کے طویل وقفہ کے بعد ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء میں انڈیا تشریف لانے والے تھے، اس بارے میں بہت مطمئن ہو چکے تھے۔ (جب حضرت مولانا ہندوستان تشریف لائے، مہمان خانہ مظاہر علوم وقف میں قیام فرمایا اپنے وطن اور ہندوستان کے دوسرے مقامات کا سفر کیا، حجاز مقدس کیلئے ان کی واپسی سے ایک روز قبل ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۰ جولائی ۲۰۰۱ء کو مدرسہ کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہونا تھا، حضرت اقدس فقیہ الاسلامؒ مہمان خانہ میں ان کی قیام گاہ پر تشریف لائے، ان کو مادر علمی کی شوریٰ کی ممبری کی پیش کش کی، اور اگلے دن ہونے والی شوریٰ میں ان کو شریک کیا)

بندہ لمبے عرصہ تک یہ سوچتا رہا کہ مدرسہ کے اندر اس کی تائید نہ جانے ہوگی یا نہیں لیکن جب وہ موڑ آگیا جہاں اس موضوع پر بہت صاف باتیں ہونا ضروری تھیں تو یہ دیکھ کر بندہ کی حیرت وخوشی کی انتہاء نہ رہی کہ مدرسہ کے عملہ اور علاقہ وشہر کے عوام میں اس نام پر بحیثیت مجموعی اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب نے حضرت شاہ عبداللطیف صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں بتایا کہ جب پانچ چھ سال قبل میں مقدمات کے سلسلہ میں حضرت کے یہاں دعا کرانے جاتا تھا، میں نے پوچھا کہ مظاہر علوم میں حضرت کے بعد کون؟ تو جواب میں برجستہ فرمایا "مولوی محمد"۔

حضرت مولانا محمد الیاس سورتی نے ماہ شوال ۱۴۲۴ھ میں بندہ کو بتایا کہ اس بارے میں فکر کرنے والے دوستوں کو میں نے چار پانچ سال سے پہلے مشورہ دیا تھا کہ مولانا محمد صاحب کی نیابتِ نظامت کے لئے دعا اور سعی کرو۔

اسی طرح شیخ الحدیث علامہ محمد عثمان غنی صاحب، صدر المدرسین حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، نگراں شعبہ افتاء مفتی مجد القدوس صاحب، صدر القراء قاری محمد ادریس صاحب، مولانا عبدالخالق صاحب، مفتی مظفر الاسلام صاحب کے علاوہ جن اساتذہ وملازمین شعبۂ تدریس، اوقاف، تعلیمات ومالیات وغیرہ سے بارہا اس بارے میں باتیں ہوئی تو سب حضرت مولانا محمد صاحب کے انتخاب کے مشتاق نظر آئے۔

بندہ اس صورت حال سے بہت حوصلہ پا چکا تھا اس لئے جب ۲۹ رصفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۳ رمئی ۲۰۰۲ء کی مجلس شوریٰ سے دو روز قبل حضرت والاؒ نے ایک انتہائی مخصوص مشورہ میں اس سیہ کار کو بھی شامل فرما کر عزت بخشی اور اس بارے میں بندہ کی رائے پوچھی تو احقر نے زوردار انداز میں وہی بات رکھی کہ مولانا محمد صاحب کو نائب ناظم بنادیا جائے اور یہ مسئلہ قطعی طور پر طے کردیا جائے کیونکہ جن کو نائب ناظم طے کیا جائے گا ان کو آئندہ ناظم ماننا آسان ہوجائے گا ان شاء اللہ۔

بندہ نے یہاں تک عرض کیا کہ ہم لوگ عملہ کی طرف سے ایک درخواست گذار دیں لیکن وہ مجلس مشورہ اس بات پر ختم ہوگئی کہ دو روز بعد ہونے والی شوریٰ میں اس مسئلہ کو ملتوی رکھا جائے اور حضرت مولانا محمد عبداللہ مغیثی نے فرمایا کہ کوئی دستخطی تحریک ابھی نہ چلائی جائے۔

بہرحال مرضیٔ مولیٰ حضرات اکابر مجلس شوریٰ نے مفاد مدرسہ میں جو بہتر خیال فرمایا وہ انہوں نے ۱۳رمئی ۲۰۰۲ء کی نشست میں طے کردیا مگر اس کے بعد صورت حال ایسی بنی کہ حضرت فقیہ الاسلام نے اس تجویز کا نفاذ موقوف کر کے حضرات ارکان شوریٰ سے اس تجویز پر نظر ثانی کے لئے مشورے شروع کردئے، ایسی صورت میں حضرات اکابر کو مدرسہ کے عملہ کی طرف سے ایک عرض داشت پیش کرنا ناگزیر ہوگیا تاکہ ان حضرات کو رائے قائم کرنے میں مزید سہولت ہو۔

چنانچہ اس راقم نے چند سطریں تحریر کیں جن کی تائید میں مدرسہ کے بیشتر عملہ نے دستخط ثبت فرمائے بعض حضرات کے دستخط ان کے سفر یا دوسرے معقول اعذار کی بناء پر نہ ہو سکے۔ البتہ ان کی تعداد بہت کم تھی۔

درخواست کا مضمون اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت گرامی عالی مرتبت فقیہ الاسلام حضرت اقدس ناظم صاحب دامت برکاتہم

(ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی!

گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ مدرسہ میں ''نائب ناظم'' کی تقرری کے معاملہ میں جو ناشائستہ انداز رونما ہوگیا ہے وہ تشویش ناک ہے اس لئے ہم یہ چند سطور پیش خدمت کرنے کی جسارت کررہے ہیں، امید کہ اس بےادبی کو درگذر فرما کر ہماری حقیر رائے کو ترجیحی طور پر قابل غور سمجھا جائے گا۔

مجوزہ نائب ناظم کے سلسلہ میں ہماری عرض یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کو اس منصب کیلئے تجویز فرمادیا جائے کیونکہ ہماری معلومات کے مطابق ان کے اندر الحمدللہ علم، عمل، تقویٰ، دیانت کی صفات اور حب مال وحب جاہ سے حفاظت جیسی وہ سب خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ اس باوقار منصب کے اہل ہیں۔

قوی امید ہے کہ اگر ان کو حضرت والا کی سرپرستی وتربیت میں بحیثیت نائب ناظم کام کرنے کا موقع دیا گیا تو وہ اپنی سلامتیٔ طبع اور دیگر خداداد صلاحیتوں کے باعث حضرت والا کے بہترین معاون اور مدرسہ کے مفادات

ورروایات کے امین ومحافظ ثابت ہوں گے ان شاء اللہ۔

ہم سب خدام وملازمین مدرسہ، حضرت مولانا محمد سعیدی زیدہ مجدہ کو ''نائب ناظم''، متعین کئے جانے کی تجویز پیش کرتے ہوئے اس کے منظور کئے جانے کے خواہشمند ہیں۔

امید کہ درخواست ہذا قبول فرمائی جائے گی۔ باقی جیسی رائے عالی ہو۔ والسلام

حضرت والا نے مسئلہ کی اہمیت کو محسوس فرماتے ہوئے ہنگامی طور پر مجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۶ رجون ۲۰۰۲ء کو طلب فرمایا۔ اجلاس بمصالح مدرسہ، جامعہ فلاح دارین الاسلامیہ بلاسپور ضلع مظفر نگر میں انعقاد پذیر ہوا۔

اس میں مجلس شوریٰ نے اپنی سابقہ تجویز کو کالعدم قرار دیا لیکن نئی کوئی تجویز اس سلسلہ میں پاس نہیں کی (معلوم یہ ہوا ہے کہ حضرت والا اس سلسلہ کی نئی تجویز کے بارے میں جلدی بازی سے اتفاق نہیں فرما رہے تھے اسلئے یہ معاملہ اگلی شوریٰ پر موقوف کر دیا گیا واللہ اعلم بالصواب) البتہ اندازہ یہ ہے کہ زبانی طور پر وہ حضرات آپس میں یہ طے فرما چکے تھے کہ آئندہ نائب ناظم حسب طلب اساتذہ وملازمین مدرسہ، مولانا محمد صاحب کو ہی بنایا جائے۔

اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب اگلے روز مولانا محمد سعیدی کے نائب ناظم نامزد ہونے کی غیر مصدقہ بلکہ خلاف واقعہ خبر بعض اَخبارات میں شائع ہوگئی تو حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کی زبان سے خوشی میں نکل گیا کہ جو بعد میں سامنے آنا تھا وہ ابھی قدرتی طور پر شائع ہوگیا۔

نیز جناب مولانا احمد سعید صاحب نے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب سے جب حضرت والاؒ کی طرف سے سال گذشتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۱ رجولائی ۲۰۰۳ء میں ہونے والے اجلاس کے بارے میں عرض کیا کہ اجلاس میں آپ کو ضرور تشریف لانا ہے، مسئلۂ نیابت طے ہونے کی توقع ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہماری طرف سے تو پہلے ہی مولانا محمد صاحب کا نام تجویز ہو چکا ہے۔

بہر حال سال گذشتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ میں شوریٰ کا جو اجلاس منعقد ہونا تجویز تھا اس سے ذرا پہلے چند شعبہائے مدرسہ کے ذمہ داران، حضرت والاؒ سے ملے اور عرض کیا کہ حضرت معلوم ہوا ہے کہ ایک دو روز میں اجلاس شوریٰ انعقاد پذیر ہونیوالا ہے، ہماری عرض ہے کہ جو درخواست عملہ نے پیش کی تھی اس کو منظور فرما کر حضرت مولانا محمد صاحب کو نائب ناظم طے فرمادیا جائے۔

اس اجلاس میں الحمدللہ باقاعدہ طور پر حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کا بحیثیت نائب ناظم انتخاب عمل میں آیا۔ اور اسی دن یہ واضح ہوگیا تھا کہ آئندہ وہی حسب روایت، مدرسہ کے ناظم ہوں گے (ان شاء اللہ)

مولانا محمد سعیدی کی بے نیازی

حضرت مولانا محمد صاحب کے سامنے اس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہے مگر ان کی طرف سے مکمل بے اعتنائی رہی بلکہ ان کی طرف سے ہمیشہ اسی طرح کا تأثر ملتا کہ وہ اس چیز سے بہت دور رہنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ ۱۴۲۳ھ میں ان کے لئے طے ہوا کہ وہ صبح کے چوتھے گھنٹہ میں امور نظامت میں حضرت والاؒ کا تعاون کیا کریں، اس کے باوجود کہ انہوں نے مقررہ گھنٹہ میں اور اس کے علاوہ بھی حضرت کی طرف سے مفوضہ امور کو بحسن وخوبی انجام دیا لیکن دفتر اہتمام میں نشست سے حتی الامکان بچتے رہے۔

جب بعض بے تکلف ساتھی ان سے اس موضوع پر بات کرتے تو وہ دوسرے بڑے اساتذہ میں سے کسی کے نام کی تجویز رکھتے۔

ایک موقع پر ۲۹ ر صفر اور ۲۴ ر ربیع الاول والے وقفہ کے دنوں میں حضرت نے اس موضوع پر مشورہ کیلئے چند منتخب مدرسین وملازمین کو دفتر تعلیمات کے برابر والے کمرہ میں طلب فرمایا ان میں حضرت مولانا محمد صاحب بھی تھے۔

جب بات شروع ہوئی تو ایک صاحب نے کہا کہ بہتر ہوا گر اس مجلس میں مولانا محمد صاحب نہ ہوں۔اس سے واضح ہو گیا تھا کہ گفتگو کا رُخ ان کی ہی حمایت کی طرف ہوگا۔وہ اٹھ کر گئے تو یہ کہتے ہوئے کہ میرے حق میں بالکل نہ رائے قائم کی جائے۔

بہر حال مشورہ میں وہی بات مدرسہ کے عملہ نے رکھی جس کی توقع ہو چکی تھی کہ مولانا محمد صاحب کو نائب ناظم بنایا جائے۔

اجلاس شوریٰ مورخہ ۳۰: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ میں جب حضرت مولانا محمد صاحب کو مدرسہ کا نائب ناظم تجویز کیا گیا اوران کو بلاکر مطلع کیا گیا تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا ”میں اس کا بالکل اہل نہیں ہوں“۔اور آپ آبدیدہ ہو گئے۔ان کی اس کیفیت سے اکابر بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اوران کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

حضرت اقدس مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے آپ کو بہت جامع اور بلیغ انداز میں سمجھایا دوسرے اکابر شوریٰ نے ان کی تائید کی اور بمشکل تمام آپ کو اس کے لئے تیار کیا۔

ایک وقفہ کے بعد ان کی تجویز نیابت کو حضرت والا نے نافذ فرمادیا لیکن ابھی کوئی مستقل نشست گاہ بھی آپ کو نہیں دی گئی تھی کہ سالانہ طویل چھٹیوں کا موقع آ گیا اور ایام تعطیل پورے بھی نہیں گذرے تھے کہ حضرت والاؒ راہیٔ دارالبقاء ہو گئے۔

منصب نظامت پر جلوہ افروزی

حضرت فقیہ الاسلام پر عارضۂ قلب کا شدید حملہ ۲۷ ر رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی شب میں ہوا، سہارنپور میں علاج سے افاقہ ہوا، اس کے بعد حضرت کو دہلی کے مشہور ہسپتال ایسکورٹ میں مزید علاج کیلئے لیجایا گیا۔مگر داعیٔ اجل کے آپکا وقت موعود ٹالا نہیں جاسکتا تھا اور رضا بر قضاء ۲۸ ر رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی دوپہر آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جب یہ خبر سہارنپور میں پہنچی ،شہر کے لوگ عموماً جنازہ سے متعلق کاموں میں مشغول ہو گئے ،موجودہ وزیر جناب بنجے گرگ ،سرکاری افسروں سے شرکائے جنازہ کی متوقع بھیڑ کے بارے میں مشورہ کر کے نظام مرتب کرنے میں لگے ،باشندگان محلّہ مہمانوں کے افطار وسحر اور چائے کے نظام کی فکر میں لگ گئے۔

دوسرے بہت سے لوگوں نے مختلف جگہوں پر فون وغیرہ سے اطلاع کرائی کہ نماز جنازہ وتدفین ،بعد نماز تراویح ہوگی ،شہر کی مساجد میں ،بہت سے لوگ اعلان کراتے رہے۔

الغرض سب لوگ جنازہ سے متعلق امور میں منہمک تھے احقر نے کافی کوشش کی لیکن کسی نے یہ نہیں بتایا کہ اس دوران دو آدمی بھی اس بات پر مشورہ کر رہے ہوں کہ مسئلۂ نظامت وجانشینی کا کیا ہوگا؟

جیسے ہی حضرت کا جسد خاکی دہلی سے براہ کاندھلہ ،شاملی ،تھانہ بھون ،جلال آباد ،نانوتہ ،رام پور ،سہارنپور پہنچا ،اور غسل کا عمل مہمان خانہ مظاہر علوم میں شروع ہوا ،یکا یک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاجی محمد احمد فدا صدیقی (سابق چیرمین ضلع وقف کمیٹی سہارنپور) کے دل میں یہ بات آئی کہ اس وقت کو کام میں لاتے ہوئے اعلان نظامت وجانشینی کر دیا جائے۔

پہلا مرحلہ

حاجی صاحب نے حضرتؒ کے بھانجے وخادم ومعتمد خاص مولانا احمد سعید صاحب ،مدرسہ کے نائب منتظم جائداد واوقاف جناب منشی محمد عارف صاحب ،حضرت والاؒ سے عقیدت مندانہ ودیرینہ تعلق رکھنے والے مخلص ومحترم عالی جناب نواب منصور علی خان صاحب (ایم ۔پی) سے مشورہ کیا تو بالاتفاق طے پایا کہ جب اہلیت وقابلیت اور عمومی رائے ورجحان کے پیش نظر مولانا محمد صاحب کو حضرت کی حیات میں نائب بنادیا گیا تھا تو حسب معمول ان ہی کی نظامت وجانشینی کا اعلان کر دیا جائے۔

جناب شیخ محمد خالد صدیقی نے مائک سے یہ اعلان کیا کہ مولانا محمد صاحب آج سے حضرتؒ کے جانشین اور مدرسہ کے ناظم ومتولی ہیں اور وہی حضرتؒ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے تو ایسا لگا جیسے انہوں نے سب کے دل کی بات کہہ دی یا کہا جائے کہ سب کے منہ کی بات چھین لی ،نہایت والہانہ انداز میں اس تجویز کا خیر مقدم کیا گیا ،ہر طرف سے اس کی پر جوش وپر زور عمومی تائید ہوئی ،بہت سے ممتاز دینی ،علمی ،سیاسی وسماجی حضرات نے مائک پر آکر خصوصی تائید کی اور نئے ناظم ومتولی کے ساتھ ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

دوسرا مرحلہ

نماز جنازہ وتدفین سے دیر رات کو فراغت ہوئی اور اگلے دن ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کی صبح کو

مدرسہ کے قریبی محلّہ وشہر کے معززین، مدرسہ کے بڑے اساتذۂ کرام اور سفر سے واپس آئے ہوئے عملہ کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد صاحب سے ماہ رمضان المبارک کی تنخواہوں کے رجسٹر قبض الوصول پر دستخط کرائے گئے اور عملی طور پر مدرسہ کا انتظام ان کے ماتحت آگیا۔ اس وقت مندرجہ ذیل مضمون کی تحریر پر سب حاضرین نے تائید بھی فرمائی۔

''فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے اچانک حادثۂ وفات بتاریخ ۲۴ رنومبر ۲۰۰۳ء مطابق ۲۸ ررمضان المبارک ۱۴۲۴ھ بروز پیر جو مدرسہ مظاہر علوم وقف کے ناظم اعلیٰ اور متولی تھے ان کی تجہیز وتکفین کے لئے ضلع وصوبۂ اتر پردیش اور دیگر صوبہ جات کے لاکھوں فرزندان توحید تشریف لائے تھے اور تدفین سے قبل ایک عظیم مجمع کی موجودگی نے درگاہ حاجی شاہ کمال الدین سہارنپور میں ایک جلسہ کی شکل اختیار کرلی تھی جس میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے فیصلہ اور مجلس شوریٰ کی تجویز کے مطابق حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے جانشین مولانا محمد صاحب کے مدرسہ مظاہر علوم وقف کے متولی اور ناظم ہونیکا اعلان کیا گیا جسکی تائید مدرسین وملازمین مدرسہ مظاہر علوم وقف، علمائے کرام، دانشوران اور ضلع کے ایم پی منصور علی خان صاحب ودیگر عمائدین ضلع سہارنپور، صوبہ اتر پردیش، دہلی اور دیگر صوبہ جات کے ذمہ داران نے فرمائی اور جلسہ میں شریک فرزندان توحید نے ہاتھ اٹھا کر مولانا محمد صاحب کے ناظم ومتولی ہونے کی تائید کی اور تعاون کا یقین دلایا۔ اس طرح اتفاق رائے کے ساتھ حضرت مولانا محمد صاحب کو ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کی ذمہ داریاں تفویض ہوگئیں، سبھی حضرات نے اپنی دعاؤں کے ساتھ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے بہترین مستقبل کیلئے دعائیں کیں، یہ مجلس بھی تائید کرتے ہوئے درخواست کرتی ہے کہ حضرت مولانا محمد صاحب کو مسند نظامت ومتولی مدرسہ مظاہر علوم کی حیثیت سے باقاعدہ کام کرنے کیلئے مسند پر بٹھادیا جائے، تلاوت کلام پاک سے اس مجلس کا آغاز کیا گیا''۔

اس مجلس میں مدرسہ کے اساتذہ وملازمین کے علاوہ حضرت مولانا اسلام الحق اسعدی، جناب بابو عمران احمد (ایم اے علیگ) مولانا محمد اخلاق صاحب قاسمی (مالکی)، حاجی محمد احمد فدا، حافظ سعید احمد، مولانا محمد یعقوب بلندشہری وغیرہ سینکڑوں ومعززین تشریف فرما تھے۔

اس مرحلہ میں بھی حضرت مولانا محمد صاحب ناظم ومتولی مدرسہ سے رجسٹر قبض الوصول پر محولہ بالا دستخط کرانے کا کام آسانی سے نہیں ہوسکا۔ سب حاضرین کی طرف سے شیخ الحدیث علامہ عثمان غنی صاحب نے عوام وخواص کی طرف سے پیش کئے گئے عدیم المثال اعتماد ومحبت اور حضرت فقیہ الاسلامؒ کے خاندانی وروحانی نسبت کا حوالہ دیتے ہوئے زوردار انداز میں کہا تب انہوں نے دستخط کئے، سفراء سے حسابات جمع کرائے گئے اور آئندہ متوقع عید کے پیش نظر تنخواہیں تقسیم کی گئیں۔

بالآخر حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب میں یہ احساس پیدا ہوگیا کہ اب ان کے کاندھوں پر اس عظیم وراثت علمی وروحانی کا بارگراں آچکا ہے۔ اور اگلے ہی روز انہوں نے نماز عید کے بعد ان تمام جگہوں پر تشریف لیجانے کا اہتمام فرمایا جہاں جہاں حضرت والاؒ عید کے بعد تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت مولانا نصیر الدین صاحبؒ کے داماد جناب حافظ سعید احمد صاحب نے بتایا کہ ہم لوگ اس بار مایوس تھے کہ مولانا محمد صاحب نئی ذمہ داریوں کے بوجھ اور حضرت کی جدائی کے غم میں نڈھال ہیں اسلئے ہمارے یہاں کہاں آجائیں گے لیکن نماز عید کے بعد جب انہیں خوش خبری ملی کہ مولانائے موصوف حضرت کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے آج ان کے گھر بھی تشریف لارہے ہیں تو وہ اوران کے اہل خانہ خوشی سے جھوم اٹھے۔

انہوں نے بتایا کہ اس بار مولانائے موصوف کے ہمراہ احباب ومصاحبین بھی ہماری خوش قسمتی سے خاصی تعداد میں تشریف لائے۔ حالانکہ گھر پر پہلے جیسا اہتمام وانتظام نہ تھا، لیکن الحمد للہ ہمیں یہ نعمت غیر مترقبہ تو حاصل ہوئی ہی، گھر پر کئے گئے مختصر انتظام میں بھی حیرت انگیز خیر وبرکت ہوئی۔

حضرت مولانا محمد صاحب نے ایام تعطیل میں بھی مدرسہ کے ضروری امور انجام دئے، مقدمات کی نگرانی فرمائی اور پہلے سے جاری مقدمات کے سلسلہ میں شعبۂ جائداد کے لوگوں کو عدالت بھیجا، نیز حسب معمول ۴؍شوال المکرّم کو دفاتر کھلواکر مدرسہ کا تعلیمی سال باقاعدہ شروع کرادیا۔

تیسرا مرحلہ

اب تیسرا مرحلہ مسند نظامت پر جلوہ افروز ہونے کا تھا حضرات اکابر مجلس شوریٰ ۷؍شوال ۱۴۲۴ھ کو مدرسہ میں تشریف لائے انہوں نے مندرجہ ذیل تجویز پاس کرکے حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب کے ناظم ومتولی ہونے کی توثیق وتائید فرمائی۔

''مورخہ ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴؍نومبر ۲۰۰۳ء کو جماعت اہل حق کیلئے ایک بڑا المیہ پیش آیا کہ حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جاملے، رب کریم اعلیٰ علیین میں ان کو مقام کریم عطا فرمائے۔ آمین

یہ حادثہ تمام علماء حق کیلئے ایک غیر معمولی صدمہ اور غم ہے کہ جس میں وقت کی ایک عظیم صاحب علم وتقویٰ شخصیت مدرسہ مظاہر علوم وقف کے اکابر واسلاف کی متوکلانہ روایات کی امین ذات والا صفات سے محرومی پر پوری جماعت اور مجلس شوریٰ اور اساتذۂ کرام وطلبۂ عزیز اور عامۃ المسلمین کو جو گہرا صدمہ پہنچا ہے اس پر مجلس شوریٰ دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے اور حضرتؒ کے لئے دعائے مغفرت کے ساتھ پسماندگان کے لئے صبر جمیل اور اجر جزیل کے لئے دعا گو ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کی سابقہ روایات کے مطابق یہ طریقہ رہا ہے کہ جو شخص نائب ناظم کے عہدہ پر فائز ہوتا رہا ہے وہی شخص عہدۂ نظامت پر فائز ہوتا ہے چونکہ حضرت اقدس مفتی مظفر حسین نور اللہ مرقدہٗ کا انتقال پر ملال ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۴ نومبر ۲۰۰۳ء کو ہو گیا ہے۔

جناب مولانا محمد صاحب مدظلہٗ عہدۂ نائب نظامت پر کام کر رہے ہیں سابقہ روایات کے مطابق جناب مولانا محمد صاحب ناظم ومتولی مدرسہ ہو گئے ہیں، جملہ شرکاء مجلس شوریٰ اس امر کی تصدیق وتوثیق کرتے ہیں کہ مدرسہ مظاہر علوم (وقف) کے ناظم ومتولی جناب مولانا محمد صاحب مدظلہٗ ہیں اور حضرت مفتی صاحب کے جانشین ہیں اور بحیثیت جانشین جناب مولانا محمد صاحب کو جملہ کاروائی سرکاری وغیر سرکاری مقدمات وغیرہ میں بحیثیت ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور اور اس سے متعلقہ جملہ اوقاف میں درخواست پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔

مجلس شوریٰ اس پر غیر معمولی طور پر مسرت وخوشی کا اظہار کرتی ہے کہ الحمد للہ جناب مولانا محمد صاحب کی نظامت وتولیت مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے بارے میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ کی نماز جنازہ سے قبل ملک گیر پیمانہ پر حاضرین نے خوش دلی سے تائید کر کے اس مسئلہ کو اور اس فیصلہ کو غیر معمولی طور پر وقیع اور متفق علیہ بنا دیا ہے جو ان شاء اللہ مستقبل میں مدرسہ مظاہر علوم وقف کی عالمی عظمت کیلئے مفید تر ثابت ہوگا۔''

دستخط کنندگان۔ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب، مہتمم مدرسہ گلزار رحیمی، خانقاہ باغ رائے پور

حضرت مولانا محمد عبداللہ مغیثی صاحب، مہتمم جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ میرٹھ

حضرت مولانا قاری سید حبیب احمد صاحب باندوی، مہتمم جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

پھر سب اکابر نے مولانائے موصوف کو اصرار کے ساتھ کہا کہ وہ اس عظیم الشان مرکز علم وتقویٰ کی بابرکت مسند نظامت پر تشریف رکھیں جہاں اب تک مدرسہ کے تمام قدسی صفات نظماء حضرات تشریف فرما ہوتے رہے ہیں۔

حضرت ناظم صاحب کو اس میں زبردست تکلف ہوا۔ اور پھر حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم نے مخصوص انداز میں مولانائے موصوف کو ان کی ذمہ داریوں کا استحضار کرایا اور اپنی پر شکوہ تقریر سے مجبور کر دیا کہ وہ مسند نظامت کو سنبھال لیں، اس موقع پر آپ کے والد ماجد حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کو خاص طور پر

بلایا گیا کہ آپ بھی ان پر اپنا دست شفقت رکھ کر دعاؤں سے نواز دیں۔ بالآخر انہوں نے حضرت والاؒ کی نشست گاہ کے جانب شمال میں جدھر حضرت والاؒ بسا اوقات اپنے قدمین شریفین بھی دراز کرلیا کرتے تھے بیٹھنے کو ترجیح دی، اور آج تک وہ اسی جگہ تشریف فرما ہو کر اللہ کے دین کے اس باعظمت مرکزی ادارہ کی پاسبانی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مدرسہ کا عملہ و باشندگان ضلع وشہر نیز ملک و بیرون ملک کے دیگر متعلقین و ہمدردان مدرسہ پوری طرح ان کے شانہ بشانہ سرگرم عمل اور جذبہ تعاون وفرمانبرداری سے سرشار نظر آتے ہیں۔

حضرت والاؒ کے متعلقین، متوسلین، منتسبین اور تلامذہ ومجازین و ہمدردان مدرسہ یہاں تشریف بھی لاتے ہیں اور ناظم صاحب کو اپنے یہاں بلانے کا بہت اہتمام کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانائے موصوف کے لئے ایسی محبوبیت اتاری کہ بعض بڑے مدارس بھی ان کو حضرت والا کی طرح عزت دیتے ہیں۔

اس سال کے شروع میں جامعہ اسلامیہ ریڑھی کے مہتمم عارف باللہ حضرت مولانا محمد اختر صاحب قاسمی، صدرالمدرسین حضرت مولانا قاری عاشق الٰہی صاحب، حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب، حضرت مولانا ابوالحسن صاحب جیسے بڑے اساتذۂ حدیث افتتاح بخاری شریف کے لئے حضرت والاؒ کی جگہ، حضرت مولانا محمد صاحب کو دعوت دینے کیلئے صبح کو تشریف لائے جب تک حضرت مولانا دارالعلوم شاہ بہلول میں افتتاح بخاری میں جا چکے تھے تو ان حضرات اجلہ علماء نے ظہر کے بعد تک مدرسہ ہی میں رک کر ان کا انتظار کیا اور بعد نماز ظہر مولانائے موصوف سے اور علامہ محمد عثمان غنی صاحب سے ملاقات وجامعہ کے لئے افتتاح بخاری شریف کی تاریخ متعین کرانے کے بعد تشریف لے گئے۔

مقام شکر رب العالمین ہے کہ ان حضرات کے دل میں مولانائے موصوف کے بارے میں ایسی عظمت ومحبوبیت اتاردی کہ انہوں نے اپنے اکرام واہتمام کے ساتھ ان سے وقت لیا۔

استاذ الاساتذہ، محدث جلیل، عارف وقت حضرت مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اور حضرت فقیہ الاسلام میں جو عارفانہ محبت جانبین میں تھی وہ بھی ایک بڑی وجہ حضرت کے وہاں تشریف لے جانے کی ہوتی تھی لیکن احقر کا خیال ہے کہ حضرت والا کا وقت لینے کے لئے ان حضرات کو اتنے انتظار کی نوبت کبھی نہیں آئی ہوگی جتنا انتظار ان حضرات نے حضرت مولانا محمد صاحب کے لئے ازراہ محبت فرمایا۔

الغرض ہر طرف خوشی اور اطمینان کا ماحول ہے، حجاز مقدس میں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم کو جب اس فیصلہ کا پتہ چلا تو انہوں نے اظہارت مسرت کے ساتھ فرمایا کہ یہی ہونا چاہیے تھا۔

حضرت مولانا تقی الدین صاحب مظاہری ندوی اعظمی نے متحدہ عرب امارات سے حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کو تعزیتی فون کیا اور کہا کہ بیٹا لائق ہے تو اسی کو ناظم بنا دیجئے بہت اچھا ہے۔

گذشتہ دنوں بمبئی سفر کے دوران حضرت قاری ولی اللہ مظاہری طال بقاءہ نے اپنا یہ تأثر ناظم صاحب کے بارے میں بیان کیا اور دعا دی کہ استعداد ہے اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

بعض صالح حضرات پر منامات ومبشرات کے ذریعہ اس حسن انتخاب کی تائید غیبی کا انکشاف ہوا ہے۔

(ملاحظہ ہو''بشارات رحمت''مطبوعہ سہارنپور)

اللہ رب العزت قدم قدم پر ان کی نصرت فرمائے، ان کو اس ادارہ کی خدمت کے لئے بیحد قبول فرمائے اور ان تمام اکابر ومعاونین کو خوب خوب اجروثواب مرحمت فرمائے جنہوں نے اس ادارہ کی بناء واستحکام اور وسعت وترقی کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑے جن پر چلنا ہم سبھوں کے لئے بڑی حد تک آسان ہے۔

نئے نظام کے تحت مدرسہ میں تعلیم، تعمیر اور تکرار ومطالعہ ونظام امتحان میں کی گئی خوش آئند اصلاحات ومستعدی نے مدرسہ کے وقار ونیک نامی کو دوبالا کیا ہے۔

اولیات

موجودہ ناظم ومتولیٔ مدرسہ حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب میں کم از کم تین چیزیں ایسی امتیازی پائی جاتی ہیں جن کو مظاہر کی تاریخ نظامت میں ان کی اولیات کہا جا سکتا ہے۔

الف: آپ اتنی کم عمر کے سب سے پہلے ناظم مظاہر علوم ہیں۔

ب: بحیثیت مجموعی پورے عملے نے ایک عرضی پیش کر کے آپ کو نائب ناظم بنائے جانے کی درخواست کی۔

ج: اللہ تعالیٰ نے آپ کی نظامت کی تائید پہلے ہی مرحلہ میں بیک وقت عوام وخواص کے لاکھوں کے مجمع سے کرائی۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء . وان کرہ الاعداء من کل حاسد۔

☆☆☆☆

حضرت فقیہ الاسلامؒ کے سانحۂ ارتحال پر ملک اور بیرون ملک سے سینکڑوں تعزیتی خطوط اور فون وفیکس ادارہ کو موصول ہوئے، ادارہ کی خواہش اور تمنا تھی کہ اس مؤقر اور تاریخی نمبر میں مراسلہ نگاروں کو بھی نمائندگی کا موقع دیا جائے لیکن اگر من وعن خطوط شائع کیے جاتے تو رسالہ کی ضخامت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی۔ اس لئے آئندہ صفحات میں سینکڑوں خطوط کے تلخیص شدہ اہم اجزاء اور اقتباسات ہدیۂ ناظرین با تمکین ہیں۔ (ن۔م۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہم ہردوئی

مکرمی جناب مولانا اطہر حسین صاحب زید لطفہٗ السامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فون کے ذریعہ مکرمی جناب مفتی مظفر حسین صاحب کی رحلت کا علم ہوکر بہت ہی صدمہ وافسوس ہوا، اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو مدارج عالیہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، خبر ملتے ہی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی سعادت ملی، مدرسہ میں بھی موجودین نے ایصال ثواب کیا اور دعائے مغفرت کی ایسے مواقع پر چند کلمات بسلسلہ تعزیت تحصیل ثواب کی غرض سے عرض کرنے کا معمول ہے چنانچہ مسطور ہے۔

(۱) اِنَّ لِلّٰہ ما اخذ ولِلّٰہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمیً فلتصبر ولتحتسب

(۲) بدوی بزرگ نے جو تعزیت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش کی تھی وہ بھی تحریر ہے۔

وخیرٌ مِّن العَبَّاسِ اَجرُکَ بعدہٗ وَاللّٰہُ خیرٌ مِنکَ لِلعَبَّاسِ

(۳) ایسے مواقع کے لئے اکابر کی تعلیمات سے ایک مضمون مرتب کر کے شائع کر دیا گیا ہے ان کی دو تین کاپی مرسل ہیں، مفتی صاحب کے متعلقین کو سنوا دی جاوے یا دیدی جاوے ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا یعنی تخفیف غم میں مدد ملے گی۔ والسلام

ابرار الحق

مورخہ ۲۹/رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

مطابق ۲۴/نومبر ۲۰۰۳ء بروز منگل

علاج الغم والحزن (یعنی) پریشانی کا علاج

مرتبہ:۔ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہم العالی

دنیا ایک پریشانی وغم کا نام ہے، دنیا میں رہ کر کسی نہ کسی طرح کی فکر اور پریشانی ضرور لاحق ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی کوشش کرنا کہ کسی قسم کی تکلیف یا غم کی بات لاحق نہ ہو یہ بیکار ہے۔ البتہ یہ ضرور ہوسکتا ہے کہ پریشانی وغم

کی بات سے جو اثر ہوتا ہے اس سے انسان محفوظ ہو جاوے یعنی پریشانی کی بات ظاہر ہو مگر اس کو پریشانی نہ ہو یہ بات صرف دو باتوں کے پیش نظر رکھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

اول :۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم ہے ہر قسم کا تصرف بندہ پر فرما سکتے ہیں جو کچھ ہوتا ہے اس کے حکم سے ہوتا ہے بغیر اس کے حکم کے ذرہ بھی نہیں ہل سکتا۔

دوم :۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ حکیم بھی ہے ان کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اس میں ضرور مصلحتیں ہوتی ہیں جن کے جاننے کا انسان نہ مکلّف ہے اور نہ ان کا جاننا ضروری ہے۔

ان دو چیزوں کو ذہن میں بار بار سوچنا چاہئے کہ ہر وقت یا خیال کرنے پر یہ دونوں باتیں سامنے آجائیں۔

اب جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچئے کہ یہ بحکم خداوندی ہوا جیسا کہ پہلی بات میں کہا گیا پھر یہ سوچئے کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہے گو ہم کو علم نہ ہو۔ اس طرح ان شاء اللہ تعالیٰ جسم کو تکلیف کے باوجود دلی پریشانی نہ ہوگی اس کی مثال اس طرح پر ہے کہ عاقل شخص کے آپریشن ہوتا ہے اور یہی آپریشن نافہم بچہ کے ہو وہ کیونکہ مصلحت سے واقف نہیں ہوتا اور یہ جانتا نہیں کہ اس میں میری مصلحت ہے اس لئے وہ گالی تک دے دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصلحت کا خیال سکون بخش ہوتا ہے ان کو بھی اختیار کرے خصوصاً دعا خوب کرے کیونکہ یہ بڑی مؤثر چیز ہے نیز امور ذیل کے اضافہ سے بفضلہٖ تعالیٰ بہت جلد سکون ہو جاتا ہے۔

(۱) نفل نماز کی کثرت کرنا۔

(۲) ذکر اللہ کی کثرت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرنا کسی تعداد کی قید نہیں اور نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے مثلاً سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ یا دَرود شریف جو جی میں آئے پڑھنا۔

(۳) اجرِ آخرت کا تصور خیال رکھنا اگر کسی بچہ کا انتقال ہو گیا ہو یہ سوچنا کہ یہ قیامت میں شفاعت کریگا۔

(۴) زندوں میں سے جس سے اُنس ہو اس کا تصور و خیال انتقال کرنے والے کی یاد کے وقت رکھنا۔

(۵) یا حی یا قیوم کا وِرد کثرت سے رکھنا کم از کم شب و روز میں پانچ سو مرتبہ اور ایک نشست میں سو مرتبہ۔

(۶) ''حیات المسلمین'' کے باب صبر و شکر کا مطالعہ کرنا اسی طرح تبلیغ دین کے باب صبر و تفویض کو دیکھنا۔

(۷) اہل اللہ اور کاملین کی ورنہ صالحین کی صحبت میں بیٹھنا۔ اس خیال سے کہ ان کے قلبی برکات کا عکس میرے قلب پر پڑے اگر صحبت کا موقع نہ ملے تو ان کے مواعظ و ملفوظات دیکھنا۔

احقر ابرار الحق عفا عنہ

شعبہ نشر و اشاعت ''مجلس دعوۃ الحق'' ہردوئی یوپی

حضرت مولانا سید محمد رابع الحسنی الندوی مدظلہٗ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم الرحمٰن الرحیم

محترم ومکرم جناب مولانا اطہر حسین صاحب زیدت مکارمہٗ عافاکم اللہ من سوء ومکروہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے بعض حضرات اہل تعلق کے ذریعہ آپ کے برادر معظم، ناظم جامعہ مظاہر علوم وقف حضرت مفتی مظفر حسین کی وفات کی خبر رنج اثر ملی انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. للہ ما اخذلہ ما اعطی. وکل شیء عندہ لاجل مسمیٰ ،اللہ تعالیٰ ان کو خاص عطیہ عفو ورحمت سے نوازے اور ان کی نیکیوں کا اجر اضعافاً مضاعفہ عطا کرے ان کی وفات سے علماء حق کے زمرہ میں سے ایک عظیم شخصیت اٹھ گئی اور اس کا خلاء ہوگیا، آپ کیلئے تو ایک بھائی کی جدائی کا رنج ہے لیکن پورے زمرہ علماء کے لئے بھی یہ صدمہ کی بات ہے۔

میری طرف سے اور میرے رفقاء کی طرف سے دلی تعزیت قبول کریں اور پس ماندگان کو میری طرف سے احساسات تعلق ورنج پہونچائیں۔ والسلام

مخلص محمد رابع حسنی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مورخہ ۲۴/۱۰/۱ھ

مولانا شفیق احمد المظاہری امارت شرعیہ آسنسول (مغربی بنگال)

”آپ کی ذات گرامی آسمان علوم نبوت کا آفتاب وماہتاب تھی، آپ کی علمی روشنی سے آج ہزارہا علمی ستارے ملک وبیرون ملک میں درخشندہ ہیں، حضرت والا ایک ایک حدیث مبارکہ سے سینکڑوں جزئیات ترمذی شریف کے درس کے درمیان برجستگی کے ساتھ بیان فرماتے جاتے اور طلبہ کے ذہنوں میں بالترتیب نقش ہوتے جاتے تھے۔

نہایت نرم خو، کم گو ہونے کے باوجود آپ کے رعب کا یہ عالم تھا کہ دار الطلبہ جدید یا قدیم میں داخل ہوتے تو طلبہ کے سرنگوں ہونے کا منظر لائق دید ہوتا تھا۔

حضرت کو اپنی ذمہ داری کی فکر ہمہ وقت دامن گیر رہتی تھی تعلیم وتربیت، علم ظاہری وباطنی سے طلبہ مزین ہوکر یہاں سے جائیں بڑی ہی حکمت ومحبت کے ساتھ اس کی سعی فرماتے تھے اور کارکنان کے حالات وضروریات کا خیال فرماتے، ماتحت حضرات اپنی باتیں نہایت اطمینان کے ساتھ عرض کرلیتے تھے۔

آپ کی مجلسیں شکوہ اور گلہ سے پاک ہوتیں، اور آخرت کے فکر کی باتیں اصلاح وذکر وشغل کا ماحول اور مدرسہ کی ترقی کا ہمہ دم خیال رہتا تھا غرض کہ اپنی ذات کو عوام اور مدرسہ کیلئے پوری طرح وقف کرچکے تھے“۔

محمد اعظم خان وزیر اتر پردیش

’’حضرت مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے انتقال اندوہناک خبر مجھ کو ایک صاحب کے ذریعہ ملی، قوم کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور آپ حضرات کو صبر دے آمین‘‘۔　　محمد اعظم خاں

مولانا عبداللہ الحسنی رابطہ الادب الاسلامی، پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

’’کل ہی حضرت مفتی صاحب کے سانحۂ ارتحال کی خبر ملی انا للہ وانا الیہ راجعون. للہ ما اخذلہ ما اعطی. وکل شیء عندہ لاجل مسمیٰ ۔مفتی صاحب جیسے بزرگ ومحترم شخصیت کا چلے جانا بڑے خسارے کی بات ہے۔اکابر کی سرپرستی کی جس وقت بڑی ضرورت تھی ایسے وقت میں ان حضرات کا اٹھ جانا سب کا نقصان ہے اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق۔

یکم شوال ۱۴۲۴ھ دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی

جناب مولانا ممشاد علی قاسمی، جناب مولانا محمد اسمٰعیل صادق، جناب مولانا میر زاہد مکھیالوی

’’سیدنا فقیہ الاسلام حضرت الشیخ مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحۂ رحلت پوری ملت اسلامیہ کیلئے المیہ اور اتنا بڑا نقصان ہے کہ جس کو سوچ کر دل لرز اٹھتا ہے حضرت رحمہ اللہ مرجع خلاق ومنبع رشد وہدایت تھے جن سے خواص وعوام کی ایک بہت بڑی تعداد فیضیاب ہو رہی تھی ۔حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی سادہ وپاکیزہ زندگی مشائخ ومتقدمین کی یاد تازہ کرتی تھی جن کے وہ سچے جانشین تھے۔

مظاہر علوم کے بحرانی دور میں انہوں نے جس طرح بہترین انتظام کے ساتھ عزم محکم اور استقلال واستحکام کا نمونہ پیش کیا اس سے یقین ہے کہ آج وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور اس عظیم ادارہ کے بانیوں اور اکابر کے رُوبرو سرخ رو خوش اور مطمئن ہوں گے ان شاء اللہ۔

ہم بقلب حزین آپ کو اور آپ کے جملہ اکابر واصاغر اہل خانہ کو تعزیت پیش کرتے ہیں حالانکہ ہم خود غم سے نڈھال ہیں اور خود بھی تعزیت کے مستحق ہیں ہم اپنے مشفق، مربی اور ہمدرد سرپرست سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔　　مورخہ ۲۰۰۳/۱۱/۲۸ء

مولانا محمد صفات اللہ صاحب، جامعہ علوم شرعیہ مدنی دار القرآن مئو ناتھ بھنجن

’’حضرت مولانا مرحوم علو علم کے منصب پر ایسے فائز تھے جیسے آفتاب رسالت ﷺ سے پورے عالم کو روشنی ملتی تھی اور ان کا لقمۂ اجل ہونا آج کے موجودہ علماء کرام کے لقمۂ اجل کے مترادف ہے اور ایک ذی استعداد

عالم کی موت پورے عالم کی موت ہے، مرحوم کی علمی صلاحیت اوران کی کارکردگی اور علمی خدمات فتاویٰ نویسی بلاشبہ آسمان کے تاروں کی طرح دیدہ زیب اور قابل اطمینان ہوتے رہے ہیں اس لئے یہ حادثہ آج کے موجودہ دور میں بالخصوص فتاویٰ نویسی کے لحاظ سے بہت ہی سنگین اوراہم ہے انا للہ وانا الیہ راجعون. ایسے ذی استعداد علم وعمل کی شخصیت جو بلاشبہ ایک منفرد حیثیت کے مالک تھے جس قدر افسوس اور صدمہ ہوکم ہے، اللہ رب العزت اپنے ایسے ذی علم لائق تحسین وستائش شخصیت کی مغفرت فرما کر انہیں اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ ترین جگہ عطا فرمائے، آج مرحوم کی جدائی سے جوخلا پیدا ہوا ہے وہ وحدۃ الوجود سونے کو ذرہ اور ہر ذرہ کو سونا بنا سکتا ہے اسی کی قدرت اور اختیار میں سارے عالم کی ہر ہر چیز ہے اور جس طرح چاہے رکھے اور جب چاہے لے لے۔ باقی ہماری یہ دعا ہے کہ اس ذات گرامی کا بدل جو صحیح معنوں میں نعم البدل ہو آپ کے مدرسہ کو عطا فرمادے اور حالات کو اور ماحول کو خوش گوار بنائے رکھے، تاکہ علمی تشنگی ہر خاص وعام کی بجھ سکے، اور آپ کے ادارہ کو ہر طرح کی ترقیات اور کامیابیوں سے نوازتا رہے''۔ مورخہ ۲۷/نومبر ۲۰۰۳ء

جناب احمد اشفاق صاحب علی گڑھ

''حضرت اقدس مفتی صاحب کے سانحۂ ارتحال کی خبر نے دل ہلادیا، شدید غم ورنج وملال ہے، ملت اسلامیہ ایک نابغۂ روزگار ممتاز عالم دین، فقیہ عصر اور ایک ایسے شفیق وحلیم بزرگ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئی جس کی معیت میں اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی، یہ ناقابل تلافی خسارہ ہے''۔

عبدالقدوس صاحب رومی مدظلہٗ العالی، مفتی شہر جامع مسجد آگرہ

''حضرت مفتی صاحب کے اعمال واخلاق تو ایسے ہی تھے جیسے اہل جنت کے ہوسکتے ہیں پھر وفات رمضان کے عشرۂ مغفرت میں ہوئی ہے ان کی مغفرت وبخشش تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہو ہی جائیگی اس وقت دل ودماغ پر مدرسہ کے مستقبل کا خیال چھایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے، مفتی صاحب نے بڑے سخت حالات میں اسے فتنوں سے بچائے رکھا ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا یہ کارنامہ عنداللہ اجر عظیم کا موجب ہوگا''۔

حضرت مولانا محمد اعلم صاحب مہتمم دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد

''حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری نوراللہ مرقدہٗ وبرداللہ مضجعہٗ کے انتقال پر ملال کی خبر سنتے ہی احقر وحضرت شیخ مولانا نسیم احمد صاحب مدظلہٗ وحضرت مفتی عبدالرؤف صاحب ودیگر اساتذہ کرام ۲۸/رمضان ۱۴۲۴ھ رات نو بجے سہارنپور پہونچکر حضرت مرحوم کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل رہی، مگر کثرت اژدحام وحضرت شیخ مدظلہٗ العالی کے ضعف وعلالت کی وجہ سے تدفین کے بعد آپ حضرات سے ملاقات نہ ہوسکی اور رات ہی کو مرادآباد واپسی ہوئی۔

آج مورخہ ۱۱رشوال المکرم ۱۴۲۴ھ کو مدرسہ کھلنے پر حضرت مرحومؒ کے سلسلہ میں ایک تعزیتی میٹنگ حضرات اساتذہ کرام و منتظمین وطلباء کی منعقد ہوئی جس میں حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر مکمل روشنی ڈالی گئی اور ملت اسلامیہ کا عظیم نقصان قرار دیتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد عتیق صاحب مظاہری استاذ مدرسہ ہذاوخلیفہ (حضرت مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے دعاء مغفرت کرائی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان وہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے''

مورخہ ۱۱رشوال ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا محمد الیاس صاحب، جامعہ اسلامیہ بیت العلوم پیپلی مزرعہ

''حضرت مفتی صاحب، موصوف الحمدللہ عرفان وآگہی کا سرچشمہ، زہد وتقویٰ کی علامت، دیانت وامانت، خلوص ومہر ومحبت، رواداری کے ایک عظیم علمبردار، جلیل القدر عالم دین، عمل صالح اور جہد مسلسل کے آئینہ دار تھے، بیشک وہ شیخ وقت بھی تھے۔ ان کا حادثۂ وفات مسلمانوں پر بجلی بن کر ٹوٹا، فضا سوگوار ہوگئی، ہندوستان بھر کے دینی حلقوں میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی، ہر چہرہ اداس اور ہر آنکھ اشک بار نظر آنے لگی۔

افسوس صد افسوس مسلمانوں پر یہ حادثہ ایسے وقت میں گذرا جب کہ تعلیمی، تبلیغی، اصلاحی میدان میں حضرت مفتی صاحب کی روحانی قیادت کی سخت ضرورت تھی، بلاشبہ ان کا حادثہ وفات نہ صرف ملت اسلامیہ ہند بلکہ مسلمانان عالم کوملول ومغموم کر گیا ہے، عالم اسلام کا یہ نقصان ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

حضرت والا کو ہمارے اس جامعہ بیت العلوم اور اس کے ذمہ داران سے بے حد محبت ولگاؤ تھا، جب بھی حضرت والا سے میری ملاقات ہوتی، بے حد محبت وشفقت سے پیش آتے تھے، اور کچھ نہ کچھ ضرور محبت سے کھلاتے پلاتے تھے۔

یہاں جامعہ بیت العلوم پیپلی میں حضرت والا کی وفات حسرت آیات پر ایک تعزیتی جلسہ کا اہتمام کیا گیا جس میں جملہ اساتذہ وطلباء اور بستی وقرب وجوار کے عوام وخواص نے شرکت فرما کر قرآن پاک، کلمہ استغفار، آیت کریمہ، درود شریف پڑھ کر حضرت والا کو ایصال ثواب کیا اور دعاء مغفرت بھی کہ رب کریم مرحومؒ کی کروٹ کروٹ مغفرت فرما کر درجات بلند فرمائے، نیز اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔

جناب مولانا محمد ممتاز علی المظاہری، مہتمم معہد البنات یعقوبیہ یکہتہ ضلع مدھوبنی بہار

''حضرت مفتی صاحبؒ میرے رفیق درس تھے اور مجھ سے کافی لگاؤ تھا یہی وجہ تھی کہ میں سال میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور حضرت مفتی صاحبؒ سے شرف ملاقات حاصل کرتا تھا، مدرسہ معہد البنات میں بچے بچیوں

اوراساتذہ کرام سے قرآن خوانی کرواکر مرحوم کے لئے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔اور رب کریم سے دعا کرتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے بعد حضرت مولانا محمد صاحب کو جو ذمہ داری دی گئی ہے رب کریم اسے مبارک کرے اور شرور وفتن سے حفاظت فرمائے۔

مولانا عبدالواحد صاحب الجامعۃ الاشرفیہ، روضۃ العلوم ٹانڈہ بادلی رام پور

''جس وقت حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال پر ملال کی خبر پہونچی تو سبھی حضرات کے قلوب کو بے حد صدمہ پہونچا، فوراً ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، جامعہ ہذا کے اساتذہ کرام وطلباء نے شرکت کی اور چونکہ خادم مدرسہ مظاہر علوم سے فارغ التحصیل ہے اور حضرت مفتی صاحبؒ کے اخلاق کریمانہ ومشفقانہ سے بے حد متاثر تھا، اس لئے اساتذہ کرام وطلباء کی موجودگی میں دکھ کا اظہار کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے بھتیجے مولانا محمد صاحب کو ناظم اعلیٰ منتخب کرلیا گیا ہے بے حد خوشی ہوئی، میں اور اراکین جامعہ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حسن انتظام کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مفتی صاحبؒ کی قبر کو نور سے منور فرمائے''۔

مورخہ ۱۸؍شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا فضیل احمد صاحب قاسمی، جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ علماء ہند، نزیل برطانیہ

''حضرت اقدس مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال کی خبر نے ہزاروں متعلقین متوسلین کے دلوں پر بجلی گرادی سارا ماحول سوگوار ہوگیا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ایسی روح فرسا خبر تھی کہ سارا برطانیہ، افریقہ، کناڈا جہاں جہاں فون پر اطلاع دی لوگ حیرت میں پڑ گئے، اکثر مساجد ومدارس میں اب تک دعائیں اور ایصال ثواب کی مجلسیں ہورہی ہیں، برطانیہ میں برما کے فضلاء جو حضرت سے متعلق تھے، مسلسل ختم شریف وغیرہ کررہے ہیں، میرا حال تو اب تک خراب ہے سوچتا ہوں تو کلیجہ منھ کو آتا ہے کہ دنیا میں اب ہمارا ایسا سرپرست جو ہر غم وخوشی کا سہارا ہو، نہ رہا''۔

فضیل احمد قاسمی نزیل برطانیہ

مورخہ ۱۸؍شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ

مولانا انوار احمد صاحب مظاہری مکتبہ شمع ہدایت پوہدی بیلا ضلع دربھنگہ (بہار)

''ابھی چندروز قبل بعض ذرائع سے مفتی اعظم استاذ مکرم حضرت ناظم صاحب کی وفات حسرت آیات کا علم ہوا، سن کر ہوش اڑ گئے، مگر موت برحق ہے، قضاوقدر کے آگے انسان بے بس ہے، آج جبکہ چند جملے لکھنے بیٹھا ہوں تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا لکھوں، دل ودماغ پر فکر وخیالات کا ہجوم برپا ہے کہ یا اللہ ہم متعلقین کے

سر سے ایک روحانی باپ کا سایہ ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا اور ہم سب یتیم ہو گئے حضرت والا کی ذات گرامی مادر علمی جامعہ مظاہر علوم کی آخری کڑی تھی، حضرت کی رحلت سے جہاں مدرسہ خالی ہو گیا وہیں ملت اسلامیہ کا بھی ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔

میں سب سے زیادہ حضرت کی جس خوبی سے متأثر ہوا وہ ان کا اتھاہ علم اور طریقۂ تدریس تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں نے پورے سال میں کسی بھی کتاب کا ایک بھی سبق ناغہ نہ ہونے دیا، اللہ رب العزت مادر علمی کو نعم البدل عطا کرے اور بہر نوع ترقیات سے ہمکنار کرے، شریروں کی شرارت اور مفسدوں کے فساد سے اپنے حفظ وامان میں رکھے، حضرت کیلئے قرآن پاک ختم کر کے ایصالِ ثواب کا سلسلہ جاری ہے اللہ پاک حضرت والا کی مغفرت فرمائیں ان کے درجات بلند فرمائے، ابرار وصالحین کی معیت نصیب فرمائے اور ان کی تُربت کو ہر آن اور ہر گھڑی تر وتازہ رکھے آمین''۔ مورخہ ۱۱؍شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

جناب مفتی سمیع الحق صاحب قاسمی مفتی مدرسہ مدنی دار القرآن مئوناتھ بھنجن (یوپی)

''بذریعہ اخبارات حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے انتقال پر ملال کی اندوہناک خبر ملی، عجیب سا دھچکا لگا...... کہ جو پرانے تھے بادہ خوار وہ سب اٹھتے جاتے ہیں ...... یہ ایک ایسا علمی خلا اور نقصان ہے جس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے، سہارنپور ہمیشہ سے معدن علم وفن اور علماء کا مرکز، ان کا مولد اور مسکن رہا ہے جن کا ملک میں دین واسلام کی ترویج وترقی اور اس کی نشر واشاعت میں اہم کردار رہا ہے۔

جب بندۂ ناچیز ۱۹۷۱ء میں دار العلوم دیو بند میں زیر تعلیم تھا اس وقت مظاہر علوم میں یہ چند عظیم ہستیاں مرجع خلائق تھیں جن کی زیارت اور ان حضرات سے شرف لقاء حاصل کرنے ان کی دعائیں لینے کیلئے جایا کرتا تھا ان میں محدث جلیل حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم، عارف باللہ مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ تھے، حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے آگے پیچھے دائیں بائیں حضرت مفتی صاحب ہی نظر آتے تھے جو حضرت کے معتمد علیہ اور معتمد خاص تھے، ان کے علم وعمل، تقویٰ وطہارت اور فتویٰ پر حضرت شیخ کو پورا اعتماد تھا۔ مفتی صاحبؒ کی پاکیزگی مسلّم تھی، تقریباً نصف صدی سے ان کا علمی فیض جاری تھا جو ۲۴؍نومبر ۲۰۰۳ء کو ختم ہو گیا جو پوری امت مسلمہ کے لئے خسارہ کا سبب ہے، مفتی صاحبؒ انتہائی مقبول اور ہر دلعزیز تھے جن کی مقبولیت کا اندازہ ان کی نماز جنازہ میں لوگوں کی کثیر تعداد سے ہوتا ہے''۔

مولانا عبدالرحمٰن کنگی بانی الجامعۃ الاسلامیۃ کلیۃ الندوۃ ندوہ نگر شولگری، ہسور دھرمپوری، تمل ناڈو

''حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے انتقال کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا، یہ درست ہے کہ اس دنیا

میں جو بھی آتا ہے وہ ایک دن اپنے خالق حقیقی سے جاملتا ہے لیکن ان میں سے بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی جدائی کا غم عالمگیر ہوتا ہے، اس کے نہ ہونے سے دنیائے علم وعمل کی بہار جاتی رہتی ہے اور سارا عالم سوگوار ہوجاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آفتاب تھا جس سے پوری کائنات انسانی پرنور تھی، اس کے جانے سے دنیا تاریک ہوگئی، ایک مرجع خلائق تھا جو باقی نہ رہا، ان ہی گنے چنے افراد میں سے حضرت مفتی صاحبؒ تھے آپ کی وفات کی خبر سنتے ہی ادارہ سوگوار ہوگیا اور حضرت مفتی صاحب کیلئے ادارہ میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور بلندئ درجات کیلئے دعا کی گئی''۔

تعزیتی تجویز اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور

''گندمی رنگ، میانہ قد، میانہ رو، کتابی چہرہ اور اس پر روشن آنکھیں یہ تھی لفظی تصویر اس بلند قامت شخصیت کی جسکو اندرون وبیرون ملک مفتی مظفر حسین کے نام سے جانا جاتا تھا، آپ نامور اسلامی ادارے مظاہر العلوم (وقف) سہارنپور کے ناظم اعلیٰ تھے، آپ ایک جید اور باعمل عالم دین تھے، ایک شمع جس سے بے شمار چراغ روشن تھے، آپ کے علم وعمل کی روشنی میں بے شمار طالبان حق پورے ایمان ویقین کیساتھ صراط مستقیم پر رواں ہوجاتے تھے۔

مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ (اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو اپنی بیکراں رحمتوں سے نوازے) کے اس عالم فانی سے رخصت ہوجانے کے بعد محفل رشد وہدایت میں جو خلا واقع ہوا تھا آپ نے اس کو بطریق احسن پورا کیا۔ آپ کی سادگی میں بلا کی کشش تھی، آپ کی محفل کی گرمی اور آنچ آپ کے گہرے عشق رسول کی غماز تھی۔

آپ کے انتقال کی خبر نے بلاتفریق مذہب وملت ساری دنیا میں رنج والم کی لہر دوڑادی، اہالیان سہارنپور خاص طور پر مغموم تھے اور ہر آنکھ اشکبار تھی، قبرستان حاجی شاہ کمال میں آپ کی تدفین ہوئی، بے شمار افراد آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور کی مجلس منتظمہ اس سانحۂ عظیم پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتی ہے۔

ہم دعا گو ہیں کہ قادر مطلق مفتی مظفر حسین صاحبؒ کو اپنے جوار رحمت بلند درجات عطا فرمائے اور جملہ متعلقین وپسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے نیز عالم اسلام کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے'' (آمین)

(حاجی) محمد الیاس (ایڈوکیٹ نوٹیری سہارنپور) منجانب: اراکین وعہدیداران مجلس منتظمہ

(حاجی) انوار احمد انصاری (پیٹرول پمپ والے) سہارنپور اسلامیہ انٹر کالج سہارنپور

مولانا جلیل احمد صاحب مظاہری، ناظم مدرسہ مفتاح القرآن بندر جوڑ، ضلع ہریدوار

وجناب حافظ فرید احمد صاحب پردھان بندر جوڑ سرپرست مدرسہ قادریہ مظہر العلوم

''حضرت فقیہ الاسلام کی ذات گرامی منبع خیر وبرکات، مجموعہ حسنات اور مرجع خلائق تھی، وہ عوام وخواص کے علاوہ مختلف سیاسی سماجی اور ادبی حلقوں میں عقیدت ومحبت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور حضرت والا آنے والے ہر شخص سے اخلاق محمدی کے مطابق تواضع، گفتگو اور ضیافت فرماتے تھے۔

جامعہ مظاہر علوم ایک عظیم دولت سے محروم ہو چکا ہے جنہوں نے مدرسے کے نوک وپلک اور بال وپر کو سنبھالنے اور سدھارنے میں ایک مجدّ دانہ کردار ادا فرمایا اور مظاہر علوم کے قضیہ نامرضیہ کے موقع پر حضرت والا نے جس ثابت قدمی بلند ہمتی اور عزم وحوصلہ کا مظاہرہ فرمایا وہ حضرت ہی کا خاصہ تھا آپ کے اندر صبر وتحمل، رفق ونرمی کی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں''۔ مورخہ ۵/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

مولانا توفیق اسلم صاحب مدرسہ تصحیح القرآن (وقف) قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

''حضرت والاؒ کے مشورہ کے بعد دل کو تسلی ہو جاتی اس پر عمل کی فکر ہوتی کبھی کبھی حضرت کی صحبت میں بیٹھ کر حضرت کی زیارت سے دل اتنا نرم ہوتا کہ خود بخود آنسو جاری ہو جاتے اور رونا آتا۔ حضرت والاؒ بنظر محبت وشفقت توجہ فرماتے تھے۔''

جناب مولانا محمد اختر صاحب، مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ

''حضرتؒ کی شفقتیں ہم خدام پر کچھ اس طرح تھیں کہ حضرتؒ کی عدم موجودگی ہم خدام کیلئے بیحد بےچینی کا باعث بنی۔ بعد نماز تراویح ریڑھی کے باشندگان کی ایک معتد بہ تعداد اور جامعہ میں موجود ملاز مین نماز جنازہ اور تدفین میں شریک ہوئے، حضرت مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ بھی اپنی پیرانہ سالی اور ضعف کے باوجود نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ بندہ اپنی شرعی مجبوری (اعتکاف) کی بناء پر نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکا جس کا قلق زندگی بھر رہے گا۔ حضرتؒ نے مدرسہ مظاہر علوم کے جن حالات کو انگیز فرمایا اس طرح کہ سخت سے سخت موقع پر پیشانی پر نا گواری یا غم محسوس نہیں ہونے دیا اور اپنی جانب سے کبھی اس واقعہ نامرضیہ کا ذکر نہیں فرمایا۔

حضرتؒ جامعہ کے تمام اساتذہ ومنتظمین سے بے حد شفقت، مروت، رواداری کا معاملہ فرماتے اور کبھی ہم خدام کو مایوس نہ فرماتے، شعبان ۱۴۲۳ھ میں ختم بخاری شریف کے موقع پر جامعہ میں اپنی کمزوری وضعف کے باوجود بشاشت کے ساتھ جو کلام فرمایا، سننے والے سب حیران تھے کہ اس ضعف میں یہ طاقت غیبی یا کرامت ہی ہو سکتی ہے۔ حضرتؒ کو اللہ نے صبر وتحمل، اخلاق کریمانہ، عفو وصفح کے ساتھ انتظام وانصرام کا جو عجیب ملکہ عطا

فرمایا تھا وہ بہت کم دیکھنے میں آیا۔ دعا ہے کہ تمام متعلقین بہر نوع کو توفیق مرحمت فرمائے اور حضرتؒ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے وصال سے جو عظیم خلا واقع ہوا اللہ اس خلا کو پر فرمائے۔

مولانا محمد سعیدی کی جانشینی پر ہم سب خدام کو بے حد خوشی ہے۔ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بار امانت کو خوش اسلوبی سے تحمل کی طاقت عطا فرمائے اور راستہ کی ہر مشکل کو آسان فرمائے اور حوصلہ، اخلاص اور اسی خاموشی کیساتھ اس خدمت کو انجام دینے کی توفیق بخشے جیسے حضرتؒ تاحین حیات انجام دیتے رہے۔

آج بعد نماز فجر تمام طلبہ واساتذہ نے حضرتؒ کے ایصال ثواب کیلئے قرآن پاک ختم کرکے ایصال ثواب کیا اور مغفرت کی دعاء کی''۔

۲۲ رشوال المکرم ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا عمید الزماں صاحب قاسمی کارگزار صدر تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیو بند

''حضرت مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پر میں اپنی اور تمام ذمہ داران وکارکنان تنظیم کی طرف سے دلی تعزیت پیش کرتا ہوں، حضرت موصوف نے تنظیم کے ایک دو پروگراموں میں بھی شرکت فرمائی تھی، اور ہمیشہ ہم پر بزرگانہ شفقت کا مظاہرہ فرماتے اور تنظیم کے ذمہ داران وکارکنان کو اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازتے تھے۔

۲۰۰۰ء میں الامام محمد قاسم النانوتویؒ کے پروگرام کے موقع پر حضرتؒ نے اپنی جیب خاص سے رقم بھی عطا فرمائی اور اپنے بعض خلفاء کو بھی خصوصی تلقین فرمائی تھی کہ وہ اس سلسلے میں تنظیم کا ہر ممکن تعاون فرمائیں، علاوہ ازیں میں ذاتی طور پر بھی حضرت سے خصوصی تعلق محسوس کرتا تھا کیونکہ میرے برادر بزرگ حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کا حضرت مفتی صاحب سے ہمیشہ گہرا تعلق رہا۔ وہ آخری دم تک مظاہر علوم وقف کی شوریٰ کے ممبر اور حضرت مفتی صاحب کے ہمراز اور رفیق کار رہے۔

تقریباً دو سال قبل ایک موقع پر سہارنپور حاضر ہوا تو مہمان خانہ مظاہر علوم میں حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا جہاں آپ نے از راہ کرم وخورد نوازی ہم لوگوں کی موجودگی کی اطلاع پا کر خود قدم رنجہ فرمایا تھا۔

بظاہر حضرت مفتی صاحب کا سایہ ہمارے سر سے اٹھ گیا ہے مگر ان کے اوصاف حمیدہ مثلاً غزارات علم، مطابقت علم، مطابقت قول وعمل، اتقاو پرہیزگاری، شغف فی الاذکار، بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر غایت درجہ کی شفقت، مہمان نوازی خورد نوازی اور ان جیسے بے شمار اوصاف تھے جنہیں دیکھ کر اولیاء سابقین اور اسلاف صالحین کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک میں بھی مرجع خلائق بن گئے تھے، ہزارہا لوگوں نے آپ سے شفائے روحانی حاصل کی اور ہزارہا ہزار اس کے متمنی تھے، آپ کے یہ اوصاف حمیدہ ہم سب ہی کیلئے نقش راہ ہیں اور رہیں گے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے متصف ہونیکی توفیق عطا فرمائے (آمین)

جناب مفتی احمد خانپوری صاحب، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل، ضلع نوساری، گجرات

''جامعہ مظاہر علوم وقف کے ناظم اعلیٰ حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ کی وفات کی خبر ماہ رمضان المبارک کے آخر میں سن کر دلی رنج وقلق ہوا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آپ کی دینی و علمی خدمات کو حسن قبول عطا فرما کر بلند درجات سے نوازے اور تمام متعلقین اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ دعائے مغفرت کے ساتھ ساتھ ایصال ثواب بھی کیا گیا اور دیگر حضرات سے بھی اس کی درخواست کی گئی''۔ ۱۲؍شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا خلیل احمد صاحب مظاہری، جامع العلوم، جامع مسجد پٹکاپور، کانپور یوپی

''بذریعہ اخبارات رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع مدرسہ جامع العلوم پہونچی مدرسہ کھلنے پر اساتذہ کرام کا ایک تعزیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی منظور احمد صاحب مظاہری، حضرت مولانا عبد القیوم صاحب مظاہری اور مولانا وکیل احمد قاسمی ودیگر اساتذہ نے حضرت مفتی صاحبؒ کی رحلت پر اظہار افسوس کیا اور دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے''۔ ۲۰ شوال ۱۴۲۴ھ

حضرت مولانا محمد ہاشم القاسمی، ایڈیٹر ماہنامہ ''الفیصل'' حیدرآباد

''اخبارات کے ذریعہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے انتقال کی خبر سے بڑا دکھ ہوا، حضرت مرحوم فقیہ النفس عالم اور مذہبی پیشوا تھے۔ ان کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے بظاہر اس کا پُر ہونا مشکل ہے اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرمائے''۔ یکم دسمبر ۲۰۰۳ء

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب، مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ خادم العلوم باغونوالی، مظفر نگر

''حضرت مفتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ) جیسے اہل اللہ کے سایۂ عاطفت کا ہمارے سروں سے اٹھ جانا کسی طرح بھی ایک ملی حادثۂ فاجعہ سے کم نہیں، یقیناً یہ اہل ہند کیلئے خصوصاً اور پوری ملت کے لئے عموماً ایک خسران عظیم ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موحوم ومغفور کو ان کے مرتبے کے موافق پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے جزائے خیر عنایت فرمائیں اور اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائیں، مدرسہ میں قرآن خوانی کرکے ایصال ثواب کردیا گیا ہے''۔

جناب قاری محمد ریاض مظاہری صاحب، ندوۃ لکھنؤ

''کل یہ جانکاہ خبر سننے کو ملی کہ مفکر ملت، استاذ مکرم محسن معظم حضرت ناظم صاحب اس دارفانی سے کوچ فرما گئے اور اللہ تعالیٰ کے جوار میں تشریف لے گئے، قلب پر بے حد اثر ہے، دل یہ قبول کرنے کو بالکل تیار نہیں کہ حضرت والا کی اب کبھی یہاں زیارت نہ ہو سکے گی جب میرا یہ حال ہے تو آپ حضرات کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے تشنۂ تکمیل کاموں کی آپ حضرات کے ذریعہ تکمیل فرمائے''۔

جناب مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری، دارالعلوم مرکز اسلامی رلجہ پور، الہ آباد

''حضرۃ الاستاذ الفقیہ المحدث مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ و برد مضجعہ کا سانحۂ ارتحال ایک بڑا علمی دینی اور ملی سانحہ ہے ''موتُ العالِم موتُ العالَم'' کا قول درحقیقت اسی موقع کے لئے ہے مگر کیا عرض کروں کہ اس ناچیز کیلئے یہ اتنا بڑا ذاتی سانحۂ جانکاہ اور صدمۂ دل فگار ہے کہ طبیعت قابو میں نہیں ہے، اسی وجہ سے خط لکھنے میں بھی تاخیر ہوئی کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں اور کس کو لکھوں؟ جو خود مستحق تعزیت ہو وہ کس کی تعزیت کرے اور کیونکر کرے؟ اہل دل، اہل تقویٰ، اہل اخلاص، اصحاب تحقیق علماء ایک ایک کر کے پچھلے دو تین سال کے عرصے میں اس تیزی سے اٹھے اور جو باقی ہیں وہ اٹھتے جارہے ہیں کہ .... خاکم بدہن ...... امت اسلامیہ کی کشتی اس بد دینی بلکہ دین و اخلاق سے بیزاری کے طوفانی دور میں ہچکولے کھانے لگی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے درس کی علمی موشگافیاں، فقہی نکتہ سنجیاں پھر ان کے اخلاق کریمانہ، شفقتیں، عنایتیں، خورد نوازیاں اور مشکل وقت میں اعتماد و توکل علی اللہ کی تلقین اور تسلی کے خنک جملے یاد آتے ہیں اور دل مسوس کر رہ جاتا ہے کہ اب وہ کہاں ملیں گے۔ دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت مفتی صاحبؒ کے درجات بلند فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں''۔

جناب محمد ندیم شیروانی دہلی

''بندہ حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال پر فرط غم میں ڈوب گیا ہے۔ بندہ کو اطلاع جب ملی جب تدفین ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آنجناب کو حضرت مفتی صاحبؒ کا قائم مقام و بدل بنائے۔ آمین''

جناب محمد عثمان صاحب، نیشنل سکریٹری سماجوادی پارٹی

''اخبار کے ذریعہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر بہت ہی افسوس کے ساتھ پڑھنے کو ملی، حضرت مفتی صاحب اس زمانہ کے سچے اللہ والے اور ولی وقت تھے، ان کے ہر عمل سے اسلام کے

شعائر ظاہر ہوئے تھے ان کے انتقال سے جو ملت اور مدرسہ مظاہر علوم کو نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے، اللہ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں ساتھ ہی قوم اور ملت کو جو نقصان ہوا اسے پُر کردیں! میں آپ کے درد وغم، رنج والم دونوں میں برابر کا شریک ہوں۔"

جناب مولانا محمد نسیم رحمانی القاسمی دارالعلوم وقف دیوبند

"فقیہ الاسلام عارف باللہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا انتقال پرملال ہم لوگوں کیلئے یقیناً حزن وملال کا باعث ہے لیکن انسان کیا کرسکتا، چونکہ باری تعالیٰ کا نافذ کیا ہوا اصول وضابطہ ہے کل نفس ذائقة الموت اور دوسری طرف حضرت حق نے کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذو الجلال والاکرام کے ذریعہ اعلان فرما کر صبر کی تمہید قائم فرمائی اور فاصبر صبراً جمیلاً فرما کر صبر جمیل اختیار کرنے کا حکم دیا۔ حضرتؒ کی موت عالم کی موت ہے (موتُ العَالِم موتُ العَالَم) حضرت فقیہ الاسلامؒ علم وفن اور معرفت وتصوف، زہد وتقویٰ یہ جملہ اوصاف آپ کی فطرت ثانیہ بن گئے تھے۔ آپؒ پوری امت کیلئے بے مثال رہنما، قائد، محسن اور مرشد تھے"

جناب منشی عبدالغفور صاحب ناظم مدرسہ انوار القرآن نعمت پور، ڈاکخانہ خاص، ضلع سہارنپور

"حضرت اقدس فقیہ ملت مفتی مظفر حسین صاحب مرحوم ومغفور ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کی جامع شخصیت کسی بھی طرح تعارف کی محتاج نہیں وہ اپنی ذات میں ایک مقبول عالم دین، ماہر تعلیم فقیہ معروف، ممتاز دانشور اور اعلیٰ درجہ کے منتظم ومتقی تھے، ۲۴ رنومبر بروز پیر کو جب دن کے ایک بجے بذریعہ فون حضرت مفتی صاحب کے انتقال کی اندوہناک خبر ملی تو مدرسہ میں جتنے طلباء اساتذہ اور دیگر احباب موجود تھے سب کے سب دم بخود رہ گئے، فی الفور حضرت کی روح انور کو ایصال ثواب اور مغفرت وبلندئ درجات اخروی کی دعائیں کی گئیں"۔

جناب منشی محمد سراج السالکین صاحب، ناظم مدرسہ کنز العلوم بسکی کلاں، الہ آباد

"رئیس الاتقیاء شیخ المشائخ، پیر طریقت حضرت ناظم صاحب کے سانحۂ ارتحال کی خبر سن کر پاؤں تلے زمین نکل گئی کہ میں ہمیشہ کیلئے حضرت کی زیارت سے محروم ہوگیا، حضرت کی وہ بے پناہ شفقتیں ومحبتیں ایک ایک کرکے یاد آنے لگیں جو احقر پر فرمایا کرتے تھے۔ جاتے ہی حضرت شفقت کا ہاتھ سر پھیرتے تھے، خادم کو فوراً حکم فرماتے انکا انتظام کرو، کھانا کھلاؤ۔ آہ وہ محبتیں وشفقتیں ہمیشہ کیلئے لے کر چلے گئے اس وقت دل بے قابو ہے، اب کون مجھ جیسے ناکارہ کی قدر کرے گا کون سینہ سے لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے

اورؒ رت کے فیض کو جاری وساری فرمائے، حضرت شیخ پیرومرشد حضرت مولانا قمر الزماں صاحب نے آپ کو سلام اور پیار کیا ہے اور صبر کی تلقین کی ہے"۔ ۲؍شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

حضرت مولانا احمد نصر بنارسی، ناظم مدرسہ عربیہ امدادیہ بنارس یوپی

"استاذ مکرم مخدوم گرامی جانشین اسعد حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے انتقال کی خبر کلفت اثر سے میرے دماغ پر بڑا اثر ہے، آپ حضرات پر کیا گزر رہی ہوگی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلندتر فرمائے، حضرت مفتی صاحبؒ کا وصال کسی فرد خاندان یا گروہ کا نقصان نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا خسارہ ہے۔ ۳؍شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا محمد اظفر جمال صاحب مہتمم مدرسہ کرامتیہ جلال پور، ضلع امبیڈنگر یوپی

"حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ رحلت کی اطلاع بذریعہ اخبارات ہوئی، انتہائی افسوس ہے، اس قحط الرجال کے دور میں حضرت مفتی صاحبؒ کی ذات گرامی روشن مینارہ تھی، اللہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام سے سرفراز فرمائے"۔

جناب مولانا محمد اسعد اللہ صاحب قاسمی، مہتمم جامعہ طیب الامین سونس، ضلع رانچی

"یہ خبر بجلی بن کر گری اور رنج وغم کے بادل اس طرح چھائے کہ دل ودماغ بالکل ماؤف ہوگئے کہ مربی اعظم فقیہ الاسلامؒ اس دنیائے فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اس عظیم نقصان پر ہم تمام اساتذہ وکارکنان جامعہ طیب الامین دعاگو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے ان کے درجات کو بلند مقام عطا فرمائے ان کی قبر کو نور سے بھردے اور ان کے طریق کار پر ہم سب کارکنان کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنا آسان فرمائے۔ جامعہ میں ختم قرآن کرا کے بلندیٔ درجات کی دعا کی گئی۔ ۱۲؍شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا محمد سلیم قاسمی ناظم مدرسہ جامعہ دار الحفّاظ دیوبند

"مجھے یہ خبر سن کر یقین نہیں ہوا کہ حضرت فقیہ الاسلامؒ کا وصال ہوگیا ہے کیونکہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ میرے لئے والد ماجد کا مقام رکھتے تھے۔ ۲۵؍رمضان المبارک تک خیریت معلوم کرتا رہا، بعدہٗ احقر کی مصروفیت بڑھ گئی۔ یہ اندوہناک خبر جوں جوں یقین میں تبدیل ہوتی گئی تادم تحریر بیمار ہوگیا ہوں ہمت نہیں ہے، ان کی والہانہ محبت اور شفقت پدری سے محروم رہ گیا ہوں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"۔

جناب حکیم محمد کلیم اللہ صاحب انونہ ہاؤس، سول لائن، علی گڈھ۔

''سانحہ ارتحال حضرت مولانا شاہ مفتی مظفر حسین صاحبؒ کی خبر سے محزون ہوا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے نیز درجات علیا سے نوازے۔ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے شعر پر اس تعزیتی خط کو ختم کرتا ہوں۔ ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا اور مظہر در حقیقت گھر گیا''

مورخہ ۲۳؍شوال ۱۴۲۴ھ

جناب حافظ جمیل احمد صاحب ناظم مدرسہ جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ، سہارنپور

''رمضان المبارک کے اختتام پر حضرت اقدس فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین کے سانحہ ارتحال سے شدید صدمہ ہوا، جامعہ میں اس حادثہ کو عالم اسلام کے لئے نہایت عظیم خسارہ شمار کیا گیا، یہ خسارہ ایسا خسارہ ہے، جس کی تلافی یقیناً مشکل ہے۔

جامعہ میں موصوف کیلئے دعاء مغفرت وتعزیتی مجلس کا اہتمام کیا گیا کہ باری تعالیٰ حضرت موصوفؒ کو جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے''۔ مورخہ ۲۳؍شوال ۱۴۲۴ھ

جناب ندیم احمد صاحب صدیقی دوحہ قطر

''حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال پر ملال کی خبر دل پر بجلی کی طرح گری ہے جن کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر ان کو وہاں اعلیٰ درجات عطا فرمائے (آمین) یہ ایک ایسا خلاء پیدا ہوگیا ہے جس کا پُر ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے لیکن اللہ رب العزت قادر مطلق ہے ہم گنہگاروں کیلئے نعم البدل عطا فرماوے''۔ مورخہ ۳۰؍۱۱؍۲۰۰۳ء

جناب مولانا نفیس الحق مظاہری مدرس مدرسہ اسلامیہ کنز العلوم جہانگیر آباد ضلع سیتاپور

''یہ خبر معلوم ہوکر بے حد رنج وافسوس ہوا کہ ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو دوپہر ایک بجے مرشدی ومولائی فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

افسوس کہ علم وعرفان کا مہر درخشاں ایک عرصہ تک عالم کو منور فرما کر روپوش ہوگیا۔ اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)''

۱۱؍شوال المکرّم ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا محمد ساجد صاحب، مدرسہ اسلامیہ عربیہ بدر العلوم حاجی قنوج (یوپی)

''فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃً کا سانحۂ ارتحال ہمارے لئے روح فرسا ہے کیونکہ ہم ایک عالم جلیل یگانۂ روزگار شخصیت سے محروم ہوگئے۔

حضرت مولانا موصوفؒ علم واخلاق شرافت وانسانیت کے پیکر تھے آپ کی علمی وفقہی ودینی بصیرت اور مدبرانہ سرپرستی وقیادت میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کامیابیوں کی منزل طے کررہا تھا، حضرت مولانا نے دورۂ حدیث شریف کی اکثر کتابیں پڑھائیں جس میں سنن ترمذی شریف کو۳۳ بار پڑھایا اور کئی کتابیں بھی تصنیف فرمائیں جس میں سے فضائل مسواک اور فضائل تہجد قابل ذکر ہیں''۔

جناب الحاج نور محمد صاحب صدیقی، بمبئی

''یہ اندوہناک خبر سن کر دلی صدمہ ہوا کہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ اس دنیا سے رحلت فرماگئے اس خبر سے دلی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔''

جناب حامد اخلاق صاحب، مدرسہ منبع العلوم اٹاوہ، یوپی

''عید کے دن مفتی مظفر صاحبؒ کی وفات کا علم ہوکر سخت صدمہ ہوا۔ ملت اسلامیہ کے لئے بڑا خسارہ ہے ایسی جامع رجال شخصیت مشکل سے تیار ہوتی ہے اللہ نے ان کو بڑی جامعیت عطا فرمائی تھی وہ مظاہر کے اس بحرانی دور میں جس استقامت سے اپنے موقف پر قائم رہے اور مظاہر کے مزاج اور بزرگوں کے معنوی سرمایہ کی جو حفاظت کی وہ اپنی آپ مثال آپ ہے۔''

حضرت مولانا حکیم محمد عرفان الحسینی قاسمی دواخانہ، ۸۰ کولوٹولہ اسٹریٹ کولکتہ

''حضرت مولانا مفتی مظفر حسین علیہ الرحمہ کی وفات کی خبر سے طبیعت بے حد غمگین ہے یہ اتنا عظیم ملی سانحہ ہے کہ اس کے اظہار کیلئے الفاظ نہیں۔

ان کی سادگی، اظہار تعلق کا انداز اور اس کو نبھانے کا طریقہ، سب کو ساتھ لیکر چلنے کا مزاج، اپنے آپ میں بے نفسی، خوردنوازی کیا کیا صفتیں بیان کی جائیں بہرحال انکی جدائی کا غم عرصہ تک رہے گا سچ ہے خدا بے نیاز ہے بندہ محتاج۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر مسلمان مستحق تعزیت ہے''۔ یکم دسمبر ۲۰۰۳ء

جناب مولانا محمد شعیب رحمانی مدرسہ دار القرآن مدرسہ عظمتیہ انصار نگر نوادہ

''حضرت الشیخ مفتی صاحبؒ کی وفات کی خبر ملی، دل صدمہ سے چور ہوگیا ایسی عظیم المرتبت اور قابل قدر شخصیت کا عالم دار الفناء سے رخصت ہونا اور بزرگوں کا ظل عاطفت سر سے اٹھنا ہماری بد قسمتی کی علامت ہے''۔ ۱۰ر ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

جناب حکیم مولانا احمد اللہ خانصاحب حمیدی، صدر مہتمم جامع مظاہر العلوم حیدرآباد پاکستان

''یہ خبر اگرچہ تاخیر سے ملی کہ بڑے بھائی حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کا اخیر رمضان میں انتقال ہوگیا انا لله وانا الیه راجعون۔ بڑے بھائی مفتی صاحب کے انتقال پرملال کی خبر سے اول وہلہ میں گویا پاؤں تلے کی زمین نکل گئی، آنسو بہتے رہے، بے قراری پیدا ہوگئی، بار بار انا لله وانا الیه راجعون وِردِ زبان ہوگیا، اللہ تعالیٰ بڑے بھائی مفتی صاحبؒ کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس نصیب کرے آمین۔

بڑے بھائی مفتی صاحبؒ بے شمار خیر وخوبیوں کے حامل تھے، علم وعمل، فضل وکمال کا مجسمہ تھے، ہردلعزیز تھے، اپنے پرائے سب کیلئے خیر وبرکات کا محور تھے، ظاہری باطنی کمالات سے اللہ پاک نے خوب ہی نوازا تھا، ہم سب اعزہ واقارب کے درمیان بڑے بھائی مفتی صاحبؒ کے انتقال پرملال سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ ناقابل تلافی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بھائی مفتی صاحبؒ کے فیوض وبرکات سے اقارب، اجانب، عوام وخواص سب ہی مستفید ومستفیض تھے، بھائی مفتی صاحب کی وفات سے عامۃً بلاتخصیص سب ہی محروم ہوگئے لیکن قوم کس کی تعزیت کرے، ہم تو سب ہی محزون ومغموم ہیں بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے اور مابعدہٗ محروم ومفتون نہ فرمائے آمین۔

یہاں مدرسہ ہذا میں قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کیا گیا اللہ پاک قبول کرے اور درجات کو بلند وبالا فرمائے آمین''۔ ۲۹ ؍شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

الجامعۃ العربیۃ الاسعدیۃ زینت الاسلام، رنگون، برما

''حضرت الاستاذ، مولانا قاری حافظ مفتی مظفر حسین صاحبؒ، مدرسہ مظاہر علوم وقف کے ناظم اعلیٰ جو گذشتہ چند سالوں سے باوجود انتہائی ضعف واضمحلال کے منصب نظامت پر انتہائی توجہ وانتظام سے جلوہ افروز رہے۔

بالآخر ۲۸ ؍رمضان المبارک کو راہی جنت ہوگئے انا لله وانا الیه راجعون۔

حضرت کی غیر معمولی شفقتیں جو مجھ ناکارہ پر تھیں، ان کے اظہار کے لئے زبان وذہن میں طاقت نہیں، حق یہ ہے کہ میں بھی اور میری طرح ہزاروں دوسرے حضرات ایک استاذ شفیق باپ کے سایہ سے محروم ہوگئے، اللہ پاک ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مراتب علیا سے سرفراز فرمائیں۔ دعا اور ایصال ثواب کا سلسلہ جاری رہے''۔

محتاج دعا:۔ یوسف اسعدی ناظم جامعہ اسعدیہ ، محمد سورتی نائب ناظم جامعہ اسعدیہ

محمد آدم ظہیر الدین محمد شریف محمد عیسیٰ محمد حسین محمد موسیٰ

مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی کی مجلس منتظمہ کے اجلاس منعقدہ ۱۲رشوال ۱۴۲۴ھ میں جو تجویز تعزیت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے متعلق منظور ہوئی وہ درج ذیل ہے۔

''ماہ رمضان المبارک کی ۲۸رتاریخ میں حضرت مولانا مفتی مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے۔

اخبارات کے ذریعہ اس کا علم ہوا، مولانا موصوف جید عالم دین عظیم فقیہ اور محدث تھے، علوم عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، مدرسہ امینیہ کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس ان کے انتقال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اوران کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اوران کے غم میں برابر کا شریک ہے، رب العزت ان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اورامت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)''۔ ۶رذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا شمس الہدیٰ صاحب مدرسہ رحمانیہ سوپول بیرول دربھنگہ بہار

''فقیہ الاسلام حضرت مفتی مظفر حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے وصال کی خبر معلوم ہوئی، بے انتہاء صدمہ پہونچا، حضرت مفتی صاحبؒ کا وصال عالم اسلام کیلئے عظیم سانحہ ہے، ہرفرد تعزیت کا مستحق ہے، یہاں بار بار ختم قرآن وایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا اوران شاء اللہ آئندہ بھی ہوتا رہیگا، حضرت مفتی صاحبؒ کے اہل خاندان، معتقدین ومتوسلین کو اور مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے تمام اساتذہ وطلبہ کو ہم تمام خدام مدرسہ رحمانیہ سوپول کی جانب سے بھی تعزیت پیش ہے''۔ مورخہ ۶رذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا مفتی محمد خبیر صاحب مظاہری ندوی، دارالبحوث العلمیہ تمبور سیتاپور

''دوشنبہ کی شام کو والد محترم نے غیر معمولی اندوہناک خبر سنائی کہ فقیہ دوراں، مخلص زماں، مرشد ومربی حضرت العلامہ الحافظ القاری، المفتی الحاج مظفر حسین صاحب جواب تک دامت برکاتہم تھے وہ اللہ کو پیارے ہوکر رحمۃ اللہ علیہ ہوچکے ہیں۔

خبر کیا تھی کہ پورا جسم ہل گیا، اور تلاوت سے فراغت کے بعد مغرب سے عشاء تک کا وقفہ ایسا گذرا کہ مجھے پتہ نہیں چلا بھوک وپیاس مٹ چکی تھی، بہت مشکلوں سے عشاء کی نماز اور تراویح کیلئے خود کو تیار کیا اور پھر یہاں کی سب سے بڑی جامع مسجد میں تراویح سے فراغت کے بعد تمام مصلیان اور علماء کرام، حفاظ عظام اوراساتذہ کرام ومدارس اسلامیہ، اکیڈمی اور مختلف تنظیموں کے ذمہ داران کی موجودگی میں تعزیتی جلسہ کرکے حضرت کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

استاذ محترم حضرت ناظم صاحب کی وفات حسرت آیات سے جتنا دکھ مجھ ناچیز کو پہنچا ہے وہ اوروں کو نہیں

پہونچا ہوگا کیونکہ حضرت سے خصوصی تعلق اور مظاہر علوم وقف حضرت کے پاس مسلسل آمدورفت وہ اسباب تھے جو مجھے دارجدید چھوڑ وانے میں اولیت کے حامل تھے، لیکن میں نے بھی دارجدید کی ملازمت کو چھوڑ نا مناسب سمجھا لیکن اپنے استاذ محترم سے تعلق، یہاں کی آمدورفت اور حضرت سے ملاقات اور حاضری کو ترک کرنا گوارہ نہیں کیا، کیونکہ ؎

اے طائر لا ہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتا ہی

اب حضرتؒ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن حضرت کی ایک ایک مشفقانہ رحیمانہ اور تربیتی اَدا رَہ رَہ کر یاد آرہی ہے اور مجھے مجبوراً یہ تحریر کرنا پڑ رہا ہے کہ میں یہ تعزیت نامہ آپ کو نہیں بلکہ خود کو تحریر کرر ہا ہوں کہ جتنا رنج وغم حضرت کے پسماندگان کو ہے ان سے کہیں زیادہ رنج وغم حضرت کے ایسے لاکھوں مریدین اور مسترشدین اور خدام کو ہوا ہے جن کو حضرت سے خصوصی تعلق تھا۔

ان شاء اللہ عید کے بعد والے جمعہ کو اہتمام اور انتظام سے ایک اجتماعی قرآن خوانی اور تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا جائیگا جس میں پورے ضلع کے نمائندہ حضرات خصوصیت سے شریک ہوں گے۔

حضرت والا کے اوصاف، حضرت کا محبوبانہ، والہانہ اور معشوقانہ تربیتی انداز، خفگی کے عالم میں مسکراہٹ اور مخالف سے بھی حلم و بردباری کا مظاہرہ ہر وارد وصادر اور حاضر و غائب کیلئے ترقیات کی دعاء، حضرت کے وہ سنہرے کارنامے ہیں جو رہتی دنیا کو یاد آئیں گے۔ اور رَہ رَہ کر رُلائیں گے۔

حضرت ناظم صاحبؒ جہاں فقہ کے امام دَوراں تھے وہیں حدیث شریف کے زبردست ماہر اور جامع ترمذی شریف کے نکات و رموز کے اپنے وقت کے ابن تیمیہؒ تھے، اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے،،۔

مورخہ ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا عتیق احمد خان صاحب فیض آبادی، جامع مسجد مالیر کوٹلہ پنجاب

’’تین یوم قبل اخبار پنجاب کیسری جالندھر کی اطلاع کے مطابق حضرت الاستاذ والمحترم بقیہ السلف یکے از اولیائے عہد حاضر، صاحب القاء والمرتاض، مولانا الحاج الحافظ والقاری المفتی مظفر حسین المظاہری علیہ الرحمۃ والغفران جوار رحمت میں جا پہنچے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ جل شانہ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے،،۔

یکم شوال المکرم ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا امام الدین صاحب، مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن ومدرسۃ الصالحات، وزیر پورہ آگرہ

''بزرگوں کے سائے سے ہم لوگ محروم ہوتے جارہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جو جگہ ان بزرگوں کی رحلت کے بعد خالی ہوتی ہے وہ جگہ پر نہیں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے''۔ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

جناب مولانا سید محمد افروز عالم صاحب مظاہری مدرسہ تجوید القرآن، مونگیر بہار

''حضرت الاستاذ فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے حادثہ جانکاہ کی مصدقہ خبر بہت ہی تاخیر سے ملی جو باعث رنج وغم وحزن ملال ہوئی۔ کل مدرسہ تجوید القرآن مونگیر بہار کے جملہ طلبہ واساتذہ نے ختم قرآن کے ذریعہ حضرتؒ کیلئے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کی''۔

جناب مولانا سید عبداللہ صاحب مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور یوپی

''حضرت مفتی صاحبؒ کی تعزیت کا سب سے زیادہ مستحق اپنے آپ ہی کو سمجھتا ہوں مفتی صاحبؒ خداداد صبر وسکوت اور استقامت میں یکتائے زمانہ تھے فقیہ محدث شیخ واعظ سادگی کا پیکر اکابر مظاہر کے معتمد علیہ تھے، مفاتیح عقول عشرۂ عالم پہ قابض تھے تغدمه الله برحمته والحقه با لنبیین والصدیقین والصالحین۔

جس طرح ان کی زندگی میں کمالات جمع ہوگئے تھے اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی وفات میں بھی رحمتوں اور برکتوں کی ساعتیں اکٹھا کردیں یوم دوشنبہ، ماہ رمضان اور اس کا عشرہ اخیرہ **ذالک فضل اللّٰہ**''۔

جناب ڈاکٹر عبدالماجد زبیری، اسلامیہ شفاخانہ سوسائٹی، چوک مطربان سہارنپور

''اسٹاف اسلامیہ شفاخانہ سہارنپور کی یہ میٹنگ مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے ناظم وممتاز عالم دین فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے سانحہ ارتحال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے، مرحوم عالم اسلام کی ایک جانی مانی معروف شخصیت تھے اور دینی وملی حلقوں میں انتہائی عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے وہ انتہائی متقی پرہیزگار سادگی پسند اور سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے اور اپنے ہم عصروں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے تھے انہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت کیلئے وقف کی ہوئی تھی ان کی وفات سے جو نقصان ملت اسلامیہ کو ہوا ہے اس کی بھرپائی ممکن نہیں ہے۔ اسلامیہ شفاخانہ اپنے ایک عظیم ہمدرد اور سرپرست سے محروم ہوگیا ہے اسلامیہ شفاخانہ کا اسٹاف مفتی صاحبؒ کے انتقال کو اپنا نقصان تصور کرتے ہوئے مرحوم کے لئے دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے ان کو کروٹ کروٹ چین نصیب کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے نیز شفاخانہ کا اسٹاف مرحوم کے برادر حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کے تئیں اپنی گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے اس دکھ میں برابر کا شریک ہے۔ مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا گیا''۔

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خانصاحب مفتاحی، بنگلور

''بلاشبہ حضرت والا رحمہ اللہ کی عظیم شخصیت کا ہمارے درمیان سے چلا جانا، بالخصوص ہم وابستگان کے لئے اور بالعموم پوری ملت اسلامیہ کے حق میں ایک ناقابل تلافی نقصان اور عظیم گھاٹا وخسارہ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جامعہ مظاہر علوم اور اس کے متعلقین کے حق میں یہ بہت بڑا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ مظاہر علوم کو صحیح نعم البدل عطا فرمائے اور اس ادارے کے کاز کو ہمیشہ ترقی کی راہوں پر گامزن رکھے''۔

مولانا محمد اظفار مظاہری و مولانا مبین اختر مظاہری مدرسہ مصباح العلوم رام پور، روڑ کی

''حضرت فقیہ الاسلامؒ کے انتقال پرملال سے ملت اسلامیہ ایک عظیم ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہوئی ہے اور ایسی شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

حضرت فقیہ الاسلامؒ گوناگوں اوصاف ومحاسن کا آئینہ دار تھے آپ کی ذات شمع انجمن تھی، ہر مکتب فکر میں مقبول ومحترم اور ہر مذہب کی سربرآوردہ شخصیات کی نظروں میں قابل احترام اور لائق اکرام تھے، طلبہ ہوں یا اساتذہ، اپنے ہوں یا بیگانے، قریب کے ہوں یا دور کے ہر جگہ آپ کا اسم گرامی نہایت محبت کے ساتھ لیا جاتا تھا اور ہر کسی کو آپ کی ذات گرامی سے فیض رسانی کی امیدیں وابستہ تھیں، اپنی مانگیں اور مرادیں لے کر آپ کی مجلس میں طرح طرح کے لوگ حاضر ہوتے تھے اور کامیاب وبامراد واپس ہوتے تھے''۔

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب (وارد حال امریکہ)

''حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کے نام کے ساتھ وفات کا اور رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ کہنا اور لکھنا شاق ہورہا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان کی وفات کی خبر سے نہایت درجہ صدمہ ہوا، بلاشبہ وہ مقتدر، مؤثر اور معتمد شخصیت تھے، ان کے خلا کا پر ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا نظام یہی چلا آرہا ہے، شخصیتیں تیار ہوتی ہیں اور چلی جاتی ہیں دوسروں کی تیاری کے لئے موقعہ فراہم ہوجاتا ہے اس طرح اخلاف اسلاف کی جگہ پر کرلیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو غریق رحمت کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آنجناب کا ان کی جگہ کے لئے انتخاب کرنے والے اصحاب نے یہی امیدیں وابستہ کی ہیں کہ حضرت مفتی صاحب کے ذریعہ جو علمی اور عملی، اصلاحی وتربیتی کام جاری تھے ان کے تسلسل میں فرق نہیں آئیگا، وہ فیضان انشاء اللہ اب آنجناب کے توسط سے جاری رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہے گی۔

میں اس عریضہ کے ذریعہ حضرت مفتی صاحب کی نسبت سے تعزیتی الفاظ اور آنجناب کو منتخب کئے جانے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، براہ کرم مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھا جائے۔

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب مدظلہٗ
شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند (وارد حال امریکہ)
بقلم محمد عبداللہ سلیم عفی عنہ (امریکہ)
۷/ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ۔۳۱/دسمبر ۲۰۰۳ء

حضرت مولانا محمد یونس صاحب وارانسی

''۳/شوال المکرم ۱۴۲۴ھ پنجشنبہ کو حرم مکہ میں دو افراد کو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے انتقال کی خبر اور اس پر تبصرہ کرتے سنا تو میری حیرت اور پریشانی کی انتہاء نہ رہی، گھنٹوں تک بندہ پر بھی گریہ طاری رہا۔ مسافرت میں یہ سیاہ کار آخرت کے مسافر کو کیا دے سکتا تھا، حرمین شریفین کا پڑھا ہوا ایک قرآن کریم، ایک سو نفل نمازیں، ایک طواف، ایک لاکھ کلمہ طیبہ کی تسبیحات جو میرے پاس وہاں موجود تھیں حضور ﷺ کے توسط سے ایصال ثواب کیا۔

حضرت فقیہ الاسلامؒ غربت میں پیدا ہوئے، غربت میں زندگی بسر کی اور غربت میں دنیا سے کوچ کر گئے، اپنے اور غیروں نے انھیں بہت ستایا مگر ہمیشہ خندہ پیشانی سے صبر و حلم و استقامت سے کام لیا، کبھی بھی بدتمیزی و بدکلامی کا جواب بدزبانی، ترش مزاجی سے نہیں دیا گویا ادفع بالتی ھی احسن پر عمل پیرا رہے، اکابر علماء مظاہر العلوم نے آپ کو جو لباس پہنایا تھا لوگوں نے اسے جبراً اتارنا چاہا لیکن حضرتؒ آخر دم تک حق پر جمے رہے اور دشمنوں کو ناکامی ہوئی گویا حضرت امیر المومنین عثمان غنیؓ کی نسبت کو زندہ کیا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آخری وقت میں بذریعہ خواب نصیحت فرمائی تھی کہ لوگ تم کو خلافت کا لباس پہنائیںگے پھر کچھ لوگ اسے اتارنا چاہیں گے تم صبر سے کام لینا اور اس لباس کو نہ اتارنا۔

میں نے حضرت کا مقام اس وقت جانا جب حضرت مفتی محمود الحسن نور اللہ مرقدہٗ حضرت ناظم صاحبؒ کو آتے دیکھ کر اپنا کرتا و دامن سیدھا کرنے لگے، کسی نے بعد میں پوچھا کیا مفتی مظفر حسین صاحب آپ سے معمر اور آپ سے بڑے عالم ہیں، فرمایا عمر میں بھلے چھوٹے ہیں لیکن علم میں اللہ نے انہیں بڑی صلاحیت دے رکھی ہے فقہی مسائل خصوصاً جزئیات پر جو انہیں عبور ہے وہ قابل تعریف ہے میں بھی اکثر ان ہی سے رجوع کر لیتا ہوں۔

پھر جب مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری اور مولانا عبد الحق صاحب محدث دارالعلوم دیوبند کو حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں دو زانو باادب بیٹھے اور رجوع فی التصوف دیکھا تو مجھے پورا

یقین ہو گیا کہ یقیناً وہ اللہ کے ولی، مرجع خلائق، کامل و اکمل، صوفی و قطب ہیں ورنہ اتنے بڑے بڑے شیخ الحدیث اور مفتی و جید علماء کبھی بھی آپ کے ارد گرد نہ آتے۔

خلاصہ کلام یہ کہ بقیۃ السلف، نمونۃ للخلف، فقیہ الاسلام، حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ مظاہر العلوم (وقف) اپنے وقت کے مجدد، ولی، قطب، فقیہ، صاحب کشف، عالم ربانی، عارف باللہ، مخلص فی الناس، مخلص عند اللہ بزرگ تھے، اللہ ان کو اپنے جوار میں جگہ مرحمت فرمائے ان کی قبر پر نور و رحمت کی بارش برسائے آمین۔ ۳رشوال ۲۴ھ۔مطابق ۲۷رنومبر ۲۰۰۳ء

سفارت خانہ جمہوری اسلامی ایران، نئی دہلی

Janab Maulana Mohammad Mazahiri Sb.
Nazim Madrasa Mazahir Uloom Waqf Saharanpur-U.P.
Dear brother in Islam,
Assalam-0-Alaikum

It was really very shoching to learn about the demise of the learned religious scholar.

May Allah give strength to the family members and followers to bear this presonal loss and in the field of islam as well.

We pray to Almighty for the departed soul.

with kind regard.

Sincerely Yours
Jalal Tamleh
Director

اردو ترجمہ..از مولانا محمد عارف ندوی

مکرم برادر اسلام جناب مولانا محمد مظاہری، ناظم مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور یوپی

السلام علیکم

ایک مسلم دانشور کے انتقال پر واقعی یہ بہت بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان اور متعلقین کو اس ذاتی نقصان پر صبر کی توفیق دے اور عالم اسلام کو آپؒ کا صحیح نعم البدل عطا فرمائے۔

ہم قادر مطلق سے مرحوم کے لئے دعا گو ہیں"۔

والسلام مع الاحترام
جلال تملیح (ڈائریکٹر)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے مکتوب گرامی کا عکس بنام حضرت فقیہ الاسلام

حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کے دست مبارک سے تحریر کردہ سندات حدیث شریف کا عکس جمیل، جس میں ترمذی شریف کی سند بھی تحریر ہے، حضرت فقیہ الاسلامؒ نے والد ماجدؒ سے ترمذی شریف پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا جس میں آگے چل کر شہرتوں کی بلندیوں پر فائز ہوئے۔

(بشکریہ مولانا اطہر حسین صاحب)

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ایک دستی تحریر جو ترمذی شریف کے افادات پر مشتمل ہے

حضرت فقیہ الاسلامؒ کی ایک دستی تحریر جو ترمذی شریف کے افادات پر مشتمل ہے

نوٹ:۔ فقیہ الاسلام نمبر میں شامل احقر کا مضمون حضرت شیخ الحدیثؒ کی حضرت فقیہ الاسلام پر شفقتیں، عنایتیں، نوازشیں'' میں حضرت شیخ الحدیثؒ کے جتنے خطوط درج ہیں ان کی اصلیں حضرت مولانا اطہر حسین صاحب کے پاس محفوظ ہیں البتہ ان کی فوٹو کاپی راقم کے پاس بھی موجود ہیں۔
(ناصر الدین مظاہری)

اعلان

حضرت فقیہ الاسلام کی شخصیت پر مستقل ''سوانح حیات'' کا کام جاری ہے جو ان شاء اللہ مہد سے لحد تک کے اہم حالات، اوصاف وخصوصیات، تصنیفات وتالیفات، مظاہر علوم کی ہمہ گیر خدمات، داعیانہ صفات اور فقیہانہ کمالات، دعوتی سرگرمیوں اور ملی دلچسپیوں پر مشتمل ہوگی۔

اس سلسلہ میں ہمیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے جس کے بغیر یہ کام کما حقہ پورا نہیں ہوسکتا، اسلئے حضرت فقیہ الاسلامؒ سے متعلق اہم معلومات، واقعات، دستاویزات، مواعظ وملفوظات، اصلاحی خطوط، اجازت حدیث، اجازت بیعت وتلقین اور اوراد وظائف سے متعلق تحریرات نیز حضرت فقیہ الاسلامؒ نے جن مدرسوں، مسجدوں، اداروں اور رفاہی عمارتوں کا سنگ بنیاد رکھا ہو اس سلسلہ میں اگر تحقیق شدہ معلومات آپ کے پاس موجود ہوں تو از راہِ کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں اس کے علاوہ کوئی ایسی یادداشت جو سوانح کے سلسلہ میں کارآمد ہوسکتی ہو یا اس کی اشاعت سے ملت اسلامیہ کا عمومی نفع وابستہ ہو، ضرور ارسال فرمائیں، شکریہ کے ساتھ شامل اشاعت کیا جائیگا۔

محمد سعیدی عفا اللہ عنہ

ناظم ومتولی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

MAULANA MOHD.SAEEDI

NAZIM & MUTAWALLI

Mazahir Uloom (Waqf) Saharanpur-247001,(U.P.)

Acount No.: 23072, Union Bank of India Saharanpur

080855/40/49/DL/U-88

حضرت فقیہ الاسلامؒ ایک نظر میں

نام:- والد ماجد نے دو نام تجویز کئے مظفر حسین اور احمد سعید، پہلے نام سے مشہور ہوئے۔

ولادت:- ۱۱ربیع الاول ۱۳۴۸ھ مطابق ۲۹راگست ۱۳۲۹ھ جمعرات۔

والد ماجد:- مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ۔

۱۳۵۰ھ:- ڈھائی سال کی عمر میں والدہ ماجدہ سے سکر پارۂ عم اور بہشتی زیور کا کچھ حصہ زبانی یاد کرلیا۔

۱۳۵۲ھ:- چار سال کی عمر میں مظاہر علوم کے مکتب خصوصی میں داخل ہوئے۔

۱۳۵۹ھ:- ۱۱سال کی عمر میں مکتب خصوصی سے حفظ کلام اللہ اور املاء وغیرہ سے فارغ ہوئے۔

۱۳۶۱ھ:- اعلیٰ تعلیم کے لئے باقاعدہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔

۱۳۶۹ھ:- مختلف سنین میں مختلف درجات پڑھنے کے بعد فراغت حاصل کی۔

۱۳۷۰ھ:- درجہ فنون (تکمیل علوم) سے فراغت پائی اور مظاہر علوم میں بحیثیت استاذ تقرر ہوا۔

۱۳۷۲ھ:- اپنے استاذ حضرت مولانا سید عبد اللطیف صاحبؒ کے ہمراہ برما تشریف لیگئے۔

۱۳۷۵ھ:- معین مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

۱۳۷۶ھ:- نائب مفتی تجویز ہوئے۔

۱۳۷۷ھ:- صدر مفتی مقرر ہوئے۔

۱۳۸۱ھ:- استاذ حدیث بنائے گئے۔

۱۳۸۴ھ:- بخاری اور ابوداؤد کے علاوہ دورہ حدیث کی تمام کتب پڑھائیں۔

۱۳۸۵ھ:- نائب ناظم منتخب ہوئے۔

۱۳۸۸ھ:- والدہ ماجدہ کے ہمراہ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔

۱۳۹۶ھ:- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ نے اجازت بیعت وتلقین عنایت فرمائی۔

۱۳۹۹ھ:- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد قائم مقام ناظم مقرر ہوئے۔

۱۴۰۱ھ:- مدرسہ مظاہر علوم کے ناظم ومتولی قرار پائے۔

۱۴۰۹ھ:- حضرت فقیہ الاسلامؒ نے بخاری جلد ثانی کے علاوہ دورہ کی تمام کتب پڑھائیں۔

۱۴۲۴ھ:- حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے ۲۸رمضان دوشنبہ کے دن تقریباً ۱۲ بجے مولائے حقیقی سے جاملے۔

(ناصر الدین مظاہری)

AAINA-E-MAZAHIR ULOOM (MONTHLY)
MAZAHIR ULOOM WAQF
SAHARANPUR (U.P) 247001 PH.0132-2653018